خلاصۃ المناقب
اردو ترجمہ میں حواشی توضیحات و تعلیقات
حضرت نورالدین جعفر بدخشیؒ
مترجم
پروفیسر ڈاکٹر شمس الدّین احمد
شیخ محمدؐ عثمان اینڈ سنز تاجران کتب
فیرڈیل مارکیٹ ریذیڈنسی روڈ، سرینگر، کشمیر
مدینہ چوک گاوکدل سرینگر، کشمیر

خلاصۃ المناقب

اردو ترجمہ میں حواشی توضیحات وتعلیقات

حضرت نورالدین جعفر بدخشیؒ

مترجم : پروفیسر ڈاکٹر شمس الدین احمد

گلشن پبلیشرز اینڈ ایکسپوٹرز
فیرڈیل مارکیٹ ریذیڈنسی روڈ سرینگر کشمیر
Visit us at : www.gulshanbookskashmir.com
E-mail: gulshanpub@rediffmail.com

نام کتاب : خلاصۃ المناقب

مصنف : حضرت نورالدین جعفر بدخشیؒ

مترجم : پروفیسر ڈاکٹر شمس الدین احمد

زیر اہتمام : شیخ اعجاز احمد

تعداد : ۵۰۰

سنہ اشاعت : ۲۰۰۳ء

قیمت : ۶۰۰ روپے

ISBN: 81-86714-71-5

پبلیشر

گلشن پبلیشرز اینڈ ایکسپوٹرز

فیرڈیل مارکیٹ ریذیڈنسی روڈ سرینگر کشمیر

تقسیم کار

شیخ محمد عثمان اینڈ سنز تاجران کتب

فیرڈیل مارکیٹ ریذیڈنسی روڈ سرینگر کشمیر

مدینہ چوک گاؤکدل سرینگر کشمیر

انتساب

فرزند عزیز شهید نثار احمد جان کے نام جن کو قرآن کریم کی اہانت کئے جانے کے خلاف آواز بلند کرنے پر کشمیر کے اسلام دشمن قوتوں نے شہید کر دیا

والدین گرامی مرحوم کے نام !

برادران عزیز کے نام!

اپنے فرزندوں اور اپنی دختران عزیز کے نام!

اپنی بیگم صاحبہ کے نام!

اپنے داماد عزیز پروفیسر ڈاکٹر محمد رشید الدین کے نام!

اور

شاہ ھمدانؒ امیر کبیر حضرت میر سیّد علی ھمدانیؒ کے تمام صادق اور مخلص عقیدتمند مُسلمانان کشمیر کے نام!

☆

عناوین

شرح احوال مصنف

مصنف کتاب نور الدین جعفر بدخشی رحمۃ اللہ علیہ جیسا کہ آپ کی تصنیف خلاصۃ المناقب سے واضح ہو جاتا ہے امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے برگزیدہ خلفاء میں سے تھے

آپ بدخشان (موجودہ افغانستان) کے ایک گاؤں رستاق بازار کے رہنے والے تھے اور ۲۳ سال کی عمر میں قریہ علی شاہ (موجودہ کولاب تاجکستان) میں آ گئے۔ یہ سال ۷۷۳ھ تھا اور اسی سال حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی ؒ نے خود ختلان کے علاقے میں واقع قریہ علی شاہ مذکور میں اقامت اختیار کی۔

نور الدین جعفر بدخشی ؒ کو حضرت میر سید علی ہمدانی ؒ کی ذات مقدس سے ایک مرشد طریقت کی حیثیت میں جو نزدیکی اور قرب رہا ہے وہ اگرچہ استثنائی نہیں لیکن بے شک قابل توجہ ہے۔ اور اس قرب کو پانے کے لئے آپ کو جن صبر آزما امتحانات سے گذرنا پڑا اس کی تفصیل خلاصۃ المناقب میں درج ہے [۱]

---

[۱] میں نے پوری تفصیل کے ساتھ نور الدین جعفر بدخشی ؒ کے کولاب میں آمد اور حضرت امیر کبیر ؒ کی خدمت میں بیعت کرنے کے بعد اُن کے ساتھ اُن کی رحلت فرمانے تک آپ کے روحانی و عرفانی روابط کا ذکر اپنی تصنیف ''حضرت شاہ ھمدان ؒ ـــــ حیات اور کارنامے'' میں کیا ہے۔ دیکھئے یہی کتاب۔ ص ۷۳۵ تا ۷۴۷۔

خلاصۃ المناقب کے مؤلف **نورالدین جعفر بدخشی**ؒ کی زندگی کے حالات ہم پر مخفی ہیں کیونکہ اُن کے بارے میں کوئی تفصیل دستیاب نہیں ۔ البتہ جستہ جستہ مختصر سے جملوں اور دیگر جگہوں سے جیسے **حیدر بدخشی** کے رسالۂ مستورات اور مشہور شیعہ تراش مصنف **قاضی نوراللہ شوستری** کی تألیف **مجالس المؤمنین** کی اطلاعات سے معلوم ہوجاتا ہے کہ **بدخشان** کے **رُستاق بازار** سے (جو **بدخشان** کے مغربی علاقے میں واقع ہے) سال ۷۷۳ھ میں **قریۂ علی شاہ** (موجودہ **کولاب تاجکستان**) میں نقل مکان کرنے کے بعد آپ نے وہاں **حضرت میر سیّد علی ہمدانی**ؒ کی خدمت میں رہ کر اپنا وقت گذارا۔ **حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی**ؒ کی وفات سال ۷۸۶ھ (۱۳۸۴ء) میں ہوئی اور **نورالدین جعفر بدخشی**ؒ سال ۷۹۷ھ (۱۳۹۴ء) میں فوت ہوئے جبکہ آپ قیاساً سال ۷۴۰ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ گویا آپ **حضرت امیر کبیر**ؒ کی وفات کے بعد دس سال تک زندہ رہے۔ اور **بدخشان** میں ہی' جہاں آپ **حضرت امیر کبیر**ؒ کے سفر کشمیر کے بعد ہی لوٹ آئے تھے' **روستاق بازار** میں مدفون ہوئے۔ جناب **حضرت ایشان شیخ یعقوبؒ صرفی** کشمیری نے اپنی منظوم تصنیف **مغازی النبی** میں اس کی تصدیق کی ہے جب کہ آپ نے **روستاق بازار** میں آپ کے مزار

کی زیارت کی ۔

بہ رُستاق آن بحرِ ذوق شہود　　کہ اوراعلم نعمت اللہ بود

در آن خانقاہ فلک دستگاہ　　کہ ہست از علی ولایت پناہ

بہ کشف حقائق رسیدم بہ کام　　کشیدم مُی عشق را جام جام

ھم از روضۂ نور الدین جعفرم　　رسیدم بہ فیضی کہ شد رہبرم

[رُستاق جیسی ذوق شہود کے سمندر جیسی جگہ میں' جہاں کے نعمت اللہ بڑے مشہور ہیں' وہاں موجود علی ولایت پناہ کی خانقاہ فلک سامان میں مجھ پر حقیقتیں کشف ہو کر میں نے کامیابی پائی اور شراب عشق کے جام کے جام لنڈھائے۔ میں نے نور الدّین جعفر کے روضہ پر بھی وہ فیض پایا جو میرا رہبر بن گیا]

خود حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی نور الدّین جعفر بدخشی ؒ پر خاص نظر تھی اور اُن کی مدح میں کلام بھی فرماتے تھے۔ایک بار **حضرت شاہ ہمدان** ؒ نے فرمایا:

'' مشرق سے مغرب تک میں نے سفر کیا اور کوئی ایک شخص بھی میرے سامنے معرفت کو بیان نہ کر سکا اِلاّ نُور الدّین کے جو تصوّف کی حقیقت کو پا چکا ہے اور جو باتیں عبارت میں آسکتی ہیں کہہ دیتا ہے اور خوب کہتا ہے۔'' ——— خلاصۃ المناقب

ایک اور بار فرمایا:

''نور الدین! جب میں دنیا سے چلا جاؤں گا لوگ تیری طرف رُخ کریں گے۔ تجھے حُسن اخلاق کے ساتھ اُن سے پیش آنا چاہئیے اور ہم نے تجھے اجازت دی اس بات کی کہ تو طالبوں کے دل میں حبیب حقیقی کی محبت کو اتار دے اور مجھے امید ہے حضرت پادشاہ

عالم سے کہ اہل طلب جو کچھ مجھ سے پاتے ہیں تجھ سے بھی پائیں گے۔"

یہ کہکر **حضرت شاہ ھمدان**ؒ نے آپ کا بازو پکڑ کر آپ کو اپنے قریب لاکر فرمایا: "ہم نے **نور الدین** کو طالبان صادق کا توبہ قبول کرنے اور اُن کو ذکر کی تعلیم دینے اور ان کو بیان اسرار سے مستفیض کرنے کی اجازت دے دی۔" اس کے بعد پوری قوّت کے ساتھ **نور الدین** کو گلے لگا لیا، لمبی دعاء پڑھ کر اُن پر پھونک دی اور اُن کو رخصت کیا اور کہا: "جاؤ اور جا کر اپنے گھر میں بیٹھو۔" ——————— (خلاصۃ المناقب)

حضرت امیر کبیرؒ کے سفروں میں جانے کے اوقات میں **خانقاہ کولاب** میں **نور الدین جعفر بدخشی**ؒ درس و تدریس کے امور کو انجام دیتے تھے۔ چنانچہ حل فصوص (تصنیف **حضرت امیر کبیر**ؒ) اور **قصیدۂ خمریہ ابن فارض** کو پڑھانے کی شہادتیں **خلاصۃ المناقب** میں موجود ہیں۔

نور الدین جعفر بدخشیؒ نے جو رُوحانی کمالات اپنے مُرشد با کمال سے حاصل کیے ان کی قوّت سے وہ تین ماہ کے عرصے میں ہی طالبوں کو اس مرتبے پر پہنچا دیتے تھے کہ اُن کے اجزای بدن سے ذکر کی صدائیں سنائی دیتی تھیں اور خوشبوئیں ہر طرف پھیل جاتی تھیں۔ اور یہ کمال پا کر بھی **نور الدین** کہا کرتے تھے کہ "اگر چہ میں نے ہر قسم کے علوم حاصل

کئے لیکن حضرت سیادت (**میر سیّد علی ہمدانی**ؒ) کے علم و معرفت کی بہ نسبت میں اس قدر نادان تھا جس قدر ایک عجمی غلام تمام ظاہری و باطنی علوم میں تبحّر کے معاملے میں اپنے آقا کے آگے ہوتا ہے۔"

حضرت میر سیّد علی ہمدانیؒ نے **نور الدّین جعفر**ؒ کے علوم و معارف کی بلندی اور حقایق معرفت و تصوّف کی بلندیوں کو اور بلند کر دیا جب کہ **حضرت میر سیّد علی ہمدانی**ؒ نے آپ کو اپنا مرقع، اپنی پوستین اور آفتابہ عنایت کئے۔ مرقع کو پہن کر نور الدّین نے خود میں عجائب اسرار و رموز کا مشاہدہ کیا۔ اور خود امیر کبیرؒ نے آپ سے جب وہ سفر حج سے لوٹ آئے، کہا: "خیال نہ کرنا کہ یہ سعادت تجھے اپنی کوشش سے ملی ہے۔ مجھ درویش کی توجہ اور دُعائیں سفر و حضر میں تیری طرف مبذول رہی ہیں چنانچہ شب جمعہ کو حرم کعبہ میں، میں نے تیرے حق میں ایک ہزار بار فاتحہ پڑھا اور حضرت پروردگار سے تیری سعادت چاہی ہے۔

اس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ **حضرت امیر** رحمۃ اللہ علیہ **نور الدّین جعفر بدخشی**ؒ کو کس حد تک چاہتے تھے۔ اور سفر و حضر میں وہ آپ کے دل میں رہتے تھے اور ان سے بے خبر نہ تھے۔

خلاصۃ المناقب سے روشن ہو جاتا ہے کہ مرید **نور الدّین** اور شاگرد **نور الدّین** اپنے اُستاد بے بدل جو راسخون فی العلم علماء میں سے تھے اور مُرشد باکمال **حضرت امیر کبیر**ؒ کے نہ صرف بے حد گرویدہ

اورعشق کی حد تک اُن کو چاہتے تھے بلکہ اُن کے وفا شعار مرید وشاگرد تھے اور بعض موقعوں پر جب کہ رحمت کے لباس میں **حضرت امیر**ؒ کا غضب اُن پر نازل ہوتا تو فرمان بردار غلام کی مانند سر جھکا کر سکوت میں رہتے۔

جب سال ۷۸۶ھ کی چھ ذی الحجہ کو **حضرت امیر کبیر میر سیّد علی همدانی** رحمۃ اللہ علیہ کا **ملک خضر شاہ** کی سلطنت کُنر سواد میں انتقال ہوا تو **نور الدین بدخشی**ؒ اپنے مرشد باکمال کے حج سے لوٹ آنے کے وقت تک اپنے گھر واقع روستاق میں منتظر تھے کہ یکایک **شمس الدین ماخانی (یاماجانی)** کی وساطت سے **کُنر سواد** سے **مولانا قوام الدین بدخشی** کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط **نور الدین جعفر بدخشی** کو روستا بازار قصبے میں واقع **خانقاہ فتح آباد** میں ملا جس میں **حضرت امیر کبیر میر سیّد علی همدانی**ؒ کے رحمت حق سے پیوست ہونے کی جان کاہ خبر لکھی تھی۔ وفا شعار مرید وشاگرد نے یہ اچانک خبر پاکر جن غمناک وحسرت واندوہ سے مخلوط جذبات واحساسات کا ذکر کیا ہے وہ نہ صرف نوحہ وماتم کی بھری مجالس کے ترجمان ہیں بلکہ زبان وبیان کے اسلوب کے لحاظ سے بھی سوز وگداز کا آئینہ ہیں ' لکھتے ہیں:

"چون بہ مکتوب نظر کردم دیدم کہ بہ خط برادرم قوام الدین کتابت یافتہ بود۔ فالجرم بادغم از کوی فراق آن محبوب اعلیٰ وزیدہ وروائح عروج براق آن مطلوب اجل بمشام جان رسید ...... نظم ...... وازصعوبت آن رائحہ مزلزلہ نفس

ھلوع رخت حیات بہ لب حوض ممات کشانید وصد ہزار قطرات حسرت از موج بحار غموم
ہجران آن حبیب حقانی برو جنات وچشمان چکانید و ہزاران ہزار لہبات نار فراق آن خلیل
رحمانی بر طلعات جنان شعلہ زد و سوزانید واز شدّت احراق آن شعلہ محیرۂ مجیرہ شب فراق از
روز وصال معلوم نہ گشت واز قوت آن حدّت ناریہ جبل وجود راتد کدک حاصل گشت۔'' [1]

اس کے بعد **نور الدین جعفر بدخشی** فوراً **بدخشان** سے **کنر سواد** کی طرف آمادۂ سفر ہو گئے لیکن **شیخ محمّد پادشاہ بدخشان** اس سفر سے اُن کے حق میں مانع آئے اور **شیخ محمّد سرائی** روانہ ہو گئے۔ **نور الدین** کولاب پہنچے اور **حضرت امیر کبیر** کے جنازۂ شریف کے پہنچنے پر (بقول نور الدّین جعفر ۲۵ جمادی الاول ۷۸۶ھ اور بقول صاحب **واقعات کشمیر** ۵ جمادی الآخر) جنازہ کے ساتھ مشایعت کی۔ اور اس کے بعد **حضرت امیر کبیر** کے فرزند سعادتمند جناب **حضرت میر سیّد محمّد ہمدانی** کے مرید ہو کر واپس وطن لوٹ گئے جہاں پر آپ نے **خلاصۃ المناقب** کتاب کی تکمیل کی۔

خلاصۃ المناقب کے علاوہ **نور الدین جعفر بدخشی** اور کسی تصنیف یا تصنیفات و تالیفات کے شواہد نہیں ملتے البتہ **شرح اوراد فتحیہ** نامی کتاب کو آپ کے نام کی مناسبت سے آپ کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے جو صریحاً غلط ہے۔ **حضرت امیر کبیر میر سیّد علی**

---

[1] اس فارسی عبارت کا اردو ترجمہ کتاب میں 'خاتمہ عمر کا ذکر' عنوان کے تحت دیکھیں۔

ہمدانیؒ کی عربی تالیف اوراد فتحیہ کی معروف شرح فارسی زبان میں ملاّ محمّد جعفر جعفری نے لکھی ہے۔ جسے مطبع نول کشور نے شوال سال ۱۲۹۳ھ (نومبر ۱۸۷۶ء) میں چھاپ دیا ہے۔ [۱]

ملاّ محمّد جعفر جعفری کی اس فارسی ترجمے کے قلمی نسخے ریسرچ لائبریری حکومت جموں و کشمیر میں زیر نمبرات ۱۳۴۸ ۱۳۷،۴۲،۳۹۱ اور (شرح اوراد کبرویہ) کے نام سے زیر نمبر ۲۹۹۷ موجود ہیں۔ لینن گراڈ میں بھی شرح اوراد فتحیّہ لعلیّ الہمدانی کے نام سے محمّد جعفر جعفری کی یہ تالیف زیر نمبرات ۱۱۹۰۔ B-۲۱۹۱A (Nov-1105) اور B-۴۴۴۳ موجود ہے۔

[۱] یہ ترجمہ ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے اور میں نے اس ترجمہ کا اردو میں کیا ہے جو عنقریب چھپنے والا ہے۔

خلاصۃ المناقب

نور الدین جعفررحؒ **بدخشی** کی فارسی میں لکھی گئی یہ کتاب اصل میں اُن کے پیر و مرشد **حضرت امیر کبیر عارف ربانی جناب میر سیّد علی ہمدانی** رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب وفضائل کا تذکرہ ہے۔ اس لحاظ سے یہ تذکرہ بے حد معتبر اور ایک بے شک وریب بیان ہے۔ ان بزرگواریوں' حکایتوں' معرفت وتصوّف سے مربوط رُوحانی بلندیوں اور ذاتی محاسن وحسن سلوک کے بیانات کا جن کا مصنف بذات خود چشم دید گواہ رہا ہے کیونکہ مصنف ایک قابل عالم' وفا شعار مرید اور خلیفۂ ہمہ وقت ہونے کی راہ سے **حضرت امیر کبیر** رحمۃ اللہ علیہ کی رحمت بار اور عرفان آشنا روحانی مجلسوں میں ہمیشہ حاضر رہا ہے اور سفر وحضر میں بھی اُن کے ہمراہ رہا۔ **خلاصۃ المناقب** (کے اس اردو ترجمے) میں ان سارے مندرجات کا ملاحظہ کیا جا سکتا ہے اور ان نادر اور معتمد اطلاعات کو ہمارے لئے باقی چھوڑ کر مصنف نے اپنا حق ادا کر دیا ہے اور ہم **حضرت امیر کبیر** رحمۃ اللہ علیہ کی ظاہری اور باطنی برتریوں اور اعلیٰ مقامات سے واقف ہو جاتے ہیں۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ **نور الدین جعفر بدخشی**رحؒ نے اپنے پیر طریقت اور مرشد ورہنما رحؒ کے مناقب وفضائل کا محض خلاصہ لکھا ہے اور اگر ان کو وسعت کے ساتھ بیان کیا جاتا تو

حضرت امیر کبیر ؒ کی دین اسلام سے مربوط سرگرمیوں، مشغولیتوں اور فعالیتوں سے عالم اسلام کو مزید آگاہی اور اس طرح سے کسی حد تک بے نیازی میسر ہو جاتی۔ لیکن غالباً مصنّف اپنے مرشد و راہنما اور پیر طریقت ؒ کی فضیلتوں اور اُن کے مناقب کی بسیط و عریض وسعتوں کو ایک کتاب میں سمو دینے کے نہ قابل تھے اور نہ ہی قائل اس لئے انہوں نے اپنے فہم وادراک کی بنیاد پر ان کا خلاصہ لکھ دیا (واللہ اعلم) اس میں شک نہیں کہ بعض عرفانی اصطلاحات یا بعض مربوط عرفانی اور متصوّفانہ نکات کو، جو کتاب کی عبارتوں میں درج ہیں، مصنّف نے علمی، فلسفیانہ اور شرعی دلائل و براہین سے واضح کر دیا ہے اور یہ عرفانی و متصوّفانہ ادراکات بھی حضرت امیر کبیر ؒ کی، جو "والرّاسخون فی العلم" کے زمرے میں آتے ہیں، درس و تدریس اور استاد و شاگرد کی عمومی یا خصوصی مجلسوں کے ثمر بار نتائج ہیں (جیسا کہ خود مصنّف نے اپنی اس تصنیف میں ایک صادق اور وفادار مرید و شاگرد کی طرح اعتراف کیا ہے) لیکن ایک محقق قاری اور ایک عام مسلمان کے ذہن و شعور میں کتاب میں **حضرت امیر** رحمۃ اللہ علیہ کی ہمہ جہت شخصیت کے بارے میں آگاہی کی کمی نمایاں طور پر محسوس ہوتی ہے۔

تعجب انگیز تر بات یہ ہے کہ نور الدّین جعفر بدخشی ؒ نے **حضرت امیر کبیر مر سیّد علی همدانی** رحمۃ اللہ علیہ کے اُن سفروں کا سفرنامہ بھی نہیں لکھا ہے جو **حضرت امیر** ؒ نے **نور الدین بدخشی** ؒ کی

موجودگی میں اختیار فرمائے تھے حالانکہ اسلامی ادب میں سفرنامے لکھنے کی روایت قدیم ہے۔ سفروں کا وسیع تر تذکرہ کرنے سے **حضرت امیر کبیرؒ** سے متعلق اُن کے سماجی تعلقات اُن کے احباب واقارب اور اُن کے ذاتی اثر ورسوخ اور دیگر اہم خصایص جیسے ان کی دینی تبلیغات اور جہاد سے مزید آشنائی پیدا ہو جاتی۔

بہر حال ان کمیوں کے باوجود **حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانیؒ** کی ظاہری اور باطنی زندگی کی یہ کتاب ایک آئینہ ہے اور ایک معتبر ترین ماخذ، کہ **حضرت امیر کبیرؒ** کی عرفانی برتری تصوّف میں اُنؒ کے مرتبہ ومقام اور دینی علوم وتبلیغ میں اُنؒ کی پُر جوش فعالیتوں اور ربّانی فہم وادراک میں اُنؒ کی وسعت وغیرہ کے موضوعات پر جب بھی کوئی عام قاری یا محقّق آشنائی پیدا کرنے کی خواہش کرے گا اس کتاب کا مطالعہ اس کی ایک اوّلین بنیادی ضرورت ہوگی اور اس کتاب کا مطالعہ اس کے لئے ناگزیر ہوگا۔ **خلاصۃ المناقب حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانیؒ** جو عارف ربّانی اور غوث صمدانیؒ تھے کے مناقب اور اُن کے درجات روحانی، نیز اُن کے بعض عارفانہ افکار کی شناسائی پر ایک اور قابل توجہ اثر ہے۔ **خلاصۃ المناقب** کے پڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ طریقت وعرفان کے مراحل کو طے کرنے کے علاوہ اس کے مصنّف **نور الدّین جعفر بدخشیؒ** ایک

دانشمند عالم تھے اور رموز علم شریعت کے آشنا بلکہ قرآن شناس بھی۔ جب ہی اپنے دعاوی کو قرآنی آیات اور احادیث شریف سے روشنی بخشتے ہیں۔ اور گاہ بہ گاہ عرفانی اشعار سے بھی ان کو قوی تر بنا دیتے ہیں۔

نور الدین جعفر بدخشیؒ نے **خلاصۃ المناقب** کتاب کو رائج اسلوب تحریر میں لکھا ہے۔ یہ تیموری دور تھا اور اس دور کی سبک نگارش میں، بالخصوص تصوّف کے زیر اثر، الفاظ و معانی کو لطیف بنانا اور پُرشکوہ کلمات کا استعمال شامل تھا گو کہ مصنّف خود ایک پُرشور فرد روحانیت تھا لیکن وہ مغلق فارسی الفاظ اور پیچیدہ و سنگلاخ طرز ادا سے برحذر رہا اور اس طرح سے قابل فہم اسلوب تحریر کا انتخاب کر کے کتاب کی افادیت میں اضافہ کیا۔ لکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ زمانے کی سبک نگارش کی روایات سے یہ کتاب مطلق خالی بھی نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ روایات کے زیر بار **نور الدین جعفر بدخشیؒ** نے عربی ضرب الامثال، عربی اشعار، قرآنی آیات اور احادیث کا خوب استعمال کیا ہے۔ اور یہ تیموری دور کی فارسی نثر کی طرز تحریر کا طرّہ امتیاز اور مایۂ تفاخر تھا۔

حرف مترجم

حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ
واسطہ پر جب میں نے اُن کی حیات مقدّس اور اُن کے کارناموں پر
''شاہ ہمدانؒ ـــــــ حیات اور کارنامے'' کے عنوان سے کتاب مکمل
کر لی تو اس کے ماخذ میں نورالدّین بدخشیؒ کی کتاب خلاصۃ المناقب ایک
بنیادی ماخذ اور ایک اہم ترین ذریعۂ ملاحظہ رہی۔ پچھلے اوراق میں میں نے
لکھا ہے کہ شاہ ہمدانؒ شناسی پر یہ کتاب مطالعہ کے لحاظ سے ایک ناگزیر
اور اہم ترین ماخذ ہے اور ہر اس شخص کو اسی چشمے سے سیراب ہونا ہے جو
حضرت شاہ ہمدانؒ سے شناسائی پیدا کرنے کا خواہاں ہے۔ یہی وجہ
ہے کہ میں نے خلاصۃ المناقب کا فارسی زبان سے اردو میں ترجمہ کرنے کا
اسی وقت ارادہ کیا جب شاہ ہمدانؒ پر مذکورہ بالا کتاب کو میں نے مکمل
کر لیا۔ یہ سال ۱۴۱۵ھ (۱۹۹۵ء) تھا اور ج جب کہ یہ سطور لکھ رہا ہوں
سال ۱۴۲۲ھ (۲۰۰۱ء) ہے۔ سات سال کے اس وقفہ میں کئی علمی کام
غالب آئے جس کی وجہ سے میرا ارادہ پورا نہ ہو پایا۔
چونکہ کُلُّ اَمْرٍ مَوْقُوْفٌ بِاَوْقَاتِهَا کے آسمانی فیصلے کے مطابق یہ

کام اسی سال تکمیل تک پہنچنا اللہ تعالیٰ کو منظور تھا اس لئے اُس کی مرضی کے عین مطابق تکمیل تک پہنچ گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن !

خلاصۃ المناقب کے قلمی نسخے بہت عام نہیں ہیں۔ حتّیٰ کہ خود **تاجکستان** کے کتابخانوں میں اس کتاب کا وجود نہ ہونے کے برابر ہے۔ البتہ **لینن گراڈ** (اب یہ شہر اس کے قدیم نام سینٹ پیٹرس برگ سے پھر سے زندہ ہوگیا ہے) کی مشرقی علوم کی لائبریری میں س کا نسخہ موجود ہے جس کی نقل میں اس وجہ سے نہیں لایا کہ میرے پاس وہاں انتظار کے لئے درکار وقت میسّر نہ تھا۔ کشمیر میں حکومتی **ریسرچ لائبریری میں خلاصۃ المناقب** کے دو نسخے زیر نمبر ۶۵۸ اور ۱۹۸۳ موجود ہیں اور **سٹیٹ آرکاویز** میں بھی دو نسخے ہیں جن میں ایک ناقص ہے اور دوسرا نسخہ سال ۱۲۸۰ھ میں لکھا گیا ہے جو بڑا خوش خط ہے اور **میر یوسف ولد میر محمّد شاہ نوشہری** کے ہاتھ کا لکھا ہے۔ میں نے اسی خوش خط اور کامل و مکمّل خطّی نسخے کا استعمال کیا ہے اگرچہ متن کے صحیح تقابل کے لئے **سٹیٹ آرکاویز** کے دونوں مذکورہ خطّی نسخے میرے سامنے رہے۔ گوکہ ایران میں بہت عرصہ پہلے **کتاب خانۂ مجلس** میں **خلاصۃ المناقب** کا بہت نفیس خطّی نسخہ (نمبر ۳۶۶) میری نظر سے گذرا تھا لیکن چونکہ میں ان ایّام میں **تہران یونیورسٹی** میں تحقیقی اُمور میں سرگرم تھا اس لئے میں نے اس نسخہ کی طرف کوئی توجّہ نہیں کی گوکہ یہ نسخہ نسبتاً قدیم تر تھا اور سال

۹۱۷ھ میں لکھا گیا تھا۔

بہر حال میں نے اس اہم تصنیف کا جس کا براہ راست ربط محسن کشمیر اور کشمیر میں مسلمانوں کے دین کے بانی یعنی دین اسلام کے بنیاد گذار **جناب حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی** ؒ کی ذات گرامی اور اُن کے دقیق علمی نکات نیز مرشدانہ رہبری کے بعض ہدایات سے ہے جن کا صادقانہ بیان اُن کے مرید صادق **نور الدین جعفر بدخشی** ؒ 'جو مدام ان ؒ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے' نے **خلاصۃ المناقب** میں ہمیشہ کے لئے ثبت کیا ہے' اُردو میں ترجمہ کر کے ایک دینی فرض نبھایا ہے جس سے کشمیر کے عقیدتمند مسلمان انشاءاللہ مستفید ہونگے۔

خداوند کریم میری اس سعی کو قبول فرمائے اور حاسدین کی مکروہ نظر سے محفوظ رکھے۔ آمین

پروفیسر ڈاکٹر شمس الدین احمد

فارسی

خلاصۃ المناقب

کا

اردو ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

☆

بے انتہا حمد وثنا ہو اس بادشاہ کی بارگاہ میں جس نے ذات ابدی کی محبت کے لئے کمال قدرت واحد سے محض وجودی جود وکرم سے جوہر احمدیؐ کے نور کو موجودات کے انوار کا مینار بنایا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

وَمَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَیۡنَهُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ [۱]

اور فرمایا رسول اللہ نے (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اللہ عزّ وجلّ سے حکایت کرتے ہوئے:

لَوۡلَاکَ لَمَا خَلَقۡتُ الۡکَوۡنَ [۲]

اور عظیم ثناء وستایش اُس قابل حمد بادشاہ کی جس نے اس یگانہ جوہر کی روشنی کی ضیا پاشیوں سے تمام نیک بخت لوگوں کی آنکھوں سے گمراہی کی ظلمتیں ہٹادیں۔ فرمایا اللہ جلّ جلالہ نے:

وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِیۡثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیۡتُکُمۡ مِّنۡ کِتٰبٍ وَّ حِکۡمَةٍ ثُمَّ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمۡ لَتُؤۡمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنۡصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقۡرَرۡتُمۡ وَاَخَذۡتُمۡ عَلٰی ذٰلِکُمۡ اِصۡرِیۡ قَالُوۡۤا اَقۡرَرۡنَا قَالَ فَاشۡهَدُوۡا وَاَنَا مَعَکُمۡ مِّنَ الشّٰهِدِیۡنَ۔ فَمَنۡ تَوَلّٰی بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ۝ [۳]

اور فرمایا رسول اللہ نے ﷺ:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ الْخَلْقَ فِی ظُلْمَۃٍ ثُمَّ رَشَّ عَلَیْہِ مِنْ نُوْرِہٖ فَمَنْ اَصَابَ ذَالِکَ النُّوْرَ اھْتَدٰی وَمَنْ اَخْطَاَ ضَلَّ

اور بزرگوار مدح وثنا ہو اس قدیم مہربان (خداوند بزرگ) پر جس کے کمال نے عام وجودی مراتب پر ظہور کا پرتو ڈال دیا۔

فرمایا اللہ عزّ اسمہ:

رَبُّنَا الَّذِیْ اَعْطٰی کُلَّ شَیْئٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی

اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے

اِعْمَلُوْا فَکُلٌّ مُیَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَہٗ

اور کامل وکثیر شکر اس جمیل واجب الوجود کا جس کے لطف قدیم اور فضل عظیم سے دور قمر کے آخری بیابان کے پیاسوں نے اس جوہر کا آب حیات پی لیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے؛

اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَہٗ سَاکِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَیْہِ دَلِیْلًا ثُمَّ قَبَضْنَاہُ اِلَیْنَا قَبْضًا یَّسِیْرًا

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے

اَلْمَوْتُ تُحْفَۃُ الْمُؤْمِنِ

اور نامحدود درود اس تعریف کئے گئے برگزیدہ کی (رسول ﷺ) ذات پر جس پر درود بھیجے جانے کے بغیر پروردگار معبود کی اطاعت مردود ہے اور جس میں تاخیر کرنے سے اطاعت الٰہی مفقود ہو جاتی ہے۔

فرمایا رسول اللہ نے ﷺ:

اَلدَّعْوَاتُ مَوْقُوْفَۃٌ وَالصَّدَقَاتُ مَحْبُوْسَۃٌ حَتّٰی یُصَلِّی عَلَیَّ۔[9]

نیز فرمایا آپ نے ﷺ:

اَلدُّعَآءُ یُحْجَبُ عَنِ السَّمَآءِ وَلَا یَصْعَدُ اِلَی السَّمَآءِ مِنَ الدُّعَآءِ شَیْئٌ حَتّٰی یُصَلِّی عَلَیَّ[10]

اور درود ہو آپ کے اہل بیت پر اور آپ کی امت پر جو خیر امت ہے۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ[11]

افتتاح کتاب کے بیان میں

بِعَوْنِ اللّٰہِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ[12]

جان لو اے دوست! کہ اس **خلاصۃ المناقب** کا افتتاح تحریر میں آیا سال ۷۷۷ھ کے ماہ صفر[13] کے اواخر میں جمعہ کے دن اور **ختلان**[14] کے مبارک علاقے میں اس **خانقاہ اعظم** میں جہاں سیادت کا نور چمکا۔

خلوت خانوں، اور بعض جماعت خانوں نیز مقصورہ[15] کی تکمیل کے بعد اہل شناخت کی کوششوں سے جن کے ساتھ دوستانہ ارادت تھی، التماس

کیا گیا اور التماس کے ردّ وقبول کے خطرے کو مول لیا لیکن سابقہ نیک حسن ظن کے نتیجے میں انہوں نے اظہار نوازش فرمایا۔

حالانکہ حسن ظن اور وجہ خلوص کی توجیہہ اہل نوازش کے پاس پیش کرنا لازمی تھا کیونکہ طریق قربت میں جوش محبّت اور شوق سیر میں اضافہ ہو رہا تھا لیکن بہر حال میری (اس کتاب کو لکھنے) کی التماس کو تحریری قبولیت مل گئی اور عنایت الٰہی اور خداوند ودود کی محبّت سے پیوست ہوئی۔ فرمایا اللہ تعالٰی نے: وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ [16]

اس عروۃ الوثقیٰ [17] کی بعض فضیلتوں کے بیان میں

بلند و ارفع آشیان کا شاہباز بلند پرواز' میدان عزّ و جلال کا شاہسوار' آسمان قدس کا آفتاب' قدوسی فضاؤں کا نور' انسانی وجود کا کیمیا' حضرت رحمٰن کا مقبول صاحب اختیار' خداوند دیان [18] کے حضور قابل افتخار شکر گذار' محمّد رسول اللہ کا قرۃ العین [19]' مرتضٰی [20] اور بتول [21] کے دلوں کا ثمر' احادیث وتفاسیر کے حقایق سے آگاہ' بصیرت و بیناداری کے ساتھ اسرار کا صاحب نظر' طریق خداوند سبحان کے طالبوں کا مرشد' جمال رحمٰن کی طرف متوجہ

ہونے والوں کا پیوند اتصال ' عارف ربّانی معروف بہ **سیّد علی الہمدانی** 'خداوندمہربان آپ کولطف صمدیّت سے خاص'اور نورحقانیت سے ہمیشہ منوّر رکھے۔

آپ کے اسرار کے نفحات[۲۲] میں سے ہے یہ نظم ؎

ای گرفتاران عشقت فارغ از مال ومنال	والہان حضرتت را از خود و جنت ملال
مُفلسان کُوی شوقت را غلامی کردہ چرخ	سالکان راہ وصلت را دُو عالم پایمال
عارفان وصف تو مغبوط اشراف ملک	مُدبران در گہت سرگشتۂ تیہ ضلال
ہرکہ برخاک درت رہ یافت'عزّ ی یافت او	کز بیان وصف آن فرسودہ شد سیر مقال
پیش مجروحان ہجرت نیش نوشی پُر صفا	تشنگان وصل را ہر آتشی چون صد زُلال
کُشتگان تیغ عشقت زندگان جاودان	صید شاہین غمت شاہان ملک بے زوال

درتمنای خیالت شد علائی جانفشان
تا چہ خواہد دید آخر زین تمنای محال[۲۳]

☆

آپ کے حسب ونسب کی عظمت کے ذکر میں

(اللہ آپ کی روح شریف کو پاکیزہ رکھے اور آپ کی کشایشوں کا ہمارے حق میں اضافہ فرمائے۔)

آپ ہیں ابن **سیّد شہاب الدّین ابن محمّد ابن علی ابن**

شرف ابن محبّ ابن محمّد ابن جعفر ابن عبد الله ابن محمّدابن علی حسین ابن حسن ابن جعفر ابن عبد الله زاهد ابن حسین ابن علی زین العابدین ابن حسین الشهید ابن علی المرتضیٰ سلام الله علیهم اجمعین۔

حضرت سیادت[۲۴] قدس اللہ سرہ وزادلنا برہ[۲۵] نے فرمایا کہ والدہ کی طرف سے میرا نسب سترہ وسیلوں سے حضرت مصطفیٰ تک پہنچتا ہے ﷺ

خِیَرَۃُ اللّٰہِ مِنَ الْخَلْقِ أَبِیْ ثُمَّ اُمِّی فَاَنَا اِبْنُ الْخِیَرَیْنِ

فِضَّۃٌ قَدْ صَفَیْتُ مِنْ ذَہَبٍ فَاَنَا الْفِضَّۃُ اِبْنُ الذَّہَبَیْنِ

مَنْ لَہٗ جَدٌ کَجَدِّیْ فِی الْوَرٰی اَوْ کَاُمِّی فَاَنَا ابْنُ الْقَمَرَیْنِ[۲۶]

☆☆☆

اور میرے ایک خالو تھے جنہیں سید علاء الدین[۲۷] کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے اور وہ اولیاء اللہ میں سے تھے۔ اور آپ کی حسن تربیت سے کم عمری میں ہی مجھے قرآن یاد ہوگیا۔ والد کے امور کی طرف میں التفات نہیں کیا کرتا تھا اس لئے کہ وہ ھمدان[۲۸] میں ایک حاکم تھے اور سلاطین کی طرف متوجہ رہتے تھے۔

نظم ۱

سری کز سرّ معنی با خبر شد درو گنجایش شادی وغم نیست

جہاں از عکس رویش گشتہ روشن اگر اکمہ نبیند ہیچ غم نیست

بجز ہمّت نیابی راہ مقصود ہمای ہمت آنجا متہم نیست

علی چون ھمت عالی نہ داری
ترا گامی بہ کویش لاجرم نیست[۲۹]

شکر ہے دین اسلام کی طرف ہدایت کرنے والے اللہ تعالیٰ کا کہ مجھے اہل اسلام کے خواص وعوام اور آل یاسین وطٰہ[۳۰] کی متابعت عطا کی۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰه[۳۱]

☆

آپ کی نسبت کے بارے میں

آپ ساتھی[۳۲] تھے محقق[۳۳] سبحانی، مرشد مدقق[۳۴] محمود المزدقانی[۳۵] کے اور وہ تھے ساتھی الشیخ الاکبر علاء الدولہ سمنانی[۳۶] کے، اور وہ تھے ساتھی الشیخ الانور نور الدین عبد الرحمٰن[۳۷] الاسفراینی کے، اور وہ تھے ساتھی الشیخ الاکبر جمال الدین احمد الجوزفانی[۳۸] کے، اور وہ تھے ساتھی الشیخ الاعلیٰ علی[۳۹] لالا کے، اور وہ تھے ساتھی الشیخ نجم الدین الکبریٰ[۴۰] کے، اور وہ تھے ساتھی الشیخ عمّار یاسر[۴۱] کے، اور وہ تھے ساتھی الشیخ ابا نجیب[۴۲] السہروردی کے، اور وہ تھے ساتھی الشیخ احمد الغزالی[۴۳] کے، اور وہ تھے ساتھی الشیخ ابا بکر النسّاج[۴۴] کے، اور وہ

تھے ساتھی **الشیخ ابا القاسم الجرجانی**[۴۵] کے، اور وہ تھے ساتھی **الشیخ ابا عثمان المغربی**[۴۶] کے، اور وہ تھے ساتھی **الشیخ ابا علی الکاتب**[۴۷] کے، اور وہ تھے ساتھی **الشیخ ابا علی الرود باری**[۴۸] کے، اور وہ تھے ساتھی سیّدالطایفہ **ابا القاسم جنید البغدادی**[۴۹] کے، اور وہ تھے ساتھی **الشیخ سرّی السقطی**[۵۰] کے، اور وہ تھے ساتھی **الشیخ المعروف الکرخی**[۵۱] کے۔

حضرت سیادت قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ میرے خالو ایک متّقی عالم شخص کو اپنی نگہبانی میں رکھے ہوئے تھے تا کہ میں اُن سے فایدہ پاؤں اور جب میں بارہ سال کی عمر میں پہنچا اور اس متّقی استاد کا حال دیکھا تو میں نے مشاہدہ کیا کہ آپ خلوتخانہ میں جاتے ہیں اور صبح کے وقت اور شام کو سر ہلاتے رہتے ہیں۔ میں نے آپ سے پوچھا: ''یہ کیا حال ہے؟''
آپ نے جواب دیا: ''میں ذکر کر رہا ہوں''
میں نے پھر پوچھا: ''کیا ذکر میں سر کا ہلانا ضروری ہے؟''
آپ نے جواب میں کہا: ''ہاں! **شیخ محمود مزدقانی**[۵۲] قدس اللہ سرہ نے مجھے یہی تعلیم دی ہے۔''

تب میں نے اُستاد سے التماس کی کہ مجھے بھی اس ذکر کی تعلیم دیجئے۔ آپ نے مان لیا۔ اور جب دن میں تین بار میں نے آپ کی ذکر کی پیروی کی تو اچانک مجھ رغیب کی حالت طاری ہوگئی اور میں نے ایک اونچی چھت کے اوپر حضرت مصطفیٰ ﷺ کا جمال جہان آرا دیکھا۔ میں نے

جب اس مقام پر جانا چاہا تو حضرت مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کہ'' اے فرزند! اس مقام میں تم نہیں آسکو گے ' **شیخ محمود مزدقانی** کے پاس جاؤ تا کہ وہی تم کو اس مقام پر پہنچا دے گا۔''

جب میں شیخ کی صحبت شریف سے مشرّف ہوا تو فرمایا:'' اے سیّد! اگر تم خانقاہ میں مخدوم کی حیثیت سے آئے ہو تو میں سر کو قدم بنا کر تمہاری خدمت میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔ اور اگر خادم کی حیثیت سے آئے ہو تو پھر اس خانقاہ کے خاکروب سیاہ غلام کے آگے میرے جوتے لے جانے ہونگے کہ طلب کی رسم ہے ہستی کو ترک کرنا۔

لازماً میں نے فوراً ہی ادب سے کام لیتے ہوئے قبول کر لیا اور اس کے بعد شیخ سے بیعت[۵۳] کر لی اور خانقاہ کا ملازم ہو گیا۔ نظم ؎

راحت ار خواہی ' بیا بادرد اُو ہمراز شو — دولت ار جوئی برو در عشق اُو جانباز شو[۵۴]

ساز راہ عشق ' سر بازی و جانبازی بود — گر سر این راہ داری در پی این ساز شو

بر تن و جان چند ارزی چون نیرزی ارزنی — صعوہ با ارزن گذار و بر درش شہباز شو

تا بہ کی ھمچون زنان این راہ و رسم و رنگ و بوی — راہ رندان گیر و با صاحبدلان دمساز شو

چون زغن تا چند باشی بستۂ مُردار تن — در ھوای سیر جان یک لحظہ در پرواز شو

جان و تن بنداست و کفر و دین حجاب اندر رہش — جملہ را برہم زن و با عشق ھم آواز شو

باز اوج کبریائی ماندہ اندر دام کام — دام و دانہ بر درو خرم بہ حضرت باز شو

گر ھمای[۵۵] قاف[۵۶] قربی بال ھمت بر کشای — در فضای لامکان[۵۷] با قدسیان[۵۸] انباز شو

ایک سال تک ذکر کرتا رہا لیکن حضور نہیں پایا۔

ایک روز میں شیخ کے پاس حاضر ہوا اور التماس کیا کہ خاکروبی کی خدمت میرے سپرد کر دیجئے اور خلوت میں ذکر کرنے کا کام خاکروب کے حوالے کیجئے۔ شیخ نے فرمایا کہ "خاکروب خانقاہ کا پاخانہ صاف کرتا ہے اور تم اپنے نفس کو پاک نہیں کر سکتے۔ خلوت میں ھمّت کو بلند رکھو انشاءاللہ اللطیف کام بن جائے گا۔"

شیخ کی دُعا و ھمّت کامل سے لازماً میں خلوت میں جا کر ذکر میں مشغول رہا۔ آہستہ آہستہ حضور پیدا ہونے لگا اور پھر حضور میں مستغرق رہا یہاں تک کہ ذکر سننے کی طاقت نہ رہی۔ تب شیخ نے فرمایا کہ "سیّد کے پاس کوئی بلند آواز میں ذکر نہ کرے کہ اس کی رُوح کے چلے جانے کا خطرہ ہے۔"

تین مہینوں تک مجھے زنجیروں میں ڈال دیا گیا۔ ناچار بازار کی غذا کھلا دی گئی جب تک وجود نے آرام پایا۔

گر بیابی نظری از در مردی روزی زان نظر عارف و چالاک و مسلمان گردی[۵۹]

البتہ اس ساری تربیت کے باوجود سماع[۶۰] کے وقت میں خانقاہ کے صحن میں سر سے رقص کرتا تھا۔ ہفتے میں دو بار سماع ہوتا تھا۔ مجھ فقیر نے جناب سیادت سے سنا کہ فرمایا کہ "ارادت[۶۱] کے آغاز میں جو سماع کا عاشق نہیں ہوگا اس سے کوئی کام بن نہیں پائے گا۔"

اور میں چھ سال تک خلوتخانے میں رہا۔ میری زبان سے ہرگز کوئی دُنیوی بات نہ نکلی۔ صبح کے اذکار و وظایف سے جب فارغ ہوجاتا تو اربعین[۶۲] کے ایام کو چھوڑ کر بیل چلانے کا حکم ملتا۔

عزلت[۶۳] کے دنوں میں عبادت کو جاری رکھنا شرط ہے اور جائز ہے کہ بعض اوقات میں قرآن پڑھے یا نیت خیر ے ساتھ خالی فضا ہو تو سوجائے لیکن خلوت[۶۴] کے دنوں میں ان کو چھوڑ کر ہمیشہ ذکر کرنے میں مشغول رہنا چاہیئے ماسوائے فرض نمازوں اور سنّتوں کی انجام دہی کے' البتہ حضور کے مقدار کے بموجب نماز چاشت[۶۵] اور تہجد[۶۶] پڑھے اور اگر حضور نہ ہوتو دو خفیف رکعتوں کا قصر[۶۷] کرے اور شیخ سے ماٗخوذ ذکر میں مشغول رہے کہ ذکر نفع بخش ہوتی ہے۔

حضرت سیادت قدس اللہ رُوحہ وزادلنا فتوحہ نے فرمایا کہ چھ سال کی مدّت خانۂ خلوت میں گذارنے کے بعد میں **اخی علی دوستی**[۶۸] قدس سرہ کی صحبت اختیار کرنے پر ماٗمور ہوا لیکن اربعین کے ایام میں ہمدان جایا کرتا تھا کیونکہ وہاں کی وسیع خانقاہ میں فقراء کا اجتماع ہوتا تھا۔

اخی کی صحبت شریف میں صبح کے وظایف سے جب فراغت ملتی تو اگر دینی یا دُنیوی مصلحت کا کوئی کام ہوتا اسے انجام دیا جاتا ورنہ فرماتے تھے کہ درویش لوگ ان پتھروں کو اُٹھا کر فلان جگہ پر رکھ دیں۔ اس کے بعد پھر وہاں سے اُٹھانے کا حکم دیتے اور دوسری جگہ لے جانے کو کہتے۔ یوں

ہی پتھروں کو جگہ بہ جگہ اُٹھا کر لے جانے کا حکم دیا کرتے یہاں تک کہ ایک روز میں نے گستاخی کی اور پوچھا کہ پتھروں کو منتقل کرتے رہنے میں کیا فائدہ ہے؟ باوجود اس کے کہ **جناب شیخ علی دوستی** مجھ درویش کی ویسی ہی تعظیم کرتے تھے جیسی کہ **حضرت شیخ علاء الدولہ** قدس اللہ سرہ کیا کرتے تھے' **جناب اخی دوستی** کو غیرت آ گئی اور جوتی کو پای مبارک سے نکال کر میری پیٹھ پر دے مارا اس شدّت کے ساتھ کہ نعل کا نقش میرے گوشت پر بیٹھ گیا اور ایسا حال طاری ہوا گویا جوتی کی آواز کی خوشی میرے کانوں میں اتر گئی۔ اس کے بعد فرمایا: فایدہ یہ ہے کہ نفوس کے کفار اہل اسلام کے زُمرے میں داخل ہو جائیں۔

آنجا کہ مُنتہای کمال ارادت است چندانکہ جور بیش محبّت زیادت است

دو سال کے بعد **جناب اخی** نے فرمایا: ''سیّد! تجھے میرے بھائی کی صحبت میں پھر سے جانا چاہئے۔'' ایک دن کے انتظار کے بعد پختہ عزم کے ساتھ میں جناب اخی کے یہاں پہنچ گیا۔ مقرّرہ وقت پر جو چاشت کا وقت ہوتا تھا وہ خلوت سے باہر نہیں آتے۔ درویشوں نے التماس کی تجھے اخی کی خدمت میں اندر خلوت میں چلے جانا چاہئے۔ میں نے ان کا کہنا مان لیا اور داخل ہوا۔ میں نے دیکھا کہ جناب اخی نے ذکر کے اثبات میں اپنے سر مبارک کو گھٹنے پر رکھ دیا ہے اور رحلت فرمائی ہے۔ استرجاع پڑھنے کے بعد میں باہر آیا اور اطلاع دی۔[۶۹] دفن کئے جانے کے

تین دن بعد اخی کے اشارے سے میں پھر شیخ کی صحبت میں آ گیا۔

حضرت سیادت قدس اللہ روحہ وزادکل یوم فتوحہ نے فرمایا کہ:

میں نے ایک ہزار اور چار سو اولیاء اللہ قدس اللہ اسرارھم کو پایا ہے لیکن ان میں سے چار سو اولیاء کو کم عمری میں ایک ہی مجلس میں پایا اور اس اجتماع کی وجہ یہ تھی کہ ہمارے ملک کے بادشاہ کو عراق اور خراسان کے اکابرین سے ملاقات کی سعادت حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ اور وزیروں کے ساتھ مشورہ کیا۔ نیک مشورہ دینے والے وزراء نے کہا: دینی اکابرین کو بلا وجہ بلانا مصلحت اندیشی نہیں۔ کسی مسجد یا مدرسہ و خانقاہ کی تعمیر کی جائے اور جب اس کی تکمیل ہو جائے گی تب اُن سے جمع ہونے کی التماس کی جانی چاہئے۔''

بادشاہ کو یہ مشورہ بہت پسند آیا اور تعمیر کا حکم دیا اور جب تعمیر مکمل ہوئی تو بادشاہ نے خراسان اور عراق کے فقراء کو طلب کروایا۔ اس میں شریک ہونے کے لئے میرے والد اور میرے خالو بھی آ گئے اور وہ مجھے بھی اپنے ساتھ لے آئے اس اکابرین کے مجمع میں۔

چار سو محققین بادشاہ کے دائیں طرف بیٹھ گئے۔ بہت سے علماء نامدار بادشاہ کے بائیں طرف بیٹھ گئے۔ میرے والد نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فاتحہ کی التماس کی۔ مجلس کے تمام سادات اور فقراء و علماء نے میرے لئے فاتحہ پڑھی۔ اس کے بعد پھر ایک بار التماس کی کہ میرے فرزند کے لئے

مجلس کے سارے فقراء حضرات ایک حدیث بیان فرمائیں کہ وہ اسے تبرکاً سن لے۔ پس سب سے پہلے علاء الدولہ سمنانی[۲] نے مجھے حدیث سنائی اور آخر میں خواجہ قطب الدین نے۔ اس طرح سے چار سو احادیث باسعادت اکٹھے اس مجمع اکابرین میں مجھ تک پہنچیں[۳]۔

نیکنام اندر شکم باشد سعید | چون بزاید دم بہ دم گردد مزید
ھر زمانش لطف دیگر گون رسد | باد لطفش دایما خوش می وزید
مرد حق گویند اورا بے شکی | در پذیرد چون یقینش برگزید[۴]

اور اہل مجلس نے خواجہ قطب الدین نیشاپوری[۵] کی خدمت میں التماس کی کہ وہ منبر پر آکر دینی فیوض و برکات نثار کریں انہوں نے قبول کیا اور نثار کرنے کے دوران کئی بار اُن کی زبان مبارک سے خضر[۶] کا لفظ جاری ہوا۔ جب آپ منبر سے اتر آئے تو جناب شیخ علاء الدولہ نے التماس کی کہ "خواجہ خضر" کہنا چاہئے کہ ایسا کہنا تعظیم سے نزدیک تر ہے کیونکہ ہر بار خضر کہنے سے میں شرمندہ ہو جاتا تھا اس لئے کہ حضرت خواجہ خضر خود اس مجلس میں حاضر اور سننے والوں میں سے تھے۔ خواجہ قطب الدین نے قبول فرمایا۔

ادب تاجی است از نور الٰہی | بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی[۷]

حضرت سیادت قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ: ان اولیاء اللہ قدس اللہ اسرارھم میں سے ۳۴ اولیاء نے مجھے خداوند قدیم جل جلالہ کی طلب کرنے والوں کو ارشاد[78] کرنے کے لئے اجنبی ممالک میں جانے کی اجازت دی۔ لیکن اُن کی اجازت کے باوجود میں اس شغل کی طرف مُلتفت نہ ہو پایا کہ میں ایک بزرگوار کی خدمت میں پہنچا۔ وہ ایک مقراض[79] کے ہمراہ اپنے بیٹے کو میرے پاس لایا اور التماس کی کہ اس فرزند کو مریدی میں لے لیجئے۔ اسے قبول کرنے میں درنگی ہوئی کیونکہ میں سفروں میں مشغول رہا۔ اور جب کسی مرید کو قبول کیا جاتا تو پھر بیٹھنا پڑتا اور ارشاد کرنا پڑتا۔

وہ بزرگ آدمی غصّے ہوا اور میں نے درنگی کا سبب بتانے کے بعد قبول کرلیا۔ اس بزرگ نے مجھ سے فرمایا کہ ''خبردار! کہ آپ طریقت کے توبہ[80] کی درخواست قبول کیا کریں' خواہ آپ مقیم[81] ہوں یا خواہ مسافر[82]۔'' آج تک اُن کی یہ وصیّت مجھے یاد ہے اور یاد رکھوں گا۔

اور **حضرت سیادت** قدس اللہ اسرارھم نے اُن حضرات کے اسماء عظام اور القاب گرامی کو جو صاحب خبر تھے اپنے خط مبارک سے معارف[83] کے سُرادقات[84] کے مقبلین[85] کے لئے ضبط کئے ہیں۔ اور یہ ہے ان کی تعداد:

شیخ محمود مزدقانی[86]۔ شیخ اخی علی دوستی[87]۔ شیخ

محمّد حافظ[88]۔ حافظ اخی محسنؒ[89]۔ اخی حسینؒ[90]۔ شیخ جبرئیل کردیؒ[91]۔ شیخ خالدؒ[92]۔ شیخ ابو بکر طوسیؒ[93]۔ شیخ نظام الدین غوریؒ[94]۔ شیخ شرف الدین درگرینیؒ[95]۔ شیخ اثیر الدینؒ[96]۔ شیخ نجم الدین ہمدانیؒ[97]۔ شیخ محی الدین لنکانیؒ[98]۔ شیخ محمد اذکانیؒ[99]۔ شیخ محمد مرشدیؒ[100]۔ شیخ عبداللہ مطریؒ[101]۔ شیخ علی مصریؒ[102]۔ شیخ مراد اکریدوزیؒ[103]۔ شیخ عمر برکانیؒ[104]۔ شیخ عبد اللہ سفالیؒ[105]۔ شیخ ابو بکر ابو حربہؒ[106]۔ شیخ بہاؤ الدین قمکندیؒ[107]۔ شیخ عزّ الدین ختائیؒ[108]۔ شیخ برہان الدین ساغرچیؒ[109]۔ شیخ شرف الدین منیریؒ[110]۔ شیخ رضی الدین اوچیؒ[111]۔ شیخ سعید حبشیؒ[112]۔ شیخ زین الدین محمّد المغربیؒ[113]۔ شیخ عوض علّافؒ[114]۔ شیخ ابو القاسم تحطویؒ[115]۔ شیخ عبد الرحمٰن مجذوبؒ[116]۔ شیخ محمّد محمود مجذوبؒ[117]۔ شیخ حسن ابن مسلمؒ[118]۔

حضرت سیادت قدس اللہ سرہ[119] نے فرمایا کہ شیخ محمود مزدقانی قدس سرہ[120] حق کے ساتھ مخلوقات میں عظیم تصرّف رکھتے تھے۔ ایک روز خانقاہ کی بلّی نے اپنی غذا کا حصّہ کھالیا اور روز کی عادت پر صبر نہ کر کے ایک درویش کا حصّہ بھی کھا گئی۔ جناب شیخ نے بلّی پر سخت عتاب کیا۔ بلّی چلی گئی اور اس کے بعد بچّے کو منہ میں لے کر پھر حاضر ہوئی۔ جناب شیخ نے فرمایا: بلّی نے ھُد ھُد[121] کی طرح عتاب کا جواب دے دیا۔ اسی حال میں بلّی نے مُنہ سے بچّے کو زمین پر رکھ کر اپنا سر جناب شیخ کے قدموں میں ڈال دیا۔ یہ دیکھکر حاضرین مجلس میں شور اٹھا۔

اور شیخ کی صحبت میں بہت سے ایسے صاحبدل پیدا ہوئے کہ جس

پر نظر ڈالتے تھے وہ عظیم صفا پاتا تھا۔ جناب شیخ مجرّد تھے اور مجردہی دنیا سے آخرت کو چلے گئے۔ شیخ کے ساتھ موافقت کرنے میں میرا ارادہ بھی پختہ تھا لیکن سخت مجبور کر کے اس ملک کے لوگوں نے قضاوقدر کی مرضی کے مطابق مجھے عقد کرنے کی تشویش میں دھکیل دیا۔

اور **حضرت شیخ علی دوستی**[۱۲۲] قدس اللہ سرہ ایسے صاحب صفا بزرگوار تھے کہ ایک ذکر سے زیادہ کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ کیونکہ ایک ذکر کے اثبات[۱۲۳] کے آخر میں غیب میں چلے جاتے۔ آپ کی ذات اسرار میں ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھی اور دایم البسط[۱۲۴] تھے۔ چنانچہ ایک بار شیخ علاء الدّولہ سے سوال کیا گیا کہ: جناب اخی کیوں دایم البسط ہیں ؟ جواب میں فرمایا کہ:

"وہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو لُطف[۱۲۵] سے خلق کیا ہے۔" ایک اور بار سوال کیا گیا کہ: "اخی[۱۲۶] کے حق میں محبت کی انتہا نہیں حالانکہ اربعینی[۱۲۷] گذر جانے کے بعد ہی آپ پر چند واقعات عائد ہوتے ہیں جب کہ **شیخ محمّد دھستانی**[۱۲۸] پر اس طرح کے کئی واقعات ہر روز پیش آتے ہیں" جواب میں فرمایا "**علی دوستی**[۱۲۹] کو ہر مقام پر توقف عطا کرتے ہیں تا کہ مقامات کی تحقیق کرے اور سالکوں کو ہدایت۔ **محمّد دھستانی** خود اپنے لئے دوڑ دھوپ کرتا ہے۔"

اور **حضرت شیخ بزرگ** ان کو دوندہ (دوڑنے والا) کہتے

تھے۔ اور ایک وقت فرمایا کہ: ''علی دوستی محبوبوں میں سے ہے کہ اگر ہر روز ایک ہزار نفوس کو قتل کرے تو محشر کے روز مسؤول نہیں ہوگا۔ اور محمد دھستانی محبّوں میں سے ہے کہ اگر ایک بھی ادب کو چھوڑ دے گا تو جوابدہ ہوگا''۔

گر بہ خدا رسیدہ ای خون پدر حلال دان ورنہ حرام باشدت شیر حلال مادرت[۱۳۰]

اور اصحاب میں مشہور ہے کہ **شیخ علاء الدولہ**[۱۳۱] قدس سرہ انفرادی مقام میں کمال رکھنے کے باوجود **اخی**[۱۳۲] کے آستانہ خلوت کو بوسہ دیتے تھے۔ خادم نے پوچھا کہ: ''اے شیخ! آپ کے اس اظہار تواضع میں کوئی راز ہے۔ آپ سے التماس ہے کہ اس راز سے ہمیں آگاہ فرمائیں۔'' حضرت شیخ نے جواب دیا کہ ''**علی دوستی** ہمارا ایک ایسا مرید اور شاگرد ہے جو شیخ بھی ہے اور استاد بھی ہے ہزاروں شیوخ اور استادوں کا۔''

اور صوفیاء میں مشہور ہے کہ **حضرت قطب**[۱۳۳] قدس سرہ ہر سال ایک بار **اخی علی دوستی** کی زیارت کرنے کو آتے تھے اور ایسا بھی ایک وقت آجاتا کہ **شیخ علاء الدولہ** کو اس صحبت میں آنے کی اجازت نہ تھی۔

اور مجھ فقیر نے جناب **خواجہ عبد اللہ**[۱۳۴] رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ فرمایا ''میں نے جناب شیخ یعنی اپنے والد بزرگوار سے سنا کہ فرمایا: مجھے **شیخ صفی الدین**[۱۳۵] اور **شیخ علاء الدولہ**[۱۳۶] کا زیادہ عقیدہ نہ تھا کیونکہ

انہوں نے میرے مرشد یعنی **عبد الرزاق[۱۳۷] کاشی** پر اعتراضات لکھے تھے لیکن ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ حضرت مصطفیٰ ﷺ ایک بوستان میں تھے اور میں نے اس بوستان میں داخل ہونا چاہا۔ **شیخ صفی الدین** ایک طرف ہاتھ میں چھڑی لئے کھڑے تھے اور **شیخ علاء الدولہ** دوسری طرف چھڑی لئے ہوئے تھے اور دونوں نے مجھے حضرت مصطفیٰ ﷺ کے نزدیک جانے سے روک دیا۔ میں نے عاجزی کی۔ **شیخ صفی الدین** نے اپنا طرف چھوڑ دیا اور میں داخل ہوا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت مصطفیٰ ﷺ قالین پر رکھے ایک تخت پر تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام عرض کی۔ آپؐ نے اپنا روئے مبارکؐ مجھ سے پھیر دیا اور فرمایا: ''کیا تجھے معلوم نہیں کہ صفی الدّین اور علاء الدّولہ میرے دربانوں میں سے ہیں؟'' میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہؐ! میں نے توبہ کی۔'' حضرت مصطفیٰ ﷺ نے تبسّم کیا اور روئے مبارکؐ میری طرف پھیرنے کے بعد فرمایا: ''دوسری بار ایسا نہ کرنا۔'' میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہؐ! اب ایسا نہیں کروں گا۔'' اور جب میں باہر آیا تو **شیخ علاء الدولہ** نے بھی اپنا راستہ چھوڑ دیا۔''

میں نے انتباہ پانے کے فوراً بعد زیارت کرنے کی غرض سے مسافرت اختیار کی۔ میں نے **حضرت خواجہ صفی الدینؒ[۱۳۸]** کی پہلے زیارت کی اور جب میں **شیخ علاء الدولہ[۱۳۹]** کی زیارت کرنے گیا تو معلوم

ہوا کہ **حضرت قطب**[۱۴۰] کی آج دعوت ہے کیونکہ زیارت کا وقت تھا۔ پس میں نے دل میں نیّت باندھی کہ غذا کا چھوڑا ہوا حصّہ مجھے ملنا چاہئے۔ اچانک خادم دو خوانچوں پر سفید روٹیاں رکھے ہوئے لے آیا اور میرے سامنے رکھ دیں۔ ان خوانچوں میں سے ایک خوانچے میں سالم روٹیوں پر روٹیوں کے ٹکڑے رکھے ہوئے تھے۔ میں جان گیا کہ روٹیوں کے یہ ٹکڑے **حضرت قطب** کی غذا سے بچے ہیں۔ میں نے ان روٹیوں کے ٹکڑے اُٹھا کر تبرّک کے لئے رکھ لئے۔

صحبت کے دوران میں نے شیخ کے پاس ایک کتاب دیکھی۔ میں نے عرض کیا: ''کیا اس کتاب کو دیکھنے کی اجازت ہے؟'' فرمایا: ''اجازت ہے۔'' جب میں نے کتاب کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ **توحید** کے بیان میں ہے۔ صوفیوں کی اصطلاح میں میں نے کہا: ''اے شیخ! یہ کیا بات ہے کہ **فصوص**[۱۴۱] کتاب پر عربی زبان کا قفل لگا ہے اور اس لئے اسے ردّ کرتے ہیں اور اس کتاب پر عربی کا قفل نہیں لگا ہے۔ اور آپ کی تصنیف ہے اور بلاشک مقبول ہے۔''

شیخ نے تبسّم کیا اور میرے حق میں دُعای خیر کی اور فرمایا کہ:

''شاگرد ایسا ہی ہونا چاہئے ورنہ نہیں۔'' اور رخصت کے وقت مجھ سے بغلگیر ہوئے اور میرے کان میں کہہ دیا ''بلغنک''[۱۴۲] میں جان گیا کہ آپ نے اشارہ فرمایا کہ قطب کی باقی غذا تجھے مل گئی۔

اور اگر کوئی جماعت میں سے دعوت کرتا تو **شیخ علی دوستی**[۱۴۳] بن بلائے اصحاب کو بھی اس دعوت پر لے آتے اور ایسا بھی ہوتا کہ صاحب دعوت چھت کی طرف بھاگ کر چلا جاتا اور **اخی**[۱۴۴] سیڑھی لگا کر اوپر جاتے اور اُسے کہتے: "دیکھو! اسے فلان جان لو اُسے فلان اور اُسے فلان آدمی سمجھ لو اور غذا لے آؤ" وہ مان جاتا۔ اور صاحب دعوت کو ایسے راضی کر لیتے کہ وہ اخی کی خدمت میں دعوت قبول کرنے کا شکرانہ بھی پیش کرتا۔

حضرت اخی ہر سال اپنے دست مبارک سے خربوزے کی ایک ہزار نالیاں کھیت میں کاشت کرتے اور ہر سال بہت اچھا فصل ہوتا اور جب خربوزے پختہ ہو جاتے تو اپنے ہاتھ سے لوگوں کو دیتے تھے۔

اور **حضرت سعید حبشی**ؒ جسے بزرگ صوفی حضرات **ابو سعید**[۱۴۵] سے یاد کرتے ہیں ہر وقت ایک اور ہی صورت میں دکھائی دیتے تھے اور ہر زائر سے ایک بار گفتگو کرتے بقدر کفایت۔ اور اگر خادم دن میں چند بار داخل ہوتا تو شیخ کو ایک دوسری ہی صورت میں دیکھتا۔ چنانچہ بعض سفروں میں شیخ کے خادموں میں سے ایک خادم سے ملاقات ہوئی۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ: "شیخ کو کس صورت میں پایا؟" میں نے کہا: "کیا تم شیخ کی صورتوں کے اختلاف پر آگاہ ہو؟" کہا: "ہاں! ایک مدت تک شیخ کی خدمت کی ہے اور مختلف صورتوں میں اُن کو دیکھا ہے۔

رنگ عارف رنگ معروف است و بس رنگ معروفی نہ پیش است و نہ پس[۱۴۶]

شیخ کے ساتھ گفتگو کے دوران سنا گیا کہ فرمایا: ''جب **آمنہ**[۱۴۷] کو **عبد اللہ**[۱۴۸] کے عقد میں دیا جارہا تھا میں مکّہ[۱۴۹] میں تھا۔'' اور جب میں شیخ کی صحبت سے فارغ ہوکر باہر آیا تو میں نے اس شہر کے بزرگوں سے پوچھا: ''شیخ کی عمر کیا ہوگی؟'' فرمایا: ''ہم نے اپنے آباء واجداد سے سنا ہے کہ **شیخ سعید حبشی** کی عمر لمبی ہے لیکن ہمیں معلوم نہیں کہ کتنے سالوں کے ہیں۔

من بقا دارم بقا دارم بقا وین بقاہا از لقا دارم لقا[۱۵۰]

پس حضرت خواجہ بزرگوار نے جناب حضرت سیادت[۱۵۱] سے التماس کی کہ حساب کیا جائے حضرت مصطفیٰ[۱۵۲] صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان ولادت سے آج تک کتنے برس گذر چکے۔

دل میں غور وفکر کرنے کے بعد حضرت سیادت نے فرمایا: ''حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان ولادت سے اب تک آٹھ سو تیں سال گذر چکے ہیں۔''

اور یہ داستان **بدخشاں**[۱۵۳] میں ایک مسجد کے حجرے میں عمل میں آئی تھی جسے **شاہ بہاؤ الدّین**[۱۵۴] کی بڑی ہمشیرہ **تاج الملکات زبیدہ ترکان** نے چیدہ وبرگزیدہ سادات کے لئے تعمیر کیا ہے۔ رحمت ہواُن پر۔ احترام کی رحمت۔ اور ان کے عظیم الکرام اسلاف پر!

اے دوست! جان لو کہ اولیاء اللہ بہت ہیں اس حد تک کہ شمار سے

باہر ہیں جیسے کہ **منازل السّایرین**[155] میں مذکور ہے۔

مردان خدا خود ھمہ گو نا گون اند ‌‌ بعضی چو الف راست و بعضی نون اند

بعضی بہ میان خلق در شہرت وصیت ‌‌ بعضی دگرش داخل علم نون اند[156]

بیان ہوا ہے کہ حضرت مصطفیٰ ﷺ نے مقام محمودیؐ[157] کا کمال ہوتے ہوئے **یمن**[158] کی طرف اپنا روئے مبارک پھیر دیا اور اپنے سینۂ بے کینہ سے قمیض ہٹاتے ہوئے فرمایا: "**اِنِّی اَجِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ جَانِبِ الْیَمَنِ**[159]" اور آپؐ کی مراد **خواجہ اویسؓ**[160] سے تھی۔

خواجہ اویس قدس سرہ یمن میں شتر بانی کرتے تھے اور شتر بانی کی اجرت سے اپنی صالحہ ماں کو کھلاتے تھے۔ ایک دن آپ نے والدہ سے اجازت چاہی تا کہ حضرت مصطفیٰ ﷺ کی زیارت کو جائیں۔ ماں نے کہا: "اگر مصطفیٰ ﷺ اپنے گھر میں نہ ہونگے تو ٹھہرنا نہیں بلکہ فوراً لوٹ آنا۔" ——

اور جب آپ زیارت کرنے کے لئے چلے گئے تو حضرت مصطفیٰ ﷺ اپنے گھر میں تشریف نہیں رکھتے تھے۔ فوراً ہی یمن کا رُخ کیا۔ جب حضرت مصطفیٰ ﷺ گھر لوٹ آئے تو آپؐ نے گھر میں ایک نور پایا جسے ہرگز نہ دیکھا تھا۔ پوچھا: "کیا گھر کے دروازے پر کوئی آیا تھا؟" جواب سنا: "ہاں! **اُویس** نام کا کوئی شتر بان آیا تھا۔ درود و سلام بھیجا اور لوٹ کے چلا گیا۔" تب حضرت مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کہ "ہاں! یہ **اویس** کا نور ہے

جسے اس نے ہدیہ کے طور پر ہمارے گھر میں ڈال دیا ہے اور خود واپس چلا گیا ہے۔"

اور بیان کیا گیا ہے کہ حضرت مصطفیٰ ﷺ نے اپنا جامۂ مبارک **حضرت عمر فاروق** ؓ کے ہاتھ خواجہ اُویس کے پاس بھیج دیا اور اُن سے وصیّت کرنے کو کہا کہ میری اُمت کے حق میں دُعا کرے اور اللہ تعالیٰ سے عفو مانگے۔

جب **حضرت عمر فاروق** ؓ[۱۶۱] نے یہ وصیّت (نصیحت وہدایت) گذار دی تو ملاقات کرنے کے دوران سلام پیش کرنے کے بعد **خواجہ اُویس** نے فرمایا: "**وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ یَا عُمَرُ! فَقَدْ عَرَفَ رُوحِی رُوْحُکَ**"[۱۶۲]

اور جب اس جامۂ شریف کو قبول کیا تو ایک کونے میں گئے اور جامۂ شریف کو اٹھا کر خداوند جل جلالہ کو سجدہ کیا اور رودیئے اور فرمایا: "بارخدایا! اس جامۂ شریف کی حرمت کا واسطہ کہ امّت محمّد ﷺ کو عفو کر۔" اور جب دُعا میں درنگی ہوئی تو **حضرت عمر فاروق** ؓ **حضرت خواجہ اُویس** کے قریب گئے۔ فرمایا کہ: "یا عمر! جلدی کی آپ نے۔ اور رسول ﷺ نے امور میں صبر جمیل سے کام لینے کے بارے میں فرمایا کہ: "**اِذَا بَدَا لَکَ اَمْراً فَاصْبِرْ ثُمَّ اصْبِرْ ثُمَّ اصْبِرْ۔**"[۱۶۳] آپ نے رسول ﷺ کی وصیت پر عمل کرلیا۔ اب یہ درہم لے لو جو میری شتربانی کی اجرت ہے۔ اس

سے توشہ (زادراہ) تیار کرلو اور اپنے وطن کی طرف لوٹ جاو کہ میں نے بھی رسولؐ کی وصیّت پر عمل کیا۔''

بیان کیا گیا ہے کہ جب قیامت ہوگی آمنا وصدّقنا' اللہ تعالیٰ ستّر ہزار فرشتوں کو **خواجہ اُویس** کی شکل میں پیدا کرے گا تا کہ **خواجہ اُویس** قیامت کے دن بھی حضرت مصطفیٰ ﷺ سے چھپے رہیں۔ مجھ فقیر نے حضرت سیادت سے پوچھا کہ اس چھپے رہنے میں کیا حکمت ہے؟ جواب میں فرمایا: ''با غیرت تر حضرت خدای احد کی طرف سے حضرت احمد ﷺ کے غیرتمند ہونے کا لحاظ۔[۱۶۴] جیسے کہ **حرز یمانی**[۱۶۵] میں آیا ہے۔

می رود آتش غیرت بہ سرا شمع صفت کہ چرا اگر د درش باد صبا را راہ است[۱۶۶]

باوجود اس کے کہ حضرت مصطفیٰ ﷺ افضل موجودات ہیں اور خاتم انبیاء ہیں اور آپؐ کی نبوّت میں تمام انبیاء کی نبوّت شامل ہے۔

اے دوست جان لو کہ **نبوّت** اللہ تعالیٰ کی طرف لوگوں کو دعوت دینا ہے اور **ولایت** قُرب ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔[۱۶۷] پس نبی لوگوں کو ہدایت دینے پر مبعوث ہوتا ہے' اور آگاہ ہوتا ہے ذات سے' صفات اور افعال و احکام آخرت سے' اور مستفیض ہوتا ہے ولایت اور بادشاہی اور حق تعالیٰ سے' کیونکہ ولایت نبوّت[۱۶۸] کی باطن ہے' اور نبوّت محمد رسول اللہ پر ختم ہوئی ﷺ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ"[۱۶۹]

اور ولایت دو قسموں کی ہے:

عامّہ' جو سب اہل ایمان میں ہے

خاصّہ' جو اہل فنا فی اللہ[۱۷۰] میں ہوتی ہے

پس **ولی** وہ ہے جو نور ذات میں فانی ہو جائے اور ذات کی بقا سے باقی رہے اور اسماء و افعال سے ظاہر رہے۔ اور اسی لئے مشائخ نے فرمایا ہے:

"اَلْفَقِيْرُ اِذَا لَمْ يَكُنْ يُحْيِي وَيُمِيْتُ فَلَيْسَ بِفَقِيْرٍ"[۱۷۱]

اور ولایت ایک طرح سے منقسم ہوتی ہے یعنی **ولایت مطلقہ** اور **ولایت مقیّدہ**۔

ولایت مطلقہ' صفات الٰہیہ کی ایک صفت ہے کہ: **"وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ"**[۱۷۲]۔ اور اس کے مظہر **عیسیٰ**[۱۷۳] علیہ السّلام ہیں جن پر یہ ولایت ختم ہو جاتی ہے۔

ولایت مقیّدہ' صفت الٰہیت ہے اس لئے کہ مقیّد مستند ہے اولیاء اور انبیاء کے ساتھ' اور اس کا قیام اس مطلقہ پر مقیّد ہے' اُس فیض کے واسطہ سے جو **احدیت**[۱۷۴] کی ولایت مطلق سے اولیاء اور انبیاء کو پہنچتا ہے۔

اور یہ مطلقہ کلیہ' جزئی وجہ سے مقیّدہ جزئیہ میں ظہور کرتا ہے اور مقیّدہ میں **مطلقہ** کا ظہور اس کے مالک کے مرتبہ کے مطابق ہوتا ہے

انبیاء کی ولایت اور نبوّت محمّد ﷺ کی نبوّت اور ولایت کے ماتحت ہے اور اولیاء کی ولایت انبیاء کی ولایت کے ماتحت۔ پس ولایت محمدی ﷺ دیگر انبیاء کی بہ نسبت مطلقہ ہے اور انبیاء کی ولایت اولیاء کی ولایت کی بہ نسبت مطلقہ ہے اور ان میں سے ہر ایک ولایت محمدیؐ مطلقہ ومقیّدہ[۱۷۵] ولایت کے ماتحت ہے۔

بیان کیا گیا ہے کہ بعض اولیاء نے فرمایا ہے کہ جایز ہے کہ ایک ولی دوسرے ولی کو نہ جانے اور جایز ہے کہ نادیدہ' دیدۂ ظاہر سے دیدۂ باطن کو جانے' اور جایز ہے کہ پہلی ہی ملاقات میں نہ جانے اور صحبت کے درمیان اور یا صحبت کے آخر میں جان لے' اور جایز ہے کہ صحبت کے بعد بہ تکرار جانے۔

البتہ یہ فقیر حتی الوسع ان کی تعداد اور ان کے احوال کے بارے میں اس کتاب میں ذکر کرے گا انشاءاللہ اللطیف!

اے دوست! جان لو کہ فاضل ترین (بہترین) اولیاء وہ ہیں جنہیں صوفیای کرام قدس اللہ اسرارھم نے اہل ملامت کا نام دیا ہے۔ **شیخ محی الدین عربی**[۱۷۶] قدس اللہ سرہ نے ان کے کمال کی توصیف میں فرمایا ہے:

"وَهُمْ اَعْلَى الطَّائِفَة"[۱۷۷]

یعنی تمام اولیاء میں بلند مرتبہ اہل ملامت کا مرتبہ ہے۔ اور

ملامتی[۱۷۸] کی دو تعریفیں کی گئی ہیں۔ایک یہ کہ ملامتی وہ ہے جو اپنے حالات کو چھپانے والا اور عاجزی کا مظہر ہو الّا کہ ضرورت کے وقت۔ باوجود اس کے کہ اہل ملامت میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار اور دو سو روحانی قوّتیں عطا کی ہیں کہ ان قوّتوں میں سے اگر ایک قوّت دنیا پر چھا جائے تو سب کو فنا کر ڈالے گی۔ اور ان قوّتوں میں سے ایک قوّت سے یہ اپنے احوال کو چھپاتے ہیں تاکہ عاجزی کا اظہار ہو۔

دوسری تعریف یہ ہے کہ **ملامتی** وہ ہے جو اسرار قضا و قدر کا مشاہدہ کرنے کے لئے **شرود**[۱۷۹] کے مقامات کو عبور کرے۔لیکن اہل شرود، شرود سے موافقت نہیں کرتے اور اس لئے بھی اولیاء پر سارے ملامتیوں کی افضلیّت لازم نہیں آتی۔

جیسے کہ بیان کیا گیا ہے کہ جناب **پہلوان محمود پوریا**[۱۸۰] قدس سرہ کبھی کبھی خرابات میں آجاتے اور عورتوں سے فرماتے کہ اپنی ٹانگوں کی پنڈلیوں کو ننگا کریں اور جب وہ ننگا کرتیں تو دیکھ لیتے' اور اللہ کی ثنا کرتے اور (گویا اہل خرابات سے) پوچھ لیتے کہ کتنی بار لذّت پاؤ گے اور جب وہ بیان کرتے تو کہتے کہ ہم چند بار سے زیادہ نہیں پاتے ہیں۔

اور حضرت پہلوان کبھی کبھی رو پڑتے اور اہل خرابات[۱۸۱] بھی رو دیتے تھے اور اس روز اکثر اہل خرابات ستر[۱۸۲] و عفّت کی حالت میں دوسرے روز تک رہتے۔

اور اہل ملامت محبوبوں میں سے ہیں اور اُن میں افضل **قُطب**[۱۸۳] ہوتا ہے۔ اور محبوب کے بغیر قطبیّت کے مرتبہ پر کوئی نہیں پہنچتا اور ہر محبوب **محب** ہے اور ہر محبّ محبوب۔ لیکن محبوبیّت کی نشانی جس سے ظاہر ہو اور باطن میں بھی اس علامت کا حامل ہو اسے **محبوب** کہتے ہیں اور محبوبیّت کی علامت اجتہاد[۱۸۴] پر کشف[۱۸۵] کی سبقت ہے۔ اور جس سے محبت کی علامت ظاہر ہو اور باطن میں بھی محبوبیّت کی نشانی کا حامل ہو اُسے **محبّ** کہتے ہیں اور مُحبّیت کی علامت کشف پر اجتہاد کی سبقت ہے۔

پس لازماً محبت کی ابتداء ایک موہوم امر ہے اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ محبّت **حجاب** ہے کیونکہ جس کسی کا محبوب اللہ کی ذات ہو وہ ہمیشہ محجوب رہتا ہے محبّ اور محبوب کی متضاد صفات کی وجہ سے۔ اور جس کسی کا محبوب محبت ذاتی ہو وہ محجوب نہیں رہتا کیونکہ محبّت کے جہات' جو مُحبیت اور محبوبیّت ہیں' جمع نہیں ہونگے الاّ کہ اس معنی میں کہ محبّ پسند نہیں کرتا مگر محبت ذاتی کو' جیسے کہ **سیّد الطائفہ**[۱۸۶] اور **نوری**[۱۸۷] 'قدس اللہ اسرارھما' نے فرمایا ہے کہ: "**اَلْمَحَبَّةُ مَحَبَّةُ الْمَحَبَّةِ**[۱۸۸]" پس لازمی طور پر حجاب اٹھ جاتا ہے کیونکہ جب محبت ذاتی اس کا محبوب بن جاتا ہے تو محبت کے جہات سے تضاد' محبّ کے محبّت میں' جو اُس کا محبوب ہوتا ہے' فنا ہو جانے کے وسیلے سے اٹھ جاتا ہے۔ جیسے کہ محققین نے کہا ہے: "**اَلْمُحِبُّ وَالْمَحْبُوْبُ وَالْمَحَبَّةُ شَیْئٌ وَّاحِدٌ**"[۱۸۹]

اس لئے محبّ کو چاہئے کہ وہ محبوب کے خصایص[۱۹۰] میں گفتگو کرے اور محبوب محبّ کے خصایص میں۔ اور تمام محبوبوں کے صاحب صدر ہیں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کیونکہ وہ اہل جبروت[۱۹۱] وملکوت[۱۹۲] اور ملک[۱۹۳] کو حق کی طرف ازل میں دعوت دینے والے ہیں اور باقی انبیاء حُب کے ساتھ دنیا میں دعوت دینے والے ہیں۔

قُطبیّت کے مرتبہ میں ہر زمانے میں ایک واحد شخص ہوتا ہے جسے غوث[۱۹۴] کہتے ہیں۔ اور قُطبیّت کے مرتبہ کا وظیفہ ''اللہ! اللہ'' ہے!

بیان کیا گیا ہے جب سے رُوح اعظم[۱۹۵] وجود میں آیا ہے ''اللہ'' کہنا شروع کیا ہے اور کہتا رہے گا جب تک قیامت قایم ہوگی جب بھی ختم نہیں کیا ہوگا۔ اور اس اللہ خوانی سے مراد ہے اللہ کو دیکھنا۔ اس لئے لازماً نہ دنیا میں یہ عمل ختم ہوگی اور نہ ہی آخرت میں۔ جیسے کہا گیا ہے: ''اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ لَا یَتَجَلّٰی فِیْ صُوْرَۃٍ مَرَّتَیْنِ وَلَا فِی صُوْرَۃِ الْاِثْنَیْنِ''[۱۹۶]

اور جب تک دنیا میں قطب یا افراد[۱۹۷] میں سے فرد عالم میں باقی ہے قیامت واقع نہیں ہوگی۔ فرمایا حضرت رسول نے ﷺ ''لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی لَا یَبْقٰی فِی الْاَرْضِ مَنْ یَقُوْلُ اللّٰہ اللّٰہ''[۱۹۸]

اور قُطب بھی الٰہیہ صفات و کمالات سے موصوف ہوتا ہے الّا وجوب ذاتی کے۔ اور کوئی ذرّہ فیض نہیں پاتا الّا قُطب سے جو اہل جبروت اور ملک وملکوت کا خلیفہ ہے۔

افراد، قطب کے محاکے میں نہیں آتے اور افراد انتہائی صوفی ہوتے ہیں۔ ان کے بغیر کے صوفی، کامل صاحب حال، اور **متصوف**[199] صاحب علم خام اور **متشبہ**[200] نیکنام ہوتا ہے۔

قطبیت کے مرتبۂ کمال پر محیط نہیں ہوسکتا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ قطب اور افراد کی معرفت عوالم وجود کے تمام مراتب پر صحیح طور پر اجمالی اور تفصیلی انداز میں محیط ہے۔

اور وجود کے عوالم تین سو ساٹھ ہزار ہیں، اور بعض روایات میں ستر ہزار اور بعض میں اٹھارہ ہزار اور بعض روایات میں اٹھارہ عالم آئے ہیں جیسے عقلیہ[201]، رُوحیہ[202]، نفسیہ[203]، طبعیہ[204]، جسمانیہ[205]، عنصریہ[206]، مثالیہ[207]، خیالیہ[208]، برزخیہ[209]، حشریہ[210]، جناتیہ[211]، جہنمیہ[212]، اعرافیہ[213]، رویتیہ[214]، صوریہ[215]، جمالیہ[216]، جلالیہ[217] اور کمالیہ[218]۔

اور یہ سارے مذکورہ عوالم ظاہر و باطن کی دو دنیاؤں میں، جو **عالم غیب**[219] **و شہادت**[220] کہلاتے ہیں، شامل ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے: **عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ**"[221]

علم تصوّف کا موضوع ذات[222] اور صفات[223] اور اسما[224] ہے اور اس کی ابتداء معرفت خداوندی ہے۔ اور اس طایفہ کی اصطلاحات اور فوائد اسی (علم تصوّف) سے مربوط ہیں۔ بدیہی طور پر اس طایفے کو مسائل سے بھی دچار ہونا پڑتا ہے اور مسائل میں وحدت[225] سے کثرت[226] کا صدور، کثرت کا

وحدت کی طرف لوٹنا' مظاہر اسماء کا بیان' ان کے سلوک کی کیفیت اور اس کے نتائج' جیسا کہ ذکر ہوگا انشاء اللہ اللطیف!

قطب کے بعد **امامین**[۲۲۷] کا درجہ ہے جنہیں وزیرین بھی کہتے ہیں۔ ان کے بعد اولیاء اربعہ[۲۲۸] ان کے بعد سات **ابدال**[۲۲۹] جو سات اقلیموں کے محافظ ہیں۔ان کے بعد **اولیاء عشرہ**[۲۳۰] کا مرتبہ ہے جو **عشرۃ المبشرۃ** کی مانند ہیں۔ان کے بعد **بارہ ولیوں** کا مرتبہ ہے جو بارہ برجوں[۲۳۱] پر حاکم ہیں اور جو اکوان[۲۳۲] کے حوادث سے تعلق رکھتا ہے۔اس کے بعد **چار ابدال** کا مرتبہ ہے اور اس کے بعد ۹۹ اور ۳۹۰ اولیاء کا مرتبہ ہے۔اور یہ معدود اولیاء' اللہ کے وکیل ہیں عوالم میں' جن میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی ہے۔ ان حضرات ارجمند کی تعداد باقی ہے جب تک دنیا اور دین باقی ہے[۲۳۳]۔

البتہ دوسرے اولیاء کی تعداد جن میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے ظاہر پر تجلّی باطن کے غلبہ کے بموجب' اور ظاہر کے باطن پر غلبہ کے مطابق۔اور ہر ایک کے غلبہ پانے کی مدّت کی نوبت ایک سو سال ہے۔لازماً سو سال کے اس عرصے میں جب تجلّی باطن کے ظاہر پر غلبہ کی نوبت ہوتی ہے' اولیاء اللہ کی تعداد کم ہوتی ہے اور اگر کیفیت اس کے برعکس ہو تو تعداد بھی برعکس ہوتی ہے۔

اور **افراد**[۲۳۴] بھی ہوتے ہیں اور بہت ہوتے ہیں قدس اللہ اسرارھم' اور مرتبہ میں **قطب**[۲۳۵] کے مساوی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ فیض پاتے

ہیں۔ چنانچہ قطب الا کہ افاضت میں قطب خلیفہ ہے' اور افراد اگر چہ افاضہ کرتے ہیں' **فتوّت**[۲۳۶] کی وجہ سے ہے نہ کہ خلافت کی وجہ سے۔

بعض افراد قلب محمد ﷺ پر ہوا کرتے ہیں چنانچہ ختم خاص[۲۳۷] اور افراد کی تعداد میں کمی بیشی ہو جاتی ہے اور تینوں ختم[۲۳۸] ' افراد میں سے ہوتے ہیں۔ اور مجذوبین[۲۳۹] اور رجال غیب[۲۴۰] بھی کم و زیادہ ہوتے رہتے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ سب رجال غیب ترکوں اور ہندوؤں کی جنس سے ہوتے ہیں۔

اور **عرائس اللہ** کی تعداد چار ہزار ہے جنہیں **ضنائن اللہ**[۲۴۱] کہتے ہیں اور **مناظر اللہ** بھی کہتے ہیں۔ ان کے احوال لوگوں سے اور اللہ تعالیٰ نے اُن سے بھی پوشیدہ رکھے ہیں۔

ایک قابل اعتماد آدمی سے سنا گیا کہ اولیاء اللہ بیس ہزار اور ایک ہیں اور ان میں سے ہر ایک طایفہ کا ایک امام ہوتا ہے کہ جس کے تابع اس کے وہ دوسرے آدمی ہوتے ہیں الا ایک وہ جو فطری ہو اور کسی کے تابع نہیں ہو اور کسی کے ساتھ موافقت نہیں کرتا اور اکیلا رہتا ہو۔

بعض اولیاء جنہیں **اخیار**[۲۴۲] کہتے ہیں تعداد میں سات ہیں اور انہیں **سیّاح** بھی کہتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کمال معرفت عطا کی ہوئی ہوتی ہے اور انہیں سطح عالم کی سیاحت کرنے کا حکم دیا ہے بندوں اور طالبوں کی فلاح و بہبود کے لئے جو دنیا کے اطراف میں ہیں اور اہل سیاحت ہی ان کی ہدایت کرتے ہیں۔

اور **حضرت شیخ کتانی**[۲۴۳] قدس اللہ سرہ السبحانی نے فرمایا ہے کہ نقباء[۲۴۴] تین سو ہیں، اور نجباء[۲۴۵] ستر، اور بدلاء[۲۴۶] چالیس، اور اخیار[۲۴۷] سات، اور عُمد[۲۴۸] چار، اور غوث[۲۴۹] ایک۔ نقباء مغرب[۲۵۰] میں رہتے ہیں، نجباء مصر میں، بُدلاء شام میں، اور اخیار روئے زمین میں ہمیشہ سیاحت میں رہتے ہیں اور عُمد زمین کے گوشوں میں اور غوث مکہ میں رہتا ہے۔

جب عام لوگوں کو حاجات میں سے کوئی حاجت لاحق ہوتی ہے تو پہلے نقباء زاری و عاجزی سے دُعا کرتے ہیں، پھر بُدلاء، پھر اخیار اور پھر عُمد۔ پس اگر اجابت ہوجائے تو بہتر، ورنہ غوث دُعا کرتا ہے اور مسئلہ تمام ہونے سے پہلے ہی دُعا قبول ہوجاتی ہے۔

اور **حضرت سیادت**، قدس اللہ سرہ وزادلنا برّہ[۲۵۱] مطلق اہل سیاحت کے اکابرین میں سے ہیں کیونکہ آپ حضرت مسافر مقیم اور مقیم مسافر[۲۵۲] ہیں باوجود اس کے کہ آپ کسی صفت اور مقام میں مقید نہیں ہیں۔

جیسے کہ ایک نظم میں فرمایا ہے۔[۲۵۳]

تو کان گوہر کافی و گوہر نونی	چہ کاف ونون کہ زکاف ونون تو افزونی
محیط گنبد دوّاررا توئی مرکز	صفای صفۂ اسرار را تو استونی
ز دور دایرہ گر سوی مرکز آئی باز	یقین شود کہ ز ہر وصف ووہم بیرونی
سپہر مطلع انوار آفتاب جلال	بہ گرد نقطۂ ذات تو کردہ گردونی
ظہور سرّ کمالات سرمدی ازتست	اگر چہ خازن اسرار را تو مخزونی
قباب غیرت از پردۂ جمال تو شد	توئی کہ در صدف علم درّ مکنونی

لواء عزّتو بر سدرهٔ قدم زده اند عزیز در صف اہل صفا نہ اکنونی
دفین مخزن لاہوت راکہ کون ومکان نداشت طاقت دیدار آن تومدفونی
علاییا! گرازین حال حیرت است ترا امید قطع مکن چون بہ وقت مرہونی

ایک اور بار جناب سیادت نے فرمایا کہ جو کچھ امام زین العابدین[۲۵۴] کو دیا گیا ہے وہ مجھے بھی دیا گیا۔ اور ایک اوز بار غیرت کی حالت میں فرمایا کہ: اس زمانے میں مجھے کسی نے نہیں پہچانا لیکن میری وفات کے سو سال بعد طالب پیدا ہونگے جو میرے رسائل سے فائدے حاصل کریں گے اور میری قدر پہچانیں گے۔

عام اولیاء کے مرتبہ کے بعد خاص مومنوں کا مرتبہ ہے جیسے زاہدوں، عابدوں اور تایبوں کا۔ اور اہل توبہ ایک ہزار ہیں اور اولیاء اور اہل توبہ کی بقادنیا میں بدل جانے کے طریقے پر ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ ہر روز جب کہ سورج مشرق سے نکلتا ہے ایک سو ہزار آدمی توبہ کرتے ہیں اور غروب ہوجانے کے وقت تک سب توبہ توڑیتے ہیں سوائے ایک تایب کے۔ رَزَقَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی کَمَالَ التَّوْبَۃِ بِمُحَمَّدٍ وَ آلِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔[۲۵۵]

بعض اولیاء اللہ کو **تجلّی ذات**[۲۵۶] ہوتی ہے، بعضوں کو **تجلّی صفات** اور بعض کو **تجلّی افعال**[۲۵۷]۔ اور ان طایفوں میں سے ہر طایفہ کو ذوق اور شُرب[۲۵۸] خاص ہوتا ہے، اور اصوات میں سے ہر صوت، کلمات میں سے ہر کلمہ، حرکتوں میں سے ہر حرکت، افعال میں سے ہر فعل، اعتقادات میں سے ہر

اعتقاد، بلکہ موجودات کے ذرّوں میں سے ہر ذرّے اور کائنات کے حروف میں سے ہر حرف کا ان حضرات کو فہم وادراک اور ذوق کثیر ہوتا ہے کیونکہ ذرّات میں سے ہر ذرّے میں حقیقت ذات اس کی تمام صفتوں، عظیم اسماء اور افعال کے ساتھ سرایت کئے ہوئے ہے۔ اسی لئے اہل تحقیق کہتے ہیں کہ ذرّات میں سے ہر ذرّہ میں اس کی قابلیت ہے کہ تربیت سے اس میں کمالات کا ظہور ہو جاتا ہے۔ لیکن انسان کی قابلیت اقرب ہے، اجمع ہے اور اظہر ہے اس لئے کہ وہ تجلّی ذات کو روشن کرنے والا ہے تنزّلات[259] کے آخر میں، جیسے کہ تنزّلات کے آغاز میں۔ فرمایا رسول خدا ﷺ نے "اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ وَتَجَلّٰی فِیہِ[260]"۔ نیز فرمایا آپ ﷺ نے "اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ[261]"۔ اور ایک روایت کے مطابق: "عَلٰی صُوْرَۃِ الرَّحْمٰنِ"

پس لازماً وہ انسان کبیر[262] کے آئینے کی جلا بن گیا کیونکہ صورت الٰہیہ ذات وصفات اور افعال کے بغیر نہیں ہوتے اور عالم کبیر کی جلا سوائے ذات وصفات وافعال کے نہیں ہوتی کیونکہ ذات جب موجِد[263] میں تجلّی کرتی ہے تو وجود حاصل ہوتا ہے اور جب مُحیی[264] کے نام سے تجلّی کرتا ہے موجود حی[265] ہو جاتا ہے، اور جب قدیر[266] سے تجلّی کرتا ہے تو حی قادر ہوتا ہے اور جب مبقی[267] کے نام سے تجلّی کرتا ہے قادر باقی رہتا ہے اور علیم[268] کے نام سے عالم میں باقی رہتا ہے اور جب مرید[269] کے نام سے تجلّی

کرتا ہے تو عالم مقصد کو پاتا ہے اور جس کسی بھی نام سے تجلّی دکھاتا ہے تجلّی کو روشن کرنے والا اس نام کا فیض پاتا ہے۔

اسماء اللہ کے ائمہ[۲۷۰] ہیں **حیات اور علم اور ارادت اور قدرت اور سمع اور بصر اور کلام**۔ اور غیر ائمہ کو جیسے بھی آپس میں ربط دیا جائے کہ عقل اسے قبول کرے جایز ہے کیونکہ اسماء اللہ بلکہ تمام موجودات کی حقیقت کے ساتھ ترتیب نہیں گو کہ کشف اور عقل اور حس ترتیب کے ساتھ ادراک کرتے ہیں کیونکہ کاشف کا کشف حجاب کو اٹھا دیتا ہے **سلوک** کی ترتیب کے ساتھ۔ لیکن جب **تحقیق**[۲۷۱] کے مقام پر پہنچتا ہے تو ترتیب اس کی آنکھوں سے اٹھ جاتی ہے۔ اور **عقل** کل کو دریافت کرنے والی اور خیر کو شرّ سے تمیز کرنے والی ہو جاتی ہے۔

☆☆☆

بعضوں کا **صحو**[۲۷۲] ہمیشہ ہوتا ہے جو کبھی **سُکر**[۲۷۳] نہیں ہوتا۔ اور بعضوں کو ہمیشہ سُکر ہوتا ہے جو ہرگز صحو نہیں ہوتا۔ اور بعضوں کو سُکر ہوتا ہے لیکن صحو میں لوٹ آتے ہیں۔

اور دنیا میں **شہود**[۲۷۴] **ذات** کا حال لمعات کے مقداروں اور روشن بجلیوں سے ہوتا ہے اور شہود کے حال کی ہمیشگی مختلف فیہ صفات ہوتے ہیں اور **صفاتی سکر** ذاتی حال شہود سے زائل ہوتا ہے۔ شہود ذاتی کے حال میں بھی سُکر ہوتا ہے لیکن جلد زوال پذیر ہوتا ہے کیونکہ شہود ذات کا حال

ہمیشہ نہیں رہتا اور شہود کی ہیشگی کا آخرت میں وعدہ کیا گیا ہے۔ اور شہود کی ہیشگی سے مراد ہے مقام محمودؔ[۲۷۵] جیسے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں یہ دُعا آئی ہے: **اَللّٰھُمَ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ آتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالدَّرَجۃ الرَّفِیْعَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَحْمُوْدَانِ الَّذِیْ وَعَدْتَہٗ وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَہٗ اِنَّکَ لَاتُخْلِفُ الْمِیْعَاد**[۲۷۶] اور یہ دُعا اذان کے بعد پڑھنی چاہئے۔

شہود کے حال کا دوام متفق فیہ افعال کے بعد ہوتا ہے کیونکہ بعض اولیاءاللہ نے فرمایا ہے کہ: ''ہم ہمیشہ حق تعالیٰ کا مشاہدہ کیا کرتے ہیں۔'' اور بعضوں نے کہا ہے: ''اگر ہم لحظہ بھر کے لئے بھی محجوب ہونگے تو مرتد ہو جائیں گے'' اور بعضوں نے کہا ہے کہ: ''اگر ایک لحظہ کے لئے محروم رہیں گے تو مر جائیں گے''

اور یہ شہود کی ہیشگی **تجلی افعال**[۲۷۷] کے شہود کے حال کے بغیر نہیں ہوتی باوجود اس کے کہ صفات کے شہود (تجلی) کے حال کی ہیشگی میں اختلاف ہے پس اس لحاظ سے صفات کی تجلی کے حال کی ہیشگی کے بارے میں خبرداری ہونی چاہئے۔ اور کتابوں میں لکھا ہے کہ بعضوں کو شہود کی ہیشگی حاصل ہے۔ بعضوں کا شہود تین دن تک رہتا ہے اور بعض ایسے بھی ہیں جو شب و روز میں ستّر ہزار بار مشاہدہ کرتے ہیں اور بعضوں کو کبھی کبھی شہود ہوتا ہے۔

اہل وصول پر بخششیں[۲۷۸] متفاوت ہوتی ہیں کیونکہ بعضوں کو تصرّف بخشتے ہیں زمین کی ملکوت میں۔ جیسے کہ **موسیٰ** علیہ السّلام کو پتھر سے پانی نکالنے میں۔ اور بعضوں کو ہوا کی ملکوت میں' جیسے کہ **سلیمان** علیہ السّلام کو ہوا کو تسخیر کرنے میں' اور بعضوں کو آسمان کی ملکوت میں جیسے کہ **محمد** ﷺ کو شق قمر کرنے میں[۲۷۹]۔

بعضوں میں تصرّف کرنے کا کمال اس حد تک ہوتا ہے کہ ایک قبول کرنے والا بس ایک نظر سے کامل بن جاتا ہے اور اس کامل کا وجود کیمیا کی مانند عزیز بن جاتا ہے کیونکہ قلیل الوجود ہوتا ہے جیسے کہ **حضرت عمر**رضی اللہ عنہ' جنھوں نے **حضرت محمد** ﷺ کی ایک نظر پڑتے ہی فرمایا:

"وَلَمَّا ضَرَبَ النَّبِىُّ ﷺ صَدْرِىْ كَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلَى اللّٰه"[۲۸۰]

اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ جب کسی قوم پر نظر ڈالتے ہیں اور اس قوم کو دیکھ کر خوش نہیں ہوتے' وہ قوم ان کی اسی نظر سے جہنّم میں داخل ہو جاتی ہے اور اگر خوش ہو جائے تو وہ جنّت میں چلی جاتی ہے اس ایک نظر سے اور اللہ کی بخششوں میں سے طی زمان و مکان[۲۸۱] ان پر ایک بخشش ہوتی ہے۔

اور تصرّف کے عطا و بخشش کے اطلاق میں جو بھی چاہیں وہ ہو جاتا ہے اگر وقت پر مانگا جائے اور مسؤول موافق ہو' ورنہ تاخیر ہوگی اجابت کے زمانے تک۔ البتہ **لَبَّيْكَ عَبْدِىْ**[۲۸۲] کی اجابت میں ہرگز تاخیر نہیں ہوتی کہ

حدیث میں ایسا ہی ہے۔ اور مسؤول کی اجابت میں تاخیر' سائل کے حق میں سعادت ہے اگر جانے' کیونکہ سوال کرتے وقت مسؤول کے سائل تک پہنچنے میں اس کے لئے ضرر ہے اور وہ نہیں جانتا۔

سوال کرنے کے مقام کے احوال مختلف ہیں کیونکہ بعض تو سوال کرتے ہی نہیں جیسے کہ **ابراھیم**[۲۸۳] علیہ السّلام نے **جبرئیل**[۲۸۴] علیہ السّلام کے جواب میں کہا: "**اَمَّا اِلَیکَ فَلَا حَسْبِی سُوَالِی عَلْمُہٗ بِحَالِی**"[۲۸۵]

عبد اللہ ابن مبارک[۲۸۶] نے فرمایا کہ: "پچاس برسوں سے میں نے کوئی دعا نہیں کی ہے اور نہیں چاہتا ہوں کہ دعا کروں کسی ایک کے بھی لئے۔"

بعضوں نے رنج و مصیبت کے آغاز میں سوال نہیں کیا لیکن آخر حال میں تقاضا کے مطابق سوال کیا۔ اور سوال جو کیا تو قبول ہوا جیسے کہ **ایوب صابر**[۲۸۷] علیہ السّلام کا۔ بعض سوال کرتے ہیں جلدی سے چاہنے کے لئے نہیں بلکہ اطاعت کرنے کے لئے اُدعونی[۲۸۸] کے حکم کی۔ اور بعض سوال کرتے ہیں احتیاط و امکان کے لئے۔ اور اسی لئے بعض نہیں جانتے کہ ہر آن میں ان کی استعداد کس امر کے قابل ہے' بلکہ وہ استعداد کو قبول فیض میں سے جانتے ہی نہیں۔ اور بعض جانتے ہیں کہ ہر زمان میں ان کی استعداد کس امر کے قابل ہے اور یہ طایفہ اہل حضور کا کامل ترین طایفہ ہے اور یہ موسم گرما کے میووں کو موسم سرما میں پیدا کرتے ہیں مانگنے سے۔ اور

ریت سے تیل نکالتے ہیں اور جو چیز مشرق میں موجود ہوگی اگر ہمت باندھیں تو وہ مغرب میں پیدا ہوگی۔

اور اس تبدیلی کی حکمت یہ ہے کہ ہر آن میں سبھی اشیاء حقیقت اشیاء کے کاشفوں کی نظر میں نئی ہو جاتی ہیں جیسے کہ متکلم[289] کی نظر میں عرض۔[290] پس لازماً جب محقق کا ارادہ اس جدید تخلیق کے قرین ہو جاتا ہے تو فوراً اس تخلیق کو جہاں وہ چاہے پیدا کرتا ہے۔ اور مسخ[291] کی بھی یہی حکمت ہے اور فرشتوں کے مختلف صورتوں میں آنے کی حکمت بھی یہی ہے۔

☆☆☆

جان لو کہ اولیاء سے دُعاؤں کی اجابت مختلف ہوتی ہے کیونکہ بعضوں کی دُعا فوراً قبول ہو جاتی ہے اور بعضوں کی دُعا ایک ماہ کی تاخیر سے قبول ہو جاتی ہے اور بعضوں کی دُعا ایک سال اور اس سے بھی زیادہ یا کم عرصے میں قبول ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر ایک کے مرتبہ وقدر کے مطابق۔ اور یہ دُعا کوئی قولی نہیں بلکہ معنوی ہوتی ہے۔

اور جیسے عام لوگوں کو بڑھتے خطرات، زبانی اذکار اور انسانی اشخاص سے دُچار ہونا پڑتا ہے، ویسے ہی کبھی ہوتا ہے کہ خاص لوگ ارواح سے دُچار ہو جاتے ہیں اور ان سے گفتگو بھی کرتے ہیں۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی کی

زیارت کرنے والا ابھی زیارت کیئے جانے والے سے ملا بھی نہیں ہوتا ہے کہ زیارت کرنے والے کی حاضری کا وقار اور بردباری زیارت کیئے جانے والے میں پیدا ہوتی ہے اور اسے یقین ہو جاتا ہے کہ اس زایر کے حضور (؟) سے اور بعض حالات میں صاحب ہمّت ولی کے پاس ارواح حاضر ہو جاتے ہیں خواہ اس کی ہمت اسے چاہے یا نہ چاہے۔ اور وہ زندہ ارواح اور اموات اور انبیاء اور اولیاء اور شہداء اور تمام لوگوں میں فرق کرتا ہے۔

بعض اولیاء اللہ ہوا میں اڑتے ہیں ابدالوں کی طرح۔ اور ابرار اور مقرّبین اور سیّاح اور حضرت قطب اور خواجہ خضر علیہم السّلام اڑنے والوں میں سے ہیں۔

بعض (اولیاء اللہ) دن میں سات سو ختم قرآن کرتے ہیں اور بعض ایک لحظہ میں ہزار ختم قرآن کرتے ہیں اور یہ ختمات الفاظ کے طریق سے بھی روا ہیں اور خیال کی راہ سے بھی کیونکہ یہ عطا عالم قدرت سے ہے۔ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ[۲۹۲] اور بعضوں کو تصرّف دیا گیا لیکن اُنہوں نے تصرّف[۲۹۳] نہیں کیا۔ اور بعضوں میں اتنی عاجزی و ناتوانی پیدا ہو جاتی ہے کہ نور احدیّت کے غلبہ کے بموجب حروف مقطّعہ[۲۹۴] کو بھول جاتے ہیں۔

☆☆☆

اے دوست جان لو کہ بعضوں کی ولایت دوسروں تک متعدّی ہوتی ہے کہ وہ ارشاد[۲۹۵] کر سکیں۔ اور بعضوں کی ولایت متعدّی نہیں ہوتی بلکہ

مقیم ہوتی ہے۔ اور ولایت خاص عبارت ہے شہود حق تعالیٰ سے تجلی ذات یا تجلی صفات یا تجلی افعال میں، لیکن شہود ذات کو خاص تر کہتے ہیں اور شہود صفات کو خاص اور شہود افعال کو عام۔

اور ولایت دو قسموں کی ہے۔ عطائی اور کسبی۔ عطائی ولایت وہ ہے کہ ایک مجذوب ولی اچانک جذبۂ خفی سے انتہا کو پہنچتا ہے اس سے پہلے کہ آغاز میں ہی بینا ہو جائے۔ اور یہ ولایت نادر ہوتی ہے۔

اور کسبی ولایت وہ ہے جو سخت مجاہدہ کرنے سے حاصل ہو جاتی ہے اگرچہ یہ بھی خفیہ باطنی جذبے سے حاصل ہوتی ہے لیکن جس کا جذبہ مُجاہدہ پر سبقت لے جائے اُسے محبوب اور مراد اور معصوم اور محفوظ کہتے ہیں اور وہ جو کچھ کرتا ہے اس پر مواخذہ نہیں ہوتا کہ: ''کُلُّ مَا فَعَلَهُ الْمَحْبُوْبُ فَهُوَ مَحْبُوْبٌ'' [۲۹۶]

اور یہ مقام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ''اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحاً مُبِیْناً لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَأَخَّرَ'' [۲۹۷]

سارے انبیاء مجذوب [۲۹۸] سالک ہیں اور اولیاء میں بعض مجذوب [۲۹۹] سالک ہیں اور بعض سالک مجذوب اور بعض مطلق۔ پس لازماً جذبہ [۳۰۰] کے بغیر ولایت نہیں ہو سکتی خاص کر اہل ارشاد کو، کہ اگر قطعی طور پر حقانی جذبہ نہ ہو تو ارشاد نہیں کر سکتے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اَلشَّیْخُ فِی

قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ[۱] ''نیز فرمایا: ''ذَرَّۃٌ مِنْ اَعْمَالِ الْبَاطِنِ خَیْرٌ مِنْ اَعْمَالِ الظَّاہِرِ کَالْجِبَالِ الرَّوَاسِیْ[۲]'' اور فرمایا ''جَذْبَۃٌ مِنْ جَذْبَاتِ الْحَقِّ یُوَارِیْ عَمَلَ الثَّقَلَیْنِ[۳]''

البتہ سخت مجاہدہ سے جو حاصل ہوگا وہ ایک شیخ مامون کی تربیت ارشاد کے بغیر حاصل نہیں ہوگا اور شیخ مأمون وہ ہے جو شریعت کا عالم ہو' اور طریقت سے آگاہ ہو' اور مطّلع ہو قول رسولؐ کی شریعت و حقیقت' اور رسولؐ کے فعل کے طریقت' اور رسولؐ کے حال کی حقیقت پر۔ فرمایا رسول اللہ نے ﷺ: ''اَلشَّرِیْعَۃُ اَقْوَالِیْ' وَالطَّرِیْقَۃُ اَفْعَالِیْ وَالْحَقِیْقَۃُ اَحْوَالِیْ[۴]'' اور ایک روایت کے مطابق ''حالی''

☆☆☆

اور مجھ فقیر نے جناب سیادت سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ:

''اگرچہ حضرت رسولؐ کے تمام اقوال اور افعال نجات کا سبب ہیں لیکن اساتذۂ طریقت نے مقرر کر رکھا ہے کہ حضرت رسولؐ کا کون سا فعل اور قول ولایت خاص کا باعث ہے۔ جیسے کہ سیّد الطایفہ شیخ جُنید بغدادیؒ[۵] قدس اللہ سرہ نے فرمایا ہے کہ آٹھ چیز ہونی چاہئیں کہ یہ ولایت حاصل ہو جائے:

۱۔ لوگوں کے ساتھ ہمیشہ اختلاط

۲۔ مکمل وضو کی ہیشگی

۳۔ غذا کی کمی کے ہمراہ ہمیشہ روزہ رکھنا

۴۔ عام لوگوں کی ذکر سے ہمیشہ خاموش رہنا

۵۔ خداوند ذوالجلال والاکرام کا ہمیشہ ذکر کرنا

۶۔ خیرات اور گناہوں سے ہمیشہ نفی خاطر کرنا

۷۔ مرشد سے ہمیشہ ربط قلب رکھنا جو ان صفات عظیم سے موصوف ہو

۸۔ خداوند حکیم العلاّم پر اعتراض کو ہمیشہ کے لئے ترک کرنا

اور جب خلوت[۳۰۶] اختیار کرے تو انتہائی ادب کی رعایت کرے کیونکہ وہ ذاکر ہے اور ذاکر اللہ تعالیٰ کا ہمنشین ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حکایت کرتے ہوئے رسول اللہؐ نے فرمایا: ''**اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ**''[۳۰۷]

بعض اولیاء اللہ نے جو خانۂ خلوت میں پاؤں دراز کیے تو ہاتف[۳۰۸] غیبی سے سنا کہ: ''کیا بادشاہوں کے دربار میں ایسے ہی مجلس کرتے ہو؟''

اور جس نے آداب خلوت کی حفاظت نہیں کی اُسے خلوت کی مہابت[۳۰۹] خانۂ خلوت سے باہر نکال دیتی ہے کیونکہ خلوت کی ہیبت[۳۱۰] ثابت فردانیت[۳۱۱] کی صفت ہے۔ اور جب (ذاکر) خانۂ خلوت میں جائے تو باوضو اور ادب کامل کے ساتھ قبلہ رُو ہو کر بیٹھے اور دوزانو یا زانو سمیٹ کر بیٹھے کہ یہی بہتر ہے کیونکہ وہ وضو کا محافظ ہے چاروں اطراف سے۔ اور دس بار

کہے: "اَللّٰھُمَّ صَلِّ علیٰ مُحَمَّدٍ![312]" اور چالیس بار کہے: "یا خَیرا لفاتِحِینَ![313]" اور فاتحہ کے بعد یہ دعا پڑھے "رَبِّ اَعِنِّی عَلیٰ ذِکرِکَ وَشُکرِکَ وَحُسنِ عِبادَتِکَ وَتَوفِیقِ طاعَتِکَ وَاجتِنابِ مَعصِیَتِکَ۔ یا رَبِّ ھَبْ لنا مِن لَدُنکَ رَحمَۃً اِنَّکَ انتَ الوَھّاب۔ وَصَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَ آلِہٖ اجمَعِینَ بِرَحمَتِکَ یا اَرحَمَ الرّاحِمِینَ[314]"

اس کے بعد مرشد سے امداد طلب کرے اور لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ کے ذکر میں مشغول ہو جائے اور اثبات[315] کے بعد ہمیشہ مرشد کو دل میں رکھے الا غلبۂ ذکر ہو جانے پر اور اس ذکر پر مداومت کرے کہ افضل الذکر ہے۔ فرمایا: رسول اللہ نے ﷺ "اَفضَلُ الْعِبادَاتِ الذِّکرُ وَافضَلِ الذِّکرِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ"[316]

چہار ضرب ذکر کی کیفیت یہ ہے کہ سر کو جھکائے ناف کے برابر۔ اس کے بعد لا کا لفظ کہے اور سر کو سیدھا کرے طویل مدّت تک اور الٰہ کہے اور داہنے پستان کی طرف سر سے اشارہ کرے، اور الّا کہہ کر پھر سے سر کو سیدھا کرے اور اللہ کہے طویل مدّت تک، اور سر سے دل کی طرف جو بائیں طرف میں ہے اشارہ کرے اور اس لفظ کو لگاتار کہے ایک سانس میں اگرچہ بعض اولیاء سانس کو ذکر کرتے وقت روک لیتے ہیں۔ لیکن حضرت سیادت نے مجھے یہی تعلیم دی ہے کہ ہر ذکر سانس کے ساتھ کی جانی چاہئے۔

اور جب ایمان کی صورت جو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے، زبان سے ادا

کرے، تو اس کے معانی کو ضمیر میں لا کر دل سے کہے کہ "نہیں طلب کرتا ہوں سوائے اللہ کے" یعنی میرا مقصد اللہ ہے۔ اور چاہئے کہ قوی طور پر ذکر خفی کہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "**فاذکرو اللہ کذکرکم آباء کم او اشد ذکرا**"[۳۱۷] تاکہ ذکر کی گرمی سے بدن لبریز ہو جائے اور شیطان اپنی سلطانی کو ترک کر دے۔ فرمایا رسول اللہ نے ﷺ: "**ان الشیطان یجری من ابن آدم مجری الدم الا فضیقوا محاربۃ بالذکر**"[۳۱۸] اور ایک اور روایت میں آیا ہے "**بالصوم**"۔ اور جب سلطان ذکر ہو جاتا ہے تو جو بھی بری اور مانع آنے والی صفت ہو، سب سلطان ذکر کے ظاہر ہوتے ہی نفی ہو جاتی ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: "**ولذکر اللہ اکبر**"[۳۱۹]

لیکن سلطان ذکر کا ظہور نہیں ہو پاتا سوائے مداومت کی شرط کے، اور ذکر کے معنی کے حضور کے بغیر۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: "**وداوموا علی الذکر فانہ مفتاح الخیرات۔**"[۳۲۰]

بلا حضور ذکر سے گو وجود میں ہل چل آ جاتی ہے کبھی کبھی نیند میں، اس (ذاکر) پر اوپر سے یا آگے سے یا پیچھے سے جو نور اس پر اترتا ہے اور دیکھتا ہے تو انتہائی خوف کی وجہ سے مجبوراً کہنا ہی پڑتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ۔

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یہ نور دکھائی نہیں دیتا اور وجود میں تزلزل آ جاتا ہے نیند میں اور بیداری میں بھی۔ لیکن سخت کوشش کرتا ہے کہ ذکر کی

ہمیشگی حضور کے ساتھ ہو کیونکہ ایک سخت اور کھلنڈرے دل کی دعا اور ذکر مقبول نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "**ادعوا اللہ وانتم موقنون بالاجابۃ**"[۳۲۱]۔ "نیز فرمایا: "**التقویٰ ھھنا**"[۳۲۲] اور یہ سینے کی طرف اشارہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "**انما یتقبل اللہ من المتقین**"[۳۲۳]۔ آیت کے معنی یہ ہیں کہ قبول نہیں کرتا اللہ تعالیٰ مگر پرہیزگاران پارسا سے۔ اور حدیث یہ ہے کہ: "تقویٰ یہاں ہے" اور اشارہ کیا اپنے سینۂ مبارک کی طرف کہ تقویٰ سینے میں ہے۔ یعنی تقویٰ یہ ہے کہ دل میں سوائے خدائے ودود کے اور کچھ نہ ہو اور اس کے بغیر جو کچھ بھی ہوگا وہ مردود ہے۔

مجھ فقیر نے جناب سیادت سے پوچھا: "حضور کیا ہے؟" جواب میں فرمایا: "جان لو کہ اللہ کہنا عین اللہ کو دیکھنا ہے یا آنکھوں سے خون ٹپکانا یا پانی گرانا یا تکلف کے ساتھ وجد پیدا کرنا ہے کیونکہ اگر وجد نہ ہو تو جب صدق و اخلاص کی راہ سے وجد کی عادت ڈالے گا تو لازماً حق تعالیٰ اس کے گمان کو صحیح بنا دے گا۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے خداوند عزّ وجلّ کی حکایت کرتے ہوئے کہ: "**انا عند ظن عبدی بی**"[۳۲۴]

اس بیان سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ عزّ وجلّ کی راہ کے سالک پر سخت ترین شرائط میں سے نفسانی خواہش ہے اور شدید خواہش حبّ جاہ کی خواہش ہے کہ اولیاء اللہ قدس اللہ اسرارھم نے فرمایا ہے:

"**آخر ما یدخل من الصفات حب الجاہ وھو آخر و ما یخرج من**

رؤس الصديقين۔[۳۲۵]"

اور اس کلام کی شرح یہ ہے کہ آدمی جب پیدا ہوتا ہے تو وہ خواہشات میں ہوتا ہے کیونکہ وہ حیوانات میں سے ایک حیوان ہوتا ہے جو کھانے اور پینے کے بغیر کچھ نہیں جانتا اور پھر بعد میں نفس کی باقی صفتیں اس میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ **کالقوی الشهوية و الغضبية والحرص والحسد والبخل وغير ذالک من الصفات الحاجة عن الصفات الكمالية**[۳۲۶]

اور عقل کے ظاہر ہو جانے کے بعد کسی صفت کو وہ جاہ سے زیادہ عزیز نہیں جانتا۔ لازماً اس میں حب جاہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اسباب جاہ میں سے علم سے بالاتر وہ کسی سبب کو نہیں جانتا۔ پس اگر نصیب ہو تو سعادت کی طلب میں نکلتا ہے۔

علم کی دو قسمیں ہیں: شرعی اور عقلی جو **ضروری** اور **کسبی** میں منقسم ہیں اور ضروری کا حصول ایک فطری سرشت ہے اور کسبی کا حصول تعلیم و استدلال سے ہوتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے۔

" العقل عقلين فمطبوع و مسموع۔ ولا ينفع مسموع اذا لم يک مطبوع کما لا تنفع الشمس و نور العين ممنوع[۳۲۷] اور رسول اللہ ﷺ کا قول ہے: **خلق الله خلقاً اکرم عليه من العقل**[۳۲۸]

نیز: "اِذا تقرَّبَ النَّاسُ اِلَی اللّٰہِ بِاَبوَابِ الْبِرِّ فَتقرَّبْ اَنتَ بِعَقلِکَ" [۳۲۹]

علوم مکتسبہ [۳۳۰] اور عقلی، ایک طرح سے دنیاوی اور اخروی میں منقسم ہو جاتے ہیں۔ دنیاوی جیسے طب، حساب، ھندسہ [۳۳۱]، فلسفہ، نحو، صرف اور اُخروی جیسے قلب، آفات، اعمال، اللہ کا علم، اس کی صفات اور اس کے احوال۔ دنیوی اور اُخروی علوم اکثر ایک دوسرے کے منافی ہیں۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے "اَنتُمْ اَعلَمُ بِاُمُورِ دُنیَاکُمْ" [۳۳۲] پس لازمی طور پر دنیا اور دین کی مصلحتوں میں استبصار حاصل نہیں ہوتا سوائے انبیاء اور بعض اولیاء کو۔ لیکن شرعی وہی ہے جو تعلیم کی راہ سے انبیاء سے اخذ ہو۔ اور اس کی بھی دو قسمیں ہیں ظاہر اور باطن۔

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے "اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ: عِلْمٌ ثَابِتٌ بِالْقَلْبِ وَھُوَ الْعِلْمُ النَّافِعُ وَ عِلْمٌ بِاللِّسَانِ وَھُوَ حُجَّۃُ اللّٰہِ فِی عِبَادِہٖ" [۳۳۳]

علم ظاہر جیسے فقہ اور حدیث اور تفسیر۔

علم باطن جیسے تصوّف [۳۳۴]، جو ایک صوفی صافی کے لوح دل پر اللہ کے قلم سے فیض رسان ہے۔

اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: "عِلْمُ الْبَاطِنِ سِرٌّ مِنْ اَسْرَارِ اللّٰہِ وَ حُکْمٌ مِنْ حُکْمِ اللّٰہِ یَقْذِفُہٗ فِیْ قُلُوبِ مَنْ یَشَآءُ مِنْ

اَوْلِیَآئِہٖ[۳۳۵]" اور قلم اللہ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے کہ علوم کو دلوں میں نقش کرنے کا سبب ہے۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمَ[۳۳۶]"

اور قلم بصیرت کے لئے ویسا ہی ہے جیسا کہ بصر کے لئے قرص آفتاب۔ پس جس طرح سے اللہ کی ذات وصفات مخلوق کی ذات وصفات کے مشابہ نہیں، اللہ تعالیٰ کا قلم بھی لوگوں کے قلم سے مماثلت نہیں رکھتا۔ لازماً تمام بواطن وظواہر کی بصیرت و بصر کا موازنہ ثابت ہے کئی وجوہ سے، کہ بصیرت گھوڑ سوار کی مانند ہے اور بصر گھوڑے کی مانند۔ اور گھوڑ سوار کا اندھا پن گھوڑے کے اندھے پن سے زیادہ ضرر رساں ہے۔ لازماً ہر صاحب بصیرت، جو کچھ اُسے بصر کے موازنہ سے معلوم ہو جائے، اگر چاہے تو اچھی طرح اور خوبصورت طریقے کے ساتھ اُسے بیان کرے اور باطن بھی اس میں اس کے ظاہر کی مدد کرے گا۔ "مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی۔" "وَ کَذٰلِکَ نُرِیْٓ اِبْرَاھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ[۳۳۸]" کیونکہ اس مقام پر مراد بصیرت کی رؤیت ہے نہ کہ بصر کی رؤیت۔ اور ادراک کی ضد میں فرمایا: "لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَ لٰکِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ[۳۳۹]"

پس لازمی طور پر عقل غذا کی مانند ہے اور شرع دوا کی مانند۔ اور اگر دوا کا فائدہ نہ ہوا تو مرض غذا سے ضرر رساں ہوگا۔ پس جو کوئی عقل پر

اکتفا کرے اور شرع کو قبول نہ کرے اُسے ضرر پہنچے گا اور جو شخص عقل اور شرع کے درمیان برابری و موافقت برقرار نہیں کرتا وہ دراصل اس کی بصیرت کا اندھا پن ہے نہ کہ عقل و شرع میں کوئی مناقصہ ہے کیونکہ ایک وقت آئے گا جب کہ وہ فہم میں انتہائی قصور کی وجہ سے شرعین کی موافقت کرنے میں عاجز ہوگا۔ تو پھر عقل اور شرع میں اس کی کیفیت کیا ہوگی۔[۳۴۰]

آنجا کہ توئی دوئی نماید آنجا ھمہ جز یکی نشاید

پندار خود از میانہ بردار توحید تو شرک تست ھشدار

از خود بہ خدا مرو بہ تأویل[۳۴۱] توجیہہ[۳۴۲] مکن بہ وجہ تمثیل[۳۴۳]

زنہار بہ حجت قیاسی غرہ نشوی بہ حق شناسی

اور اگر حق تعالیٰ اس کی دستگیری کرے اور اُسے نیند کی تاریکی اور شہوت کے عذاب کی غفلت سے باہر نکالے تو وہ بیداری کے نور سے جان جائے گا کہ اس پست درجہ کے ماورا بلند مرتبے ہیں اور ان عارضی لذتوں کے ماورا باقی رہنے والے لذات بھی ہیں۔ پس خدا تعالیٰ کے بغیر کی مشغولیتوں پر توبہ کرے اور سلوک[۳۴۴] کا رُخ کرے۔[۳۴۵]

علمی کہ خدای دان شوی تو این است کجا ھمی روی تو

آن علم طلب کہ با تو ماند آن دم کہ ترا ز تو رہاند

این علم فریضہ تا نہ خوانی تحقیق صفات خود نہ دانی

اور جب مذکورہ شرائط کی مداومت کو قبول کرے گا تو اس کے باطن میں کثیر

روشن انوار وجود میں آئیں گے اور ان انوار کے شروع کی روشنیوں کو' جو بجلیوں کی مانند ظاہر ہوتی ہیں اور جلدی ہی ناپید ہو جاتی ہیں' **لوایح** کہتے ہیں۔ اس کے بعد باطن میں درنگی کرنے والے انوار پیدا ہوتے ہیں جو ایک وقت کے لئے' دو وقتوں کے لئے اور تین وقتوں کے لئے ٹھہرتے ہیں اور ان انوار کو **لوامع** کہتے ہیں۔ ان درنگی والے انوار کے بعد جو انوار پیدا ہوتے ہیں وہ زیادہ ہوتے ہیں اور انہیں **طوالع** کہتے ہیں۔ ان کے بعد قوی وضعیف اور فرح بخش وسکون بخش غیبی واردات کا ہجوم کی صورت میں نزول ہوتا ہے اور کثیر عجائبات وجود میں آجاتے ہیں جن کے شمار کی کوئی وسعت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "**وَاِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا**"[۳۴۶]

اور پہلے آنکھوں کی بصیرت کی کشائش ہوتی ہے۔ اس کے بعد چہرے کی اور اس کے بعد سینے کی اور اس کے بعد سارے بدن کی۔ بصیرت کی کشادگی کے بعد ایک نورانی شخص کو دیکھتا ہے جسے سلوک کے اوایل میں سیاہ حبشی کی صورت میں دیکھا تھا اس نورانی شخص کو شیخ الغیب' میزان الغیب' مقدم الغیب' مرآۃ الغیب اور شاہد الغیب کہتے ہیں۔ اور یہ نور حقیقت میں سالک کی چشم خدا بین ہے اور حقیقی سالک یہی ہے۔

انوار کے ظہور کے بعد خانۂ دل کو اغیار سے پُر پاتا ہے اور یہ اغیار' بشری وجود اور نفس وشیطان ہوتے ہیں۔

وجود چار چیزوں سے مرکبّ ہے جو سب آپس میں ملی ہوئی ظلمتیں ہیں اور یہ چیزیں ہیں پانی، مٹی، آگ اور ہوا جو انسانی حقیقت کو عطا ہوئی ہیں اور اس عطا سے خلاصی ممکن نہیں الاّ اجزا کو کلیات میں پہنچادینے کے، تاکہ پانی اپنی آبی صفت کو لے لے، مٹی اپنی خاکی صفت کو، آگ اپنی آتشی صفت کو، اور ہوا اپنی بادی صفت کو۔

پانی کی مذموم صفات ہیں طلب شہوات، نازونعمتیں، لذّتیں، طبعیت کا مادّہ کی طرف مائل ہونا، اور کاہلی۔ پس ان صفتوں کو بدل دیا جائے اضداد سے، اور یہ اضداد ہیں عفت، وقار، مردی اور سختی تاکہ یہ رقّت اور شفقت اور مرحمت اور لطافت طبع اور زیرکی پر انجام پذیر ہوں۔

اور مٹی کی مذموم صفات ہیں زبونی، سستی، کمینہ پن، ذلالت اور بخل۔ پس ان صفتوں کو اضداد سے بدل ڈالے اور یہ اضداد ہیں علو ہمّت، رفعت درجہ، مروّت، عزّت اور سخاوت تاکہ تواضع، قناعت، انکسار، حلم، سکون اور وقار پر انجام پذیر ہوں۔

اور آگ کی مذموم صفات ہیں غصّہ، بڑائی، گرمی، انکار، غرور، حرص، لالچ، طمع اور حسد۔ پس ان صفتوں کو اضداد سے بدل ڈالے اور یہ اضداد ہیں، تحمّل، صبر، سکون، وقار، غور وخوض، ایثار اور فرمان برداری تاکہ، جوانمردی، استعداد، ذکاوت اور فہم و ادراک اور شجاعت پر انجام پذیر ہوں۔

اور ھــوا کی مذموم صفات ہیں تکبّر' زبردستی' خود بینی' غرور' نخوت' ریا' کینہ اور عداوت ۔ پس ان صفات کو اضداد سے بدل ڈالے اور یہ اضداد ہیں تواضع' تسلیم' رضا' اطاعت' فرمان گذاری' خبرداری' صدق اور اخلاص' تا کہ ہمّت' عظمت' امانت' سلامت' راستی اور دوستی پر انجام پذیر ہوں۔

پانی کی خصوصیات سے عبور کر جانے کی علامت ہے ہمیشہ بہتے پانیوں' بارشوں' ندیوں' چشموں' دریاؤں اور نہروں کو دیکھنا۔ اور جب دیکھے کہ دریاؤں سے گذر رہا ہے اور ان دریاؤں میں ڈوب گیا ہے اور نجات پائی ہے تو اس کی پانی کی خاصیّت کا حصّہ مٹ چکا اور خلاصی پائی۔

اور مٹی کی خصوصیات سے عبور کر جانے کی علامت ہے کھنڈروں' کھنڈروں کی نشانیوں' کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہوں' ٹوٹی ہوئی دیواروں' پانی کی جگہوں اور تالابوں کو دیکھنا۔ مٹی کی خاصیتوں کے حصّے کے مٹ جانے میں دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے بیابان طے کئے جاتے ہیں اور وہ بیابان دھنس جاتے ہیں۔ نیز دیکھتا ہے کہ کنوئیں میں ہے اور کنواں اوپر سے اس پر گر پڑتا ہے۔ اور دیہات اور شہروں اور سرایوں کو دیکھتا ہے کہ اس پر آگرتے ہیں اور وہ دب جاتا ہے اور دریا کے کنارے پر واقع ایک دیوار کی طرح دریا میں گر کر ڈوب جاتا ہے۔

اور آگ کی خاصیّت سے عبور کر جانے کی علامت ہے آگ لگ

جانے کو دیکھنا' اور جلے ہوئے مکانوں' اور نے زاروں میں آگ لگنے اور برق وبجلی کی آگ میں گھر جانا۔ اور آگ کی خصوصیات کے حصے کے مٹ جانے کے سلسلے میں دیکھتا ہے کہ آگ میں گر جاتا ہے اور نجات پاتا ہے۔

اور ہوا کی خصوصیات سے عبور کر جانے کی علامت ہے ہوا میں چلے جانا اور اُڑنا' ہواؤں کو دیکھنا' اور آسمان پر آجانا اور ایسی ہی دیگر چیزوں کو دیکھنا جو فی الواقع ہوں۔ ہوا کی خاصیتوں کے حصے کے مٹ جانے کے سلسلے میں دیکھتا ہے کہ ایک وسیع فضا پیدا ہوتی ہے اور اس فضا کے اوپر صاف ہوا ہے۔

جب ان عنصری مفرد جواہر کو عبور کرتا ہے تو عنصری مرکبات اور معادن ونباتات میں سیر کرنے لگتا ہے اور ترکیب کی ظلمتوں کو بہت زیادہ پاتا ہے کہ ترکیب جتنی زیادہ ہو جاتی ہے ظلمتیں اتنی ہی بڑھ جاتی ہیں۔ پس جب مرکبات سے عبور کرتا ہے تو **معادن** میں' جس کی ترکیب زیادہ ہوتی ہے' شدید ظلمتوں سے دچار ہوتا ہے اور جب معادن کو عبور کرتا ہے تو وسیع **نباتات** کو دیکھتا ہے۔ اور جب نباتات سے عبور کرتا ہے تو اس کی نظریں ظالم تر حیوانوں پر پڑتی ہیں اور جب حیوانوں سے عبور کرتا ہے تو ظلوم وجہو انسان تک پہنچتا ہے اور جب وہاں سے ترقی کرتا ہے تو عالم غیب میں پہنچتا ہے جو **ملکوت** ہے اور جب ملکوت سے ترقی کرتاہ تو **جبروت** میں پہنچ جاتا ہے جو عالم ارواح ہے اور جب جبروت سے ترقی کرتا ہے تو **عظموت**

میں پہنچ جاتا ہے جو **غیب الغیب** ہے۔ پس حبیب اللہ کی متابعت کرنے کے نور سے جمال اللہ الجمیل کو دیکھتا ہے۔ لازماً غیب وشہادت کو جان لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **"فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ"**[۳۴۷]

معرفت کے وارث کو بھی رسول اللہ حکم ہیں الا غیب خاص کے کیونکہ غیب خاص سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔ فرمایا رسول اللہؐ نے **"اِنَّ اللّٰهَ یَعْرِفُ ذَاتَهٗ فَقَطْ"**[۳۴۸] پس انسان کامل کی بلندی کا مقام فرشتے سے معلوم ہو جاتا ہے کیونکہ فرشتوں میں سے ایک بھی فرشتہ اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ کے شرف سے مشرّف نہیں ہوتا سوائے جبرئیلؑ کے کہ اُسے عالم آخرت میں ایک یا دو بار اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ حاصل ہوگا۔

☆☆☆

صوفیاءؒ قدس اللہ اسرارھم کی الفاظ کے اطلاق کے لئے اصطلاحیں موجود ہیں جو اذواق[۳۴۹] و احوال[۳۵۰] اور مقامات[۳۵۱] پر اشارہ کرتی ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ ارادت[۳۵۲]، احوال و اذواق کی عادت کو ترک کرنا ہے۔ بعضوں کا کہنا ہے کہ ارادت حق قدیم مطلق[۳۵۳] کی طلب کا فیض قلب ہے۔ اورارادت کی حقیقت ظہور نور ہے۔ اور ارادت نور ازلی کے دل میں

ٹپکنے اور اس کے سرایت کر جانے کی راہ سے حق قدیم (اللہ تعالیٰ) کا قایم ہونا ہے۔ اور مشائخ کی مریدوں سے ارادت اسی راز کا نتیجہ ہے کیونکہ یہ نور بلا واسطہ ارواح مقرّب تک پہنچتا ہے اور مقرّب ارواح کے واسطہ سے دوسروں کو۔ پس ہر روح، جس نے ان ارواح کے واسطوں سے نور پایا، اس واسطہ کے خاندان میں اپنی مناسبت سے ارادت کو دنیا میں لے آیا۔

اور خلّت[۳۵۴] وہ محبّت ہے جو ابھی کمال تک نہ پہنچا ہو کیونکہ خلّت کا نام تخلّل پر دلالت کرتا ہے اور تخلّل[۳۵۵] دو کے درمیان پڑتا ہے۔

محبّت تین قسموں کی ہے:

اوّل ـــــ **انسانی محبّت**، جو انسانی جبلّت[۳۵۶] میں مرکوز ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی روحانی، جس کا نتیجہ حق پرستی ہے اور علوم عقلی اور افعال نیک اور پسندیدہ اخلاق جن میں مومن اور کافر شریک ہیں۔ دوسری نفسانی، جس کا نتیجہ شہوانی مرغوبات ہیں جیسے عورتیں اور اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، زر، چاندی، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں کہ دنیوی زندگی کی متاع ہیں[۳۵۷]۔

دوم ـــــ **ایمانی محبّت**، جو نور ایمان کا نتیجہ ہے۔ پس ایمان کا نور جس میں بہت زیادہ ہوگا اس کی محبّت بھی بہت زیادہ ہوگی اور اس محبّت کی علامت دل پر موافق محبّت کا غلبہ ہے۔

سوّم ـــــ **ربّانی محبّت**، جو خدای قدیم کی صفت ہے

اوراس کا عکس دوستوں کے دل پر پہنچتا ہے۔فرمایا اللہ تعالیٰ نے "**یُحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗ**"[۳۵۸] اوراس محبت کی علامت ظاہر میں متابعت ہے۔فرمایا رسول اللہ ﷺ نے خدائے عزّ وجلّ کی حکایت کرتے ہوئے:

"**لَنْ یَتَقَرَّبَ اِلَی الْمُتَقَرِّبُوْنَ بِمِثْلِ مَاافْتَرَضْتُ عَلَیْهِمْ وَلَا یَزَالُ الْعَبْدُ یَتَقَرَّبُ اِلٰی بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبُّهٗ**"[۳۵۹]

اور باطنی علامت حق قدیم کا اختیار ہے تمام احوال میں۔اور محبت میں تفاوت عنایت میں تفاوت کی وجہ سے ہے اور توجہ دوام کے سبب سے' کیونکہ ہر بار جب ایمان زیادہ ہوجاتا ہے محبت بھی زیادہ ہوجاتی ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ آخرت میں اسی شخص کا ایمان ہوگا اکبر' جو دنیا میں حق تعالیٰ کا ذکر کرتا ہوگا اکثر۔

عشق روحانی سالک کی محبّت کی حد سے بڑھکر سوزش وحرارت سے تجاوز کرنا ہے اوراسی لئے کہا گیا ہے: "**اَلْعِشْقُ هَتْکُ الْاَسْتَارِ فِیْ غَلَبَةِ الْاَسْرَارِ**"۔[۳۶۰]

اور کہتے ہیں کہ عشق' عشقہ سے مشتق ہے اور عشقہ ایک نباتات ہے جو درخت کو سکھا دیتا ہے اگر چہ اس کا تھوڑا سا ٹکڑا ہی درخت کے ساتھ لپٹ جائے۔اسی لئے کہتے ہیں: "**اَلْعِشْقُ نَارٌ فِی الصَّدْرِ تَحْرِقُ الْقَلْبَ**"[۳۶۱]

عشق چون در سینہ ہا منزل گرفت[۳۶۲] جان آن کس راز ہستی دل گرفت

اور یہ سوزش وحرارت فرشتوں میں نہیں ہوتی۔

قدسیاں را عشق ہست و درد نیست   درد را جز آدمی در خورد نیست[۳۶۳]

اور عشق لوگوں کا بیج ہے۔ حقیقت میں عشق بیان میں نہیں آ سکتا۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ[۳۶۴] نے "**اَلْعِشْقُ لَا مَحْمُوْدٌ وَلَا مَذْمُوْمٌ**"

اور **وقت** اس چیز کو کہتے ہیں جس پر زمان حاضر میں سالک کا حال ہو۔ اگر سرور کے حال میں ہو تو سرور اس کا وقت ہے اور اگر غم میں ہو تو غم اس کا وقت ہے۔ اور کہتے ہیں کہ صوفی **ابن الوقت** ہے۔ یعنی اس کی مشغولیت وقت کے ساتھ ہے، نہ ماضی کے ساتھ ہے اور نہ ہی مستقبل کے ساتھ۔ وہ وقت کے ساتھ بندھا رہتا ہے۔ کہتے ہیں کہ صوفی وقت کے حکم پر ہے یعنی اس چیز کا مطیع ہے جو قضا وقدر کی طرف سے اس وقت اس پر جاری کیا گیا ہے۔ اور کہتے ہیں: "**اَلْوَقْتُ سَيْفٌ قَاطِعٌ**[۳۶۵]" یعنی وقت[۳۶۶] میں خلاف کرنا ممکن نہیں۔

مقام[۳۶۷]، زمان سیر کے دوران منزل استراحت کا نام ہے اور جب تک کامل طور پر پہلے مقام کا حق ادا نہ کرے دوسرے مقام پر عبور نہیں کرتے۔

اور **حال**[۳۶۸] اُسے کہتے ہیں جو دل پر طرب[۳۶۹]، قبض وبسط[۳۷۰] اور ذوق[۳۷۱] وشوق[۳۷۲] وغیرہ کی صورت میں نازل ہو جائے۔ کہتے ہیں: "حال برق کی طرح سریع الزوال ہوتا ہے۔" اور اگر باقی رہے تو پھر یہ حدیث نفس ہے حال نہیں

ہے۔ اور حضرت مصطفیٰ ﷺ جب ایک حال سے دوسرے حال کی طرف ترقی کرتے جو پہلے سے برتر ہوتا' تو آپ استغفار کرتے کیونکہ ناقص پر آپ راضی نہیں رہتے تھے بلکہ ہمیشہ کمال کے طلبگار رہے اور اس حقیقت پر یہ حدیث اشارہ کرتی ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے "اِنَّہٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ حَتّٰی اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ فِی الْیَوْمِ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً"[۳۷۳]

[۳۷۴] بعضوں کا کہنا ہے کہ حال دوامی ہوتا ہے۔ چنانچہ ابوعثمان حیری قدس سرہ نے فرمایا کہ: "چالیس برسوں سے میں رضا[۳۷۵] کے مقام پر ہوں اور میں اس مقام سے خوش نہیں ہوں۔ بعضوں نے کہا ہے: "جس کسی کو پہلے حال کی طرح' حال کا تعاقب' حال ہو' وہ دایم الحال ہے اور اگر نہ ہو تو نہیں ہے۔"

نفس' قلب کی راحت ہے غیبی الطاف سے۔ پس

صاحب وقت مبتدی ہے' **صاحب حال** متوسط ہے اور **صاحب نفس** منتہی۔ قبض وبسط' مشابہ ہے خوف ورجا سے' لیکن خوف ورجا' عوام وخواص کو ہوتا ہے لیکن قبض وبسط' خواص کے بغیر کسی کو نہیں ہوتا۔ قبض' حال پر قبض کا وارد ہو جانا ہے اُس قصور کی وجہ سے جو سالک سے وجود میں آیا ہوتا ہے۔

اور ہیبت[۳۷۶] واُنس[۳۷۷] قبض اور بسط سے مشابہ ہوتا ہے۔ لیکن ہیبت' عتاب میں شدید ہے قبض سے' اور اُنس' بسط سے تکریم میں عظیم ہے۔

اور وارد[۳۷۸] اسے کہتے ہیں جو بلا تامل پسندیدہ خیالات سے دل پر

نازل ہو۔ پس وارد سرور بھی ہوتا ہے اور وارد حزن بھی ہوتا ہے۔ وارد قبض بھی ہوتا ہے اور وارد بسط بھی ہوتا ہے اور وغیرہ معانی میں۔

تواجد[379]، وجد[380] کا اظہار ہے خود میں طلب سبب کے لئے۔ بعض اسے روا نہیں جانتے۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ روا ہے۔ اور وجد وہ ہے جو بلا تکلّف خوشی سے دل پر وارد ہو۔ لیکن اکثر یہی ہوتا ہے کہ وجد اوراد[381] کا نتیجہ ہوتا ہے۔ پس جس کے وظایف اوراد زیادہ ہوں، اُس کا وجد بھی زیادہ ہوگا۔

وجود[382]، بشریّت کے زوال کے بعد دل میں سلطان حقیقت کا قرار پکڑنا ہے۔

فرق اوّل[383]، افعال کی رؤیت ہے

جمع[384]، صفات کی رؤیت ہے

جمع الجمع[385]، ذات کی رؤیت ہے

فرق ثانی[386]، صحو[387] بعد المحو ہے اور صحو محو[388] کی ضد ہے

محو، سکر[389] ہے۔ اور سکر کے مقام تین ہیں: حیرت[390]، ولہ[391] اور دلّہ[392] جو سکر و صحو کے درمیان برزخ ہے

فنا[393]، حاجبہ[394] اخلاق کا زوال ہے

بقا[395]، شفّاف وصاف اخلاق کا قایم رہنا ہے۔

غیبت[396]، احوال دنیا کی فراموشی۔

حضور[397]، احوال عقبیٰ کا شہود۔

ذوق[۳۹۸] 'وجدانی لذّت کی ابتدا

شرب[۳۹۹] 'اس لذّت کا درمیان

روی[۴۰۰] 'اس لذّت کی انتہا۔ پس سکر میں چکھنے والا قلیل العطش ہے اور سکر و مستی کا پینے والا کثیر العطش۔

ریّان[۴۰۱] 'صاحب صحو ہوتا ہے

محق[۴۰۲] ' محو کے مشابہ ہے لیکن محق' محو سے زیادہ قوی ہے اور سحق[۴۰۳]' محق کے مشابہ ہے لیکن محق سے قوی تر۔

تجلّی[۴۰۴] 'ذات اور صفات اور افعال کا ظہور ہے

ستر[۴۰۵] 'حجاب کو ہٹا دینا ہے کہ جل نہ جائے

مکاشفہ[۴۰۶] 'باریک حجاب سے پرے غیب کی رؤیت

مشاہدہ[۴۰۷] 'باریک حجاب کے مٹنے کے بعد غیب کی رؤیت

معاینہ[۴۰۸] 'حجاب کے کامل طور پر صاف ہو جانے پر غیب کی رؤیت۔ پس مکاشف کو افعال کی تجلّی' مشاہدہ کو صفات کی تجلّی اور معاین کو ذات کی تجلّی ہوتی ہے۔

سر سرّ[۴۰۹] ' وہ ہے جس پر مطلع نہ ہو کوئی سوای حق تعالیٰ کے۔

تلوین[۴۱۰] 'ایک حال سے دوسرے حال پر ارتقا۔

تمکین[۴۱۱] 'وصول مقصود کے مقام پر قرار کرنا۔ اور جب تک سیر میں ہے صاحب تلوین ہے اور جب مقصد کو پا چکا تو صاحب تمکین

بن جاتا ہے۔ پس لازماً تلوین ارباب احوال کی صفت ہے' اور تمکین' ارباب حقایق کی صفت۔

☆☆☆

مقیّد خیال میں جو کچھ دیکھا جاتا ہے وہ عالم ملکوت سے ہر کسی کے دماغ کے نصیب میں ہوتا ہے اور اس کا اکثر حصّہ تعبیر کا محتاج۔ جیسے کہ **بادشاہ مصر** کا خواب۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: **اِنِّی اَریٰ سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ یَاْ کُلُھُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ**[۴۱۲]"

یا بعض دیکھے ہوئے حصّے تعبیر کے محتاج ہوتے ہیں جیسے کہ خواب **یوسف** کا صلوات اللہ علیہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "**اِنِّی رَأیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأیْتُھُمْ لِی سَاجِدِیْنَ**[۴۱۳]" پس گیارہ ستارے کی تأویل گیارہ بھائی اور چاند اور سورج ماں باپ کی تاویل تھی۔ سجدہ تاویل کا محتاج نہیں تھا۔

ایک اور تاویل سے سورج اور چاند' روح اور طبعیت ہے اور ستارے' روحانی اور طبیعی قوّتیں۔ اور **یوسف** جمع جمال وکمال وبجوداحدیّت کی صورت ہے۔ روحانی اور طبیعی قوّتیں انسانی ربوبیّت کے زمرے کے تحت آتی ہیں جو **احسن تقویم**[۴۱۴] سے موصوف ہے۔

بعض انبیاء کے لئے ساری وحی خواب میں تھی اور بعضوں کے

لئے کبھی بیداری میں اور کبھی خواب میں جیسے کہ ابراہیم ؑ کے لئے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اِنِّی اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّی اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَا ذَا تَرٰی ' قَالَ یٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِی اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰابِرِیْنَ" [۳۱۵]

اور رؤیا[۳۱۶] کبھی اضغاث احلام[۳۱۷] ہوتے ہیں۔ اگر واقعہ[۳۱۸] میں کوئی ایسی چیز دیکھے جو حس میں بھی نظر آئے تو اسے کشف صوری کہتے ہیں اور اس کی صورت ایسی ہوتی ہے کہ جب روحوں میں سے کسی روح پر فیض ربانی نازل ہوتا ہے تو اس فیض کے اثر کا عکس اس کے دیکھنے والے کی روح پر بھی رہتا ہے اور اس عکس کا عکس قوّت خیال میں' جو دماغ میں ہے پہنچ جاتا ہے اور حس مشترک میں صورت پذیر ہو جاتا ہے۔ لازمی طور پر اس خواب کی صورت' عالم حس میں' وہی ظاہر ہو جاتی ہے جو خواب میں دیکھی تھی اس لئے کہ عکس اصل کے عین مطابق کا عکس ہوتا ہے۔

ابراہیم علیہ السّلام کا خواب ایک طرح سے ایسا ہی تھا یعنی اس کی تصدیق کہ انبیاء کی نیند وحی ہوتی ہے اور یہ حدیث ہے اور ایک طرح سے تاویل کی قسم کی کیونکہ اللہ کے نزدیک "ذبح عظیم" تھا ولد کی صورت میں' اس لئے حس ذبح کی تصویر بن گئی اور خیال' ولد کی تصویر۔ اور اگر مینڈھے کو خواب میں دیکھتے تو اسی سے تعبیر کرتے یا کسی اور چیز سے۔

بقی بن مخلّد[۳۱۹]' جو محدّث ہے' نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مصطفیٰ

ﷺ نے آپ کو دودھ پلایا اور جب جاگا تو بہت سخت قے کی اس لئے کہ حضرت مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے: "مَنْ رَآنِی فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِی فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ فِی صُوْرَتِیْ" حالانکہ دودھ علم کی صورت ہے لیکن اس کے اعتقاد کے بموجب دودھ باہر آ گیا اور علم کی اس مقدار سے' جو دودھ کی صورت میں اُسے دیا' محروم رہا۔

پس لازماً جو صورت نظر آ جائے چاہے کہ اس صورت سے معنی کی طرف جائے اور احسن الوجوہ سے تعبیر کرے کتے کو اپنا دشمن جانے' دشمن کو دشمن' شریف کو ایک بزرگوار آدمی' سمندر کو سلطان' میوہ دار درخت کو نفع بخش آدمی' بے میوہ درخت کو غیر نفع بخش آدمی' غذا کو رزق اور فائدہ' چاندی کو صدق' سونے کو اخلاص اور نجاست اور بوڑھی عورت کو دنیا سمجھے۔

اور اگر دیکھے کہ گدھے پر سوار ہوا تو یہ مغلوب شہوت ہونے کی علامت ہے اور اگر دیکھے کہ مادہ خچر پر سوار ہے تو یہ نفس کے مقہور ہو جانے کی علامت ہے۔ اور اگر دیکھے کہ اس کے نیچے مر گیا تو یہ اس بوجھ سے مقہور ہو جانے کی علامت ہے۔ اور اگر دیکھے کہ گھوڑے پر سوار ہوا تو یہ سیر قلب کی نشانی ہے اور اگر اونٹ پر سوار ہوا تو یہ شوق کے ساتھ سیر کرنے کی نشانی ہے اور اگر دیکھے کہ اڑ رہا ہے تو یہ ہمّت کے زندہ ہونے کی نشانی ہے اور اگر دیکھے کہ سمندر میں جہاز بیٹھ گیا تو سمندر طریقت ہے اور جہاز شریعت۔

اور کبھی ہوتا ہے کہ سورج' روح اور قلب' اور چاند' وجود ہوتا ہے۔

کبھی ہوتا ہے کہ سورج' روح اور چاند' قلب ہوتا ہے اور زہرہ[۲۱] طرب ونشاط الٰہی ہوتا ہے اور عطارد[۲۲] علم۔ اور وسیع سمندر جن میں سورج غرق ہوں اور روشنیاں اور نورانی اشیاء یہ سب معارف الٰہی ہیں۔ اور سورج کے احاطے میں آنا عالم قلب میں داخل ہو جانا ہے اور بارش' زمین قلب کے احیاء کے لئے رحمت کا نزول ہے۔

اور اگر کسی وسیع فضا کو دیکھے اور اس فضا کے اوپر صاف ہوا اور نگاہ کی آخری حد پر رنگوں کو دیکھے جیسے سبز' لاجوردی' سرخ اور زرد' تو یہ ترقی کی علامت ہے اس ہوا سے ان رنگوں تک جو احوال کے رنگ ہیں۔ پس سبز رنگ روح کی زندگی کی نشانی ہے اور آگ کا صاف رنگ قلب وحیات و ہمت کی علامت ہے۔ اور نیلا رنگ حیات نفس کی نشانی ہے اور زرد رنگ ضعف باطن کی علامت ہے اور سیاہ رنگ نفس و شیطان کے ساتھ شدت مجاہدہ کی نشانی ہے۔

ایسے ہی ہیں نباتات کے رنگ جیسے سبزی' سرخی' نیلا' زردی اور سیاہی۔ اگر سب رنگ متحد ہو جائیں تو یہ استقامت اور باطنی اطمینان کی نشانی ہے اور اگر جمع ہوں اور ایک دوسرے کے ساتھ ایک حالت میں ملے ہوئے' تو یہ تلوین کی نشانی ہے اور آخری رنگ جو باقی رہے گا سبز ہوگا۔ ان رنگوں کے ظاہر ہو جانے سے لوائح[۲۳]' لوامع[۲۴] اور طوامع[۲۵] وغیرہ پیدا ہوتے ہیں تاکہ ان کے وسیلے سے تمکین کے مقام پر پہنچ جائے۔ اور سبز رنگ کبھی حق

تعالیٰ کے نور کے غلبہ سے صاف ہو جاتا ہے اور کبھی گدلا' وجود کی ظلمتوں کے غلبہ سے۔

حضور مصطفیٰ ﷺ کی علامت یہ ہے کہ بلا اختیار زبان پر درود جاری ہو جائے۔ اور اگر دیکھے کہ ھوّیت[۴۲۶] اس پر عاشق ہے تو یہ محبوبی کی علامت ہے اور اگر حق تعالیٰ کو دیکھے ناقص مثالیہ صورت میں' تو شرع میں معتبر عقلی دلیل سے اسے ردّ کیا جاتا ہے۔ اور یہ دیکھنے والے کے حال کے مطابق تأویل کا محتاج ہے یا خواب کی جگہ کے مطابق یا اس کے شرف یا خواب کے وقت یا شریعت کے دلائل کے مطابق جنہیں وہ ردّ نہ کرتی ہو جیسے مرض و قرض۔ کامل کے لئے تعبیر کی حاجت نہیں۔

اور یہ تأویلات مقام نبوّت کا ادب کرنے کی رعایت کے لئے ہیں ورنہ مقام تحقیق کی نسبت ولایت سب اُسی کی ذات ہے جس نے وجود یہ مراتب میں ظہور کیا ہوا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"هُوَ الْاَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْئٍ عَلِيمٌ"[۴۲۷]

اور جان لو کہ سیر کرنے والے کے حال کی ابتدا موجودات کے اسرار کی اطلاع کے بارے میں **خواب**[۴۲۸] ہیں۔ اس کے بعد **واقعہ**[۴۲۹]' جو خواب اور بیداری کے درمیان کی چیز ہے۔ اور اس کے بعد **حالت**[۴۳۰]' اس کے بعد **وجدان**[۴۳۱] کا غلبہ' اس کے بعد قدرت کا **مشاہدہ**[۴۳۲] اور اس کے بعد **تکوین**[۴۳۳] کے نام سے **اتصاف**[۴۳۴]۔

اور سیر کرنے والے کے وجدانیات کی کوئی حد نہیں اگرچہ وہ ایسے مقام پر پہنچے جہاں اُسے کہا جائے کہ ''ٹھہر'' البتہ نہ حرف وصوت کے طریقے سے بلکہ وصل وفصل کے طریقے سے یعنی حضرت وحدانیت سے وصل اور احکام بشریت سے فصل۔ اور یہ معنی بشری زبان کی توصیف سے بیان نہیں ہوسکتا۔

البتہ اس کی بعض صورتیں یہ ہیں کہ موجودات کبھی رونے میں اس کا ساتھ دیتی ہیں، کبھی حیرانگی میں، کبھی غم واندوہ میں اور کبھی ہر ایک سے باتیں سنتا ہے اور کبھی ہمّت وغیرت کی زیادتی سے نشانیاں اس میں داخل ہوجاتی ہیں یا وہ نشانیوں میں داخل ہوجاتا ہے اور کبھی زمین کے ساکنین فرشتے اس پر حملہ کرتے ہیں لیکن صدق واخلاص کے قلعہ میں رہ کر محفوظ ہوجاتا ہے اور وہ اس پر فتحیاب نہیں ہو پاتے۔ پس ہر بالغ عاقل کو اس سعادت کو قبول کرنے کے لئے مستعد رہنا چاہئے کہ وہ تزکیۂ نفس کے لئے کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا'' [۲۳۵]

بعض حکماء اور علماء نے کہا ہے کہ جسم لطیف ہے۔ بعضوں کا کہنا ہے کہ سفلی ملکوت میں سے ایک مخلوق ہے جیسے شیاطین جن کی طبعیت بھی اباواستکبار کی متقاضی ہے نفس کی طبعیت کی طرح۔ شرع میں آیا ہے کہ:
''اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَمَّا خَلَقَ النَّفْسَ قَالَ لَھَا اَقْبِلِی، فَاَدْبَرَتْ وَقَالَ

لہا ادبری فاقبلت"[۴۳۷]

پس نفس عقل کی ضد ہے کہ بدی کا داعی ہے جیسے کہ عقل اور روح ملکوت علوی کے مخلوق ہیں کہ نیکی کے داعی ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ نفس چار ہیں اور بعضوں نے تین کہا ہے اور بعض دو کہتے ہیں لیکن صحیح یہی ہے کہ نفس ایک ہے اور نفس پر بہت سے ناموں کا اطلاق مختلف منازل پر اس کے صفات کی کثرت کے بموجب ہوتا ہے۔

☆☆☆

جان لو کہ حق تعالیٰ نے عدم سے جس پہلے موجود کو لایا وہ تخلیق تھی جسے اپنی الٰہیہ صورت یعنی ذات وصفات وافعال میں ظاہر کیا اور اس کا نام **انسان** رکھا۔ انسیّت کے واسطہ اور جنسیّت کے رابطہ اور اپنے ظاہر و باطن کے بموجب اُسے ایک ظاہر بھی بخشا اور ایک باطن بھی تاکہ مراتب وجود میں تصرف پائے۔ اس کا باطن **روح اعظم** ہے اور اس روح اعظم[۴۳۸] میں جوہریّت اور نورانیت ہے۔ اس لئے جوہریّت کی نسبت سے اس کا نام **نفس واحدہ** پڑ گیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: "**خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ**"[۴۳۹] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "**اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلُ**"[۴۴۰] اور نورانیت کی وجہ سے اس کا نام عقل ہوا[۴۴۱]۔ اور یہ عقل اس کی وزیر ہے اور

ترجمان، اور نفس اس کا خزانہ دار اور وکیل ہے اور طبعیت اُس کے کُل طبعی قویٰ کی سردار ہے۔ اُس کا ظاہر صورت عالم ہے عرش سے فرش تک اور جو کچھ ان دونوں کے بیچ میں ہے مفردات و مرکبّات کی صورت میں۔ اور جس تخلیق کا ذکر کیا گیا وہ ہے **انسان کبیر**، جسے **عالم کبیر** کہتے ہیں۔

البتہ **انسان صغیر**، جو عالم صغیر ہے، سے نوع بشر مراد ہے جو زمین پر خلیفہ ہے۔ انسان صغیر کا بھی ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ اس کا ظاہر اس کا منتخب نتیجہ ہے انسان کبیر کے ظاہر کا، جیسے والد سے ولد۔ اور اس کا باطن جزوی روح، جزوی عقل، جزوی نفس اور جزوی طبیعت ہے۔

اور پہلا وہ شخص جس میں روح نے ظہور کیا آدم علیہ السلام اور پہلا وہ شخص جس میں نفس پیدا ہوا حوّا تھی علیہا الرحمۃ۔

جسم کے ساتھ روح کا تعلق ہونے سے **نفس** اور **قلب** پیدا ہوئے۔ اور یہ قلب روح اور نفس کے بیچ میں برزخ ہے اور یہی وجہ ہے کہ نفس کو اور قلب کو روح کہتے ہیں اور برعکس بھی کہتے ہیں جیسے کہ روح کو عقل کہتے ہیں عقل[۲۴۲] کے بہت نام ہیں۔ اور ان ناموں میں سے ایک نام ہے **قلم** کیونکہ عقل کلّ[۲۴۳]، عین جمع ذات سے اور تفصیل صفات کے مقام سے، جو نفس کلّی[۲۴۴] ہے، کلمات الٰہیہ کا اخراج کرتی ہے۔ اور **لوح محفوظ** یہی نفس کلّی ہے۔ اور جس طرح سے روح کو نورانیت ہے جسے **عقل اوّل**[۲۴۵] کہتے ہیں، اسی طرح نفس کو بھی نورانیت ہے جسے عقل ثانی کہتے ہین۔ لیکن عقل اوّل

قلب کو روح کی طرف ہدایت کرتی ہے اور قدسی حدود میں بلاتی ہے۔ پس ہدایت و دعوت کے سبب عقل اوّل مقرّب فرشتہ ہے۔

اور **عقل ثانی** نفس کو خواہشات کی طرف کھینچتی ہے۔ پس اس نفی کی کشش کی وجہ سے عقل ثانی شیطان بن گئی اور دنیا کی داعی۔ اور نفس اور طبیعت اس کے معاون، اور قلب و نفس کے درمیان برزخ بن گئے۔ نفس کا وہ رُخ جو قلب کی طرف متوجہ ہوتا ہے اسے سینہ کہتے ہیں اور یہ سینہ ہی ہے جو مذموم خاطرات کا خطرے کا مقام ہے۔

خاطرات کی پانچ قسمیں ہیں:

خاطر حقانی 'غلبہ کے ساتھ

قلبی 'سلامتی کے ساتھ

ملکی 'آرام و سکون کے ہمراہ جو محمود ہے

نفسانی 'خواہشات کے ہمراہ

اور '**شیطانی** 'گمراہی کے ساتھ جو مذموم ہے

البتہ شیطانی خاطر کا صاحب فن ہونا مشکل ہے۔ چنانچہ **شیخ ولی تراش**[۴۴۶] قدس اللہ سرہ نے **فوائح الجمال** میں بیان کیا ہے کہ ایک وقت میں نے خلوت اختیار کی تھی۔ شیطان نے بڑے حیلے کئے اور میں نے ان کو ٹھکرا دیا۔ لیکن آخر میرے خاطر میں آیا کہ ایک کتاب لکھوں جس کا نام "حیل المرید علی المرید" ہوگا۔ لیکن اس بارے میں مجھے مرشد سے

مشورہ کرنا ہوگا۔ جب میں نے غیب میں مرشد سے مشورہ کیا تو ان کا کلام سنا کہ کہا: اس خاطر (خیال) سے خدا تجھے محفوظ رکھے کہ یہ شیطانی خیال ہے اور تو نے خیال کیا کہ وہ خود کو مرید کے لفظ سے گالی نہیں دے گا۔ پس متنبہ ہوا اور اس تصنیف کا خیال چھوڑ دیا۔

نفسانی خاطر (خیال) واحد ذوفنّ ہے کیونکہ نفس ایک لڑکے کی مانند ہے اور شیطان عاقل بالغ کی مانند جو اس کا دشمن ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ ہر بدی جسے بندہ خیال میں لاتا ہے اس کے لئے وہ ماٴخوذ ہے سختی سے اُس کی طرف رغبت رکھنے کی وجہ سے' گو کہ اس بدی پر عمل نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "**وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْکُمْ بِهِ اللّٰهُ**" [۴۴۷]

بعضوں کا کہنا ہے کہ عمل کرنے کے بغیر ماٴخوذ نہیں ہوگا۔

رسول اللہ نے فرمایا ﷺ: "**عُفِیَ عَنْ اُمَّتِی مَا حَدَّثَتْ بِهَا اَنْفُسَهَا۔**" [۴۴۸]

لیکن ذاکر سالک کے لئے' جو کچھ بھی اس کے دل میں گذرے جو غیر اللہ ہو' اس کی نفی سالک پر واجب ہے۔ اور اگر قصداً اور اعضا کی مساعی اور عزم کے ساتھ عمل ظاہر کرے تو ماخوذ ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: "**لَهَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْهَا مَا اکْتَسَبَتْ۔**" [۴۴۹] اور ان موقعوں پر جب بھی توبہ کرے تو معاف کر دیا جائے گا۔ فرمایا نبی ﷺ نے: "**اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ**" [۴۵۰]

اور مخلص تائب کے مقابلے میں خالص متقی کی افضلیت کے بارے میں اختلاف ہے اور اس حدیث سے جس کا ذکر ہوا' استدلال کیا جا سکتا ہے کہ متقی اور تائب برابر ہیں۔

طبیعت نفس اور جسم کے درمیان برزخ[۴۵۱] ہے اور نفس اور جسم کے تعلق کا رابطہ۔ اور طبیعت کے دو رُخ ہیں۔ پہلا رُخ جو صاف ہوتا ہے نفس کی طرف ہوتا ہے۔ اسی لئے نفس کی صورت' جس کا آئینہ صفات نفس ہیں' اس کے صاف رُخ میں نظر آتی ہے۔ یہ صاف رُخ حیوانی رُوح ہے جس سے تمام حیوانات کی رُوح استمداد طلب کرتی ہے۔

اور دوسرا رُخ جو تاریک ہوتا ہے جسم کی طرف ہوتا ہے اور اس کا یہ تاریک رُخ روح طبیعی[۴۵۲] ہے۔ سبھی علوی اور سفلی اجسام اس سے فیض پاتے ہیں اور اس کے ان دونوں رُخ کے درمیان روح نباتی[۴۵۳] برزخ ہوتا ہے جس سے تمام نباتات کی ارواح استفادہ کرتی ہیں۔ رُوح حیوانی[۴۵۴] کو اوصاف نفس کے ساتھ متصف ہونے اور نفس کے ساتھ اس کا ملاپ ہونے کی وجہ سے نفس کہتے ہیں۔

اور یہ نفس[۴۵۵] ہی ہے جو شریعت میں مذموم ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے "**اَعْدَاءُ عَدُوِّکَ نَفْسَکَ الَّتِی بَیْنَ جَنْبَیْکَ۔**"[۴۵۶] اور نفس ناطقہ رُوح مقدس ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔**[۴۵۸]

اور ہر نفس میں جزوی انسانی نفوس میں سے کلّی حقایق کا کچھ حصّہ موجود ہوتا ہے جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے۔ اور وہ منکشف نہیں ہوتا سوائے بشریّت کے پردوں سے تجرّد[۴۵۹] اختیار کرنے کے۔ چنانچہ ان میں سے بعض مُغیبات[۴۶۰] خواب میں ظاہر ہوتے ہیں کیونکہ خواب بھی ایک قسم کا تجرّد ہے۔

اب جب کہ وجود نفس کا بیان ہو چکا اور اس کی ہر ایک در پردہ صفت کی تفصیل پیش کی گئی، تو اب شیطان اور اس کی مذموم صفات کا بھی بیان کیا جانا چاہئے۔

اب جان لو کہ شیطان[۴۶۱] ایک سیاہ آگ ہے اور ایک بے شرم دشمن۔ اس کا وجود ظلمات کفر کی آمیزش ہے۔ اس کی ہیئت عظیم ہیبت ناک ہے بدکار چھلاؤں کی مانند، اگر چہ کبھی کبھی بدلی ہوئی صورتوں میں ہوتا ہے۔ وجود کی مدد نفس سے ہے اور نفس کی مدد شیطان سے، اور ان تینوں کی مدد غذا کی کثرت سے ہے۔ اسی لئے شیطان نے کہا ہے: ''ہر وہ جو سیر ہو کر نماز میں آتا ہے میں اس سے بغل گیر ہوتا ہوں۔ اور اگر بھوکا آدمی سویا ہو میں اس سے بھاگ جاتا ہوں۔'' اور یہ بات نزدیک ہے اس حدیث سے کہ فرمایا رسول اللہ نے ﷺ: **''ما ملئ وعاء شرا من بطن آدمی''**[۴۶۲]

اور طبیعی قواء جو جگر میں ودیعت ہیں وہ شیطان کی لشکر کی غذا کی تدبیر کے لئے ہیں۔ پس اگر غذا کا وافر حصّہ پائے تو شدید ظلمتیں دل پر

غالب آ جاتی ہیں اور نیند، سستی اور کدورت پیدا ہوتی ہے۔ اور اگر نہ پائے تو ظلمتیں کم ہو جاتی ہیں یا آتی ہی نہیں۔ لازماً طبیعی قواء غذا کو ہضم کرنے میں دوسرے قواء کی ناگواری غذا کے محتاج نہیں، پس صحیح فکر کرنے میں مانع نہیں آتے اور مدرکات میں تصرّف پانے سے عقل عاجز نہیں آتی۔ اور اہل غذا نباتاتی مرتبہ اور حیوان کے شہوانی رتبہ سے آزاد ہو جاتے ہیں اور "**اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ**"[۴۶۳] کی آیت سے باہر اور "**ذَرْهُمْ یَاْکُلُوْا وَیَتَمَتَّعُوْا وَیُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ**"[۴۶۴] کی آیت کی تہدید سے خارج ہوتے ہیں۔

مشاہدہ کی حالت میں وجود، نفس اور شیطان کے درمیان فرق یہ ہے کہ وجود شدید ظلمتوں کی صورت میں نظر آتا ہے سلوک کی ابتداء میں۔ اور جب تھوڑا صاف ہو جاتا ہے تو کالے بادل کی شکل میں دکھائی دیتا ہے۔ اور اگر شیطان کی سلطنت کا تخت دکھائی دے تو سرخ بادل کی صورت میں نظر آئے گا۔ اور جب لذّتیں کامل طور پر فانی ہو جائیں گی اور صفا کمال پائے گا تو لازماً وجود سفید بادل کی مانند دکھائی دے گا اور اس صفت سے کشف بصیرت کا آغاز ہوگا۔

اور اگر نفس منکشف ہو جائے تو آسمان کے رنگ پر لاجوردی دکھائی دیتا ہے اور یہ چشمے سے پانی کی طرح اُبلتا ہوگا۔

اور جب ذکر کا نور نفس امّارہ[۴۶۵] میں چمکتا ہے تو یہ اندھیرے گھر میں

جلتے چراغ کی شکل میں نظر آتا ہے اور لوامہ[۳۶۶] بن جاتا ہے اور خانۂ وجود کو' نجاست اور کتے' اور سوئر اور چیتے' اور بندر اور گدھے اور گائے بیل اور ہاتھی وغیرہ جیسے مذمومات سے' حق اور دایم ذکر کی مدد سے پاک کر دیتا ہے۔

اور انکشاف کی حالت میں **نفس امّارہ** کی نشانی یہ ہے کہ چہرے کے سامنے ایک بڑا کالا دائرہ دکھائی دیتا ہے اور پھر غائب ہو جاتا ہے اور پھر نمودار ہو جاتا ہے اس بادل کی طرح جس کے کناروں پر تھوڑی سی کشادگی ہوتی ہے اور ہلال کی طرح دکھائی دیتا ہے جس کا ایک طرف بادل کے بیچ میں ہوتا ہے اور اس کے بعد ہلال نمودار ہوتا ہے اور روشنی کے بعد سرخ آفتاب کی طرح دکھائی دیتا ہے دائیں رخسار سے اور کبھی پیشانی کے سامنے سے اور کبھی سر کے اوپر سے۔ اور یہ عقل کا نفس لوامہ ہے۔

اور **نفس مطمئنہ**[۳۶۷] کی نشانی یہ ہے کہ ایک بڑی آنکھ کے دائرے کی طرح چہرے کے سامنے آجاتا ہے۔ اور اس سے نور برستا ہے اور ایک عرصے کے بعد رفتہ رفتہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ دائرہ سیار[۳۶۸] چہرہ ہے' اور چہرہ بھی اس میں مٹ جاتا ہے اور اس کے بعد سیار چہرہ ہی نفس مطمئنہ ہوتا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اسے بے انتہا دور دیکھتا ہے چنانچہ اس کے اور نفس مطمئنہ کے دائرے کے درمیان ایک ہزار ناری منزلیں ہوتی ہیں کہ اگر ان منزلوں میں سے ایک نقطے کے بھی قریب جائے تو جل جائے گا۔

☆☆☆

جان لو کہ سیّار وجود میں سیر کی انتہا میں دائرے ظاہر ہوتے ہیں جیسے کہ نوری دائرے دو آنکھوں کے اور نورِ حق کا ایک دائرہ دو ابروؤں کے درمیان۔ اور اس دائرے میں نقطہ نہیں ہوتا بخلاف آنکھوں کے دائروں کے جن کے بیچ میں نقطہ ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دایرہ نقطے میں مٹ جاتا ہے۔

روح کا دایرہ ناک کے سامنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور زبان کا نور مدوّر (گول) نہیں ہوتا بلکہ محض ایک ٹیلے کی مانند ہوتا ہے۔ کانوں کے دو نوری نقطے ہوتے ہیں جو آنکھوں کے دائروں کے طرف ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اور سیار وجود کے عجائبات کا شمار کرنا ممکن نہیں۔ واللہ اعلم!

اور شیطان کبھی دراز قد حبشی کی صورت میں حقیقت کے سامنے ظاہر ہو جاتا ہے ایک ہیبت ناک شکل میں اور سالک کے وجود میں داخل ہونے کی تاک میں رہتا ہے۔ پس سالک کو اپنے دل میں کہنا چاہئے: "یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ اَغِثْنِی"[۲۶۹] تاکہ وہ بھاگ جائے

ای دوست! جان لو کہ انسان شیطان کو دیکھتا رہتا ہے اور شیطان انسان کو۔ انسان کے کپڑے شیطان کے کپڑے کے ساتھ سلے ہوئے ہیں اور اگر انسان اپنے کپڑوں کو شیطان کے کپڑوں سے الگ کر دے تو شیطان کی آنکھیں اندھی ہو جائیں گی، وہ ننگا ہو کے رہے گا اور کپڑوں کے بغیر ہو جائے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "اَلْاِنْسَانُ عُرْیَانٌ وَلِبَاسُهُ

التقویٰ "۲۶۶

لیکن انسان کے پیچھے پڑتا ہے کہ اپنے مقام کو جانتا ہے اور انسان کو گمراہیوں میں دھکیلنے پر تلا رہتا ہے اور کبھی انسان کے ساتھ کھیلتا ہے۔ اس کے ساتھ مصافحہ اور مقابلہ کرتا ہے تا کہ لعنتی بن جائے۔ لیکن اسے اس کے ساتھ کھیلنا نہیں چاہئے اُسے چومنا نہیں چاہئے اور اُس کے ساتھ معارضہ نہیں کرنا چاہئے اور اس کے ساتھ باتیں نہیں کرنی چاہئے جن سے اسے قوّت ملے اور کام دراز ہو جائے بلکہ حق تعالیٰ سے فریاد کرتا رہے ہمیشہ کیونکہ توکلّ کے ساتھ "**یا غیاث المستغیثین اغثنی**" کہنے سے وہ بھاگ جائے گا اور قطع تعلق ہوگا۔

اور ذکر کی آگ اور شیطان کی آگ میں یہ فرق ہے کہ ذکر کی آگ صاف ہوتی ہے اور تیز رو اور جلدی سے اوپر چڑھتی ہے اور وجود کو حلم، وقار اور قلب کی کشادگی حاصل ہوتی ہے۔ شیطان کی آگ سیاہ، دھواں دار اور تاریکی سے آمیختہ ہوتی ہے اور آہستہ رو اور اس سے وجود میں بوجھ، تنگی اور شکستگی پیدا ہو جاتی ہے۔

بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت آدم اور حوا علیہما السلام جنّت سے دنیا میں آئے، ابلیس لعین نے چھپائے ہوئے شیطان کو حضرت امّ **البشر**[۲۶۷] کے پاس اس حال میں پیش کیا جب **ابو البشر**[۲۶۸] ان کے پاس حاضر نہ تھے اور التماس کیا کہ "میرے اس بیٹے کو اپنی حفاظت میں

رکھیں'' اور خود چلا گیا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام آ گئے تو حوّا سے پوچھا: ''یہ کون ہے؟'' انہوں نے جواب دیا کہ: ''ابلیس علیہ اللعنۃ کا بیٹا ہے'' آدمؑ نے کہا: ''تو نے کیوں اسے اپنے پاس رکھ لیا؟ یہ تو ہمارا دشمن ہے''

آدمؑ نے خنّاس علیہ اللعنۃ کے چار ٹکڑے کر ڈالے اور چار پہاڑوں کی چوٹیوں پر ڈال دیے اور جب حوّاؑ سے غایب تھے تو ابلیس حاضر ہو گیا اور خنّاس فی الفور ظاہر ہوا اسی پہلی ہیئت میں۔ اور ابلیس چلا گیا۔ آدمؑ آ گئے اور پوچھا: ''یہ کیا؟'' حوّاؑ نے صورت حال بیان کی۔ آدمؑ نے خنّاس کو مار ڈالا اور پھر جلا دیا اور بہتے پانی میں اس کی راکھ بہادی۔ اور جب آدمؑ حوّاؑ کے پاس نہ تھے تو ابلیس پھر آ گیا اور خنّاس کے بارے میں پوچھا اور حوّاؑ نے جو کچھ دیکھا تھا جواب میں کہہ دیا۔ ابلیس نے آواز دی: ''اے خنّاس!'' اور خنّاس فوراً حاضر ہو گیا اور ابلیس چلا گیا۔

اور آدم حسب معمول لوٹ آئے اور پوچھا کہ: ''یہ کیا عجیب واقعہ ہو رہا ہے؟'' حوّاؑ نے ناچار یہ عجیب واقعہ بیان کیا اور آدمؑ کی غیرت میں اضافہ ہوا۔ تب آپ نے خنّاس کو مار ڈالا' پکایا' کھایا اور چل دیے۔ اس کے بعد ابلیس آ گیا اور خنّاس کے بارے میں پوچھا۔ حوّاؑ نے جواب دیا اور ابلیس نے آواز دی کہ: ''اے خنّاس!'' خنّاس نے ناچار آدمؑ کے سینے سے آواز دی: ''لبیک علیہ اللعنۃ'' ابلیس نے کہا: ''بیٹے! بزرگوار جگہ پائی تو نے۔ اب وہاں سے ہرگز نہ نکلنا کہ اس مکر سے میرا مقصد یہی تھا۔''

پس بیشک خنّاس ایک وہ دیو ہے جو ہمیشہ فرزندان آدم کے اندر رہتا ہے اور دفع نہیں ہوگا سوائے ذکر کرنے اور پناہ مانگنے کے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ...... صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ''[۶] اور فرمایا نبی نے ﷺ: ''اِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَنْفَعُ خُرْطُوْمَهٗ عَلَى الْقَلْبِ ابْنِ آدَمَ اِنْ ذَكَرَ اللّٰهَ خَنَسَ وَاِنْ غَفَلَ اِلْتَقَمَ قَلْبَهٗ۔''[۷]

اب جان لو کہ کلّی وجود میں شیاطین ہوتے ہیں اور پہلا مطلق شیطان ہے جو جلال مطلق کا مظہر ہے اور دوسرا شیطان مقیّد ہے جو مضل نام کا مظہر ہے اور اس کا نام ہے ابلیس اور سارے مضل[۸] شیاطین اس کی اولاد ہیں۔

بیان کیا گیا ہے کہ ہر روز وہ ایک ہزار شکم لے کر آتا ہے اور ہر شکم میں ایک ہزار فرزند ہوتے ہیں۔ اُس کے بیاہ کی کیفیت یہ ہے کہ اپنی شرمگاہ کو اپنے مقعد مین استعمال میں لاتا ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ اس کی ایک ران میں عضو تناسل ہے اور دوسری ران میں عورت کا اندام نہانی جسے وہ استعمال کرتا ہے اور دوسری روایت مین آیا ہے کہ زمین میں وہ انڈے دیتا ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ زمین اور آسمان کے درمیان ایک تخت رکھا ہے اور ابلیس اس تخت پر بیٹھا ہوا ہے۔ ہر صبح اپنی اولاد کو لوگوں مین بھیج دیتا ہے کہ وہ گناہوں پر ان کو اُکسائیں۔ اور جب رات ہو جاتی ہے تو وہ اس کے پاس لوٹ آتے ہیں

اور وہ ہر ایک سے پوچھتا ہے کہ کس کو کس گناہ پر ڈال دیا؟ اچانک ایک کہتا ہے کہ فلاں کو دینی علم کی تحصیل اور کسب معرفت الٰہی سے روک دیا۔ تو اس کو گلے لگاتا ہے اور اس کے کام کو دوسروں کے کام سے زیادہ بارونق بناتا ہے اور تیسرا اجزوی شیطان ہے جس کا ذکر ہو چکا۔

اور جان لو کہ ہر وہ باطنی روشنی اور آگ جو سفلی دنیا کی طرف لے جائے شیطان ہے۔ پس نفسانی آرزوئیں اور خشم و غضب شیطانی اعمال ہیں کیونکہ آرزوئیں، تمنائیں اور خشم، طبیعی آگ کے شعلوں کا نتیجہ ہیں۔

تا کنی یک آرزوی خود تمام ، درتو صد ابلیس زاید والسلام[۴۷۹]

جب ذکر کے دوام سے شیطان کی سلطنت مٹ جاتی ہے تو ذکر کے نور کی آگ وجود کے گھر کو لگ جاتی ہے اور انا و لا غیری کی کیفیت ہو جاتی ہے۔ پس اگر گھر میں ھیزم ہو تو وہ جل جاتی ہے اور آگ ہو جاتی ہے اور ظلمت ہو تو روشنی ہو جاتی ہے اور نور ہو جاتی ہے، روشنی ہو تو نور علیٰ نور ہو جاتا ہے اور ساری باطل اشیاء مٹ جاتی ہیں۔ کیونکہ ذکر حق ہے اور صفت حق ہے پس حظوظ کی حقیقت اور حقوق کو باقی رکھنے والی بن جاتی ہے۔ اور یہ حظوظ زاید اجزا ہیں جو اسراف سے حاصل ہوئے ہیں اس لئے لازمی طور پر ذکر کی آگ اس حاصل کو جلا دیتی ہے۔

اسی طرح وہ اجزا جو حرام لقموں سے وجود میں آتے ہیں سلطان

ذکر اُن کے وجود کو مٹا دیتا ہے اور ذاکر و مذکور دل کے گھر میں ہمنشین بن جاتے ہیں کہ : "اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِی۔"[۳۸۰]

لازماً تزکیۂ نفس کے نتیجے میں، اخلاق مذموم کی بدیوں سے فرار کی راہ اختیار کرنے سے تصفیۂ قلب واجب ہو جاتا ہے۔ اور **قلب صُوری** صنوبری شکل کا ایک گوشت پارہ ہوتا ہے جو بائیں پہلو میں ہے۔ فرمایا نبی ﷺ نے : "**اِنَّ فِی جَسَدِ ابْنِ آدَمَ لَمُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ بِهَا سَائِرُ الْجَسَدِ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ بِهَا سَائِرُ الْجَسَدِ اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ**"[۳۸۱]

اور **قلب معنوی** میں جو اس قلب صُوری کی روح ہے، بعض انسانوں کے پاس تبدیلی وجود کے بعد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"**اِنَّ فِی ذَالِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ**"[۳۸۲] نیز فرمایا :

"**اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا یَّمْشِی بِهٖ فِی النَّاسِ**"[۳۸۳]

اور بعضوں کے پاس نہیں ہوتا کیونکہ وہ تبدیلی وجود کی کوشش نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "**انک لا تسمع الموتیٰ**"

اور جان لو کہ دل کے دس معروف نام ہیں:

۱	قلب[۳۸۵]	۲	فؤاد[۳۸۶]
۳	جنان[۳۸۷]	۴	شغاف[۳۸۸]
۵	حبّۃ القلب[۳۸۹] (جو تنگی کی طرف لے جاتا ہے)	۶	بال[۳۹۰]
۷	خلد[۳۹۱]	۸	صدر[۳۹۲]

۹ مشہد[۴۶۴] اور ۱۰ مضغۃ[۴۹۴] (جو بدی کی طرف لیجاتا ہے)

ہر نام سے اپنے اپنے مقام پر ایک کام انجام پاتا ہے جیسے کہ **قلب** سے آگاہی، تفکر، بصارت، ہدایت، علم، معرفت اور یقین۔ اور **فؤاد** سے قناعت، توکل، سپردگی، فراست، شکر، خشوع اور تقویٰ۔ اور **جنان** سے حالات کی پوشیدگی، اور شغاف سے زہد، پرہیز گاری، محبت، غیرت، شفقت اور مضبوطی۔ اور **حبّۃ القلب** سے خوف، امید، ندامت اور صبر۔

اور قلب کی چار قسمیں ہیں:

۱ اجود[۴۹۵] جو مؤمن کا قلب ہوتا ہے

۲ اسود[۴۹۶] جو کافر کا قلب ہوتا ہے

۳ اغلف[۴۹۷] جو منافق کا قلب ہوتا ہے

۴ مُصفح[۴۹۸] جو تذبذب والے کا قلب ہوتا ہے

اور قلب کے دو طرف ہوتے ہیں۔ جو طرف نفس کی طرف ہوتا ہے اسے **خلد** کہتے ہیں اور جو طرف سر کی جانب ہوتا ہے اور اس سے سرّ کو سرّ رکھنے کا کام لیتا ہے، **فؤاد** کہتے ہیں

بعضوں نے **سرّ** کے مقام کو رُوح کے نیچے رکھا ہے اور بعضوں نے رُوح سے برتر اور بعضوں نے کہا ہے کہ سرّ کا کوئی الگ وجود ہے ہی نہیں جیسے کہ رُوح اور نفس اور قلب کا ہے۔ لیکن جب نفس تزکیہ کے کمال تک پہنچتا ہے تو رُوح نفس کی کدورت سے نجات حاصل کرتا ہے اور قرب

کے مقام کی طرف رُجوع کرتا ہے اور غایت پسندیدگی و وسعت کے ساتھ دل بھی رُوح کا تابع ہو جاتا ہے اور اپنے مقام سے ترقی کرتا ہے اور اس ترقی کی وجہ سے صفای دل کی راہ سے **صفا** کی صفت پاتا ہے اور صفا کی یہ صفت چونکہ سالکوں پر پوشیدہ رہی اس کا نام سرّ رکھا۔ اور جب رُوح نے بھی عروج کے بعد روشن تر صفا کی صفت پائی، تو یہ روشن تر صفا بھی سالکوں پر پوشیدہ رہی اور اس کا نام سرّ[۴۹۹] رکھا۔ پس جس کسی نے اس صفا کو دل سے پایا تو کہا: ''سرّ کا مقام رُوح سے نیچے ہے'' اور جس کسی نے یہ صفا رُوح سے پائی کہا: ''سرّ کا مقام رُوح سے برتر ہے''

مجھ فقیر نے حضرت سیادتؒ[۵۰۰] سے سنا کہ فرمایا: ''سرّ رُوح سے نازک تر ہے اور رُوح سرّ سے شریف تر کیونکہ سرّ رُوح سے قایم ہے''

اور بعضوں نے کہا ہے کہ ہر کسی کے پاس تین رُوح ہیں لیکن کوئی چار رُوحوں، کوئی پانچ رُوحوں اور کوئی چھ رُوحوں کا حامل ہوتا ہے۔ بعض سات رُوحوں، بعض آٹھ رُوحوں، بعض نو رُوحوں اور بعض ارواح افلاک کی تعداد کے برابر دس رُوحوں کے حامل ہوتے ہیں کیونکہ اجسام افلاک دس ہیں۔ پس ارواح افلاک بھی دس ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ''[۵۰۱]

قلب، مشکوٰۃ[۵۰۲] کی مانند ہے، اور رُوح[۵۰۳] نباتی زجاج[۵۰۴] کی مانند، اور رُوح حیوانی[۵۰۵] فتیلے کی مانند، اور رُوح نفسانی[۵۰۶] روغن کی مانند، اور رُوح[۵۰۷] انسانی نور کی

مانند اور روح نبوی[۵۰۸] نور کی مانند اور نور اور رُوح[۵۰۹] قدسی مجموعہ نور ہے ۔

دل زنور و جان زنور و نور ایمان ہم زنور ہر سہ نور از جمع گردد بندہ خواند یا غفور[۵۱۰]

اور حقیقت میں جان لو کہ سالک کا وجود ایک ہے لیکن اس کے اوصاف کے ساتھ متصف ہونے' اور رسوم کے مطیع بن جانے اور سات باطنی طبقات[۵۱۱] کے طور وطریقوں میں انقلاب آنے کی وجہ سے اس پر بہت سے ناموں کا اطلاق ہوا ۔ اور قلب صُوری کا منشأ وہ ذرّہ ہے جس کا روز میثاق[۵۱۲] کو آدمؑ کی پیٹھ سے استخراج ہوا۔

قلب معنوی کا منشأ وہ فایدہ ہے جس کا اس ذرّے نے استفاضہ کیا ہے فیض ربّانی سے اَلَستُ بِرَبِّکُم[۵۱۳] کا پاک خطاب سننے کے وقت ۔ پس لازماً وہ ذرّہ قالب کے درخت کا بیج بن گیا اور وہ فایدہ مستفاض فیض ربّانی سے روح اور قلب کے درخت کا بیج ہوا اور اس روح و قلب سے ایمان کا پھل نکل آیا ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اُولٰئِکَ کَتَبَ فِی قُلُوبِہِمُ الاِیمَانَ[۵۱۴]" اور قلم توفیق کی یہ کتابت' ربوبیّت کا اقرار ہے کہ: "وَاَیَّدَھُم بِرُوحٍ مِّنہُ"

اور یہ روح تائیدی اس شخص کے ایمان کا پھل ہے اس کے اختیار کرنے کی توفیق پانے کے وقت کا' اور اس پر صالح عمل کرنے کا ۔ پس لازماً جب تائید ربّانی سے روح اور قلب کے درخت نے آب حیات پایا اور روحانی پھل نکلا تو اُسے کلمۂ طیّبہ لا الٰہ الا اللہ کے درخت سے وصل ہونے کی

استعداد حاصل ہوگئی۔ اس کے بعد اس درخت سے وحدت کا پھل ظاہر ہوجاتا ہے۔ جیسے "اَنَا الْحَقّ"[۵۱۵]۔ "سُبْحَانَ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ"[۵۱۶]۔

لَیْسَ فِی الْجُبَّتِی سِوَی اللّٰہِ"[۵۱۷]

"اِنْسَلَخْتُ مِنْ جِلْدِی کَمَا تَنْسَلِخُ الْحَیَّۃُ مِنْ جِلْدِھَا فَاِذَا اَنَا ھُوَ اللّٰہُ وَاَنَا مِنَ اللّٰہِ بِمَکَانٍ اِذَا کُنْتُ بِہٖ فَاَنَا ھُوَ"[۵۱۸]

وجود کی تبدیلی سے ذوق میں تبدیلی پیدا ہوجاتی ہے بلکہ جو کچھ بھی موجودات سے صادر ہوتا ہے اس شجرۂ طیّبہ کے پھل کو قبول کرنے پر مستعد سالک سے صادر ہوتا ہے اور اس حقیقت کو حاصل کرنے کا سبب ذکر کے حقیقی معنی میں وجود کا استغراق[۵۱۹] ہے جو شرک خفی سے نجات پا چکا ہو۔ اور ہر وہ ذکر جس پر آدمی کا دل مطلع ہو اور حافظہ کے فرشتے بھی اس سے باخبر ہوں تو پھر شرک[۵۲۰] خفی ابھی باقی ہے۔ اور ذکر جب ذاکر کے شعور سے ذاکر کے مذکور میں غائب ہوجانے کے واسطہ سے غائب ہوجائے تو لازماً حافظہ کے شعور سے ذکر بھی غائب ہوجائے گی۔

☆☆☆

اے دوست جان لو کہ انسانی وجود کائنات کے تمام ذرّوں سے حاصل ہوا ہے۔ پس ہر وجود جو ظاہر ہوتا ہے اس کے اوپر ایک اور وجود ہوتا

ہے جو اس وجود سے برگزیدہ تر ہوتا ہے اور ایسے یہ سلسلہ حق تعالیٰ کبریاء کے حقیقی وجود پر ختم ہو جاتا ہے۔ اور ان دو وجودوں میں سے ہر وجود ایک کنواں سا دکھائی دیتا ہے لیکن ابتداء میں سر کے اوپر سے نظر آتا ہے' اس کے بعد چہرے کے آگے' اس کے بعد نیچے سے' اور اسی حال میں کنوئیں کی گہرائی میں ایک سبز نور کو دیکھتا ہے اور یہ سبز نور سیّار حادث وجود کی انتہا' اور قدیم وجود کی ابتداء کی علامت ہے اور جب خوب غور کیا جائے تو وجود کے کنوؤں کی انواع سات ہوں گی۔

اور وجود بھی سات کلّی اعداد پر منحصر ہے جو کثیر موجودات میں سے ہر وجود کے تحت متنوّع ہے اور آسمان و زمین کے سات ہونے کا راز یہی ہے۔ پس لازماً ہر جزو جو صاف ہو جاتا ہے خود اپنا کلّی جمال نما آئینہ بن جاتا ہے اور کائنات کے ذرّوں میں سے ہر ایک ذرّہ کثیر ذوق کا حامل۔

لیکن جو کچھ بھی جانتا ہے' دیکھتا ہے اور پاتا ہے سلوک کی ابتداء میں' اس کے بارے میں چاہیئے کہ اپنے مرشد سے غائبانہ مشورہ کرے تاکہ مرشد اس کی تفسیر کرے یہاں تک کہ اس کا باطن قوی ہو جائے۔ اور جو کچھ اسے پہنچے اسے اپنا ذوق حال کا نتیجہ جانے اور اسے جان لینے کا طریقہ مختلف ہے کیونکہ جب حقیقت صورتوں میں دکھائی دیے تو کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس صورت کی کیفیت سے اس کی حقیقت جان لیتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یہ صورت بولنے لگ جاتی ہے اور بیان کرتی ہے کہ وہ کس حقیقت کی

صورت ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ غیبی کہنے والا شرح بیان کرتا ہے کہ یہ کس حقیقت کی صورت تھی اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ماضی کے واقعہ کی کسی آنے والے واقعہ سے تفسیر ہو جاتی ہے اور اس کے برعکس بھی ہو جاتا ہے۔ اور وہ غیبی شارح ہوسکتا ہے کہ فرشتوں میں سے ہو اور ممکن ہے کہ اولیاء میں سے ہو اور ہوسکتا ہے کہ انبیاء میں سے ہو اور شاید کہ حق تعالیٰ لطف فرمائے اور اس متحیّر مسکین سے حجاب سے ماوراء مخاطب ہو جائے۔ جیسے کہ اس قدیم کبریاء تعالیٰ کے کوچے کی اس مٹی نے، جس کا نام **جعفر**[۵۲۲] ہے، ایک رات سلوک[۵۲۳] کے آغاز میں حضرت بے نیاز کے حضور میں سر نیاز رکھا اور اس قادر قدیم کے سراپردوں تک پہنچنے میں اپنی عاجزی کا نالہ ہای سوزان اور اشکہای روان سے اظہار کیا۔ ناگاہ حضرت قادر قدیم نے حجاب ہستی کے ماوراء اس عاجز نیستی سے، انتہائی لطف و بندہ نوازی سے، بے نیازی کے مقام سے خطاب فرمایا: "**مَطْلُوْبُکَ نَفْسِیْ**[۵۲۴]" اور اس خطاب کے ذوق سے جعفر پانی پر ایک برتن کی مانند ہوگیا اور اس خطاب کے نور سے **نور الکین** نے اسرار وہّاب[۵۲۵] کے سمندر کے بہت ہیرے دیکھے۔

ایک اور بار خاطر میں ایک خواہش کا گذر ہوا اور اچانک اس کے پیچھے ندامت نے غلبہ کیا اور اس شرمندگی کے سر نے ایسی کشش کی کہ غیبت[۵۲۶] حاصل ہوئی اور غیبت کی اسی حالت میں حق تعالیٰ نے خطاب فرمایا: "**لَا اِلَی الْجَلَالِیَاتِ اَمَرْنَا وَلَا عَنِ الْجَمَالِیَاتِ نَهَیْنَا**"[۵۲۷]

اور اس کے بعد الطاف ایزدی کی اتنی بارش قلب علوی کے آسمان سے **جعفری** کے وجود کی زمین پر برسی کہ انوار بہار کی مانند ہزاران ہزار اور بے شمار گل اور پھول اس زمین پر کھل گئے بلکہ ان سے بھی ہزاروں ہزار بار خالص تر۔ **زَادَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ اِلیٰ یَوْمِ الدِّیْنِ وَجَعَلَہُ مِنْ زُمْرَۃِ الْمُخْلِصِیْنَ بِمُحَمَّدٍ وَآلِہٖ اَجْمَعِیْنَ!**[۵۲۸]

اے دوست جان لو کہ **شیخ ابو الجناب**[۵۲۹] قدس اللہ سرہ نے **فواتح الجمال** میں بیان کیا ہے کہ سالک واقعہ میں یہ جو نفس اور شیطان اور فرشتہ اور زمین اور آسمان اور عرش[۵۳۰] اور کرسی[۵۳۱] وغیرہ کو دیکھتا ہے اُسے خیال نہیں کرنا چاہئے کہ یہ اس سے باہر ہیں بلکہ یہ اس کے اندر ہیں اور اس کے ساتھ ہین اور اگر صحیح طور پر دیکھے تو یہ سب وہ خود ہی ہے۔

پس اپنے باطن میں یہی افعال واصوات کا ذوق سب کچھ پاتا ہے چنانچہ **شیخ ولی**[۵۳۲] **تراش** قدس اللہ سرّہ نے ہی **فواتح الجمال** میں کہا ہے کہ **کربلا**[۵۳۳] کے سفر میں راستے میں ایک درویش سے ملا جس کے اندر سے میں نے پرندوں کی آواز سنی اور میں اس کا منکر ہوگیا۔ بعد میں اُس سے پوچھا کہ ''یہ کیا حالت ہے؟'' کہا: ''خیر و مبارک ہے انشاء اللہ تعالیٰ'' جب اسی حال میں دو دن گذر چکے تو حق تعالیٰ نے مجھے بھی اسی حال پر پہنچا دیا اور میں ان خوش و دلکش آوازوں پر حیران ہوگیا اور ندامت سے انگشت بہ دندان کہ اس درویش کی آوازیں صحیح تھیں اور میں اس سے انکاری کیوں

ہوا تھا؟ وجود کی یہ آوازیں اسم اعظم کے ساتھ مل جانے کے توسط سے ہیں یہی وجہ ہے کہ درویش کا نعرہ اگر بلا اختیار ہو تو مبارک ہے اور اگر اختیار سے ہو تو ابھی اس کا قدم اخلاص کے مقام پر نہیں پہنچا ہے۔ اور ان میں یہ فرق ہے کہ مغلوب الاختیار آواز سخت کڑک کا مزہ دیتی ہے جو اچانک سنائی دیتی ہے اور اختیار والی آواز معروف الفاظ جیسی ہوتی ہے۔ اس لئے پہلی پاکیزہ ہوتی ہے اور اہل صفا کے دلوں کی مقبول۔ اور دوسری ناپاک اور اہل وفا کے دلوں کی مردود۔

اسی لئے جب **شیخ جنید**[۵۳۳] قدس اللہ سرّہ سے درویشوں کی آوازوں کے بارے میں پوچھا گیا تو جواب میں فرمایا: ''یہ اللہ کے اسم اعظم کی آوازیں ہیں۔ جو ان کا منکر ہوگا اور ان سے کراہت رکھے گا وہ قیامت کی آواز کو ہرگز نہیں پائے گا۔ اور درویشوں کو وجد کی حالت میں سختی کے ساتھ ''آخ'' ''آخہ'' ''اوہ'' نہیں کہنا چاہئے کہ یہ شیطان کے نام ہیں بلکہ ''ہے'' ''واہ'' ''آہ'' کہنا چاہئے کہ یہ رحمٰن کے نام ہیں اور اُن کے زندہ دلوں سے اٹھتی ہیں۔

همه عالم صدای نغمهٔ اوست[۵۳۴] — که شنید این چنین صدائے دراز

نیز **شیخ نجم الدین الکبریٰ**[۵۳۵] قدس اللہ سرّہ نے **فواتح الجمال** میں بیان فرمایا ہے کہ جب وجود ذکر میں مستغرق ہو جاتا ہے تو وہ ہر ایک جزو سے ذکر کی آواز سنتا ہے جیسے نفیری کی یا نقارہ کی۔ اور

جب اجزا میں قایم ہو جاتی ہے تو اجزا سے ذکر کی آواز شہد کی مکھی جیسی ہوتی ہے۔

اور پہلے یہ آوازیں سر سے نکلتی ہیں اور بعد میں یہ آوازیں چکی اور گھوڑے کے چلنے، درخت پر زور کی ہوا چلنے کی آواز کی مانند سنی جاتی ہے۔ اس میں یہ راز ہے کہ آدمی ارض وسما سے، اور جو کچھ ان دونوں کے بیچ میں ہے، مرکب ہے، بلکہ تمام چیزوں سے۔

لیکن بعضوں نے وجود میں حق تعالیٰ کے قلم سے کتابت کے نقطے کی طرح پایا ہے، بعضوں نے شکلوں کی طرح اور بعضوں نے حروف کی طرح۔ لیکن حق تعالیٰ کا نقطہ اور اس کے حروف واشکال لوگوں کے نقطے اور اشکال وحروف کی مانند نہیں ہوتے پس یہ اجزای وجود کی تسبیحوں کی آوازیں ہوتی ہیں تاکہ سالک ساری زبانوں کا ذاکر بنے کہ یہ **سلوک** کے شرائط میں سے ہے۔ اور عجیب نام ہیں اجزای وجود کے جیسے ینبوع الانوار[۵۳۷]، مجموع الاسرار، کتاب العشق، کتاب الاشکال اور کتاب العزایم وغیرہ

لیکن اوّل حال میں معقول کتابیں نظر آتی ہیں جیسے قرآن۔ اس کے بعد اس کی سمجھ سر میں نازل ہوتی ہے اور کبھی ظلمت وجود کے سبب سے بھول جاتا ہے۔ اس کے بعد چار اشکال والی وغیرہ اور اس کے بعد نقطوں میں لکھی ہوئی کتابوں کو، جنھیں سمجھتا ہے اور پڑھتا ہے اور علم لدّنی حاصل

کرتا ہے۔ اور اگرچہ لوٹ آنے سے فراموش کار ہوجاتا ہے لیکن سمجھنے کی حلاوت اس کے دل میں باقی رہتی ہے اور وہ اس کے شوق و ذوق اور محبت و عشق کا باعث بن جاتی ہے۔ اس قسم کا استغراق زبان کی ذکر کا نتیجہ ہوتا ہے اور قوت کامل کا۔ اور اس کے بعد سر کے اوپر وجود کی ذکر اور ذکر کی آگ کے سبب ایک دروازہ کھل جاتا ہے اور حضرت قلب اس دروازے سے اس پر اترتا ہے۔

سر کے اوپر فتح بصیرت کا آغاز اس لئے ہے کہ ذکر کلمۂ طیّبہ کی ہوتی ہے۔ لازماً حضرت قدیم کی طرف صعود کرتی ہے اور مرتبۂ وحدت کا راستہ اوپر کی ہی جانب ہے اور اوپر جانے کی راہ سر کے اوپر سے جاتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: "اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہٗ"[۵۳۸]

ذکر صعود (اوپر چڑھنے) کے بعد بہت سی رُوحانی وارداتیں اور انوار قُدسیہ دل میں آتے ہیں یہاں تک کہ ان سے بھر جاتا ہے۔ اور یہ عطا جو ذکر کے صعود کی جزا ہے اس لئے ہے کہ دل کشادہ ہوجائے اور سر سے لے کر پاؤں تک ایمان وایقان[۵۳۹] اور عرفان[۵۴۰] سے پُر ہوجائے اور ذکر دل میں داخل ہوجائے۔

دل میں ذکر کی آواز کا باریک اور اندوہناک ہونا اچھا ہے شہد کے مکھی کی آواز کی مانند۔ اور دل میں ذکر کے واقع ہوجانے کی نشانی یہ ہے

کہ نور کا ایک چشمہ ابلتا ہے اس کے آگے۔ اور اس حالت میں اس کے بائیں پہلو میں ایک نشان ظاہر ہو جاتا ہے اس زخم کی مانند جو ٹھیک ہو گیا ہو اور اس کا نشان باقی رہ گیا ہے۔ اور یہ نشان ذکر کے کھل جانے سے کسی طرف کے کھل جانے کے سبب سے ہے۔ پس یہ نشان ذکر کے عمل کے تابع ہے اور اعضا میں جاری ہو جاتا ہے اور اس وقت حق تعالیٰ کے حضور میں عروج پاتا ہے۔

اور یہیں سے **استغراق ثانی** کی ابتداء ہوتی ہے۔ استغراق ثانی کے سبب ذکر لسانی کے مقام سے **ذکر جنانی**[۴۴۱] میں نزول کرتا ہے لازماً اس کی ذکر ہی اس کے وجدانی مذکور میں استغراق ہوتا ہے۔ اور اس کی نشانی یہ ہے کہ ذاکر اگر ذکر کو ترک بھی کرے، ذکر اسے ترک نہیں کرتی۔ پس ذکر لسان **ذکر حروف** ہے اور اس کی حقیقت کا حضور ہے ذکر جنان۔

حال[۴۴۲]، مقام[۴۴۳] اور وقت[۴۴۴] کے درمیان فرق یہ ہے کہ حال زادِ راہ ہے، شربت ہے اور سواری، اور ان تین کے بغیر کعبہ کا سفر کرنا **جہل مرکب**[۴۴۵] ہے کہ استطاعت حال سے ہے یا مال سے۔ اور **حال** روح اور قلب و نفس کی قوّت ہے اور مال استعداد کے مطابق نفس و شہوت کی قوّت۔ پس حال کی استطاعت قوی تر ہے کیونکہ حال ایک قوّت ہے باقی سے باقی میں باقی کی طرف۔ اور مال ایک قوّت ہے فانی سے فانی میں فانی کی طرف۔ لیکن تزکیۂ نفس جب کمال پاتا ہے نفس فانی، قلب باقی بن جاتا ہے۔ اور فانی

شہوت بھی جب نفس فانی سے قلب باقی میں نزول کرتی ہے تو قلب میں شوق بن جاتی ہے اور اس حال میں گھوڑے کی سی آواز قلب سے سنتا ہے اور یہی ہے اسلام کے شیطان کا راز' کیونکہ شرع کی زبان میں شہوت ایک ملک ہے جسے حکماء قوّت شہویہ کا نام دیتے ہیں اور اسی طرح سبھی عقول و ارواح اور قوای طبعیہ وحیوانیہ اور نفسانیہ کو صاحب شرع ''ملایکہ'' اور حکماء ''قوای عقل'' کہتے ہیں۔

تبدیلی وجود کے اسرار میں سے ایک یہ ہے کہ جلال الٰہی کی روشنیاں جب قلب و روح پر غالب آجاتی ہیں تو وہ قلب و روح کے انوار کی مدد کرتی ہیں۔ پس حق تعالیٰ کے بقا سے قلب و روح بقا پاتے ہیں' اور شہوت و حرص بھی قلب و روح کی بقا کے ساتھ مصاحبت کی برکت سے بقا پاتے ہیں۔ اور اس حقیقت کا ظہور طریقت میں رفیق کے کمال راز سے ہے کیونکہ ''اَلرَّفِیْقُ ثُمَّ الطَّرِیْقُ'' [۳۴۶]

نیز تبدیلی وجود کے اسرار میں سے' دوسرے حواس میں حواس کی تبدیلی ہے جیسے کہ خواب میں حواس خفتہ فراموش ہوتے ہیں بغیر وجود کے' اور آنکھ اور کان اور ناک اور منہہ اور ہاتھ اور پاؤں کے اور ہی حواس پیدا ہوجاتے ہیں۔ اور بسا اوقات سارا وجود جاگ جاتا ہے اور ابھی بھی اس خواب میں لذّت طعام و کلام اور چہل قدمی کرنے وغیرہ کے اثرات اس میں موجود ہوتے ہیں۔

پس لازماً سالک کو بھی عالم غیب سے دیکھنا اور سننا اور لینا اور کھانا چاہئے جیسے کہ بیداری میں، کیونکہ اس کا وجود خفتہ وجود سے کامل تر ہوتا ہے اور بسا اوقات اس کے وجود میں اڑنے اور پانی پر چلنے اور بلا ضرر آگ میں داخل ہونے کی قوّت پیدا ہو جاتی ہے اور کچھ دیکھتا ہے، اور سنتا ہے، اور سمجھتا ہے اور باہر آتا ہے اور نیچے چلا جاتا ہے حالانکہ اس کے ہمنشین کو ان چیزوں کی خبر تک نہیں ہوتی۔

منکر چہ شوی بہ حالت زندہ دلان نی ہر چہ ترا نیست کسی را نبود[۵۴۷]

ترقی یافتہ سالک ہر لحظہ اپنے موجود کو نہایت صاف، بہت خوشنما اور بہت روشن پاتا ہے اس حد تک کہ صفائی قدیم تک پہنچتا ہے اور صفای قدیم کی انتہا نہیں۔ پس جو کچھ اُسے دیا جائے اس سے اعلیٰ اس دربار میں موجود ہے۔ لازماً ہمّت کو مقیّد نہیں کرتا کیونکہ اس کا مقصود محدود نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "**لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْئٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ**"[۵۴۸]

☆☆☆

اور جان لو کہ **مشاہدۂ اعلیٰ** یہ ہے کہ حقیقت سماوی صورتوں میں دکھائی دے جیسے کہ شمس و قمر اور کواکب و بروج وغیرہ اور کم سے کم یہ کہ حقیقت ارضی صورتوں میں نمایاں ہو جیسے کہ ہیاکل[۵۴۹] اور رنگ، اور آتشین سمندر اور معدن وغیرہ۔ اور پہلی حقیقت تصوّر اور خیال میں نقش پذیر

ہوجاتی ہے اور اس کے بعد رنگ برنگ حقیقتیں ظاہر ہوتی ہیں اور رنگ بہ رنگ حقیقتوں کی ذات کا مشاہدہ ہوجاتا ہے اور اس کے بعد ذات واحد کا کیونکہ دل تمام اشیاء اور قدیم منشأ اور اس کے افعال وصفات میں حصہ دار ہے۔ پس لازماً اس حصے کے واسطہ سے صفات وذات قدیم' صفات وذات قلب میں روشن ہوجاتے ہیں۔ اور ایک سالک کا ادراک پہلے ظنون صادقہ (سچے گمانوں) سے ہوتا ہے' پھر علمی تجلّی سے اور اس کے بعد مشاہدۂ صفات سے یا محاضر صفات میں' اور اس کے بعد اوصاف کے متصف ہونے اور امر کُن[۵۵۰] کے جو ولایت کی علامت ہے' عطا ہونے کے سبب تخلق اخلاق سے۔ پس لازماً اپنے نفس کی نسبت معنی کی تفسیر سے وہ مکوّن[۵۵۱] اور موجِد[۵۵۲] اور محیی[۵۵۳] اور ممیت[۵۵۴] اور راحم[۵۵۵] اور معاقب[۵۵۶] بن جاتا ہے اور پھر سے صفات سے متصف ہوجاتا ہے ایسے کہ بے قیدی کے ساتھ موجودات اور الوان اور حقایق پر تصرّف کرتا ہے لیکن کمال صرف اللہ کو حاصل ہے۔

اور مقام استراحت کی منزل ہے سیر[۵۵۷] کی تھکاوٹ سے۔ اور وقت سلطان قابض ہے جیسے کہ کاٹنے والی تلوار۔ پس حال کے ذریعہ سے ایک جگہ سے حرکت کرتا ہے اور مقام پر اترنے کے واسطہ سے استراحت پاتا ہے اور وقت کے ذریعہ سے عبور حاصل کرتا ہے۔ ہر صاحب حال ومقام جو ہوگا اُسے ابتداء میں رنگارنگی اور آخر میں قیام کے بغیر چارہ نہیں۔ پس لازماً خوف وامید کے پروں پر کمال استقامت کے ساتھ ادھیڑ عمری کی حدود میں

پہنچتا ہے اور قبض و بسط کے پروں پر کمال استقامت کے ساتھ مشیخت کو پہنچتا ہے لیکن پروں کے ظہور کا سبب علم ہے اور ادھیڑ عمری کے پروں کے ظہور کا سبب تصرّف قدرت ہے اور انس و ہیبت' جو شیخ کے پر ہیں' کے ظہور کا سبب جمال و جلال کی تجلّی ہے۔ اور جو بھی حال نمایاں ہو اس حال کی ملکیت اس حال کی وساطت سے اعلیٰ ہو گی کیونکہ ابتداء میں اس کا ظہور فنا پذیر ہے اور جب ملکیت بن گئی تو بقا پذیر ہے۔

ای دوست جان لو کہ **غیب** جب قوی طور پر صاف ہو جاتا ہے تو جمادات و نباتات و حیوانات کی ارواح اور اہل حق کی صورتیں' اور بعض مردوں اور زندوں کے حالات' اور نفس کے بعض اوصاف دکھائی دیتے ہیں اور جب **غیب نفس** صاف ہو جاتا ہے تو نفس کی ساری صفات اور بعض صفات قلب اور مردوں اور زندوں کے احوال اس میں دکھائی دیتے ہیں۔ اور جب **غیبب قلب** صاف ہو جاتا ہے تو اشیاء کی بہت سی عجائبات اور اللہ تعالیٰ کے افعال اس میں نظر آتے ہیں۔ اور جب **غیب سرّ** صفا پذیر ہو جاتا ہے تو تجلیات ربانی نمایاں ہوتے ہیں۔ اور جب **ذکر** کے فتوح سے روح کے میدان کی وسعت کھل جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے اسماء کا جمال دکھائی دیتا ہے۔ اور جب **غیب خفی** 'جو چھٹا طبقہ ہے' ذاکر کے صیقل شدہ قلب کے آئینے میں روشن ہا جاتا ہے تو اللہ کی ذات کے جمال و جلال کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ اور جب غیب الغیوب ذات جو ساتواں درجہ ہے'

ذاکر کی بصر بینا بن جاتا ہے تو ''سب اُسی سے'' دیکھتا ہے بلکہ ''سب وہی'' دیکھتا ہے۔

ای آنکہ حدوث[558] وقدمت[559] اوست ھمہ   سرمایہ شادی وغمت اوست ھمہ
تو دیدہ نہ داری کہ بہ خود درنگری   ورنہ زسرت تاقدمت اوست ھمہ[560]

اور یہ چار سفروں میں سے ایک سفر ہے جو سیر ہے خلق سے حق کی طرف' اور حق سے خلق میں حق کے لئے' اور حق سے حق کی طرف۔ اور یہ سالکوں کے مقامات کے اعلیٰ اور بلند مقام ہیں اور جذبۂ حق کی ابتداء یہیں سے ہوتی ہے۔

درکشش افتی روش گم گردت   گر بود یک قطرہ قلزم گرددت[561]

ہر محضر اور صفت جو تجلّی دکھاتی ہے اس محضر کا نام سیر کرنے والے کی زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔ لازماً کبھی دل سے **سبحان العلی الکبیر** سنتا ہے اور کبھی **سبحان العلی الاعلیٰ** اور کبھی **ربّی و قادری** اور کبھی **احد احد** اور کبھی **الله الله** تو کبھی **ھو ھو**۔

چون دل تو پاک گردد از صفات   تافتن گیرد ز حضرت نور ذات[562]

اور ان طبقات میں سے ہر طبقہ کی ایک دوسرے کی چھوٹائی بڑائی اتنی ہے کہ خشخاش کی زمین کی نسبت' اور زمین کی محیط کی نسبت اور محیط کی آسمانوں کی نسبت اور آسمانوں کی کرسی کی نسبت' اور عرش کی آخرت کی نسبت یا اتنی جتنی کہ دنیا کی آخرت کی نسبت اور آخرت کی افعال کی نسبت

اور افعال کی اسماء کی نسبت اور اسماء کی صفات کی نسبت اور صفات کی احدیّت کی نسبت اور احدیّت کی ذات کی نسبت یا اس حد تک جس حد تک عدم کی وجود کی نسبت۔ اور یہ ادراک انسان کامل سے مخصوص ہے۔ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حکایت کے بیان میں فرمایا: "قُلُوبُ اَحْیَائِی دَارُ مُلْکِی"[563] نیز فرمایا: "مَا وَسِعَنِی اَرْضِی وَلَا سَمَائِی وَلٰکِنْ وَسِعَنِی قَلْبُ عَبْدِی"[564] نیز فرمایا: "قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللّٰہِ"[565]۔

ورای کنگرۂ کبریاش مرغانند فرشتہ صید و پیمبر شکار و سبحان گیر[566]

اور اس سے پہلے بیان کیا گیا کہ شریعت کی پیروی کے بغیر ان مقامات کی تحقیق حاصل نہیں ہوتی۔ کیونکہ شریعت حکمت کا قانون ہے اور حکمت ہمت کا قانون، اور ہمت، اللہ تعالیٰ کی راہ سلوک کی قدرت کاملہ سے عبارت ہے۔

نقطہ ملک جہانہا ھمّت[567] است پرّ و بال مرغ جانہا ھمّت است
مرد ھمّت باش تا راحت دھند ہر زمانی ملک صد شاہت دھند
ہر کرا یک ذرّہ ھمّت داد دست گر داو خورشید زان یک ذرّہ پست
ہر کرا شد ھمّت عالی پدید ہر چہ جست آن چیز حالی شد پدید[568]

اور یہ قدرت (ھمّت) دل جمعی کی نعمت کا راز ہے کہ تفرقہ[569] کے عذاب کی ضد ہے اور جمعیّت (دل جمعی) قلب کو عرش کے ساتھ ملاتی ہے یا عرش کو قلب کے ساتھ یا عرش کا ملاپ ہے دل کے ساتھ راہ کے بیچ میں انوار قلب

کے صعود اور انوار عرش کے نزول کے واسطہ سے۔

اور جان لو کہ دل اور عرش[۵۷] کے درمیان ہمیشہ ایک کشش اور اشتیاق رہتا ہے کہ جب قلب سے روشنی اور آگ عرش کی طرف صعود کرتی ہے تو عرش سے بھی اسی طرح کا ایک نور اور آگ دل کی طرف اترتی ہے۔ پس لازمی طور پر اگر اُترنے والی زیادہ قوی ہو تو چڑھنے والی کو (یعنی آگ اور نور کو) جذب کرتی ہے اور اگر چڑھنے والی (روشنی اور آگ) زیادہ قوی ہو تو اترنے والی کو جذب کرتی ہے اور مساوی ہوں تو کشش و اشتیاق ہوتا ہے اور ملاپ ہو کر دونوں متحد ہو جاتے ہیں کیونکہ عرش اور قلب دراصل ایک ہی چیز ہے اور کشش حضرت قدرت سے ہے۔ اور اشتیاق حضرت رحمت سے اور جمعیّت[۵۸] کی حقیقت یہی ملاپ ہے کہ وجود درمیان سے اُٹھ جائے ہاتھوں کی تالی بجاتے وقت ہوا کے بلند ہو کر چلے جانے کی مانند۔ اور جمعیّت' فنای قلب و عرش کی جمعیّت ہے حق تعالیٰ میں۔ اور جان لو کہ حق تعالیٰ میں قلب و عرش کا فنا تب ہوتا ہے جب حق تعالیٰ قلب و عرش پر قرار کرے اور عرش پر حق تعالیٰ کا استقرار قلب پر حق کے استقرار کی مانند ہے۔ لیکن عرش پر استقرار حضرت جلال کا ہے اور قلب پر استقرار حضرت جمال کا اور اس حقیقت کا ادراک ''**الرحمٰن الرحیم**'' سے ہوتا ہے کیونکہ **الرحمٰن** کے ذکر سے صفات جلال جیسے کبریاء' عظمت اور قدرت و عزّت' اور سخت گیری وقوّت حاصل ہوتے ہیں اور **الرحیم** کے ذکر سے صفات حال جیسے رحم اور

کرم اور مہربانی اور شفقت اور سلامتی حاصل ہوتے ہیں۔

پس لازماً ''الف'' آسمانی ہے اور ''یا'' زمینی جیسے کہ ''عرش'' آسمانی ہے اور ''دل'' زمینی۔ اسی لئے ''الف'' نصب[۶۲] کی علامت ہے اور ''ی'' جر[۶۳] کی علامت ہے اور ''واؤ'' رفع[۶۴] کی علامت ہے کیونکہ روح، حق اور خلق کے درمیان تعلق کا واسطہ ہے۔ پس ''الف'' اسم حق ہے اور ''ی'' اسم خلق اور ''واؤ'' اسم روح، جو عالم امر سے ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ''**قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی**[۶۵]'' اور یہ ''من'' جواب کی مانند ہے اگرچہ یہ جواب سکوت کے مشابہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشائخ نے روح کے بارے میں اختلاف کیا ہے لیکن صحیح ترین اقوال میں سے **شیخ جنید**[۶۶] قدس سرہ کا قول ہے کہ: ''**لَا تَقُوْلُ هُوَ مَخْلُوْقٌ وَلَا قَدِیْمٌ**[۶۷]''۔ پس حق اور خلق کے ساتھ روح کی نسبت ''الف'' اور ''ی'' کے ساتھ ''واؤ'' کی نسبت ہے اور رفع کی نسبت نصب اور جر کے ساتھ۔ اور سیار اس سرّ سے ۲۹ حروف کے اسرار پر مطلع ہو جاتا ہے۔

قومی ز وجود خویش فانی رفتہ زحروف در معانی
از ظلمت پردہ ہا گذشتہ در نور صفات محو گشتہ
اول ھمہ اوست واجب الذات بیرون ز تصوّر و خیالات
آنجا ھمہ وحدت است مطلق تحقیق حقیقت است الحق
از چون و چگونہ بی علایق برتر ز تصوّر خلایق

ہان ای سر و پا برہنہ درراہ　　　این است بیان حرف اللہ[۵۷۸]

اور وہ قدرت جس کا نام ہمت ہے حقیقت میں اسم اعظم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر سیّار کے لئے اسماء عظام میں سے ایک اسم[۵۷۹] ہبہ کرتا ہے کہ اس اسم سے اُڑنے والا بن جائے کہ: ''اَلْاِنْسَانُ یَطِیْرُ بِھِمَّتِہٖ وَالصُّوْفِیُ لَا تَجَاوَزُ ھِمَّتُہٗ قَدَسَہٗ۔''[۵۸۰] کیونکہ صوفی کا ایک قدم مکان میں ہے اور اس کا دوسرا قدم **لا مکان** میں۔ اور اسم اعظم تمام آیات[۵۸۱] سے مرکّب ہے اور تمام بیّنات[۵۸۲] میں موجود۔ پس ہر موجود اسم اعظم کے حروف کا ایک حرف ہے۔

☆☆☆

مجھ فقیر نے حضرت سیادت[۵۸۳] سے سوال کیا کہ: ''**اسم اعظم** کونسا ہے؟'' جواب میں فرمایا کہ: ''اللہ''۔ پھر عرض کیا گیا کہ: ''مجھ فقیر پر گویا یوں ظاہر ہوا ہے کہ اسم اعظم ''بسم اللہ'' ہے'' کہا: ''ہاں! دونوں ملے ہوئے ہیں۔'' اس فقیر نے پھر عرض کیا کہ: ''اسم اعظم میں حروف کی کثرت شاید قصور فہم کی وجہ سے ہے۔'' تبسم فرمایا اور فرمایا کہ: ''ایسا ہی ہے۔'' پس لازماً ہر سالک کا اسم اعظم بلکہ اشیاء میں سے ہر شیئ اُس کے مرتبہ کے مقدار کے مطابق ہوتا ہے۔

☆☆☆

سال ۷۳۷ھ میں شعبان مہینے کی پندرہ تاریخ کو جمعرات کے دن قصبہ سرای سالی میں اسم اعظم کا ذکر ہوا تھا اور کچھ لکھا گیا۔ اور جمعہ کی شب کو جو سولہ تاریخ تھی حضرت سیادت کو واقعہ میں دیکھا۔ فرمایا کہ: "خوب کوشش کر کے اسم اعظم کی حقیقت تک پہنچنا چاہیے تا کہ اس کی عظمت دکھائی دے کیونکہ جس وقت اسم اعظم مجھ پر منکشف ہوا اس قدر عظیم دکھائی دیا کہ میں اس کی ایک انگلی کے برابر تھا۔"

اور یہ کلام اشارہ ہے اس حدیث کی طرف کہ مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کہ: "**قُلُوْبُ الْعِبَادِ بَیْنَ الْاِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ یُقَلِّبُهَا کَیْفَ یَشَآءُ**"[۵۸۴] اور اس حدیث میں سرّ یہ ہے کہ اصبعین، قبضتین ہوتے ہیں۔ ایک قبضہ الٰہیہ میں سارا عالم ہے اور دوسرے قبضے میں صرف آدمؑ کیونکہ عالم حق کی صورت پر ہے اور آدم عالم کی صورت پر۔ پس آدم بھی حق کی صورت پر ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: "**اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ**"[۵۸۵]۔

کو یکی سر گشتہ ھمچون گوی در کوی طلب — تا منش اسرار این میدان اخضر گویمی
کو یکی پاکیزہ خاطر راست فہم وراست دل — تا بہ زیر ہر سخن صد نکتہ مضمر گویمی
کو یکی کز عقل دون خویش پا برتر نہد — تا سخنہای رفیع از عرش برتر گویمی
کو یکی غوّاص بی اندیشۂ بسیار دان — تا عجایب ہای این دریای جوہر گویمی[۵۸۶]

پس جس کا اسم اعظم توحید افعال کی تجلّی کے شہود سے ہو وہ تمام

افعال کو خدائے واحد سے جاری ہوتا دیکھے گا۔ اور جس کا اتحاد صفات کی تجلّی کے شہود سے ہوگا وہ تمام صفات کا ظہور احد قدیم سے دیکھے گا اور جس کا وحدت ذات کی تجلّی کے شہود سے ہوگا وہ تمام ہستیوں کا وجود عین ذات واحد دیکھے گا۔ رَزَقَنَا اللّٰہُ وَ اِیَّاکُمْ کَمَالَ ھٰذَا الْمُقَامِ بِمُحَمَّدٍ وَ اٰلِہٖ الْکِرَامِ [۵۸۷]

اور جان لو کہ وحدت کی آٹھ قسمیں ہیں:

۱۔ وحدت اتّصالی [۵۸۸]، جیسے ماء الواحد (واحد پانی)

۲۔ وحدت ارتباطی، جیسے الحیوان واحد

۳۔ وحدت جنسی، جیسے الانسان والفرس واحد

۴۔ وحدت نوعی، جیسے زید وعمر واحد

۵۔ وحدت عرضی، جیسے القار والمداد واحد (سیاہی اور دوات کی سیاہی واحد)

۶۔ وحدت اضافی، جیسے الامیر والملاح واحد

۷۔ وحدت موضوعی، جیسے لون الورد وریحہ واحد (گلاب کا رنگ اور اس کی خوشبو واحد)

۸۔ وحدت حقیقی، جیسے حق تعالیٰ جو وجود میں کسی بھی طرح قابل تجزیہ و ترکیب اور نہ ہی قابل تقسیم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اَللّٰہُ الصَّمَدُ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ

وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا اَحَدٌ[۵۸۹] پس ذات خدای قدیم ان سات وحدتوں سے منزّہ ہے کیونکہ ان سات وحدتوں میں سے ہر ایک وحدت کثرت کی مقتضی ہے۔

☆☆☆

اے دوست جان لو کہ سال ۷۷۳ھ میں مجھ فقیر نے خطۂ مبارک **ختلان**[۵۹۰] کے **قریۂ علی**[۵۹۱] **شاہ** کا سفر کیا اور جب اس گاؤں میں ایک عرصہ تک ٹھہرا رہا تو ایک دن برادر **حق گوئی**[۵۹۲] رحمۃ اللہ حاضر ہوا اور بیان کیا کہ: ''میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک کہنے والا کہہ رہا تھا کہ جب ایک سال بیت جائے گا تو اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں سے ایک دوست علی شاہیوں کے زمستانی گاؤں میں آئے گا۔ آگاہ رہو کہ اس کی صحبت کو غنیمت جان لینا ہے'' بے شک آج ایک سال پورا ہو رہا ہے۔ لازمی طور پر مجھے اس گاؤں میں جانا چاہئے۔ اور جب وہاں گیا اور **اخی حاجی**[۵۹۳] کے گھر میں اترا تو دیکھا کہ وہاں ایک نور بار، دلکش سیاہ عمامہ والا درویش بھی اترا ہوا ہے اور پہچان گیا کہ غیبی بات کہنے والے نے جس دوست خدا کی خبر سنائی ہے وہ یہی سیاہ دستار والے ہیں جن کو **سیّد علی ہمدانی** کہتے ہیں۔ قدس اللہ سرّہ العزیز!

[۵۹۴] مرد سیر راہ حق رازی سیہ باشد و لیک　　نور ایمان در دلش روشن چو گل در گلشن است

پس بیعت کی اور مرید ہو گیا۔

اس کے چند روز بعد جناب حق گوی اور جناب **اخی حاجی** نے حضرت سیادت کے بلند مقام اور روشن رکاب کی معیّت میں مجھ فقیر کے حجرے میں نزول فرمایا۔ مجھ فقیر حقیر علیل نے قلب علیل کی شفا کے لئے حضرت جناب جلیل سے سوال کیا اور آپ نے عبارات شریف کے ساتھ معانی لطیف بیان فرمائے چنانچہ مجھ فقیر کے دل میں کشش پیدا ہو گئی اور روح پر طرب و مسرّت چھا گئی اور جان میں شیرینی پیدا ہوئی۔ اور سوال یہ تھا کہ: "**یَمْحُواللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ**"[۵۹۵] کے کیا معنی ہیں؟" جواب میں فرمایا: "**یعنی یَمْحُو اللّٰہُ الْاَسْبَابَ وَ یُثْبِتُ الْقُدْرَۃَ فِیْ قُلُوْبِ الْعَارِفِیْنَ وَ یَمْحُو اللّٰہُ الْقُدْرَۃَ وَ یُثْبِتُ الْاَسْبَابَ فِیْ قُلُوْبِ الْغَافِلِیْنَ۔**"[۵۹۶]

اس کشش کے عالم میں ناگاہ جناب مولانا حاجی **جَعَلَہُ اللّٰہُ الْقَدِیْرَ الْعَفْوَ النَّاجِی** 'ایک جماعت کے ساتھ حاضر ہوئے اور جناب سیادت سے ایک سوال کیا۔ فرمایا کہ: "ہم ابھی مسلمان نہیں ہوئے۔ اس سوال کی حقیقت تک کیسے پہنچیں گے؟" اور اٹھ کر **گنبد علی شاہ** میں داخل ہو گئے۔ دن چڑھے کے وقت سے شام تک اس جاڑے کے موسم میں وہاں رہتے تھے۔ حالانکہ ہوا انتہائی سرد رہتی تھی اور لباس میں سوائے کُرتہ و مرقّع[۵۹۷] کے، جو مجھ فقیر کو ملا ہے' کچھ نہیں پہنا تھا۔ اور اس مرقّع کی اصل

یہ ہے کہ جناب سیادت نے فرمایا کہ: ''سفروں میں اولیاء کبار کے لباسوں میں سے بہت سے مرقعے مجھے ملے۔ میرے پاس ایک سیمابی (رنگ کا) نازک لباس تھا۔ پس میں نے ان مرقعات (پیوندوں) کو اس سیمابی لباس میں سی دیا ہے اور پہن لیا ہے۔

یک شمع از این مجلس صد شمع بگیرند گرز انکہ تو ئی مردہ ھم زندہ شوی باما
در زندہ در آ یکدم تا زندہ دلان بینی اطلس بدر اندازی در زندہ شوی باما
چون دانہ شد افکند بر رست و درختی شد این رمز چو دریابی افکندہ شوی باما [598]

بعض اوقات واقعہ میں دیکھا گیا ہے کہ اس مرقع کا وجود آیات اور چھوٹی بڑی احادیث سے ترکیب پایا ہے اور معانی کی صورتوں میں یہ فرق اشارہ ہے اولیای کبّار قدس اللہ اسرارھم کے درجوں کی طرف۔

اور مجھ فقیر نے جناب سیادت سے سنا کہ فرمایا کہ: ''خرقہ پہننا تخم طریقت ہے''۔

شام نماز کی ادائیگی کے بعد التماس کرنے پر اس گنبد سے مجھ فقیر کے حجرے میں لوٹ آئے۔ اور جب فجر کی نماز پڑھی گئی تو حضرت سیادت نے اخی حاجی سے فرمایا کہ ''ایک موزہ خریدا جائے'' جناب اخی نے ایک اچھا موزہ لا کر حاضر کیا۔ جناب سیادت نے فرمایا کہ: ''ایک درویشانہ موزہ چاہئے۔'' لازماً سستے دام کا ایک موزہ اختیار کیا اور سواری کی طرف التفات فرمایا اور اس نئے مکان و آباد جگہ کی طرف روانہ ہو گئے جسے جناب اخی نے

قبچاق[۵۹۹] میں تعمیر کرلیا تھا۔ اوراخی جناب سیادت کی صحبت کی سعادت میں رہا اور اس مکان میں تین مہینے جاڑے کے موسم میں گذارے۔ ان تین مہینوں میں بار بار زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ بار نہیں دیا۔ ملال خاطر کے ساتھ رجوع کرتا گیا جب تک ایک روز تعلق رکھنے والوں میں سے ایک شخص نے کہا: ''آزردہ نہیں ہونا چاہئے اور نہ اختلاف سخن سے کام لینا چاہئے کیونکہ خدا تعالیٰ جل جلالہ کے پاس بہت علم ہے اور اس کے دوست بے شمار ہیں۔ اس سیّد کی خدمت کرنی چاہئے تجھے کہ شاید اللہ نے اُن علوم میں سے ان کو عطا کیا ہوگا اور یہ اس کے دوستوں میں سے ہونگے۔''

''لازماً یہ کلام بہت کارگر ہوا اور مجھ فقیر کا دل آزردگی کی تنگنائیوں سے نکل کر راحت کی وسعتوں میں داخل ہوگیا اور میں نے حضرت سیادت کے آستانۂ نیاز کی خاک پر پھر سے روئے نیاز رکھ دیا لیکن کچھ کچھ اضطراب ابھی بھی دل میں تھا اس لئے کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ جناب سیادت نے اپنا رُخ مشرق کی طرف کیا ہوا تھا اور نماز پڑھ رہے تھے۔ پھر حق گوی آگئے اور میں نے اُن سے یہ خواب بیان کیا اور انہوں نے جناب سیادت کو سنایا کہ اس طرح کا خواب دیکھا گیا ہے۔ جناب سیادت نے فرمایا: ''کہ ہم نے **بدخشان**[۶۰۰] اور ملک **خطا**[۶۰۱] میں جانے کا ارادہ کرلیا ہے۔ پس خواب دیکھنے والے نے ہمارے ارادے کی صورت کو دیکھا ہے''

اور **حق گوی** نے لوٹ کر مجھے تاویل خواب کی بشارت دی۔

اور دوسری بار میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک روٹیوں کا عظیم ڈھیر ہے اور روٹیاں درمیانی انداز ے کی تھیں نہ چھوٹی اور نہ بڑی۔ اور **حضرت امیر المؤمنین علی** کرم اللہ وجہہ ان روٹیوں کو بانٹ رہے ہیں اور میں عاجزی کرر ہا ہوں کہ مجھے بھی ان روٹیوں میں سے دیا جائے اور وہ نہیں دے رہے تھے۔ میں بے نہایت آزردہ خاطر ہوا اور اسی ملال میں تھا کہ ناگاہ **حق گوی** ظاہر ہوا اور التماس کی جسے **حضرت علی** نے قبول کیا اور مجھے ایک روٹی دے دی۔

اور یہ خواب بھی جب میں نے **حق گوی** سے کہا تو اس نے کہا:

"چند دن ہوئے کہ میں نے **حضرت سیّد** کی خدمت میں درخواست کی کہ تجھ عزیز کو قبول کیا جائے اور صحبت شریف میں آنے کی اجازت دی جائے۔ اجابت کا وعدہ دیا گیا ہے" اور **حق گوی** نے **حضرت سیادت** کی خدمت میں یہ خواب بھی بیان کیا اور خواب سنانے کے بعد پگڑی گردن میں ڈال کر رودیا اور قبول کرنے کی التماس کی۔ **حضرت سیادت** نے فرمایا کہ: "رونے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ میں نے وعدہ کرلیا ہے کہ وہ عزیز ہماری صحبت میں حاضر ہو جائے گا۔"

تب **حق گوی** شادمان ہوکر مجھ فقیر کے پاس آیا اور جو کچھ گذرا تھا اسے بیان کردیا اور مجھ فقیر کا اضطراب خاطر دور ہوگیا اور یقین ہوا کہ یہ سیّد مرد خدا ہے **تعالی کبریاءہ وتبارک اسماءہ**۔ اور میں طلبگار رہا

کہ ہوسکتا ہے کہ میں فقیر آنجناب کا مُقبل بن جاؤں اور آنجناب کے قول مبارک کے مطابق با برکت ہوجاؤں اور ملاقات کی خوشخبری سے سعادتمندی پاؤں

اور جب پھر سے آنکھیں کھول کر حضرت سیادت کی خدمت میں گیا اور صحبت شریف کا شرف پایا اور علمی استفاضہ سے جسے خیر کثیر جان کر میں نے دین کا مرید بن جانے کی درخواست کی، اور گذشتہ پر معذرت چاہی، تو حضرت سیادت نے فرمایا کہ: ''ماہ رجب کا اربعین نزدیک ہے۔ جب اربعین[۲۰۲] گذر جائے گا تو حاضر ہوجانا۔ اگر مصلحت ہوئی تو استفاضہ میں مشغول رہو گے۔''

جب رجب کا اربعین اختتام کو پہنچا یہ فقیر جناب سیادت کی خدمت میں حاضر ہوا ملاقات کے دوران جناب سیادت کے وجود کی جگہ نور تابان دیکھا جو سامنے سے آرہا تھا اور جسم کی صورت نہیں دیکھی۔ پس میں مدہوش ہوگیا اور جان نہ پایا کہ کیسے بیٹھ جاؤں۔ لازماً میں جناب سیادت کے پیچھے کی طرف بیٹھ گیا۔ اور جب مدہوشی زائل ہوئی حضرت سیادت نے فرمایا: ''سامنے بیٹھنا چاہئے، پیچھے نہیں۔'' خود اُٹھے اور اپنی مصلاّ کو اپنے روئے مبارک کے آگے بچھا کر فرمایا کہ: ''بیٹھو اس مصلاّ پر۔'' جب ادب کا خیال کرتے ہوئے مجھ سے بیٹھنے میں درنگی ہوئی تو جناب سیادت نے فرمایا کہ: ''ادب یہی ہے کہ مان لو۔'' لازماً میں نے مان لیا اور جای نماز پر بیٹھ

گیا۔

اچانک اسی اثنا میں **حاجی صفی مجنون** آ گئے اور صحبت میں بیٹھ گئے۔ داڑھی منڈوائی تھی۔ میں نے جناب سیادت سے استفسار کیا کہ ''کیا اس جماعت کے پاس کوئی حجّت ہے؟'' فرمایا: ''حجّت ہے لیکن سود مند نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ بعض کم علم عوام کو خفیہ جذبہ سے عنایت کرتا ہے اور جب اُنہوں نے اپنے باطن میں ہر حجاب وظلمت کی جگہ ایک نور اور ایک شفقت پائی تو چاہا کہ ظاہر کو بھی بدل ڈالیں تاکہ ظاہر کو باطن کے مطابق بنالیں۔ لیکن چونکہ شریعت کا علم نہیں تھا کہ شریعت کے مطابق بدل ڈالتے اس لئے لازماً بدعت میں پڑ گئے۔ بعضوں نے داڑھی منڈوالی اور بعضوں نے بھنوئیں بھی منڈوائیں۔ بعضوں نے ناک میں سوراخ کروالیا اور بعضوں کے بال فتیلوں کی طرح تابدار ہو گئے اور دوسرے جاہلوں نے ان بدعتوں کو اپنا شعار بنالیا۔ لیکن وہ عزیز ماخوذ نہیں ہیں البتہ یہ جاہل لوگ پکڑے جائیں گے کیونکہ اپنے اختیار سے اس بدعت کو قبول کرلیا ہے جو ان میں اتر چکی ہے۔ پناہ اللہ کی اس گمراہی سے! اور فرمایا رسول اللہ نے ﷺ ''**کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ**[۶۰۳]۔ نیز فرمایا نبی نے ﷺ ''**كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ عَمَلٍ لَا يَعْمَلُ بِسُنَّتِي فَهُوَ بِدْعَةٌ**''[۶۰۴]

پس **ذکر جھر** بدعت نہیں کیونکہ حضرت مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنھم نے ذکر جہر کیا ہے۔ اور **مصابیح**[۶۰۵] میں مذکور ہے

ذکر بعد از صلوٰۃ کے باب میں کہ : ”کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا سَلَّمَ مِنْ صَلٰوتِہٖ قَالَ بِصَوْتِہٖ الْاَعْلٰی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاہُ۔ لَہُ النِّعْمَۃُ وَلَہُ الْفَضْلُ وَلَہُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ۔ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ “ [۶۰۵]

اور حضرت خواجہ ابو الرضا رتن بن کربال الترمذی رضی اللہ عنہ، جو اصحاب رسول میں سے ایک صحابہ تھے، آخری عمر تک ذکر جہر کہتے تھے اور خواجہ کا یہ ذکر ”اللہ“ ہوتا تھا۔ [۶۰۶] شیخ علیؒ لالا نے خواجہ کی صحبت پائی ہے اور اُن سے وہ تین امانتیں بھی پائی ہیں جو حضرت رسول ﷺ نے آپ کے لئے بھیجی تھیں۔

مجھ فقیر نے خواجہ کے بعض پیرووں کو اندخود [۶۰۷] قصبے میں دیکھا اور تین دنوں تک اُن کے پیشوا کی التماس پر اُن کے ساتھ خلوت میں گذارے۔ خلوت سے نکل آنے کے بعد میں نے اُن کے پیشوا سے پوچھا: ”کیا وجہ ہے کہ احادیث رتنیہ کی شہرت نہیں ہے الّا تین حدیثوں کے جن پر اہل حدیث کو فخر ہے؟“ پیشوای مذکور نے جواب دیا کہ: ”شہرت نہ پانے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت مصطفیٰ ﷺ نے شیخ مختار الدین الازنشی قدس اللہ سرہ کے لئے تین چیزیں امانت بھیجی تھیں، پہلی، کوئی معطّر چیز، دوسری اپنے دہن مبارک سے لعاب ایک قطرہ، اور تیسری

احادیث رتنیہ جو شیخ مختار الدین کی تحصیل (علم) کے زمانے تک تھیں۔ اور حضرت خواجہ نے یہ تین چیزیں شیخ موسیٰ کے ہاتھ شیخ مختار الدین کے پاس بھیجیں اور شیخ موسیٰ کو ہدایت کی کہ جب خوارزم پہنچو گے تو گندمی رنگ کا ایک متوسط قد والا جوان جس کے چہرے پر ایک خال ہوگا اور کمر میں جو کی ایک روٹی بندھی ہوگی 'تفسیر کشاف[۶۰۸] پڑھ رہا ہوگا اور سورۂ اِنَّا فَتَحنَا لَکَ فَتحاً مُبِیناً[۶۰۹] تک اس کی قرأت پہنچ چکی ہوگی' تجھے ملے گا' یہ تین امانت کی چیزیں لازماً تم اس جوان کو دے دینا۔ شیخ موسیٰ نے جب یہ وصیت پوری کر لی تو شیخ مختار الدین نے شیخ موسیٰ سے بیعت کر لی اور اللہ تعالیٰ کے راہ سلوک کی طرف متوجہ ہوا۔ پس یہ وقفہ احادیث رتنیہ کی عدم شہرت کا سبب بن گیا۔

اور جناب سیادت نے جو اوراد[۶۱۰] جمع کیا ہے اور اسے پڑھنے کی ترغیب دی ہے ایک وقت حضرت مصطفیٰ ﷺ نے مختلف اوقات میں پڑھا ہے۔

شرح صحیح مسلم[۶۱۱] میں محی الدین النووی[۶۱۲] کے قول سے آیا ہے: "کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ هٰذَا عَامٌ مَخْصُوصٌ وَالْمُرَادُ بِهٖ غَالِبُ الْبِدَعِ[۶۱۳]" پس اکثر بدعت گمراہی ہے اس لئے کہ ہر بدعت پر مداومت کا نتیجہ گمراہی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: "مَنْ فَارَقَ ذَنْبًا فَارَقَ نُوْرًا لَنْ یَعُوْدَ اِلَیْهِ اَبَدًا[۶۱۴]" پس لازماً اہل بدعت کی صحبت سے احتراز کرنا

واجب ہے۔

اور اگر کوئی مختلف قوموں کی صحبت میں مبتلا ہو جائے تو اُسے سب لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنا چاہئے کیونکہ حضرت مصطفٰی ﷺ نے اہل دنیا کے لئے اپنی ردائے مبارک بچھادی ہے اور جان لینا چاہیئے کہ نرمی وسہولت کا لحاظ کرنا موجب نجات ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

"اَتَدْرُوْنَ عَلٰی مَنْ حُرِّمَتِ النَّارُ ؟ قَالُوْا : اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ : فَقَالَ عَلَی الْهَيِّنِ اللَّيِّنِ السَّهْلِ التَّقْرِيْبِ (الاعتدال)"[۶۱۵]

نیز فرمایا: "اَلْمُؤْمِنُ لَا يَحْقِدُ وَلَا يَحْسُدُ وَيُكَافِي السَّيِّئَةَ بِالْحَسَنَةِ۔"[۶۱۶]

اس مجلس کے آخر میں جناب سیادت نے فرمایا کہ "مصلحت یہ ہے کہ ماہ رمضان کی عید کے بعد علمی افاضہ کی گفتگو شروع کی جائے اگر اللہ نے چاہا' کیونکہ ایک اور اربعینی اختیار کرنے کا موقع میسّر ہوگا انشاءاللہ تعالیٰ"۔

رمضان کی عید کو جب مجھ فقیر نے جمال سیادت کی خوشی پائی تو میں نے بیعت کی التجا بھی کی۔ فرمایا: "تم معذور ہو فقر کا ساتھ نہیں دے سکو گے" لیکن چونکہ میں فقیر التماس میں مخلص تھا' اس لئے قبولیت بخشی البتہ بیعت کئے جانے کا وعدہ فرمایا جب تک حضرت سیادت جاڑے کے مقام سے' جہاں آپ اخی حاجی کی التجا پر گئے تھے' لوٹ آئیں۔

اور جب اخی حاجی کے نئے مکان میں لوٹ آئے اور چند دنوں تک وہاں قیام کیا تو ایک رات اس فقیر نے بیعت کی اور بیعت کرنے کی حالت میں جب اس فقیر کا ایک ہاتھ پکڑ لیا تو اُن دو عظیم ہاتھوں کے بیچ میں آنجناب کا نور ولایت دکھائی دیا جس سے پورا گھر بھر گیا۔ اس عجیب روشن نور سے سخت حیرت ہوئی اور بے خبری میں اور جانے بغیر میں نے سر سے پگڑی اٹھالی اور قینچی سامنے رکھ دی۔

حیرت جب زایل ہوگئی تو پگڑی کاٹ دی اور وہ ٹکڑا **حضرت سیادت** کے آگے رکھ دیا کہ اس کا پاتابہ بنائیں۔ فرمایا کہ:
"رومال بنا دیں گے پاتابہ نہیں۔" کسی اور وقت میں نے برادرم حق گوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: "کیا قینچی استعمال کی تھی یا نہیں؟" کہا: "ہاں! سامنے سے چند تار کاٹے تھے۔" نیز حق گوی سے میں نے پوچھا: "وہ جو دو بار میں نے **جناب سیادت** کا نور ولایت دیکھا، کیا تم نے بھی دیکھا تھا؟" کہا: "نہیں"۔

نفحہ آمد مر شما را دید ورفت ہر کرا می خواست جان بخشید ورفت

بیعت کی رات کو چاشتگاہ میں بدخشان کا سفر اختیار کیا اور فرمایا کہ:
"جب اس سفر سے میں خطہ مبارک ختلان میں لوٹ آوں گا تو علمی افاضت کے کام میں مشغول رہیں گے انشاء اللہ اللطیف۔ جب تھوڑا سا فاصلہ رخصت کرنے میں طے کیا کہا: "بس یہیں پر ٹھہر جاو" لازماً میں رُک

گیا حالانکہ دل میں تھا کہ جناب سیادت سے پوچھوں کہ کیا **دعای سیفی** حضرت مصطفیٰ ﷺ سے منقول ہے یا نہیں؟ لازماً میں نے نیت باندھی گو کہ یہ ترک ادب تھا۔ دل میں میں نے کہا کہ یہ میرا خیال صحیح ہو۔

دوسرے روز **برھان الدین** جو صاحب حال بزرگوں میں سے تھے آگئے اور بیان کیا کہ اُن کی **توز قرغان** پہاڑ کے دامن میں **جناب سیادت** سے ملاقات ہوئی اور فرمایا کہ آج رات تجھے ٹھہرنا چاہئے۔ لازماً میں مان گیا اور وہ رات میں نے توزقرغان گاؤں میں **حضرت سیادت** کے حضور گذارنے کی سعادت پائی اور دن کو جو اجازت دی تو فرمایا کہ: ''**نور الدین** سے کہنا کہ **حرز یمانی**[۶۱۸] جسے **دعای سیفی** کہتے ہیں حضرت مصطفیٰ ﷺ سے منقول ہے۔ چاہئے کہ اسے پڑھا کرے کیونکہ اس کے پڑھنے میں بہت خاصیتیں ہیں۔''

پس میں نے **دعای سیفی** حاصل کی اور پڑھتا رہا لیکن اس کو حفظ کرنا موقوف رہا جب تک پھر **جناب سیادت** کی خدمت میں پہنچا اور ان کی زبان مبارک سے سنا۔ تب یاد کرلیا۔

ایک اور وقت **جناب سیادت** نے فرمایا کہ ''اگرچہ اس کے ہر وقت پڑھنے کی بڑی خاصیتیں ہیں اور کثیر فوائد لیکن[۶۱۹] دو صبحوں کے درمیان پڑھنا سب سے بہتر ہے کہ اس وقت اس کی تاثیر قوی تر ہوتی ہے۔''

☆☆☆

بدخشان میں ایک روز جناب **شیخ محمد عرب**[۶۲۰] رحمۃ اللہ علیہ نے **جناب سیادت** کی خدمت میں عرض کیا کہ: ''یا امیر! میں نے سنا ہے کہ جو کوئی حرز یمانی کو ہزار بار پڑھے گا بشرطیکہ اوّل میں اور آخر میں صدقہ دے، تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے تمام دینی اور دنیوی امور میں کافی ہے۔'' **حضرت سیادت** نے فرمایا: ''اگر چالیس بار پڑھے جب بھی کافی ہے لیکن خلوص کے ساتھ پڑھنا چاہئے''

اے دوست جان لو کہ **جناب سیادت** کی پرہیز گاری سے معمور صحبت کے دنوں میں جو کچھ بھی میرے دل میں آتا اُسے آپ مجھ پر آشکار کرتے اور اگر اظہار کرنے میں مصلحت نہ ہوتی تو اشارے سے مطلع فرماتے۔ یہاں تک کہ ایک روز مجھے یاد آیا کہ ایک واقعہ ہو گیا ہے جس کے بارے میں آپ سے پوچھا جانا چاہئے۔ دیکھیں کیا فرماتے ہیں۔ حالانکہ اس وقت آپ بیمار تھے اور بیماری کی وجہ سے **اندراب**[۶۲۳] سے لوٹ آئے تھے۔ اور جناب **خواجہ عبد اللہ**[۶۲۴]، اور برادرم **قوام الدین**[۶۲۵]، اور مولانا **محمد سرای السینی**[۶۲۶] بھی **حضرت سیادت** کی خدمت میں حاضر تھے اور **پُل بندک** کے قریب **قاضی حسن** کے گھر سے باہر آ گئے تھے۔ اور کہا کہ آج رات قاضی حسن کے کبوتر خانہ کے نزدیک رہے تھے اور جناب **امیر طوطی** بھی وہاں **حضرت سیادت** کی خدمت میں آئے ہوئے تھے۔ چند کبوتر لے کر آئے اور حضرت سیادت کی خدمت میں پیش کئے۔

جناب سیادت نے فرمایا: ''عبادت کو ترک نہیں کیا جانا چاہئے۔'' اور وہ مان گئے۔ اور میں بھی جناب سیادت کے استقبال کو گیا تھا اور اس واقعہ کے بارے میں جو میں نے دیکھا تھا جب پوچھ لیا تو اشارے سے تنبیہہ فرمایا۔ لیکن سادگی حجاب ہوئی اور میں متنبہہ نہ ہوا اور جب میں نے پھر جناب سیادت سے پوچھنا چاہا تو آپ کو غصہ آیا اور فرمایا ''باہر نکل جاؤ یہاں سے ورنہ سر پھوڑ دوں گا تیرا اس لاٹھی سے۔'' خواجہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جب آپ کے غصے کی یہ شدّت دیکھی انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور باہر لے گئے اور پوچھا کہ: ''تم نے زبان سے تو بہر حال کوئی بات نہیں کی لیکن یہ کہو کہ دل میں کیا سوچ رہے تھے؟'' میں جب اس کا جواب دینے والا ہی تھا حضرت سیادت نے پکارا کہ: ''اندر آ جایئے'' جب ہم پھر سے اندر آ گئے تو فرمایا: ''ہم اس کی بیوقوفی کی وجہ سے کبھی کبھی تشویش میں پڑ جاتے ہیں۔'' جناب خواجہ نے فرمایا کہ: ''وہ کیا ماجرا تھا؟ ہمیں تو کچھ معلوم نہیں۔'' فرمایا کہ: ''اُسے صفاوتِ نفس کے مقام سے ایک واقعہ حاصل ہوا ہے لیکن وہ یہ خیال کر رہا ہے کہ یہ ایک بڑی بات ہے کیونکہ اس نے کوئی کام نہیں کیا اور نہ اللہ تعالیٰ کی راہ کے عجائبات ہی دیکھے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ہی اس کی دستگیری کرے گا اور راہ کے عجائبات کو دیکھے گا کیونکہ تمنا رکھتا ہے لیکن معذور ہے''۔ اور جناب خواجہ نے، جن کا وجود مبارک اہل اخلاص کے نتائج کا خلاصہ ہے، فرمایا کہ: ''مجھے یقین ہے کہ جناب سیادت کی دعا قبول ہو گی۔''

اور جناب خواجہ نے ایک روز بدخشان میں مجھ فقیر سے فرمایا کہ:

''حضرت امیر سے پوچھا جائے کہ غصہ کیوں کرتے ہیں باوجود اس کے کہ آپ کامل ترین اہل طریقت میں سے یں؟'' جب خفتن کی نماز ادا کی گئی اور حسب عادت مبارک ہر رات کی طرح جناب سیادت نے مجھ فقیر کو طلب کیا تو مجھے خواجہ کا سوال یاد آ گیا اور جب مسجد کے حجرے میں صحبت شریف میں داخل ہوا تو ادب سے دوزانو ہو کر بیٹھا۔ میرے پوچھنے سے پہلے ہی تبسّم کیا اور فرمایا: ''گو کہ ہمیں غصہ آتا ہے لیکن ہمارا غصّہ رحمت ہے اُس پر جس پر ہمیں غصہ آتا ہے کیونکہ سلوک کے اوائل میں ہر سوموار کو حضرت مصطفیٰ ﷺ کے حضور میں ہماری خاص صحبت رہتی تھی اور ہمیں غصہ آنے پر دل میں ملال رہتا تھا۔ حضرت مصطفیٰ صلوات اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ''ملول نہ ہو کہ تیرے غصّے میں رحمت ہے۔'' پس ہمارا غصّہ موجب رحمت و ترقی ہے۔'' اور جب میں نے کلام کے یہ تحایف جناب خواجہ کی خدمت میں پہنچا دئے خواجہ نے فرمایا: ''اب مجھے ایسی فرحت حاصل ہوئی جس کی قیمت دو دنیاؤں سے بھی بڑھ کر ہے''

آپ کی صحبت شریف کے ایاّم میں یہ بات ایک حقیقت آشکار ثابت ہو چکی ہے کہ آنجناب میں غصّہ کی کمی ایک مجبوری تھی کیونکہ آپ کا غصّہ موجب ترقی تھا اور اس سعادت کا راز یہ ہے کہ حضرت سیادت ذات جمال و جلال کے روشنگر تھے اور اس راز کا اشارہ اس حدیث میں ہے۔ فرمایا

رسول اللہ ﷺ نے: "خِیَارُ اُمَّتِی اَحِدَّاءُ ھَا الَّذِیْنَ اِذَا غَضِبُوْا رَجَعُوْا۔"[۱۲۹] اور جناب سیادت نے ذخیرہ[۱۳۰] میں بیان کیا ہے کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَغْضِبُ حَتّٰی تَحْمَرَّ عَیْنَاہُ وَوَجْنَتَاہُ وَیَقُوْلُ اللّٰھُمَّ اَنَا بَشَرًا اَغْضِبُ کَمَا یَغْضِبُ الْبَشَرُ فَاَیَّمَا مُسْلِمٌ سَبَبْتُہٗ اَوْ لَعَنْتُہٗ اَوْ ضَرَبْتُہٗ فَاجْعَلْھَا مِنِّی صَلٰوۃً[۱۳۱]

ذخیرہ میں بھی آیا ہے کہ جعفر صادق[۱۳۲] علیہ السلام سے کہا گیا:

"اِنَّ فِیْکَ کُلَّ فَضِیْلَۃٍ اِلَّا اِنَّکَ بِمُسْتَکْبِرٍ۔"[۱۳۳] فرمایا: "لَسْتُ بِمُسْتَکْبِرٍ وَلٰکِنْ کِبْرِیَاءُ الْحَقِّ قَامَ مِنِّی مَقَامَ التَّکَبُّرِ"[۱۳۴] یعنی کسی جماعت میں سے، جو نفسانی اخلاق کو مقام فنا میں مٹا دیتے ہیں اور خانۂ وجود کو بشریّت کی صفات سے خالی کر دیتے ہیں اور ہستی کے خاشاک کو نابودی کے گوشے میں پھینک دیتے ہیں، مقبول حضرات کو فنا کے کڑوے گھونٹ پلانے کے بعد بقا کی شربت پلاتے ہیں۔ بارگاہ دیدار میں بعضوں کو حلم وحیا کا لباس پہناتے ہیں اور بعضوں کو عزّت و کبریاء کے خلعت سے مخصوص کر دیتے ہیں۔ پس جب صحو کے مقام پر ان صفات کے آثار کو اُن کے عزیز وجود میں ظاہر کیا جاتا ہے تو عام لوگ انہیں تکبّر کا نام دیتے ہیں۔ لیکن عارف محقق جانتا ہے کہ یہ حقیقی عزّت اور سلطنت کبریاء کی تجلّی مطلق ہے جو ان کے پاک بدنوں اور مطہّر جسموں سے ظاہر ہوتی ہے۔ انہیں نہ ہی خود ان کا کوئی خیال اور نہ ہی لوگوں کے ردّ وقبول کی کوئی فکر اور ان کے ظاہر

ہونے پر نہ کوئی اختیار ہے بلکہ: "یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ۔"
اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جو یہ فرمایا ہے کہ: "مَا اَحْسَنَ تَوَاضُعَ الْغَنِیِّ فِی مَجْلِسِ الْفُقَرَآءِ رَغْبَۃً فِی ثَوَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ اَحْسَنَ مِنْ ذَالِکَ تِیْہُ الْفُقَرَآءِ عَلَی الْاَغْنِیَاءِ ثِقَۃً بِاللّٰہِ تَعَالٰی" کا اسی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ توانگر لوگوں کا تکبّر نفسانی نخوت اور فانی امور کی آفتوں کے سبب سے ہوتا ہے اور عارف درویش کا تکبّر اللہ سے ہے اور یہ فقیر کے احسن حالات میں سے ہے کہ یہ اس کی قوت یقین پر دلالت کرتا ہے۔ اس سے جان لینا چاہئے کہ جو چیز عاقل کے نقصان کا موجب ہے وہ ہی عارف کا کمال ہے۔

☆☆☆

اور بدخشان کے سفر سے تین ماہ بعد آپ ختلان کے خطہ مبارک میں لوٹ آئے اور اگلے تین مہینوں میں آپ نے وفای وعدہ کے شرف کی تشریفات کی تکمیل فرماتے ہوئے اہل طریقت کی کتابوں کے اسرار اور اپنی رحمت بار صحبتوں سے مجھے فیض عطا فرمایا۔ اس کے بعد آپ ملک خطا کے سفر کی طرف متوجہ ہوئے حالانکہ صوفیا قدس اللہ اسرارھم کے

بعض مسائل سے متعلق ابھی میرے دل میں شبہات باقی تھے خود میرے
قصور فہم کی وجہ سے۔ لازماً میں نے جناب سیادت کی خدمت میں عرض
کردئے۔ جناب سیادت نے فرمایا کہ: ''ایک وقت آئے گا کہ یہ مشکلیں
حل ہو جائیں گی' اور دوگنا برابر جو کچھ تم نے مجھ سے پڑھا' سنا اور سمجھا تم پر
روشن ہو جائے گا۔ کیونکہ مجھ درویش کی توجہ تیری طرف مصروف و مبذول
ہے۔'' لازماً میں نے آپ کے قدموں پر اپنا سر رکھ دیا اظہار خلوص میں' اور
آپ کو الوداع کیا۔ چونکہ میرا عقیدہ تھا کہ آپ کا نفس نفیس یقین میں سے
ہے میں نے آپ کی قرائتوں کو ریاضت نفس کے ہمراہ پڑھنا شروع کیا۔
حالانکہ گذشتہ ایام میں ایک مدّت تک میں نے ریاضت کی تھی اور بے
سروسامانی میری عادت بن چکی تھی۔ اب کم وقت میں مجھ میں بہت فراخی
پیدا ہوئی اور وہ مشکلات دور ہو گئیں اور اس کا دوگنا پن واضح ہو گیا اور آپ
کے نفس مبارک سے ابھی تک واضح ہو رہا ہے۔[۲۷]

ہر کہ یابد چشم دل را کحل پیر   صاف گردد چشم جانش حق پذیر

اور جب آپ **ملک خطا** کے سفر سے **ختلان** کے خطّہ مبارک
میں لوٹ آئے تو یہ فقیر وہاں گیا لیکن آپ **رُوستا**[۲۸] شہر کی طرف کوچ کر چکے
تھے۔ پس جناب سیادت کا آفتاب شہر رُوستا کے مشرق میں طلوع ہوا اور
شاہ شیخ محمّد[۲۹] 'اللہ تعالیٰ ان کے نام کو محمود بنادے' جناب سیادت کے
نور صحبت سے منوّر ہوئے اور پھر سے شرف توبہ سے منوّر اور مشرّف

ہوئے۔ اور دور دور تک کے لوگوں کو انہوں نے انعامات و اکرامات اور شاہانہ بذل و اکرام سے نوازا۔ جزائے خیر دے اللہ تعالیٰ اُن کو!

حضرت شاہ (شیخ محمّد) کے ساتھ دوسری بار صحبت کے بعد **جناب سیادت** نے فرمایا: ''شاہ کی صحبت میں کبھی کبھی جایا کرو'' لازماً تب سے میں آج تک اس پر عمل کر رہا ہوں۔ نیز حضرت سیادت نے فرمایا کہ: ''**شیخ محمد** دنیا و آخرت کے بادشاہ ہیں۔'' ایک اور بار فرمایا: ''بہت جلد **شیخ محمّد** کو اُن کی **سلطنت بدخشان** واپس مل جائے گی۔''

اور **بہرام شاہ کشمی** رحمۃ اللہ علیہ کی بیت اللہ شریف کے راستے میں وفات ہو جانے کے بعد بدخشان کی ساری سلطنت اس بادشاہ کو واپس مل گئی۔

☆☆☆

ایک وقت، جب اللہ نے چاہا، **جناب سیادت** نے فرمایا:

''**شیخ محی الدین شمس الدین** قدس اللہ سرہ نے اپنی بعض تصانیف میں ذکر کیا ہے کہ ایک بار میں نے ستّر دنوں تک کچھ نہیں کھایا۔ پس مجھ درویش نے بھی اسے آزمایا کہ میں کچھ بھی نہ کھاؤں۔ چنانچہ میں نے ایک سو ستّر روز تک کچھ نہ کھایا اور کچھ کھالینا سنّت نہ ہوتا تو یہ درویش ساری عمر کچھ نہ کھاتا۔''

نیز حضرت سیادت نے فرمایا کہ: ''ایک بار میں نے جاڑے کے موسم میں رُومؒ کے ملک میں ایک مسجد میں قیام کرنے کی نیّت کی۔ ہوا بے حد ٹھنڈی تھی۔ ناگاہ ایک رات انزال ہوا اور نفس نے غسل سے کاہلی برتی۔ پس مجھے غیرت آ گئی اور نیّت کر لی کہ چالیس راتوں تک یخ کے پانی میں غسل کروں گا۔ مسجد میں ایک بڑا پتھر تھا۔ میں نے اسے اٹھا لیا اور یخ بستہ پانی پر پہنچا اور پتھر سے یخ کو توڑ ڈالا اور غسل کیا حالانکہ لباس کے طور پر میرے پاس پرانے خرقہ کے بغیر کچھ نہ تھا۔ اور اسی طرح سے چالیس راتوں تک میں اس پتھر کو اپنے ساتھ لے جا کر یخ کو توڑتا رہا اور غسل کرتا رہا۔

☆☆☆

جناب سیادت نے فرمایا کہ: ''سات سال تک میں نے سوائے ایک کُرتہ کے کچھ نہیں پہنا اور جو کی روٹی کے بغیر کچھ نہ کھایا۔ سات سال کے بعد ایک بزرگ ایک اچھی سی قمیض اور لذیذ کھانے لے کر آیا اور التماس کیا کہ ''اسے قبول کیجئے کہ حضرت محمّد مصطفیٰ ﷺ کے حکم سے لایا ہوں''۔ میں نے جواب دیا کہ: '' آپ کے اس دعویٰ پر گواہ چاہئے۔'' اس بزرگ آدمی نے تبسّم کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''کون آدمی گواہ چاہئے؟'' میں نے کہا: ''وہی جس نے یہ حکم دیا ہے۔'' لازماً کہا کہ: ''تجھے بھی توجہ کرنی

چاہئے۔'' جب یہ گفتگو ختم ہوگئی تو میں نے توجہ کی۔ میں نے حضرت مصطفی ﷺ کو دیکھا کہ تبسّم فرمایا اور فرمایا کہ: ''وہ التماس میرے ہی حکم سے ہے۔'' ناچار میں نے قبول کیا۔

☆☆☆

جناب سیادت نے فرمایا کہ: ''ایک بار میں جناب شیخ محمود[۲۴۳] قدس اللہ سرّہ کے ہمراہ تھا۔ جناب شیخ درویشوں کی طرح روزہ دار تھے اور شیخ کے افطار کا پانی میں اٹھائے ہوئے تھا۔ اس جگہ سے جہاں سے میں نے پانی لیا تھا جب ہم نے چھ فرسنگ راہ طے کر لی تو عصر کے وقت نماز عصر ادا کی گئی۔ میں نماز میں تھا کہ ایک نادان ساتھی نے اس پانی میں سے پی لیا۔ ناچار میں نے باقی پانی پھینک دیا اور پھر اسی جگہ پر گیا جہاں سے پانی اٹھالیا تھا۔ وہاں پر پانی بھر لیا اور شب باشی کی منزل پر افطار کے وقت پہنچا۔ شیخ نے مجھے گہری تیز نظر سے دیکھا اور تبسّم کی خوشبو پھیلائی۔ اور اس رات مجھ پر آپ صاحب وجود کی نظر کی برکت سے وہ اسرار کھل گئے جو اربعینات میں کبھی بھی مجھ پر نہیں کھل چکے تھے۔

☆☆☆

جناب سیادت نے فرمایا کہ: '' ہمدان میں ایک وسیع خانقاہ تھی

لیکن اس خانقاہ کی تعمیر ابھی نامکمل تھی۔ پس ناچار جب رات ہو جاتی تو میں جا کر صبح کے وقت تک اینٹیں ڈھو لیتا اور خانقاہ میں لوٹ کر جماعت کے ساتھ نماز ادا کر لیتا اور تین ماہ کے بعد کام پورا کر لیا۔ اور اربعین کے ایام میں جاڑے کے موسم میں فقراء اس خانقاہ میں جمع ہو جاتے تھے۔

☆☆☆

جناب سیادت نے فرمایا کہ: ''نصف گاؤں کو' جو شریکوں کا حق تھا' میں نے بارہ ہزار دینار میں خرید لیا اور خانقاہ کے حق میں وقف کر دیا۔ جب میں نے **جناب شیخ** کی خدمت میں عرض کیا تو غصے ہو گئے اور فرمایا کہ: ''خرید کے بارے میں پہلے کیوں نہیں کہا تاکہ اس گاؤں کے بارے میں سودمند تر سودا ہو جاتا۔'' اور میری غیر حاضری میں فرمایا تھا کہ: ''الحمد للہ سیّد نے ہمارے ملال خاطر کو باقی نصف گاؤں کو وقف کرنے کے سبب دور کر دیا۔''

☆☆☆

جناب سیادت نے فرمایا کہ: ''ایک بار میں سفر میں تھا اور چل رہا تھا کہ ناگاہ چند سواروں نے ملاقات کی اور ان میں سے ایک سوار نیچے اترا اور مجھ درویش کے قدموں پر سر رکھ دیا اور بہت رویا۔ اس کے بعد اس

سے پوچھا کہ: ''تم کون ہو؟'' کہا: ''میں آپ کا غلام ہوں فلاں تُرک' جسے امیر شہاب الدّینؒ[۲۴۴] نے فلاں امیر کو بخش دیا تھا'' اور دو سو دینار پیش کئے اور التماس کرتے ہوئے کہا کہ: ''ان کو قبول کیجیئے۔'' ناچار قبول کئے اور ایک سو دینار کی ایک دعوت فقراء کے لئے تیار کی گئی کہ وہ تھک چکے تھے راستے کی صعوبتوں سے۔ اور میں نے بھی اس دعوت میں سے تناول کیا۔ بعد میں میں نے واقعہ میں حضرت مصطفیٰ ﷺ کو دیکھا کہ فرمایا: ''سالہا سال کی ریاضت کے بعد حرام نہیں کھانا چاہئے۔'' جب میں جاگ گیا تو سختی کے ساتھ قے کر لی۔''

☆☆☆

جناب سیادت نے فرمایا کہ: ''ایک بار پھر حضرت مصطفیٰ ﷺ کو واقعہ میں دیکھا۔ فرمایا کہ: '' اپنے کارکسب سے کمائی کر کے کھانا چاہئے۔'' میں نے کہا: ''کونسا کارکسب؟'' کہا: '' کلاہ دوزی''۔ اس واقعہ کے بعد ایک عزیز آیا اور وہ ایک گز شانہ بافؔ[۲۴۵] کپڑا لے کر آیا اور بعد میں ایک اور آدمی خول لے کر آیا اور اس کے بعد اور ایک شخص سوئی لے کر آیا اور ایک اور قینچی لے کر آیا۔ اور میں نے ایک ٹوپی کاٹ دی۔ جب میں نے اسے سی لیا تو اچھی نہیں بنی کیونکہ میں نے کبھی سی نہیں تھی۔ پس مجھے اسے بازار میں لے جانے میں شرمندگی ہوئی اور ناچار اسے شہر سے باہر لے

جا کر مٹی میں دبا دیا اور اپنے حجرے میں لوٹ آیا۔ جب کچھ وقت بیت گیا تو ایک عزیز میرے حجرے میں داخل ہوا اور یہی ٹوپی اس کے ہاتھ میں تھی اور پوچھا: ''کیا یہ ٹوپی آپ نے سی لی ہے؟'' میں نے کہا: ''ہاں!'' تبسم کرتے ہوئے کہا: ''اگر آپ اجازت دیں تو میں اس ٹوپی کو' جس نے آپ کے دست مبارک کا شرف پایا ہے' اپنے سر کا تاج تبرّک کے طور پر بنا دوں؟'' میں نے کہا: ''اجازت ہے۔'' اور اس نے باقی شانہ باف کپڑے کی چند ٹوپیاں کاٹیں' ان کو سی دیا اور مجھے سینا سکھایا۔ باہمی گفتگو کے بعد میں نے اُس شخص سے کہا: ''مجھے خود یقین ہو چکا کہ آپ اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ لیکن یہ تو فرمائیے کہ آپ کو کس نے اس کلاہ کو زمین میں دفنانے کی خبر دی۔؟'' کہا: ''حضرت مصطفیٰ نے ﷺ''

☆☆☆

جناب سیادت نے فرمایا کہ: ''ایک بار ایک عزیز روئی سے بنا ہوا کپڑا لے آیا اور التماس کرتے ہوئے کہا کہ: ''اس کی ایک قمیض کاٹ کر میرے لئے سی دیجئے۔'' حالانکہ میں فقیر جانتا نہ تھا لیکن غیرت آ گئی کہ کیسے کہوں میں یہ کام نہیں جانتا۔ پس میں نے کہا: ''کپڑا رکھ دو اور جاؤ کہ میں فرصت سے یہ کام کروں گا۔'' ناچار میں نے اپنی قمیض کھول دی اور اسی طرح سے قمیض کاٹ کر سی لی۔''

جناب سیادت نے فرمایا کہ: ''میں نے ہر وہ ریاضت کی ہے جو گذشتہ مشائخ نے کی ہے خواہ اس ریاضت کے اسرار مجھ پر ظاہر ہوئے یا نہ ہوئے اور مجھے امید ہے کہ حضرت بادشاہ عالم اسرار ان ریاضتوں کے اسرار کو خلوص کے ساتھ میری پیروی کو دیکھتے ہوئے مجھ پر ظاہر کر دے گا کیونکہ حضرت مصطفیٰؐ کے ساتھ بعض خاص صحبتوں میں مجھے یاد آ گیا تھا کہ پیروی کا بھی سعادت کبریٰ میں سے حصہ ہوتا ہے۔''

☆☆☆

جناب سیادت نے فرمایا کہ: ''میں نے حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ: ''مَا مَعْنَی الْفُصُوْصِ؟'' [فصوص کے کیا معنی ہیں؟] جواب میں فرمایا: ''الفصوص هو الله'' [فصوص کے معنی اللہ کے ہیں]

☆☆☆

جناب سیادت نے فرمایا کہ: ''اگرچہ غذا کھانے کے بعد کی دعائیں بہت ہیں لیکن یہ ایک جامع دعا ہے جسے حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھایا ہے: ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِصَاحِبِ الطَّعَامِ وَلِاٰکِلِهٖ وَلِمَنْ کَانَ سَبَبًا فِیْهِ۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ نِعْمَتَکَ عَلٰی عِبَادِکَ وَلَا تَنْقُصْھُمْ بِفَضْلِکَ وَجُوْدِکَ وَکَرَمِکَ یَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ وَیَا

اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ[۶۴۶]"اور فرمایا کہ: "اگرچہ نام لینے کی روایت ہے لیکن حضرت مصطفیٰ ﷺ مجھے ایسے ہی سکھایا جیسے کہ میں نے ذکر کیا۔"

☆☆☆

جناب سیادت نے ایک بار **قریۂ علیشاہ** رحمۃ اللہ علیہ میں اپنے اصحاب پر غصہ کیا اور فرمایا کہ: "خود کو اہل طلب کہہ رہے ہو اور جس کا انہوں نے اہتمام کیا ہے اس پر تم استقامت نہیں کرتے ہو۔ کیا آپ لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ درویشی کے اس رنگ روپ میں بس کھانے اور پینے میں خوش رہتے ہو؟ خدا کی قسم اپنے اختیار سے پچاس برسوں سے زمین پر پہلو نہیں رکھا ہے، سویا نہیں ہوں۔ اور اس محنت کے باوجود ابھی بھی خود کو ایک کتے سے بہتر نہیں جانتا ہوں۔

سگ بہ زکسی باشد کو پیش سگ کویت دل را مجلی بیند و جان را خطری داند
گمراہ کسی باشد کہ او در ہمہ عمر خود جز تو دگری بیند جز تو دگری داند[۶۴۸]

اور **اصطفا**[۶۴۹] کے مقام کا کمال ہونے کے باوجود محمد رسول اللہ ﷺ نے اتنی ریاضت کی کہ آپ کے پای مبارک میں رات اور دن میں قیام میں دیر تک رہنے کے سبب ورم آیا۔ اور جب تک **سورۂ طاھا**[۶۵۰] نازل نہ ہوا پورے قدم زمین پر نہیں رکھے۔ اور فرماتے تھے: **شَیَّبَتْنِیْ سُوْرَۃُ ھُوْدَ**[۶۵۱] کیونکہ **فَاسْتَقِمْ کَمَا اُمِرْتَ** سورہ ھود[۶۵۲] میں ہے اور استقامت کرنے

کی صعوبت پیری کا سبب ہے۔''

اے دوست جان لو کہ ایک رات میں **امیر عمر خوشی** 'اللہ اُن کو بخشے' کے پرانے جماعت خانہ میں خوش وقت ہو کر جناب **حاجی اسحاق**[۶۵۳] کا ہمنشین تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت سیادت سفر کعبہ سے لوٹ آئے۔

جب میں سو چکا اور پھر بیدار ہو گیا تو ایسی کیفیت تھی کہ وجود گویا تحلیل ہو گیا تھا اور صرف شہود حاصل تھا۔ اسی حال میں دیکھا کہ ایک لمبا کوچہ ہے اور یہ کوچہ لوگوں کا راستہ ہے اور کوچے کے دونوں طرف اونچے اونچے چھت دو دیواروں کے بیچ میں نظر آ رہے تھے۔ حضرت سیادت کو دیکھا کہ کوچے کے ایک طرف ایک اونچے چھت پر دوزانو ہو کر بیٹھے تھے۔ میں نے جناب سیادت کی طرف رُخ کر کے آنکھوں سے آپ کے جمال کے کمال کی کیفیت کا مشاہدہ کر رہا تھا کہ آپ خداوند قدیم کی تجلّی میں مستغرق ہیں اور اس حالت کی تجلّی کا سلطان عربی زبان میں عجیب الفاظ کہہ رہا تھا جنہیں میں سمجھ نہ پایا سوائے چند ایک کے اور اس حال کی تجلّی کے سلطان کے الفاظ سے جو اس نے فارسی زبان میں کہے یہ تھے کہ: ''اگر چہل **نعمۃ اللہ**[۶۵۴] در عالم باشند بہ مقام **سیّد علی ھمدانی** نرسند'' اور جب اس کیفیت کی لہر گذر گئی اور عقل کے حکمران نے احساس کے میدان میں ادراک کا خیمہ نصب کیا جناب **حاجی اسحاق** نے فرمایا کہ: ''یہ کیا

کیفیت تھی کہ مجھ پر بھی اپنا اثر کر گئی۔"

حضرت سیادت نے جناب **خواجہ عبد اللہ**[۵۵] سے پوچھا:

"**بدخشان** میں تو نے **شیخ تمیمی** سے کیا کرامت دیکھی؟" **خواجہ** نے فرمایا کہ: "ایک بار شیخ یعنی میرے والد **خوارزم** میں شیخ تمیمی سے ملنے گئے اور وہ مسجد میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اور ساری رات قرآن کریم کو سر کو اوندھا کرتے ہوئے پڑھتے تھے۔ اس وقت خوارزم کے فقراء اور علماء بھی ان کی زیارت کو آئے ہوئے تھے اور بیٹھے تھے۔ بادشاہ کی دُلہن بھی زیارت کرنے کے لئے آ گئی۔ شیخ تمیمی نے بادشاہ کی دلہن پر عتاب کیا اور کہا: "تو میری مُرید کیوں نہیں ہوئی اور کسی دوسرے کی مُرید ہوگئی؟ اور پھر مجھ سے ملنے بھی آئی؟" دلہن پر لرزہ طاری ہوگیا۔ سامنے سے نیچے گر گئی اور شدّت کے ساتھ تھر تھر کانپنے لگی۔ تب جناب **سیّد جلال** نے میرے والد سے التجا کی کہ بادشاہ کی دلہن کو نجات دلائی جائے۔ میرے والد مان گئے اور شفاعت کرنے کا اقدام کیا۔ ناچار شیخ تمیمی نے بادشاہ کی دلہن کی پیٹھ پر ہاتھ سے مارا اور بادشاہ کی دلہن اٹھ کھڑی ہوئی۔ محترمہ کا چہرہ اس عتاب کی ہیبت سے متغیّر ہو چکا تھا۔" تب **حضرت سیادت** نے فرمایا کہ:

"**شیخ تمیمی** نے سنّت کے طریق پر **سلوک** نہیں اپنایا تھا۔ اس کا طریقہ جوگیوں[۵۶] کا تھا۔ بوڑھاپے میں اس طرح کا تصرّف جو شیخ تمیمی کو حاصل ہو گیا تھا مجھ درویش کو پہلے پندرھویں اربعین میں حاصل تھا لیکن میں

نے کبھی بھی تصرّف سے کام نہیں لیا الّا اس وقت کہ جب میں شیخ تمیمی کی صحبت میں پہنچا اور مجھ درویش کے ایک رفیق کے ساتھ بھی' ایک بات کہنے پر' یہی معاملہ کیا تب ضرورتاً مجھے تصرّف کا اعادہ کرنا پڑا اس رفیق کے حق میں۔''

اس کے بعد جناب **خواجہ** نے فرمایا کہ: '' **شیخ تمیمی** سے سنا گیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ: ''ہمارے کارخانے میں کوئی بھی شخص آگے نہیں بڑھا سوائے ایک سیّد وسیّاح وغیورؒ کے جس کے برابر کوئی دوسرا نظر نہیں آیا۔''[۵۸]

اور جناب **کاکای شیرازیؒ**[۵۹] نے کہا کہ: ''ایک عرصے تک اس جگہ سے جہاں میں ساکن تھا میں ایک آواز سنتا تھا جس سے میں علم سیکھنے لگا۔ میں نے استفسار کیا کہ: ''یہ آواز کس کی ہے؟'' جواب سنا کہ: یہ **سیّد علی ہمدانی** کی آواز ہے۔'' اور جب میں **ماوراء النھر** میں آ گیا تو وہاں میں نے **سیّد علی ہمدانی** کی شہرت سنی اور میں اُن کی زیارت کو گیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے کمال کی کوئی انتہا نہیں۔ جب آپ نے بات کی تو میں پہچان گیا کہ یہ وہی آواز ہے جو میں نے اس جگہ پر سنی تھی جہاں میں رہتا تھا۔ لازمی طور پر میں نے آپ کی صحبت اختیار کی کیونکہ آپ کی عالی حوصلگی سے مجھے علم حاصل ہو گیا۔''

☆☆☆

• خود جناب سیادت میں یہ کمال آشکار تھا کہ جب کوئی صرف چند ہی قدم چلتا حضرت سیادت تب تک ایک لمبا فاصلہ طے کر جاتے۔ اور قرآن مجید پڑھتے وقت جب کوئی ابھی چند ہی الفاظ پڑھ چکتا تو آپ جناب سیادت قرآن کریم کا ایک بڑا حصہ پڑھ چکے ہوتے۔ اور یہ رفتار غلبۂ روحانیت کی وجہ سے تھی۔

مجھ فقیر نے جناب خواجہ عبد الله رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ فرمایا کہ: "جب جناب سیادت نے بدخشان سے ختلان کے اصحاب کے پاس جانے کا سفر اختیار کیا، میں اس حجرے میں داخل ہوا جہاں جناب سیادت رہتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ جناب امیر بیٹھے ہیں۔ پس میں نے سوچا کہ پہلے سلام کروں پھر اس کے بعد پوچھوں کہ کیا وجہ ہے کہ ختلان کے سفر کو موقوف کر دیا ہے۔ میں بات کرنا ہی چاہتا تھا کہ حضرت امیر کی صورت میری آنکھوں سے اوجھل ہوگئی اور میں حیران کہ آخر یہ کیا کیفیت تھی جو ظاہر ہوئی اور جلد ہی اٹھ گئی۔"

اور بعض اوقات میں فقیر جب آئینہ دیکھتا تو آئینہ میں حضرت سیادت کی صورت کو دیکھتا تھا اور دیر تک دیکھنے کے بعد ہی مجھے اپنی شکل نظر آتی تھی۔

من با تو چنانم ای نگار ختنی کاندر غلطم کہ من تویم یا تو منی[۶۲۰]

☆☆☆

اے دوست جان لو کہ صوفیاء میں، قدس اللہ اسرارھم، حیات و ممات میں ظاہر ہو جانے کی حقیقت دیکھی جاتی ہے میں نے جناب خواجہ[۲۶۱] سے سنا کہ وہ اپنے والد بزرگوار سے نقل کر رہے تھے کہ: ''میرے والد نے فرمایا کہ شیراز میں ایک ولی تھے جو ظاہر ہو جانے میں مشہور ہو چکے تھے اس حد تک کہ میں اُن کی جماعت میں حاضر تھا اور غذا پک رہی تھی کہ ایک آدمی اونٹ پر سوار ہو کر آیا اور اس ولی کی خدمت میں عرض کیا کہ: '' شیخ سعدی[۲۶۲] کے مزار پر ایک جماعت صحبت شریف کے انتظار میں ہے اور مجھے التماس کے ساتھ بھیجا ہے کہ آپ بزرگوار کی صحبت شریف سے مشرّف ہوں۔'' تب اس جماعت نے، جس میں میں بیٹھا تھا، اس ولی سے گذارش کی کہ آپ یہیں اپنی جگہ پر قیام کریں۔ وہ مان گیا اور فوراً مراقبے میں اتر گیا۔ تب اس جماعت نے ایک شخص کو گھوڑے پر سوار کیا اور اسے کہا کہ: ''کمال تیزی کے ساتھ جاؤ اور دیکھ کر آؤ کہ کیا یہ ولی (جو اس وقت ہم میں بیٹھا ہے) شیخ سعدی کے مزار پر وہاں جماعت میں بیٹھا ہوا ہے یا نہیں۔'' تب وہ سوار تیزی کے ساتھ روانہ ہو گیا اور جلد ہی واپس آ گیا اُس کے لوٹ کر خبر لانے کے ساتھ ہی اس ولی نے مراقبہ سے اپنا سر اٹھا لیا اور اپنے منہہ پر انگلی رکھی یہ اشارہ کرنے کے لئے کہ کچھ نہ کہنا۔ لیکن پنہانی طور پر جب خبر لانے والے سے پوچھا گیا تو جواب میں کہا: ''ہاں! یہ شیخ سعدی کے مزار پر جماعت میں بیٹھا تھا اور یہ بادام اور شکر کے دانے

بھی اس نے مجھے دئے''

☆☆☆

بیان کیا گیا ہے کہ بعض مشائخ 'قدس اللہ اسرارھم' نے فرمایا ہے کہ: ''ہم کئی بار آخرت سے دنیا میں آگئے اور دنیا سے آخرت میں واپس چلے گئے۔''

اور ظاہر ہو جانے کے مسئلہ کی حقیقت یہ ہے کہ غلبۂ روحانیت کی رو سے جسد کی صورت کی طرح اپنے مقام پر روحانی صورت میں گذارتے ہیں اور چلے جاتے ہیں اُس جگہ پر' جہاں کے لوگوں کے ساتھ ان کا تعلق خاطر ہو' یا جہاں کے لوگوں کا اُن سے تعلق خاطر ہو۔

بیان کیا گیا ہے کہ **حضرت مولانا جلال الدین رومی**[٦٦٣] قدس اللہ سرّہ کو ایک رات میں سترہ جگہوں پر بلایا گیا اور مولانا نے سب جگہوں کے لئے ہاں کر دی۔ خادم حیران ہو گیا کہ اس ایک رات میں سترہ جگہوں پر جانا کیسے ممکن ہوگا۔ نور ولایت سے جب حضرت مولانا جان گئے کہ خادم تشویش میں ہے تو آپ گھر کے اندر داخل ہو گئے اور خادم سے کہا: ''باہر سے گھر کے دروازے میں کنڈی چڑھا دو کہ میں گھر سے باہر نکلے بغیر ہی ان تمام جگہوں پر جاؤں گا۔'' جب صبح ہوئی تو ان سترہ جگہوں کے آدمی سترہ لکھی گئی غزلیں مع قبول دعوت کے شکرانے کے ہمراہ لے کر

حاضر ہوئے اور ان سترہ جگہوں کے آدمیوں نے بیان کیا کہ آج رات ہم صبح ہونے تک مولانا کی صحبت شریف میں تھے۔ حالانکہ آپ گھر سے باہر نکلے ہی نہ تھے۔

اور شریعت میں اس حقیقت کے لئے سند موجود ہے اور وہ سند یہ ہے کہ علماء دیندار اور فقہائے نامدار نے کتابوں میں ذکر کیا ہے کہ ہزاروں خواب دیکھنے والے ایک ہی وقت حضرت مصطفیٰ ﷺ کو خواب میں مختلف صورتوں میں دیکھتے ہیں۔ اور آخرت میں بھی تمام اہل جنّت کو ایک ہی وقت دیدار روی رسول خدا ﷺ میسّر ہوگا۔ اور یہ عالم قدرت سے غلبۂ روحانیت ہے۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ۔[۶۶۴]

لیکن بُدلاء[۶۶۵] کو اس صورت کا علم ہوتا ہے جو انہوں نے دل میں اتاری ہوتی ہے اور دوسرے اولیاء کے دل میں اگرچہ اس کے عوض ایک شبیہہ ہوتی ہے لیکن اس شبیہہ کی انہیں اطلاع نہیں ہوتی۔ کیونکہ کمّل[۶۶۶] حضرات کو اگرچہ تمام وجودی مراتب پر اطلاع ہے لیکن محض ایک ہی بار کی اطلاع نہیں بلکہ بار بار کی ہے' پس کمّل حضرات پر بھی بعض اشیاء' ذات وصفات میں عدم التفات واستغراق کی وجہ سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ اسی لئے مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نفس مطہر میں حق تعالیٰ کی پوشیدگی باقی تھی یا نہیں۔ استغراق کی ہیشگی میں یہ اختلاف تجلّی صفات[۶۶۷] سے ہے۔ لیکن تجلّی ذات[۶۶۸] میں استغراق[۶۶۹] کا دوام

دنیا میں ممکن نہیں ہے بلکہ لحظہ بھر کے لئے ہوتا ہے۔ فرمایا حضرت مصطفیٰ نے ﷺ: "**لِی مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِی فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ۔**"[۶۶۰]

جناب سیادت سے میں نے سنا کہ فرمایا: "اگرچہ سالک قوی ہوگا تو اڑھائی لمحوں یا تین لمحوں سے زیادہ کی طاقت نہیں رکھتا۔ اور یہ حدیث کہ: "**اَلاِیْمَانُ ثَابِتٌ وَالْیَقِیْنُ خَطَرَاتٌ**"[۶۶۱] بطور اجمال تمام تجلّیات پر مشتمل ہے۔ کیونکہ یقین عین ذات احدیّت ہے جو صورت و افعال کی صورت میں ظاہر ہوا ہے اور ایمان بن گیا ہے۔ حضرت مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے: "**اَلْاِیْمَانُ یَقِیْنٌ کُلُّہٗ۔**"[۶۶۲] پس ایمان افعال کا **مکاشفہ**[۶۶۳] اور دائمی صفات کا **مشاہدہ**[۶۶۴] ہے ؎

چو تو پیدا شوی از اہل دینم　　چو تو پنہان شوی از اہل کفرم[۶۶۵]

اور حضرت سیادت نے بھی سبھی تجلیّات کا اجمال کے ساتھ اس نظم میں ذکر کیا ہے قدس اللہ سرّہ وکثّر لنا برہ ؎

از کنار خویش می یابم دما دم بوی یار　　زان ھمی گیرم بہ ہر دم خویشتن را در کنار[۶۶۶]

چون کنارم را میانی نیست پیدا ہر زمان　　درمیان خون دل دائم غمش گیرد کنار

(جانم ھمی گیرد کنار؟)

چون میانش را کناری نیست زان در حیرتم　　کانچنان نازک میانی ہست دائم بی کنار

(در کنار؟)

نی میانش را کناری نی کنارم را میان — از میان آتش عشقش نمی یابم کنار

بر کنار است آن کہ سودای میانش در سر است — از میان آن خورد بر، گر شود خود بر کنار

نیست کس را از میانش جز کنار اندر دو کون — از میان آن این چنین دولت کسی جوید کنار

(گیرد کنار)

(از میانش؟) از کناری گر **علی** بوی میانش یافتی
در خیال آن میان از خویش گشتی با کنار (بر کنار؟)

اور جان لو کہ پہلے **کنار** سے مراد ہے **دل** اور دوسرے **کنار** سے **مراقبہ** مراد ہے۔ پہلے **میان** سے مراد ہے **وجود مطلق** اور دوسرے میان سے مراد ہے مراقبہ پر **تجدد ثبات و صفات**۔ اور **بوی** سے مراد ہیں **ربانی خوشبوئیں** جن کا ذکر اس حدیث میں ہے کہ فرمایا حضرت مصطفیٰ نے ﷺ : **"اِنَّ لِرَبِّکُمْ فِیْ اَیَّامِ دَھْرِکُمْ نَفَحَاتٌ اَلَا فَتَعَرَّضُوْا لَھَا"** یعنی درستی و راستی سے کہ آپ کے پروردگار کی آپ کے زمانے کے ایام میں تجلّیاں ہوتی ہیں۔ آگاہ ہو جایئے۔ پس امید اور توجہ کو ان تجلّیوں کے لئے لازم جان لیں۔

اور **یار** سے مراد ہے **حضرت پروردگار** کہ رفیق اعلیٰ وہی ہے جیسے کہ نزع کی حالت میں حضرت مصطفیٰ ﷺ فرماتے تھے: **"اَلرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی۔"** اور جب آپ زمان حیات میں سفر اختیار کرتے تھے

تو فرماتے تھے: "اَللّٰھُمَّ اَنْتَ صَاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ" [۶۷۷]

اور حیرت سے مراد ہے وہ حیرت جس کا ذکر اس حدیث میں ہے کہ فرمایا حضرت مصطفیٰ نے ﷺ : "رَبِّ زِدْنِی فِیْکَ تَحَیُّرًا۔" [۶۷۸] اور **مطلع و تخلص** سے، کہ باہم ملے ہوئے ہیں، معلوم ہو جاتا ہے کہ **حضرت سیادت** مقام **اطلاق** [۶۷۹] میں تھے اگرچہ جمال وجلال ذات کی طرف ہدایت کرنے والے تھے،

اور اگر کسی عزیز کو اس نظم کے بارے میں کوئی دوسرے معانی فہم میں آتے ہوں تو مبارک ہے اُسے کیونکہ کلام کے دو جوانب ہیں ؎

وقت سخن چون کہ بہ عیسیٰ رسید عیب رہا کن کہ بہ معنی رسید [۶۸۰]

☆☆☆

اے دوست جان لو کہ اس **خلاصۃ المناقب** کا سواد لکھے جانے کے بعد اور بیاض پر لانے سے پہلے، خلاصہ اوتاد [۶۸۱] الکبریٰ ابناء الامراء [۶۸۲]، کہ جن کا نام **محمد** اور لقب **میر** کا ہے، **'وَفَّقَہٗ بِمَا یُحِبُّ وَیَرْضٰی'** [۶۸۳] کی التماس پر مذکورہ نظم کی شرح کی ابتدا ہوئی اور مناسب دکھائی دیا کہ اس شرح کا اس **مناقب** (کی کتاب) میں اضافہ کیا جائے کہ اجمال کے بعد تفصیل آجائے اور مطالعہ کرنے والوں اور سننے والوں کے لئے بیشتر فوائد کا باعث

بن جائے۔ **یَجْعَلُهُ اللّٰهُ فِی قُلُوْبِ الْمُطَالِعِیْنَ وَالسَّامِعِیْنَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ اَجْمَعِیْنَ۔**[۶۸۴]

اور وہ شرح یوں ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَافِعِ الْحِجَابِ وَمُلْهِمِ الصَّوَابِ وَالصَّلٰوةُ عَلٰی صَاحِبِ الْمَقَامِ الْاَدْنٰی مُحَمَّدِنَا الْمُصْطَفٰی وَ آلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ الْتَزَمُوا الصَّفَاءَ وَمَا التَّوْفِیْقُ اِلَّا مِنَ اللّٰهِ ذِی الْوَفَاءِ یَا حَبِیْبُ یَا لَبِیْبُ[۶۸۵]

بعض اہل اللہ کو شہود ذات[۶۸۶] کا حال ہوتا ہے اور بعض کو شہود صفات کا حال اور بعض کو شہود افعال کا۔ لیکن شہود ذات کا حال دنیا میں روشنیوں اور تجلیوں کے مقدار کے مطابق ہوتا ہے اور شہود صفات کا دوام مختلف فیہ ہوتا ہے اور شہود افعال کے دوام کا حال تمکین[۶۸۷] کے بعد متفق رہتا ہے اور اس کے حضرت مصطفیٰ ﷺ کے وجود مبارک میں چھپے رہنے کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعضوں کا خیال ہے کہ شہود صفات کا حال آنحضرت میں ہمیشہ تھا اور بعضوں کا خیال ہے کہ ہمیشہ نہیں تھا البتہ اکثر اوقات میں تھا۔ اور حدیث: "**لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ**" گاہ گاہ تجلی ذات پر دلالت کرتی ہے اور تجلی صفات پر اکثر اوقات۔ اور تجلی ذات ہمیشہ کے لئے آخرت پر موعود ہے اور اس کی ہمیشگی مقام محمود[۶۸۸] کا شہود ہے۔

اور یہ جو بعض اولیاء اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم ہمیشہ حق تعالیٰ کے مشاہد ہیں، اور بعضوں نے کہا ہے کہ اگر ہم ایک لمحہ کے لئے حجاب میں رہیں گے تو مرتد ہو جائیں گے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اگر ایک لحظہ کے لئے محروم رہیں گے تو مر جائیں گے، یہ **شھود صفات و افعال** کی حالت میں ہوسکتا ہے نہ کہ **شھود ذات** کے حال میں، جیسے کہ یہ حدیث: " **الایمان ثابت والیقین خطرات** " اس پر دلیل ہے۔ کیونکہ **یقین**، ذات سے عبارت ہے اور **ایمان**[۸۹] صفات وافعال کی تجلّی کا مظہر ہے اس لئے کہ **احسان**[۹۰]، شہود صفات کا مقام ہے اور ایمان کا لازم، کیونکہ شہود افعال کا مقام ہے۔ پس لازمی طور پر **نور ایقان**، ذاتی ہے، **نور احسان** صفاتی اور **نور ایمان** افعالی۔ اگر سننے کی قوّت ہو تو یقین کے ساتھ سنے گا اور درک کرے گا کہ یہ یقین ہی ہے جس نے ایقانی اور احسانی اور ایمانی مراتب میں ظہور کیا ہوا ہے جیسے کہ یہ حدیث: " اَلْاِیْمَانُ یَقِیْنٌ کُلُّهٗ " اس پر دلیل ہے۔

تمثیلی ادراک کے لئے مثلاً دیکھنے والا طلوع سے قبل کی نشانیوں سے سمجھ لیتا ہے آفتاب کے وجود کو، جب کہ آفتاب کی کرنیں کسی پہاڑ کی چوٹی پر چمکتی ہیں اور دیکھنے والا اس روشنی کو دیکھتا ہے تو عین الیقین[۹۱] سے آفتاب کے وجود کو جان پاتا ہے۔ اور جب قُرص آفتاب طلوع ہوتا ہے تو آفتاب کی حقیقت کا دیکھنے والا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح توحید افعال کے

مکاشف کو کشف علم الیقین سے وحدت حق تعالیٰ حاصل ہو جاتی ہے جیسے کہ دلیل کے طالب کو دلیل سے۔ اسی لئے مشائخ طریقت نے فرمایا ہے:

"اَلْیَقِیْنُ اَوَّلُ قَدَمِ الْمُرِیْدِ الصَّادِقِ وَ آخِرُ قَدَمًا لِفَقِیْہِ الزَّاھِدِ۔"[۶۹۱]

اتحاد صفات کے مشاہد کے لئے وحدت حق تعالیٰ **عین الیقین** ہے اور وحدت ذات کے معاین کے لئے حق تعالیٰ کا وجود قدیم **حق الیقین** ہو جاتا ہے۔ بعضوں کے لئے شہود تین دن تک رہتا ہے' بعضوں کے لئے دن رات میں ستر ہزار بار مشاہدہ ہوتا ہے' اور بعضوں کو کبھی کبھی حاصل ہوتا ہے۔

اولیاء اللہ اوّل عین بصیرت سے معنی کے عارف ہو جاتے ہیں' جیسے کہ یہ حدیث واضح ہے: "اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ خَیْرًا فَتَحَ بَصِیْرَتَہٗ۔"[۶۹۳]

اس کے بعد اس معنی کے برابر کوئی لفظ وضع کرتے ہیں برعکس اہل ظاہر کے' جو پہلے لفظ کی تصحیح کرتے ہیں اور اس کے بعد لفظ سے معنی کی تصحیح کرتے ہیں۔ لیکن اہل اللہ کبھی معنی کو لفظ میں لے آتے ہیں جو لفظ ظاہری شرع کے موافق ہوتا ہے' اور کبھی ایسے لفظ میں' جو باطنی شرع کے موافق ہوتا ہے۔

ایک مرفوع حدیث[۶۹۴] ہے نبی ﷺ کی طرف کہ: "**لِکُلِّ آیَۃٍ ظَھْرٌ وَ بَطْنٌ وَلِکُلِّ حَرْفٍ حَدٌّ وَ مَطْلَعٌ۔**"[۶۹۵]

قرآن کا **ظھر** وہ ہے جو صیغہ سے فہم میں آ جائے۔ اور **بطن** وہ جو مفہوم اوّل کے ساتھ لازم ہو' اور **حد** وہ جس کی انتہا ادراک عقول پر ہو۔

اور **مطلع** وہ جو کشف بصیرت سے روشن ہو جائے۔ جیسے کہ جناب سیادت خلاصۂ نبوت نے فرمایا ہے ۔ ''از کنار خویش می یابم دمادم بوی یار۔''

جب **معیّت**[۶۹۶] پر نظر کی کہ: ''**وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ**[۶۹۷]'' فرمایا کہ: ''از کنار خویش می یابم۔'' اور چونکہ ہمیشہ **شہود** میں تھے فرمایا کہ: ''دمادم بوی یار۔'' اور ''بوی'' جو ''می یابم'' سے مربوط ہے اشارہ ہے ربّانی خوشبوؤں کی طرف جو ایّام دہر میں اہل اللہ کے دلوں کو فیض پہنچاتی رہتی ہیں اور ان کی پیروی میں ہر ذرّے کو فیض رسان ہیں۔ فرمایا حضرت مصطفیٰ ﷺ نے

''**اِنَّ لِرَبِّكُمْ فِىْ اَيَّامِ دَهْرِكُمْ نَفَحَاتٌ اَلَا فَتَعَرَّضُوْا لَهَا۔**'' اور ''یار'' پروردگار ہے۔ سفر کو جاتے وقت حضرت مصطفیٰ فرماتے تھے: ''**اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِى السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِى الْاَهْلِ**[۶۹۸]'' نیز فرماتے تھے سفر میں: ''**اَلرَّفِيْقُ الْاَعْلٰى**۔''

اور سیّدنا وسندنا[۶۹۹] قدس اللہ روحہ ودام لنا فتوحہ سفر میں فرماتے تھے: ''**يَا اَللّٰهُ يَا رَفِيْقُ يَا حَبِيْبُ**'' اور چونکہ شہود کی ہمیشگی توجّہ کی ہمیشگی کا موجب ہے' کہا: ''زان ھمی گیرم بہ ہردم خویشتن را در کنار'' کیونکہ محبّ کا دل جو مقلبّ القلوب[۷۰۰] ہے ہر لحہ میں شان منقلب کے انقلاب سے منقلب[۷۰۱] ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''**كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِىْ شَاْنٍ**[۷۰۲]''۔ اور سیر فی اللہ میں چونکہ توجّہ کی کوئی انتہا نہیں' فرمایا: ''چون کنارم را میانی نیست پیدا ہر

زمان۔'' اور چونکہ کمال معرفت حیرانی کا موجب ہے اور حیرانی کثیر اضطرابات اور عجیب امور کا باعث' لازمی طور پر کہا: ''درمیان خون دل جانم غمش گیرد کنار۔'' اور چونکہ سیر فی اللہ میں کمال معرفت سے اس کی ذات کا احاطہ کرنا ممکن نہیں' فرمایا: ''چون میانش را کناری نیست زان در حیرتم۔'' اور جب عارف نے سیر عن اللہ کے کسی بھی مقام پر مشہود کی انتہا نہیں دیکھی' کہا: ''کان چنان نازک میانی ہست دایم بی کنار۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ۔'' اور عارف نے چونکہ مشہود کو شئون کے بموجب کسی بھی سیر میں منتہیٰ نہیں دیکھا' فرمایا: ''نی میانش را کناری نی کنارم را میان۔'' اور چونکہ عدم انتہأ سے شئون کی کثرت موجب حیرت تھی اور حیرت موجب سوزش' کہا: ''وز میان آتش عشقش نمی یابم کنار۔'' اور جب کمال معرفت نے تقاضا کیا کہ کُنہ ذات کا طالب عاشق ہوتا ہے' فرمایا: ''بر کنار است آن کہ سودای میانش در سر ست۔'' اور جب وہ طالب' ہر سائر کو اپنی قدر و منزلت' جو فی اللہ فنا اور باللہ بقا ہے' کے لحاظ سے معلم ادیب ہوا' کہا: ''وز میان آن خورد ہر کو بدو شد بر کنار۔'' اور جب عارف منعم کی حق بین نظر کو تمام موجودات پر محیط دیکھا' فرمایا: ''نیست کس را از میانش جز کنار اندر دو کون۔''

اپنے ساتھ یوں کہا جاسکتا ہے کہ جب روح کے آئینے میں حقیقت ذات بلا کیف دکھائی دی تو بلاشک مشاہد نے اپنی ہی روح کی

صفای حقیقت کو دیکھا ہوگا نہ کہ ذات کو' جیسے پانی میں چاند کو۔ پس فرمایا: ''نیست کس را از میانش جز کنار اندر دو کون۔'' اندازۂ اوّل کے مطابق دوسرے مصرعہ کے معنی یوں کہے جاسکتے ہیں کہ جب نعمت الٰہی تمام موجودات پر مشتمل ہے تو پھر کیوں غفلت کی طرف رغبت کی جائے؟ اور اندازۂ دوم کے مطابق یوں کہا جاسکتا ہے کہ اگرچہ مقصود کی کُنہ تک نہیں پہنچا جاسکتا' لیکن (خود) شہود بلا کیف ایک دولت موجود اور ایک منزل محمود ہے پس اس سے کیوں غفلت برتی جائے؟ اس لئے فرمایا: ''از میان این چنین دولت کسی جوید کنار۔'' اور چونکہ عارف مکین اور محقق مبین کسی مقام اور صفت میں مقیّد نہیں کہ وہاں سے ترقی کرے' فرمایا ؎

از کناری گر علی بوی میانش یافتی　　　در خیال آن میان از خویش گشتی با کنار

یعنی اگر عبودیّت کی کامرانیوں میں سے کسی کامرانی سے' جو مقام شہود میں جمال مشہود کی لذّت ہے' اپنی مقیّد ہستی میں مقیّد رہتا تو لازماً اس پر **مقام امتثال**[۲۰۸] 'جو عبودیّت ہے' پر ترقی پانے کے واسطہ سے' انحراف کرنا واجب آتا۔ یا یوں کہا جاسکتا ہے کہ اگر حق کی تجلّیوں میں سے تجلّی کی راہ سے عارف کو وجود حقیقی کا احاطہ حاصل ہوتا تو لازماً اس کے شہود میں اپنی خودی سے منحرف ہوجاتا۔ لیکن ایسا نہیں ہے اور پہلے اور آخری شعر کو ملانے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ **جناب سیادت مقام اطلاق** میں تھے اگرچہ آپ حضرت کی ذات جمال جلال کی روشنی کی ہادی تھی کہ **مطلع** میں اور

اس کے نیچے اثبات شہود میں معجزہ کیا اور **تخلص** میں اس کی نفی کی۔

اور **مقام اطلاق** سے مراد ہے عارف کی دوری اس سے کہ وہ اوصاف الٰہیہ سے متصف ہے یا متصف نہیں ہے۔

رنگ عارف رنگ معروف است وبس　　رنگ معروفی نہ پیشی است و نہ پس[۹]

اور اگر اشعار کی اوڑھنیوں میں سے کسی معاین کو کسی دوسرے معانی کا جمال دکھائی دے تو مبارک ہو اُسے کہ کلام ذو وجوہ ہے[۱۰]۔

وقت سخن چون کہ بہ عیسیٰ رسید　　عیب رہا کن کہ بہ معنی رسید[۱۱]

رزقنا الله مع الطالبين من بركات النفحات المتعالية من طيبات الالفاظ الاميرية بمحمد و آله اجمعين[۱۲]

☆☆☆

جناب برادر دینی و دوست یقینی **مولانا قوام الدین**[۱۳]، جعل اللہ برکاتہ نے یوں بیان کیا کہ: ''میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت سیادت نے فرمایا کہ: ''میں حق بن گیا ہوں اور اس سے پہلے کہتا تھا کہ میں حق ہوں لیکن اب نہیں کہتا ہوں اور خاموشی اختیار کی ہے۔''

اور یہ خواب بھی جناب سیادت کے مقام اطلاق پر دلالت کرتا ہے کیونکہ حق بھی اللہ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے جس کا اطلاق صوفیانہ اصطلاح میں وجود مطلق کے بغیر اور کسی پر نہیں ہوتا۔

ایک اور بار آپ نے 'سلمہٗ اللہ' [۱۴] خواب میں دیکھا تھا کہ جناب سیادت نے فرمایا کہ ہر چند میں اپنے تعیّن [۱۵] کی نفی کرتا ہوں، کلّی طور پر اس کی نفی نہیں ہو پاتی۔ اور یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ تعیّن کی کسی مقام پر نفی نہیں ہوتی۔ جیسے کہ حضرت مصطفیٰ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے خبر دی ہے: ''کُنْتُ سَمْعَہٗ وَ بَصَرُہٗ'' [۱۶] کہ نہ تعیّن کو اُس کی درگاہ میں راہ ہے اور نہ اُس درگاہ کے ساتھ عدم تعیّن کو کوئی نسبت ہے کیونکہ بندے کی اللہ تعالیٰ سے ترغیب تقرّب کے لئے سوائے اللہ کے عبادت و اشارت کو قبول نہیں کرتی جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔'' [۱۷]

پہلے خواب کے بعض الفاظ اور دوسرا سارا خواب حضرت سیادت کے ہادی ہونے پر دلیل ہے کیونکہ پہلے خواب میں فرمایا کہ: ''میں حق بن گیا ہوں، لیکن کہتا نہیں ہوں اب جب کہ حق بن گیا ہوں، اگر چہ اس سے پہلے میں کہہ چکا ہوں، یعنی سلوک کی حالت میں اور حال کے غلبہ میں'' اور دوسرے خواب میں آداب شرعی کی رعایت کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

اے دوست اس کلام کی قدر نہیں جانے گا سوائے راہ خدا کے سالک کے۔ اور قیــــن سے جان لینا چاہئے کہ جناب سیادت کے بعض اصحاب نے عین کشف سے جناب سیادت کے جمال ولایت کا نور دیکھا

ہے اور جناب سیادت کے کُنہ کمال کو سمجھنے سے عاجزی کا اظہار کیا ہے اور حیران ہو کر رہ گئے ہیں۔ اور بعضوں کو یہ حقیقت رویای صالحہ کے آئینوں میں نظر آئی اور بعضوں نے راہ صدق سے جناب سیادت کے انفاس شریفہ سے ہدایت پائی۔ غرض سبھی بھلائی کے دائرے میں گھوم رہے ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى"[۱۸]

☆☆☆

جناب سیادت نے حالت غیرت میں فرمایا کہ: "**علاء الدین حصاری** نے اگرچہ دل کو صاف کر دیا ہے لیکن ابھی خود سے باہر نہیں آیا ہے بلکہ دیکھنے میں ہمارے بچوں کا محتاج ہے۔ اور **علی ہمدانی** نہ فقط زمین پر درویش ہے بلکہ ہر جگہ درویش ہے۔ زمین پر درویش ہے اور آسمان پر درویش ہے باوجود اس کے کہ تمام چیزوں سے مبرّا درویش ہے۔"

یہ کلام بھی گذشتہ بیان کی دلالت کرتا ہے کیونکہ اپنی درویشی سے **لاھوت**[۱۹] کی خبر دی اور یہ بے آلایشی جمال وجلال کی تجلّیوں سے گذرنے کے بعد ہی حاصل ہو جاتی ہے۔

درویش نہ این است و نہ آن است و نہ اوست　　بر نقش طراز او نہ پشت است و نہ روست
خطی است میان ظلمت و نور بہم　　کورا نہ سر و پای، نہ رنگ است و نہ بوست[۲۰]

☆☆☆

حضرت سیادت ، خلاصۂ سادات، منبع سادات و مطلع سُبحات[۲۱]

نے رسالۂ واردات[۲۲] میں فرمایا ہے کہ قضا کے خزانہ داروں نے جب بخشش و عطاء کا دستر خوان کھولا تو ہر داخل ہونے والے کے لئے نوالہ آمادہ کرلیا۔ خرقانی[۲۳] کو اس دستر خوان میں ایسا در نظر آیا کہ جس کی بقا اللہ کی بقا کے ساتھ ہے۔ ہمدانی[۲۴] نے ایسا خزانہ پایا جو عقل وفہم سے مبرّا ہے جلال و جمال کی سطوت کا ظہور شیخ خرقانی کا کمال بن گیا اور لطایف جلال و جمال کا ظہور درویش ہمدانی کی شکستگی کا جوڑنے والا اس طرح کے الفاظ جو اہل اللہ بولتے اور لکھتے ہیں کبر و غرور کے الفاظ نہیں ہوتے بلکہ وہ ایک غلبۂ حال، ایک غیرت کے ظہور، ایک رُتبہ کی رعایت، ایک نعمت کے ذکر اور ایک عقیدت کی تائید کا حامل ہوتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا: ”اَنَا سَیِّدُ وُلِدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ“[۲۵] ☆ ”وَ کُنْتُ نَبِیًّا وَ آدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ۔“[۲۶]

اور اپنے اصحاب کی بھی ان کے سامنے مدح کرتے تھے۔ باوجود اس کے کہ قرآن میں نازل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”فَلَا تُزَکُّوا اَنْفُسَکُمْ“[۲۷] اور حدیث میں وارد ہے: ”اُحْثُوا التُّرَابَ فِیْ وَجْهِ الْمَدَّاحِیْنَ۔“[۲۸]

پس یہ مذکورہ چہرے مطابق شرع نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ۔“[۲۹] اور فرمایا حضرت مصطفیٰ ﷺ نے: ”اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اِذَا اَنْعَمَ عَلٰی عَبْدٍ اَحَبَّ تَرٰی آثَارَ نِعْمَتِهٖ عَلَيْهِ۔“[۳۰]

اور یہ چہرے اگر کبر و گھمنڈ کے ہوں تو شرع کے مطابق نہیں ہیں۔ جیسے کہ آیت اور حدیث میں گذر چکا۔

بادل خود گفتم ای بسیار گوی چند گوئی تن زن و اسرار جوی
گفت غرق آتشم عیبم مکن می بسوزم گر نمی گویم سخن [حاشیہ ۳۱]

☆☆☆

حضرت سیادت نے فرمایا کہ: ''جب اخی [حاشیہ ۳۲] کی صحبت سے میں شیخ کی صحبت میں لوٹ آیا تو حضرت شیخ [حاشیہ ۳۳] نے مجھے سفر اختیار کرنے کا حکم دیا اور یہ حکم اس واقعہ کا نتیجہ تھا کہ جناب اخی نے ایک بار فرمایا کہ: ''یا سیّد! بہت سی دیگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ اُبل رہی ہیں اور تم ہر ایک دیگ سے چمچہ اٹھا رہے ہو۔'' میں نے کہا: ''اس کا مطلب کیا ہے؟'' کہا: ''مبارک ہو! کہ یہ اولیاء سے فیض پانے کا مطلب ہے۔''

اور شیخ کا حکم اس بات کے بھی قریب تھا کہ جناب اخی نے ایک بار فرمایا کہ: ''مردانگی سے کام لیں اور خلوتوں کی سختیوں پر صبر کریں کہ بس یہی ایک طبقہ رہ گیا ہے''۔ ناچار جناب شیخ نے مجھے سفر کرنے کا حکم دیا تا کہ ان دیگوں سے بڑے بڑے چمچے بھر بھر کر اٹھا لوں اور محبّت کرنے والے طالبوں کو وہ جہاں کہیں بھی دنیا میں ہوں ہدایت کا راستہ دکھاؤں کیونکہ ایک

ہی جگہ قیام کرنے میں اس طرح کا فیض وافاضہ میسّر نہیں۔

☆☆☆

حضرت سیادت نے فرمایا کہ: ''میں نے مشرق سے مغرب تک تین بار سفر کیا۔ خشکی اور سمندر میں بہت عجائبات دیکھنے میں آئے اور ہر بار جب ایک شہر اور ایک ملک میں پہنچا' وہاں کے لوگوں کے رسوم و عادات مختلف دیکھے۔''

☆☆☆

حضرت سیادت نے فرمایا: ''**حضرت خواجہ خضر** علیہ السلام کو دیکھا ہے جنہوں نے سمندر کے ساحل کے علاقے میں شادی کی تھی اور ان کے دس بیٹے ہوئے تھے۔ ان کی بیوی اور بیٹے اس سے بے خبر تھے کہ ان کے گھر کا مالک **خواجہ خضر** ہیں۔''

سفر میں ایک بار حضرت خواجہ خضر نے کہا: ''اے سیّد! اس بلندی پر چڑھیئے کہ ایک عجوبہ کو دیکھئے گا۔'' میں نے ان کی بات جو مان لی تو ایک چٹان کے پیچھے ایک اندھے شیر (تیندوا) کو چھپا ہوا دیکھا۔ اسی وقت ایک سارس نما پرندہ آیا جس کی چونچ میں گوشت کا ایک لمبا ٹکڑا تھا۔ اسے تیندوے کے منہ میں رکھ دیا اور چلا گیا۔''

حضرت سیادت نے فرمایا کہ: ''ایک بار ایک مکان میں اترا جس کے ایک حجرے پر تالا لگا تھا۔ میں نے پوچھا: ''اس حجرے کا دروازہ

کھول دو۔'' مکان کے رہنے والوں نے کہا کہ: ''جو کوئی رات کو اس حجرے میں رہتا ہے صبح کو بلا شک اس کا جنازہ اٹھتا ہے۔'' پس میں نے التماس کی کہ: ''تب تو دروازہ ضرور کھولنا چاہیے۔'' وہ مان گئے اور میں رات کو وہاں ٹھہر گیا۔ رات کا کچھ حصّہ گذر جانے کے بعد دروازہ کھل گیا اور ہاتھ میں شمع لئے ایک کنیز آئی اور اس کے پیچھے ایک عورت تھی جو آئینہ حسن کامل تھی اور آہستہ آہستہ میری طرف بڑھ رہی تھی یہاں تک کہ اس عورت کے اور میرے درمیان ایک گز یا اس سے بھی کم فاصلہ رہا۔ اس عورت کی حرکت سے میری غیرت جوش میں آگئی اور میں نے غیرت وحمیّت سے اس پر نگاہ ڈال دی۔ اس کا وجود بکھر گیا چینا دانوں کی طرح جو زمین پر بکھر جاتے ہیں اور چیخ مارتے ہوئے غایب ہوگئی۔ صبح کو جب وہاں کے لوگوں نے مجھے سلامت دیکھا تو وہ حیران ہوئے اور اس سے وہ میرے معتقد ہو گئے اور ان کا یہی اعتقاد میرے وہاں سے چلے جانے کا سبب ہوا۔''

اور جان لو کہ اس طرح کی حرکت جنّ کے تصرّف کے قسم کی حرکت ہے۔ اور جنّ مختلف اقسام کے ہوتے ہیں کہ ان میں سے بعض لطایف، فلک قمر کے نیچے کرۂ اثیر[۳۵] میں رہتے ہیں اور جب وہ آسمان کی طرف چڑھتے ہیں کہ فرشتوں کی باتوں کو سنیں تو انہیں سنگسار کیا جاتا ہے۔ اور کبھی وہ آگ کو نیچے بھیجتے ہیں اور بجلی پیدا ہو جاتی ہے اور بعض چیزوں کو آگ لگ جاتی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کرّۂ اثیر کو زمین کے نزدیک لے آتے ہیں

اور زمین سرخ دکھائی دیتی ہے۔ اور بعض لطائفؑ کا مسکن بادلوں میں ہوتا ہے بعض کا ہواؤں میں اور وہ ہواؤں پر تصرّف کرتے ہیں جیسے بگولے' یہاں تک کہ مٹی و برف اور خاشاک کو لوگوں کے سر پر پھینک دیتے ہیں۔ اور بعضوں کا مسکن صحراؤں اور پہاڑوں اور گھروں میں ہوتا ہے اور ان کے نوکر غسل خانوں اور وضو خانوں میں رہتے ہیں اور ان کی سواریاں اصطبلوں اور گند خانوں میں رہتی ہیں۔

اور بعض کثیف جن کتوں کی شکل میں ہوتے ہیں اور بعض گدھوں کی صورت میں اور بعض سانپوں کی۔ پس اگر کوئی سانپ نمودار ہو جائے تو تین بار عہد سلیمانؑ کی قسم دلائے۔ اگر چلا جائے تو اسے نہ مارا جائے اور اگر نہ جائے تو مار ڈالیں۔ اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ پہلی بار جب ظاہر ہو جائے تو قسم دلائی جائے اور نہ مارا جائے۔ اگر دوسری بار ظاہر ہو جائے تو مار دیں۔

اور وہ جن جو حضرت مصطفیٰ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر ایمان لے آیا اس کا نام **عبد الرحمٰن** تھا اور وہ ابھی زندہ ہے۔ اور آدمیوں میں جیسے ملتیں ہوتی ہیں ویسے ہی جنوں میں بھی ہوتی ہیں۔ بعض جن بڑی سرعت کے ساتھ دور علاقوں سے خبریں لاتے اور لے جاتے ہیں۔ ان کی غذا ای لطیف یہ ہے کہ ہڈیوں کو سونگھ لیتے ہیں اور شاید ہڈیوں کو سونگھنے کے بغیر ان کی غذا کچھ اور سونگھنا بھی ہو۔

پہاڑوں اور صحراؤں میں جو جن ہوتے ہیں کبھی آدمیوں کو اپنے ساتھ لے جاتے ہیں' ان کے ساتھ شادی کرتے ہیں' بچے ہوجاتے ہیں لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب دوسری بار شادی کرتے ہیں تو اسے مار ڈالتے ہیں۔ اور وہ جن جو گھروں میں ہوتے ہیں وہ مختلف تصرّفات کرتے ہیں مثلاً گھروں میں آوازیں آتی ہیں۔ چھتوں پر چڑھنے اور دوڑنے کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ لوگوں پر پتھر اور مٹی کے ڈھیلے مارتے ہیں جب کہ مارنے والا دکھائی نہیں دیتا۔ گھروں کے دروازے بند کرتے ہیں' کھولتے ہیں جب کہ بند کرنے اور کھولنے والا نظر نہیں آتا۔

اور اگر آدمی ان میں سے کسی کو ناحق مار ڈالے تو دنیا میں یا عالم غیب میں اس سے قصاص طلب کرتے ہیں۔ چنانچہ **شیخ محی الدین عربی**[۳۸] قدس اللہ سرہ نے ذکر کیا ہے کہ ایک جن ایک آدمی کو قتل گاہ کی طرف لے جارہا تھا۔ میں نے کہا کہ اس پر کریہہ صورت میں تبدیل کئے جانے کے بموجب قصاص واجب نہیں کہ حدیث میں ایسا ہی آیا ہے۔ انہوں نے (یعنی جنوں نے) کہا کہ محکمہ قضا کی طرف رجوع کیا جانا چاہئے۔ پس میں گیا اور قاضی کو حدیث سنائی کہ حدیث یہ ہے اور اس پر قصاص نہیں۔ ناچار اس آدمی کو چھوڑا گیا اور میرے حق میں دعائے خیر کی۔

جنوں میں شریر جن کو شیاطین کہلاتے ہیں۔ **شیاطین** دو قسموں کے ہیں۔ ظاہری اور باطنی۔ ظاہری جیسے کہ شریر آدمی اور شریر پریان۔ باطنی

جن کا ذکر کیا گیا' اور رمضان (مہینے) کے سرکش قیدی جن۔ فرمایا نبی ﷺ نے "اِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ صُفِدَتْ قَرَدَةُ الشَّيَاطِيْنِ" [۲۹]

شیاطینؔ جنّ [۳۰] بعض آدمیوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ کبھی اُن کے مُردوں کی صورت میں ظاہر ہو جاتے ہیں اور اُن مُردوں کے مانند کلام میں اُن سے باتیں کرتے ہیں۔ ناچار بتوں کے عبادت گذار بن جاتے ہیں اور اگر شیاطین کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو انہیں تکلیف پہنچتی ہے مثلاً اندھے ہو جاتے ہیں یا اُن کا مال چلا جاتا ہے۔

اور بعض شریر جنّوں کو **غُولؔ** [۳۱] کہتے ہیں اور غول بھی لوگوں کو تکلیف دیتے ہیں۔ جیسے کہ گھر کے دروازے پر آ کر صدا دیتے ہیں یا میدانوں میں آواز دیتے ہیں کہ: "اے فلانی! ادھر آ جاؤ" یا "اے فلانی! چلے جاؤ" یا: "اے فلانی! کہاں جا رہے ہو؟" اور کبھی یہ آواز جانی پہچانی ہوئی سی ہوتی ہے۔ اور کبھی چراغ یا آگ دکھاتے ہیں اور آدمی اس کی طرف راغب ہو جاتا ہے اور وہ دھوکہ کھا جاتا ہے اور پاس جا کر ہلاک ہو جاتا ہے یا غول ہی اُسے ہلاک کر دیتا ہے یا اسے تکلیف پہنچاتا ہے اگر آدمی اپنی طبیعت کے موافق نہ پائے۔ اور اگر اپنی طبیعت کے موافق پا لیا تو اس کے ساتھ شادی کر لیتا ہے اور اس کے بدن کو چاٹتا ہے تا کہ بکری کی طرح اس کے تمام بدن پر بال نکل آئیں۔

اور میں ایک بار خرّم گاؤں سے بغلان کی طرف پہاڑی راستے سے چل پڑا۔ عصر کے وقت زرد شیخ نامی جگہ پر اُترا۔ خرّم گاؤں کے پانچ اور آدمی میرے رفیق سفر تھے جن میں سے سید علی بزرگتر تھا۔ آگ جلائی کہ گرمی ہو جائے کیونکہ موسم ربیع کا آغاز تھا اور سردی تھی۔ جب گرم ہو گئے تو غذا کھائی اور انہوں نے عجیب باتیں کیں جنہیں میں نے سنا لیکن ان پر یقین نہیں کیا۔ لیکن چونکہ وہ غمگین دکھائی دیے میں نے اُن کے حزن و ملال کی وجہ پوچھی۔ کہا: ''اس موسم ربیع میں اس پہاڑ پر غول ہوتے ہیں جو لوگوں کو تکلیفیں دیتے ہیں۔'' تب میں نے اُن سے کہا: ''آپ لوگ سو جایئے کہ میں آپ کی پاسبانی کروں گا'' اور سفر کے یہ ہمراہی جب آرام میں اتر چکے اور میں ان کی نگہبانی کرنے لگا تو قبلہ رو بیٹھ کر میں نے حرزیمانی پڑھنا شروع کیا اور آہستہ آہستہ پڑھ کر اسے پورا پڑھ لیا اور ایک بار پھر پڑھنا شروع کیا۔ لیکن جب نصف پڑھ چکا تو نیند غالب آ گئی۔ ناچار بعض رفقاء نگہبانی کرنے لگے۔ اور جب رات کے (بارہ حصّوں میں سے) چار حصّے گذر چکے تو بعض رفقاء نے چلّا کر کہا کہ: ''حیوانوں کے درمیان ایک سفید کتا دکھائی دیا۔'' میں نے کہا: ''یہاں سے کوچ کیا جائے'' جب تھوڑی دور چل پڑے تو میں رُک گیا لیکن انہوں نے پکارا: ''جلدی آ جایئے کہیں غول ضرر نہ پہنچائے۔'' اور جب میں اُن کے پاس پہنچا تو ایک مہیب آواز کے ساتھ بڑی سخت اونچی صدا سنائی دی۔ میں نے پوچھا:

"یہ آواز کیسی ہے؟" کہا: "یہ غُول کی صدا ہے۔" اسی حالت میں ایک سفید چٹان سی ظاہر ہوئی جس کی اونچائی آدمی کے قد کے برابر تھی اور ہم لوگوں کی طرف بڑھنے لگی۔ جب یہ چٹان نزدیک پہنچی تو یہ ایک آدمی کی طرح میانہ قد اور جسیم غُول تھا اور اس کے بدن پر بال نمودار تھے ایک بکری کی طرح۔ میں نے اُسے قسم دلائی کہ چلا جائے۔ نہیں گیا۔ پس میں نے حــرز یمـانـی پڑھنا شروع کیا اور بلند آواز میں پڑھا لیکن پھر بھی نہیں چلا گیا۔ راہ میں کہیں سایہ تھا اور کہیں چاندنی۔ جب ہم سایہ میں پہنچتے تھے تو غُول قریب آجاتا تھا اور چاندنی میں دور چلا جاتا تھا اور ہیبت ناک نعرے مارتا تھا جن کی گونج پہاڑ میں سنائی دیتی تھی۔ اور صبح جب نزدیک آئی تو راہ میں ایک پتھر نمودار ہوا جس نے راستے میں شگاف کر دیا۔ دو آدمیوں نے چھری ہاتھ میں لے کر پتھر کے پیچھے پناہ لی اور غُول کو قتل کر دینے کا ارادہ کیا۔ غُول پتھر کے نزدیک پہنچا اور مشک کی مانند لیٹ گیا اور اپنا سر پتھر کے اوپر کر دیا جہاں پر ان دو آدمیوں کو دیکھ لیا اور فوراً خود کو پیچھے ہٹا لیا اور چیخ ماری پچھلی چیخوں سے بہت اونچی چیخ، اور چکی کی مانند مثلّث مستطیل شکل میں ڈول کی صورت بن گیا اور پھر کاغذ کی طرح پتلا ہو کر اڑنے لگا اور ایک چھوٹی سی پہاڑی کی چوٹی کے درخت کے اوپر بیٹھ گیا اور جب آدمی اس درخت کے پاس گئے اور اس پر پتھر مارے تو وہ قندیل مانند کاغذ بن گیا اور اڑ کر ایک اونچے پہاڑ کی چوٹی پر ایک درخت کے اوپر اُترا۔ اسی اثنا میں صبح

ہوئی اور لوگ اس کے شرّ سے آزاد ہو گئے۔

اور اگر میدان میں کوئی جن ظاہر ہو جائے کتے کی صورت میں، تو یہ کتا بھی جن کے ساتھ موافقت کر کے آدمی کو تکلیفیں دیتا ہے۔ **نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ الشَّیَاطِیْنِ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ**[۴۴۴]

بیان کیا گیا ہے کہ سعد نامی ایک صحابہ پیشاب پھیرنے کی حالت میں بیہوش ہوئے اور انتقال کیا۔ بعض صحابہ نے اس سوراخ سے جس میں سعد نے پیشاب کیا تھا، یہ آواز سنی کہ: "**رَمَیْنَا سَعْدًا وَلَمْ یُخْطِ فُؤَادَہٗ**"[۴۴۵] اور جب یہ معاملہ حضرت مصطفیٰ ﷺ کے پاس لے گئے آپؐ نے فرمایا: "سعد پر جنوں نے اُن کے مسکن پر پیشاب پھیرنے کی وجہ سے تیر چلائے۔ پس سوراخوں میں پیشاب نہیں کرنا چاہئے تاکہ جن پری کوئی ضرر نہ پہنچائے۔"

نیز بیان کیا گیا ہے کہ جن بعض آدمیوں کے وجود میں ۲ طرح سے تصرّف کرتے ہیں کبھی حکم سے اور کبھی حکم کے بغیر۔ جیسے، آدمی پر یوں غلبہ پاتے ہیں کہ فارسی بولنے والا عربی بولتا ہے اور عربی بولنے والا فارسی بولنے لگتا ہے اور یا دیگر زبانیں۔ نیز مختلف اشیاء کا ذکر کرتا ہے جن کے تصرّف سے۔ **نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ اِسْتِیْلَاءِ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَاسْتِیْلَاءِ الْخَلْقِ کُلِّھِمْ اَجْمَعِیْنَ**۔[۴۴۶]

☆☆☆

جناب سیادت نے فرمایا کہ: ''ایک بار میں ایک بڑی جماعت کے ساتھ ایک کشتی میں بیٹھا تھا۔ ناگاہ کشتی ٹوٹ گئی اور میں لکڑی کے ایک تختہ پر دریا (سمندر میں) بہتا رہا اور جب نجات ملی تو ایک گاؤں تک پہنچنے میں تین ماہ کی راہ تھی۔

☆☆☆

جناب سیادت نے فرمایا کہ: ''ایک اور بار میں کشتی میں تھا کہ اچانک ملاّح میں بے چینی پیدا ہوئی میں نے پوچھا کہ: ''کیا معاملہ ہے؟'' جواب دیا کہ: ''اس جگہ پر جہاں ہم ابھی پہنچنے والے ہیں' ایک جماعت ہے جن کے سر کوؤں کے سر کی مانند ہیں اور وہ سمندر کے اسی حصّے میں رہتے ہیں اور کوئی بھی کشتی ان سے بچی نہیں ہے'' میں نے ملاّح سے کہا کہ: '' مت ڈرو کہ اللہ تعالیٰ ہمارا مددگار' ہمارا رفیق اور ہمارا محافظ ہے۔''ملاّح نے اپنا سر مجھ درویش کے قدموں پر رکھ دیا اور نذر کی۔ کشتی میں سوار سب لوگ غمزدہ ہو گئے اور نذر کئے حالانکہ وہ کوؤں کے سے سر رکھنے والی مخلوق باہر نہیں آئی اور کشتی اس خوفناک منزل سے سلامتی کے ساتھ گذر گئی۔ اور جب میٹھا پانی ختم ہوا اور لوگوں کو سخت پیاس لگی تو انہوں نے ملاّح سے گذارش کی کہ کہیں سے پینے کا میٹھا پانی پیدا کرو۔ ملاّح نے مشکیں اٹھالیں اور دونوں آنکھوں کی نظریں سمندر پر گاڑ دیں اور نظریں گاڑ کر ایک فاصلہ

طے کیا اور ہماری نظریں ملاّح پر تھیں جب کہ ملاّح کی نظریں سمندر پر تھیں۔ اچانک ملاّح نے سمندر میں ڈبکی لگائی اور مشکوں کو پینے کے میٹھے پانی سے بھر کر باہر آ گیا۔ ملاّح سے پوچھا گیا کہ: ''یہ پینے کا میٹھا پانی کیسے مل گیا؟'' جواب دیا کہ: ''اس سمندر کی تہہ میں میٹھا پانی ہے۔'' پوچھا: ''تجھے کیسے معلوم؟'' کہا: ''ایک سوئی سے اللہ تعالیٰ کشتی کو راہ دکھاتا ہے اور میں خود ایک سوئی سے کم نہیں'' اس تقریب پر جناب سیادت نے آیت قَدَّرَ فَهَدٰی[247] کی تفسیر فرمائی۔

☆☆☆

جناب سیادت نے فرمایا کہ ایک بار کسی ضرورت سے ۲۴ فرسنگ[248] راستہ چلنا پڑا اور یہ راہ ایک دن میں بغیر کچھ کھائے پئیے طے کی۔

☆☆☆

جناب سیادت نے فرمایا: ''جب **جناب شیخ** نے مجھے سفر اختیار کرنے کا حکم دیا تو وصیّت کی کہ: ''یا سیّد! فلاں مردود شخص کو اپنی فتراک[248] کی گرفت سے محروم نہ کریں۔'' ناچار سفروں میں اُس کی مصاحبت لازمی تھی لیکن اکثر اس کے ہاتھوں رنج اٹھانا پڑا اس لئے کہ رد[249] کا مرض اس سے دور نہیں ہو پاتا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ جب اُسے کشادگی حاصل ہوئی

تو وہ ہر محرم اور غیر محرم کو اپنے احوال سناتا تھا اور خاص ملامت کے بعد بھی جب وہ باز نہیں آیا جناب **شیخؒ** نے اُس کو اپنی صحبت سے باز رکھا کہ شاید باز آجائے لیکن باز نہیں آیا یہاں تک کہ ایک بار ہم ایک مسجد میں اترے۔ اہل مسجد نماز پڑھ چکے تھے اور بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے اونچی آواز میں کہا کہ: ''فلاں آدمی نے جنابت کی حالت میں نماز پڑھی ہے۔'' لیکن وہ نہ مانے اور بڑی اذیتوں کے ساتھ ہمیں مسجد سے باہر نکال دیا۔ گفتگو کرتے وقت **شیخ محمد خلوتی** نے اس کے ساتھ جھگڑا کیا اور جب شام کو اپنے حجرے میں چلا گیا تو اس کو اذیّت پہنچانے کے لئے جنّوں کو اس کے حجرے میں بھیجا اور وہ چہرے کی اڑی ہوئی رنگت کے ساتھ میرے حجرے میں آگیا۔ میری غیرت بھی جوش میں آگئی اور میری جوش غیرت سے وہ جنّ بھاگ گئے۔ **شیخ** سے گفتگو کے وقت **شیخ تمیمی** نے بھی مخاصمت سے کام لیا اور **شیخ** غضب میں آگئے اور وہ لرز رہا تھا۔ میں نے غیرت سے اس کی پیٹھ پر ہاتھ سے مارا۔ اور ایسے ہی ہم جوش کی حالت میں **شیخ تمیمی** کی صحبت سے اُٹھ کر چلے گئے۔

اس طرح کی تشویش میں ڈالنے والی کہانیاں اُس سے بہت موجود ہیں۔ **شیخ** قدس اللہ سرہ کی نصیحت کی بنا پر اس کی صحبت میں تشویش ہو جانے پر صبر سے کام لینا چاہئے۔

جان لو کہ ردّ کی دو قسمیں ہیں۔ اوّل، شیخ کی صحبت سے ردّ، مردود

کے باز آجانے کے لئے مگر شیخ سے مردود کے حق میں محبت کا تعلق برقرار رکھتے ہوئے۔ جیسے کہ ذکر ہوا۔

هلہ نومید نہ باشی کہ ترا یار براند گرت امروز براند نہ کہ فردات بخواند؟

در اگر بر تو بہند دکہ مرد صبر کن آنجا کہ پس از صبر ترا او بہ سر صدر نشاند

یار اگر بر تو بہند دھمہ رہ ہا و گذرہا رہ پنہان بگشاید کہ کس آن راہ نداند[۵۲]

اور دوسری قسم وہ ردّ ہے جس میں محبت کا تعلق کاٹ دیا جاتا ہے

جیسے کہ حضرت مصطفیٰ ﷺ نے **مروان**[۵۳] اور **ثعلبہ**[۵۴] کو ردّ کر دیا **نعوذ باللہ من ذالک**[۵۵]۔

گلیم بخت کسی را کہ بافتند سیاہ سفید کردن آن نوع‘ از محالات است[۵۶]

☆☆☆

حضرت سیادت[۵۷] نے فرمایا کہ: ”جب میں **آدم صفی اللہ** کی قدم گاہ[۵۸] کی زیارت کرنے کے لئے **سراندیپ**[۵۹] جا رہا تھا تو تین دنوں تک پانی اور جونکوں کے بیچ میں سے چلنا پڑا اور ہر تھوڑے فاصلے پر لکڑی کو چھیلنے کے بعد جونکوں کو ٹانگوں سے اتارنا پڑتا تھا۔ رات کو ٹھہرنے کے لئے ان جگہوں پر جہاں زمین تھوڑی خشک تھی تہہ خانے کھودے گئے تھے۔۔ جب میں آدم علیہ السلام کی قدم گاہ شریف کے پاس پہنچا میں نے لوہے کی ایک لمبی زنجیر دیکھی جو ایک چٹان کے اونچے سرے سے نیچے لٹکی تھی۔ میں نے

راہنما سے پوچھا کہ: ''کیا اس زنجیر سے اوپر چڑھ سکتے ہیں؟'' کہا: ''ہاں!'' پس میں نے زنجیر پکڑ لی اور اوپر چڑھا۔ تین روز تک میں چٹان پر رہا البتہ دیکھا کہ آدم علیہ السلام کے ایک قدم کو کاٹ دیا گیا ہے اور کسی اور ملک میں لے گئے ہیں۔ میں نے اس کی بھی زیارت کی ہے۔ یہ قدمگاہ اُن کے (یعنی آدم علیہ السلام کے) پاؤں کے تلوے کا نشان ہے جو اس چٹان میں دھنس گیا ہے جب حوّا سے جنّت میں جدا ہو کر آپ دنیا میں اترے تھے۔

سالہا سجدۂ صاحب نظران خواہد بود　　بہ زمینی کہ نشان کف پای تو بود[60]

بیان کیا گیا ہے کہ ستر سال کے بعد عرفات[61] میں ایک دوسرے کو دیکھا اور پہچان لیا۔ ایک اور روایت کے مطابق تین سو سال بعد۔ اور تب آدم علیہ السلام اتنے بلند قد تھے کہ آپ کے سر مبارک کی چوٹی آسمان کے ساتھ لگ جاتی تھی اور آپ آسمانوں کے فرشتوں اور ساکنوں کی باتیں سن پاتے تھے۔ لیکن خداوند علیم و حکیم کے حکم سے جبرئیل[62] علیہ السلام نے اپنا پر آپ پر مل دیا اور آپ کا قد ساٹھ گز کا ہو گیا۔

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ اہل بہشت آدم علیہ السلام کے کوتاہ قد کے برابر اور عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کے ہونگے جو ۳۳ برس تھی۔

اور امّ البشر حضرت حوّا علیہا السلام کے ایک ہزار شکم تھے اور ہر شکم میں دو اولاد۔ ایک بیٹا اور ایک بیٹی۔ اور حضرت آدم ابوالبشر علیہ السلام پہلے شکم کی بیٹی کو پچھلے شکم کے بیٹے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے

ازدواج میں دیتے تھے جو اللہ تعالیٰ فَعَّالٌ لِمَا یُرِیْدُ[۶۳] ہے۔ اور پچھلے شکم کی بیٹی کو پہلے شکم کے بیٹے کے ساتھ ازدواج میں دیتے تھے اور یہ تصرّف قابیلؔ[۶۴] کی ھابیلؔ[۶۵] کے ساتھ عداوت کے سبب تھا۔

اور خبر میں آیا ہے کہ آدم علیہ السلام کی زندگی میں آپ کے اولاد و احفاد چالیس ہزار تک پہنچے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

☆☆☆

حضرت سیادت نے فرمایا کہ: "قضاوقدر[۶۶] جس حال میں لے گیا میں نے کئی مرتبہ حج ادا کیا۔ ایک بار توکل کرتے ہوئے میں نے حاجیوں کے ہمراہ صحرا میں قدم رکھا اور ھائے پئے بغیر میں ۲۸ روز تک چلتا رہا کہ نفس کو اس کی رغبت نہ تھی اور اس کے بعد اس کی طلب کی حالانکہ میرے پاس کوئی بھی دنیاوی ساخت کی چیز نہ تھی جس میں طعام کو لے لیتا اور نفس کو سیر کرتا۔ تب برتن کا ایک ٹکڑا لیا اور کئی خیموں مں گیا۔ ناگاہ ایک عزیز کے خیمے میں پہنچا جس نے پاس خاطر کی التجا کی تھی اور میں نے صحرا کے آغاز میں نہیں مانا تھا۔ ناچار میرا نفس شرمندہ ہوا اور برتن کے اس ٹکڑے کو زمین پر دے مارا اور ایک کونے میں چلا گیا اور مراقبہ میں اتر کر خود سے بے خبر ہوگیا۔ جب اس حال سے لوٹ آیا تو قافلہ جاچکا تھا۔ میں بھی قافلے کے پیچھے ہولیا اور ایک کنوئیں کے پاس پہنچا۔ میرے پاس کنوئیں سے پانی

نکالنے کے لئے کوئی چیز نہ تھی۔ ناچار میں کنوئیں میں اتر گیا اور بہت پانی پی لیا۔ تھوڑی دیر تک کنوئیں میں رہا کیونکہ کنواں اونچا تھا اور آسانی سے باہر نکلنا مشکل تھا۔ ناگاہ ایک شخص کنوئیں پر آ گیا اور مجھے دیکھ کر تبسّم کیا اور سر پر سے اپنی پگڑی اتار کر اس کا ایک سرا میری طرف پھینک دیا جسے میں نے پکڑ لیا اور میں کنوئیں سے باہر آ گیا۔ میں نے جب اس شخص سے پوچھنا چاہا کہ: ''تم کون ہو؟'' وہ غایب ہو گیا۔ میں چل دیا اور قافلے میں پہنچا۔ اہل قافلہ نے تعجب کا اظہار کیا کہ آپ اعراب کے شرّ سے کیسے بچ کر نکلے۔ چونکہ قافلے میں معروف ہونے لگا تھا اس لئے میں اکثر اوقات قافلے کو چھوڑ کر دور چلا جاتا تھا اور رات کو قافلے میں لوٹ آتا تھا اگر چہ اعراب کا سخت ڈر بھی تھا۔

☆☆☆

جناب سیادت نے فرمایا: ''جب میں ملک **ختلان** کے **علی شاہ گاؤں**[۶۷] سے حج کرنے کی نیّت سے نکلا تو میں نے اپنی رقم میں سے کچھ رقم مستحقوں پر خرچ کی اور جب میں **یزد**[۶۸] پہنچا تو رقم تھوڑی رہ گئی تھی۔ اچانک ایک صالح خاتون وہاں پر آ گئی جہاں میں ٹھہرا تھا اور چاندی کے بارہ ہزار دینار لے کر آ گئی اور اس رقم کو قبول کرنے کی التماس کرتے ہوئے کہا کہ: ''میں یہ رقم آپ کے پاس حضرت مصطفیٰ ﷺ کے فرمان

سے منزل پر پہنچ گئے۔ جب میں شام پہنچا تو سخت تنگی تھی۔ ناچار اسی رقم کے پیسوں سے میں ہر روز محتاجوں کے لئے غذا خرید لیتا تھا جب تک دوسرا وقفہ آ پہنچا۔ ان پیسوں میں سے ابھی تھوڑی سی رقم بچی تھی کہ میں **مکّہ** کی طرف روانہ ہوا اور حج کیا اور پھر **خطۂ مبارک ختلان** میں قضاوقدر کے چاہنے کے مطابق لوٹ آیا۔"

☆☆☆

اور میں فقیر جب **قریۂ علی شاہ** رحمۃ اللہ علیہ میں جناب سیادت کے حج سے لوٹنے کے وقت شرف ملاقات سے مشرّف ہوا تو فرمایا کہ: "دس مہینوں سے جہاں پر بھی ٹھہرا حضرت حکیم مطلق سے ندا آئی کہ: " جاؤ اور لوگوں کی ہدایت کرو۔" اور آج رات جو اس گاؤں میں پہنچا ہوں خواب میں ایک فتنہ دیکھا۔ اور اس ملک کے لوگوں پر کوئی اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔"

اور جب وہ فتنہ واقع ہوا تو فرمایا کہ: "دس مہینوں تک مجھے کسی جگہ ٹھہرنے نہیں دیا گیا کہ: " جاؤ اور طالبوں کی ہدایت کرو۔" اور جب تھوڑے ہی عرصے میں ہم نے ہدایت دینے کی طرف توجہ کی تو فتنہ قایم کر دیا گیا جو "**اِنْ هِیَ اِلَّا فِتْنَتُکَ**"[۴۷۶] کے مطابق تھا۔ پس اگر چہ کوئی علم و حکمت میں راسخ بھی ہو وہ ہرگز حکیم مطلق کی حکمت کے اسرار کی ماہیت

سے لائی ہوں'' ناچار میں نے رقم قبول کر لی اور اس صالح خاتون سے پوچھا کہ: ''اس فرمان رسول ﷺ کی کیفیت کیا ہے؟'' کہا: ''یہ رقم میں نے حج کی نیت سے محفوظ رکھ لی تھی اور آمادگی کے اہتمام میں تھی کہ حضرت مصطفیٰ ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ فرمایا کہ: ''ان پیسوں کو سنبھال کے رکھو کہ ہمارے فرزندوں میں سے ایک فرزند حج کو جا رہا ہے اور وہ یہاں پر اترے گا اور یہ رقم اسی کو دے دینا۔'' میں نے عرض کیا: ''اس فرزند کا نام کیا ہے؟'' فرمایا کہ: ''**علی ہمدانی**۔'' اس خواب سے آج تک پورا ایک سال گذر چکا ہے اور اس ایک سال میں میں نے ہمیشہ اس جگہ پر نظر رکھی ہے اور مسافروں سے پوچھتی رہی یہاں تک کہ آج میں آپ حضرت سیادت کے لقای مبارک سے مشرّف ہوئی۔'' اور جب میں اس رقم کے ساتھ **بغداد** پہنچا تو اس سال کے وقفہ کے دوران **مکہ** جانے میں مصلحت نہ تھی چنانچہ میں نے بغداد چھوڑ کر **شام** کا رُخ کیا اور بغداد سے روانہ ہو کر میں نے تین اونٹوں پر کھانا پانی لاد لیا اور دو اونٹوں پر ضروریات زندگی کی اشیاء باندھ لیں اور چل پڑا۔ قافلے والے تعجّب کر رہے تھے کہ: سیّد تو خود بہت ہی کم کھاتا ہے اور یہ بھاری توشہ پھر کس لئے؟ جب کہ ہم صرف چودہ ہی روز میں منزل پر پہنچیں گے۔'' چند دنوں تک کاروان چلتا رہا اور راستہ غلط ہوا۔ کئی دنوں تک صحیح راستے سے بھٹک کر ٹھہر گئے اور کاروان والوں کا خوراک ختم ہوا۔ اب مجھ سے خورد و خوراک کا تقاضا کیا اور اسی کی قوّت

سے منزل پر پہنچ گئے۔ جب میں شام پہنچا تو سخت تنگی تھی۔ ناچار اسی رقم کے پیسوں سے میں ہر روز محتاجوں کے لئے غذا خرید لیتا تھا جب تک دوسرا وقفہ آ پہنچا۔ ان پیسوں میں سے ابھی تھوڑی سی رقم بچی تھی کہ میں **مکہ** کی طرف روانہ ہوا اور حج کیا اور پھر **خطۂ مبارک ختلان** میں قضا و قدر کے چاہنے کے مطابق لوٹ آیا۔''

☆☆☆

اور میں فقیر جب **قریۂ علی شاہ** رحمۃ اللہ علیہ میں جناب سیادت کے حج سے لوٹنے کے وقت شرف ملاقات سے مشرّف ہوا تو فرمایا کہ: ''دس مہینوں سے جہاں پر بھی ٹھہرا حضرت حکیم مطلق سے ندا آئی کہ: '' جاؤ اور لوگوں کی ہدایت کرو۔'' اور آج رات جو اس گاؤں میں پہنچا ہوں خواب میں ایک فتنہ دیکھا۔ اور اس ملک کے لوگوں پر کوئی اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔''

اور جب وہ فتنہ واقع ہوا تو فرمایا کہ: ''دس مہینوں تک مجھے کسی جگہ ٹھہرنے نہیں دیا گیا کہ: '' جاؤ اور طالبوں کی ہدایت کرو۔'' اور جب تھوڑے ہی عرصے میں ہم نے ہدایت دینے کی طرف توجہ کی تو فتنہ قایم کردیا گیا جو ''**اِنْ ھِیَ اِلَّا فِتْنَتُکَ**''[۲۶۹] کے مطابق تھا۔ پس اگر چہ کوئی علم و حکمت میں راسخ بھی ہو وہ ہرگز حکیم مطلق کی حکمت کے اسرار کی ماہیت

تک نہیں پہنچ سکتا۔''

جناب برادر دینی **حاجی علی قزوینی** نے بیان کیا کہ جناب سیادت بارہ بار حج کو گئے ہیں۔

☆☆☆

حضرت سیادت نے فرمایا کہ: ''سفر اور حضر میں ہمیں سخت آزمایشوں اور مشقتوں میں ڈالا گیا اور یہ زحمتیں بعض فقہاء و علماء کی طرف سے ہمیں اٹھانا پڑیں اور بعض، ملوک و امراء سے، اور بعض گویا خود ہمارے اپنے نفس کے شرور سے۔ اور یہ بلائیں حضرت حق تعالیٰ کی طرف سے محض عطا تھیں گو کہ صورت میں بلا تھیں۔ چنانچہ فرمایا حضرت مصطفیٰ ﷺ نے کہ: '' **اَشَدُّ الْبَلَاءِ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ ثُمَّ عَلَی الْاَوْلِیَاءِ ثُمَّ عَلَی الْاَمْثَلِ فَالْاَمْثَلِ** ''[۱۲۲۰]

[۱۲۲۱]

دلی را کز غم عشقش سر موئی خبر باشد	زتشریف بلای دوست بروی صد اثر باشد
کسی کز غمزۂ چشمش چو زلف او پریشان شد	ز نام و ننگ و کفر و دین بہ کلی بی خبر باشد
گدائی را کہ با سلطان بی ھمتا بود سودا	دلش پیوستہ ریش و عیش تلخ و دیدہ تر باشد

علیؔ ! گوھر کسی یابد کہ او از سر قدم سازد
کی افتد گوھر معنی تر اگر قدر سر باشد

اگر چہ علماء کے فتنے بہت ہیں لیکن اُن فتنوں میں سے ایک یہ تھا کہ ایک بار مجھے زہر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ہلاک ہونے سے بچالیا

البتہ اس (زہر) کا اثر جسم میں ابھی باقی ہے کہ سال میں ایک بار تھوڑا سا ورم آ جاتا ہے اور صفرا بھی جو بعد میں خشک ہو جاتا ہے۔

اور قصّہ یہ تھا کہ بعض ملکوں کے علماء کے ساتھ میں ایک مجلس میں بیٹھا تھا اور اللہ تعالیٰ کے کلام حق کی بعض باتوں کو میں نے بیان کیا جن کو علماء نے سخت ناپسند کیا اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ: ''اگر عام لوگ دوسری بار اس **سیّد** سے اس قسم کی باتیں سنیں گے تو علماء سے اُن کا عقیدہ اُٹھ جائے گا۔ پس ہمیں کوئی تدبیر کرنی ہوگی کہ **سیّد** زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔'' مشورہ کرنے کے بعد انہوں نے اتفاق کر لیا کہ **سیّد** کو زہر دے دیا جائے۔ پس اُنہوں نے ایک عظیم دعوت تیار کی اور مجھے بلا لیا اور التماس کے ساتھ اصرار کیا کہ سیّد ضرور اس مجلس میں اہل مجلس کے لئے برکت صحبت کی خاطر حاضر ہوں۔ میں نے مان لیا اور چلا گیا۔

راہ میں ایک ولی اللہ سے ملاقات ہوگئی اور اس نے **حبّ الملوک**[۲۷۲] کے چند دانے میرے منہہ میں ڈال دئے اور کہا کہ: ''انہیں کھا لو اللہ کی خاطر'' اور میں نے کھا لئے اور کہا کہ: ''آپ بھی میرے ہمراہ آ جائیں'' لیکن وہ نہیں مانے۔ اور جب میں اس مجلس میں پہنچا تو اہل مجلس نے میری بے انتہا تعظیم کی۔ ایک قدح شربت کی لائی گئی اور کامل احترام کے ساتھ پی لی اور میں نے بھی پی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس شربت میں زہر تھا۔ ناچار میں مجلس سے فوراً اُٹھا اور اہل مجلس نے جس قدر

اُن سے ہو سکا ٹھہرنے کی التجا کی لیکن میں نے نہیں مانا بلکہ جانے میں میں نے جلدی کی اور جونہی میں اپنے حجرے میں پہنچا سخت قوی اسہال اور قے ہوئی اور زہر زائل ہو گیا اور بہت اذیّت اٹھا کر خوشی محسوس کی۔اس کے بعد میں نے ان علماء کی صحبت سے پرہیز کیا اگرچہ میری غیر حاضری میں انہوں نے تہمت سازی کی بہت کوششیں کیں۔"

☆☆☆

[حضرت سیادت نے فرمایا] اگرچہ ملوک وامراء کے فتنے بہت ہیں لیکن ان فتنوں میں سے ایک فتنہ یہ تھا کہ بعض شہروں میں جب پہنچا تو اُن شہروں کے سلطان نے میرے ساتھ گفتگو کی خواہش کا اظہار کیا چنانچہ کمال اکرام واجلال کے ساتھ سلطان نے مجھے اپنے پاس بلالیا۔لیکن میں نے قبول نہیں کیا اور سلطان خشمگین ہوا۔اس نے تانبے کا ایک گھوڑا بنانے کا حکم دیا اور جب گھوڑا بن چکا تو اُسے آگ پر رکھ دیا گیا اور تانبا آگ بن گیا۔سلطان خوف دلا کر مجھے دھمکیاں بھیجتا رہا اور اس نے حکم دیا کہ شہر میں ڈھنڈورہ پٹوایا جائے کہ سیّد سلطان کے دربار میں آجائیں ورنہ ان کو آتشی گھوڑے پر سوار کر دیا جائے گا۔چالیس دن تک گھوڑے کو آگ میں گرم کرتے رہے لیکن وہ پھر ٹھنڈا ہو جاتا تھا۔دھمکیوں اور شدید تہدید اور ڈھنڈورہ پٹوائے جانے کے باوجود میں سلطان کے پاس نہیں گیا۔چالیس

دنوں کے بعد سلطان خود میرے پاس حاضر ہوا اور کمال ادب کے ساتھ کھڑا رہا اور گذشتہ کردار پر معافی کا طلبگار ہوا۔

☆☆☆

لیکن **ماوراء النہر**[۴۷۳] میں آنجناب کو جو شدید تکلیف پہنچی وہ اس حد تک تھی کہ جلای وطن ہو جانے کی ہوا چلی اور آنجناب کے درخشان تیز رفتار گھوڑے کی عنان اس سفر میں **کشمیر** کی طرف مڑی اور آپ کے اہل بیت شریف اور احباب اور دوست اور مُحبّ قیامت تک آپ کے چہرۂ مبارک کے دیدار کے منتظر رہے۔ اور یہ بات سورج کی طرح کسی سے بھی چھپی نہیں ہے ۔

خوشا سری کہ بود ذوق سرما دیدہ به چشم دل رُخ اسرار آن سرا دیدہ[۴۷۴]
ز روزن دل خود گوش کردہ راز ازل وزان دریچۂ یقین سرّ ماجرا دیدہ
بر آستان وفا ہر دمی ز دشمن و دوست ہزار محنت و ناکامی و جفا دیدہ
بہر جفا کہ کشیدہ بہ روزگار دراز برای دوست در آن شیوۂ وفا دیدہ
بہر وفا کہ نمودہ بہ زیر تیغ جفا ز روی دوست دو صد خلعت صفا دیدہ
میان آتش شبہای ہجر ہر دم صبح ہزار روح صفا از دم صبا دیدہ
میان ظلمت امکان و کثرت صوری نسیم صبح وصال از رہ فنا دیدہ
چو از رسوم مجازی فنا شدہ بہ کلّی درون زہر فنا شربت بقا دیدہ

ز جام شوق شدہ مست و شیشہ بشکستہ میان عربدہ محبوب خوش لقا دیدہ
زنگ خود شدہ یک سو در حریم ذات جمال آن مہہ بیچون و بی چرا دیدہ
علایی از چہ شدی مست چون نخوردی می
ز دیدہ مست شود ہر کس وتو نا دیدہ

☆☆☆

خاتمۂ عمر کا ذکر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی"[۵]

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ"[۶]........

اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: "اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا یَمُوْتُوْنَ وَلٰكِنْ یَنْقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارٍ"[۷۷۷]

گر شمس فرو شد بہ غروب او نہ فنا شد   کز برج دگر آن شہہ انوار بر آمد[۷۷۸]

ای دوست جان لو کہ سال ۷۸۷ھ کے ماہ صفر کے اوائل میں **قصبۂ روستا بازار**[۷۷۹] میں واقع **خانقاہ فتح آباد** میں **جناب سیّد زادہ شمس الدین ماخانی**[۷۸۰] 'فتح اللہ علیہ باب الذوق الوجدانی'[۷۸۱] حاضر ہوئے اور ایک خط لائے جو کلیجے کے خون اور جگر کے درد سے پر تھا اور سنیچر کی رات کو یہ خط مجھ فقیر کو دیا۔ جب میں نے خط دیکھا تو دیکھا یہ خط برادر **قوام الدین**[۷۸۲] رزقہ اللہ الاحتظاء باسرار الدین[۷۸۳] نے لکھا تھا۔ پس اس محبوب اعلیٰ کے فراق کے کوچے سے غم کی ہوا چلی اور اس مطلوب بزرگوار کی ذات کی خوشبوئیں مشام جان میں پہنچیں۔

ساکنان فرش اغبر ماہ انور برافق   مضطرب چوں ماہی در بحر اخضر دیدہ اند[۷۸۴]

صفرتی در عارضش دیدند از عین حزن   لاجرم خود امشبش از دوش اصغر دیدہ اند

در ذرج لحد گشت نہان گوہر شاہی   در پردہ شد از دیدۂ ما نور الٰہی[۷۸۵]

شکر است کہ رو سرخ بہ دیوان قضا رفت   آن صیت کہ بر معرفتش داد گواہی

این اشک کہ از خرمن چشم نہ شود پاک   صد دانہ بہ یک جو دہد از چہرۂ کاہی

این زمرۂ اخیار کہ از غربت شمس از مشرق و مغرب ھمہ گویند آہی
یعنی کہ خود آن طلعت انگشت نما را در جان جہان ہیچ ندیدیم کما ہی
آن روز کہ از خاک لحد روی نماید خود باز دہد آب رُخ یوسف چاہی

اور متزلزل کردینے والی ہواؤں کے صدمے سے میرا نفس نالاں موت کے تالاب کے دہانے پر آ گیا اور اس حبیب حقانی کی جدائی کے بحرِ غم کی موجوں سے حسرت کے قطرات آنکھوں سے ٹپکنے لگے اور اس خلیل رحمانی کے فراق کے ہزارہا شعلہ ہای آتش سے رخسار جل اٹھے اور ان حیران کن شعلوں کی شدّت حدّت سے روز وصال اور شب فراق میں تمیز باقی نہ رہی اور تندی آتش سے کوہ وجود بے رونق ہو کر رہ گیا اور غم سے اس قدر ناتوان ہوا کہ دل میں خفقان[96] پیدا ہوا۔

ای آتش فراقت دلہا کباب کردہ[97] سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

اور اس کے بعد عقل کا واعظ وجود کے منبر پر آ گیا اور اس بے رونق وشکستہ ذات کو اس مشکل میں صبر کی تلقین کرنے میں مشغول ہوا۔ اور جو فرمایا اس پر نفس نصیحت پذیر ہوا اور اللہ تعالیٰ سے صبر کے مقام پر ثابت قدم رہنے کا طلبگار رہا۔ جیسے کہ **کتاب واردات**[98] کے آغاز میں **جناب سیادت** نے فرمایا ہے کہ:

ای ہر مجروح دل کی جراحتوں کے مرہم!

ای ہر درویش کے مونس اور راحت رسان!

ای کہ تیرا اکرم ہر بیکس کی دستگیری کرتا ہے!

ای کہ تیری رحمت ہر سر گردان کا انعام ہے!

ای کہ تیری غیرت کی خیرہ کن چمک نے فرشتوں کی بصیرت کو تیرے جمال کے اسرار کا ملاحظہ کرنے سے سی لیا ہے!

ای کہ تیری رأفت کی عطوفتوں نے ہر شکستہ دل کے گوشۂ قلب میں ہزاروں شمع صفا روشن کیے!

ای کہ تیرے لطف کی خوشبوؤں کے آثار ہر فتوح کا سرمایہ ہیں!

ای کہ تیرے فضل کی ہوای نسیم ہر زخم خوردہ کے لئے راحت جان ہے!

ای کہ تیرے وصال کی باد صبا آتش فراق کے سوختگان کی اُمید گاہ ہے!

ای کہ تیرے بحرِ فضل کا صاف وشیرین پانی صحرای شوق کے تھکے ماندوں کے لئے حیات بخش ہے!

ای کہ تیری عنایت کی قدیم مہربانیاں' ہر بے قدر و قیمت کی دستگیری کرتی ہیں!

ای کہ تیرے عفو بے انتہا کا لطف' ہر بے عذر کا عذر پذیر ہے!

اور جو کچھ اس خط میں لکھا تھا اُسے دوسری بار زیر نظر لا کر یہ شعر پڑھتا رہا ۔

داشتم وقتی نگاری، یادمی آید مرا ہرزمان از یاد او، فریاد می آید مرا[۴۸۹]

ہائے! ہائے! ہائے

اس خط کے بعض الفاظ شریف یہ تھے:

هُوَ الْبَاقِیْ![۴۹۰]

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: كُلُّ شَيْئٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ[۴۹۱]

آپ کو علم ہو جائے کہ **ذی القعدہ** کے مہینے میں **حضرت امیر** **حجاز** کے سفر پر جانے کی نیّت سے **شہر سری (نگر)** سے روانہ ہوئے اور جب آپ **ملک خضر شاہ**[۴۹۲] کی ولایت کے حدود میں پہنچے تو **جناب ملک خضر شاہ** نے استدعا کی کہ **حضرت امیر** چند دنوں کے لئے یہیں پر قیام فرمائیں کہ **جناب سیادت** کے منبع فیوض سے استفادہ کیا جائے۔ ناچار آپ نے قبول کیا۔ اور جب **ذی الحجہ** کا مہینہ آ گیا **حضرت امیر** نے ساتھی درویشوں کے ہمراہ عزلت اختیار کی اور اسی روز ظہر کی نماز کے بعد **حضرت امیر** میں علالت پیدا ہوئی جو پانچ روز تک رہی۔ ان پانچ دنوں میں آپ نے کوئی دنیاوی غذا تناول نہیں کی۔ البتہ آخری دن کو چند بار پانی پی لیا۔ اور جب **۲ ماہ ذی الحجہ بدھوار** کا دن آ پہنچا اور خفتن کی نماز کا وقت ہوا آپ نے اصحاب کو بلا لیا اور اُن کو

نصیحت کی اور وصیّت فرمائی کہ:

''ہمیشہ حق کے ساتھ رہئے۔ اوراد اور اوقات پر ثابت قدم رہئے۔ ہماری طرف توجہ رکھئے اور ہمیں معاف کردیجئے۔ وفاداری میں اگر ثابت قدم رہے تو ایک سال تک ہمارے مقبرہ پر مجاور رہ کر اوراد پڑھا کریں ان نصیحتوں کو قبول کیجئے تاکہ دنیا اور آخرت کی سعادت حاصل کرو گے اور اگر اس کے برعکس کرو گے تو آپ جانیں'' اور اس کے بعد فرمایا کہ:

''خیر سے چلے جایئے اور نماز پڑھیئے۔''

پس اصحاب باہر نکل گئے اور جو کچھ فرمایا اس پر عمل کیا اور وظیفہ خوانی میں مشغول ہوگئے۔ اور سنائی دے رہا تھا کہ **حضرت امیر** قدس اللہ سرّہ کی زبان مبارک پر یہ اذکار جاری تھے: ''**یا اللہ! یا رفیق! یا حبیب!**'' آدھی رات تک۔ اور اس کے بعد حکم الٰہی سے **حضرت امیر** نے اس فانی دنیا کی تنگنائیوں سے باقی رہنے والی سرائے کی وسعتوں میں انتقال فرمایا **انا للہ و انا الیہ راجعون!**

ان یوم الفراق احرق قلبی　　　احرق اللہ قلب یوم الفراق
لو وجدنا الی الفراق سبیلا　　　لاذقنا الفراق طعم الفراق[۹۳]

اور اس حالت میں سارے برادران روتی آنکھوں اور سوختہ جانی کے ساتھ حیران و پریشان ہوگئے اور ہر کوئی بہ زبان حال کہہ رہا تھا ؎

آن کس داند حال دل مسکینم　　　کورا ہم ازین نمد کلاہی باشد[۹۴]

اس خط کی تاریخ تھی: ''روز جمعہ ۱۵ ذی الحجہ ۷۸۶ھ ہلالی۔ محرّرہ الدّاعی فقیر قوام الجرمی''[۹۵]

حضرت امیر کے انتقال کرنے کی تاریخ جو **مولانا محمّد سرای السینی**[۹۶] سلّمہٗ اللہ نے کہی ہے ؂

چو شد از گاہ احمد خاتم دین　　ز ہجرت ہفتصد وشصت وثمانین[۹۷]
برفت از عالم فانی بہ باقی　　امیر ہر دو عالم آل یٰسین

☆☆☆

اور جان لو کہ نزع کے وقت اولیاء کے احوال مختلف ہوتے ہیں۔ بعض پر ہیبت طاری ہوجاتی ہے، بعضوں پر امید کا غلبہ، اور بعضوں پر کوئی ایسی چیز منکشف ہوجاتی ہے جو ان کی استواری اور مضبوطی کا باعث بن جاتی ہے۔

جناب شیخ روز بہان بقلی[۹۸] قدس اللہ سرّہ نے فرمایا ہے کہ: ''اللہ کے ایسے بھی برگزیدہ بندے ہیں جن پر وہ ہر روز ہزار بار تجلّی نچھاور کرتا ہے کہ پگھلنے کے نزدیک پہنچ جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے جلال کے انوار کے سبب۔ پس ایسے باریک ہوجاتے ہیں کہ دار فانی سے دار باقی کو رحلت کرنے کے وقت ان کی روحیں جسم کو جذب کرتی ہیں جنّات نعیم و مقیم کی طرف جاتے ہوئے، اور طبعی موت کے رنج سے نجات پاتی ہیں۔ جیسے

معراج کی رات حضرت محمّد رسول اللہ ﷺ نے روح و بدن کے ساتھ پرواز کی اور عیسیٰ[۷۹۹] و ادریس[۸۰۰] علیہما السلام نے بھی آسمان کی طرف روح و بدن کے ساتھ پرواز کی۔

بیان ہوا ہے کہ اکراد[۸۰۱] میں سے ایک جوان نے ہوا میں پرواز کی اور غایب ہو گیا اور پھر کبھی لوٹ کر نہیں آیا۔ بعض تو جنت مشہودہ[۸۰۲] میں جاتے ہی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے **لَا یَدْخُلَ الْجَنَّۃَ اَقْوَامٌ اَفْئِدَتُھُمْ مِثْلِ اَفْئِدَۃِ الطَّیْرِ "**

(مکتوب سے) آگاہی پانے کے بعد ولایت[۸۰۳] کنر[۸۰۴] میں جانے کی تیاری کی لیکن ربانی تائید سے مظفر و منصور بادشاہ اور سلطان رفیع المرتبت جناب **شیخ محمّد**[۸۰۵] **وفقه الله تعالیٰ بما یحب و یرضیٰ**[۸۰۴] قضا و قدر کی خواہش سے' مانع ہوئے۔ اور جناب مولائی عظیم و مفخر کریم' جو **محمّد سرائی**[۸۰۶] کے نام سے معروف ہیں' اسرار خدائی سے وہ ہمیشہ محظوظ ہوں' دوسرے مشتاق سعادتمندوں کی جماعت کے ہمراہ اس سفر پر ولایت کنر کی طرف روانہ ہو گئے اور تابوت معطّر و صندوق منوّر کے دیدار سے مشرّف ہوئے۔ اور جب تابوت کو زمین سے اٹھایا گیا ان نیک بختوں کے دماغ تک مشک ناب کی لپٹیں پہنچیں۔

ایک روز میں نامور **حضرت شیخ محمّد بادشاہ دیندار**[۸۰۸] کے حضور میں حاضر تھا کہ آپ کے ایک امیر (دربار) نے کہا کہ: "تعجب ہے کہ **سیّد** کے تابوت کو گرم موسم میں لایا جا رہا ہے۔ کہیں بو نہ پکڑ لے۔" بادشاہ نے جواب دیا کہ: "ایسی بات نہیں کہنی چاہئیے کیونکہ **جناب سیّد** صاحب کمال تھے اور ہمارا اعتقاد ہے کہ **سیّد** کے تابوت سے خوشبو آتی ہوگی" اس کلام کی تقریب سے مجھے ان باتوں کا اندازہ ہوا جن کا صوفیاء قدس اللہ اسرارہم نے کتابوں میں ذکر کیا ہے کہ: "پرندوں کی ایک قسم ہوتی ہے جو ہوا میں اڑتے رہتے ہیں اور چالیس دنوں تک کچھ نہیں کھاتے اور چالیس دنوں کے بعد پرندوں کی اس صنف سے مشک اذفر کی خوشبو آتی ہے۔" پس کیا ہی حال ہوگا اس صاحب کمال کا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ساٹھ سال تک قدم اخلاص کے ساتھ پایدار و ثابت قدم رہا ہو اور جس کے کمال حال کی بزرگواری و شرف سے دوسرے مخلصوں کے بھی اوقات خوش، اذواق دلکش اور علوم، نور بخش بن چکے ہونگے!

بیان ہوا ہے کہ **جناب شیخ ابو سعید ابوالخیر**[۸۰۹] قدس اللہ سرّہ نے خاوران[۸۱۰] کی غار میں عزلت اختیار کی اور جب باہر آئے تو بارہ سال گذر جانے کے بعد ایک ولی اللہ اس غار کی زیارت کو گئے اور باہر آئے اور فرمایا کہ: "اگر یہ غار مشک ناب سے پُر ہوتی جب بھی اس قدر خوشبودار نہ ہوتی جس قدر بارہ سال گذر جانے کے بعد بھی **شیخ ابو سعید** کی صحبت

کے اثر سے اس سے خوشبوی دل کش آتی ہے۔"

پس **جناب سیادت** کے تابوت سے خوشبوؤں کی لپٹیں پھیل جانے میں کیا تعجب کہ **جناب سیادت** نے بارہ سال کی عمر میں راہ خدا کے سلوک کی طرف توجہ فرمائی اور ۷۳ سال کی عمر میں اس دار فنا سے دار بقا میں انتقال کیا۔ یعنی آنجناب کی حضرت ربّ الارباب کے ساتھ ۶۱ سال تک توجہ رہی ہے۔

اور مجھ فقیر نے، جو آنجناب کا خوشہ چین ہے، چونکہ بعض درویشوں کی تین ماہ تک خلوت میں تربیّت کی ہے، ان کے جسم کے اعضا کے اجزا سے ذکر کی آواز سنی ہے، ان کی خوشبو سونگھی ہے اور خود اپنے بُن دندان کا شہد چکھا ہے۔ اور یہ سب آنجناب کے آثار کی روشنی ہے جو مجھ خوشہ چین گدا کو پہنچی ہے۔

جناب ملک خضر[۸۱۱] شاہ اللہ کی خوشنودی کے لئے آپ خلاصۂ موجودات و زبدۂ کائنات کے تابوت کے ہمراہ ایک روز کی راہ پر چلے اور اُن کا فرزند سعید جن کا نام **سلطان شاہ** ہے اس وقت خانقاہ کے ساکنین میں سے ہے **زادہ اللہ صدقا و صفا**۔[۸۱۲]

اور تابوت **۲۵ جمادی الاوّل سنیچر** کے روز **خطۂ مبارک ختلان** کی خانقاہ خجستہ میں، جو بیت المعمور[۸۱۳] ہے، پہنچا اور حضرت **جناب سیادت** کے نور کی روشنی سے، منتظر بینا آنکھیں چمک اٹھیں

ای دیدہ ہا از روی تو روشن شدہ وی روشنان از بوی تو گلشن شدہ[۸۱۴]

ای دوست جان تو کہ جس وقت جناب سیادت کا تابوت کُنر سے ماوراء النہر کی طرف لایا جارہا تھا' واقعہ میں دیکھا گیا کہ بہت فرشتے سفید بادلوں کی طرح ساتھ ساتھ آسمان پر چلتے ہوئے **حضرت سیادت** کے تابوت کے ہمراہ چل رہے ہیں اور جب مجھ فقیر کے سر کے اوپر پہنچے تو ان کی حقیقت دیکھ لی۔ ان کا ابری وجود پگھل گیا اور وہ زمین پر آ گئے اور سفید و سبز پرندوں کی شکل میں نمودار ہو گئے ایک بڑے پانی کے تالاب میں' اور یہ پانی بھی اُن ہی کے وجود سے پیدا ہوا' جو بے انتہا صاف و شفاف تھا' اور میری طرف رواں تھا۔ اور یہ فرشتے مجھ فقیر کا بے حد احترام کررہے تھے جس سے یہ سمجھا گیا کہ یہ احترام **جناب سیادت** کے میرے ساتھ تعلّق خاطر کی وجہ سے ہے۔

زہی وقت وزہی وقت وزہی وقت کہ من قدرش نہ دانستم جز این وقت[۸۱۵]

☆

نہ رسد قربت ما را خلل از بعد مکان کہ میان من و اوکون و مکان حایل نیست

حضرت سیادت 'قدس اللہ روحہ الکبیر نے زندگی کے دوران میں مجھ فقیر کو تاخیر نماز سے معاف رکھا تھا پس دوران وفات میں تاخیر زیارت کی بھی معافی کی امید ہے کیونکہ آپ کے کمال حال کے سلطان نے مجھ فقیر گدا کی جان میں اقامت کا خیمہ گاڑ دیا ہے۔

گر آب وگلت دور بود باکی نیست چون جان ودلت عاشق و دیوانۂ ماست[۸۱۶]

ہر کرا در بند عشق آزاد کردی ای کریم بوی وصلت دایما در بند او گردد مقیم[۸۱۷]

اے دوست جان لو کہ بہت بڑی سعی کرنی پڑتی ہے کہ کوئی **جناب سیادت** کے انوار سے منوّر ہو جائے۔

دل شکستہ ہین چرائی؟ برشکن قلبہا و قلبہا و قلبہا
جزو جزو تو فکندہ بر فلک ربّنا وربّنا وربّنا[۸۱۸]

اور خلوص و اخلاص کے ساتھ **جناب سیادت قرۃ العینؒ**[۸۲۰] کی طرف صدق و اقبال کی راہ میں قدم بڑھانا کہ اب وہی ہیں بقیۂ ہدیۂ الٰہی اور خلعت سُرادق پناہی[۸۲۱]! البتہ! البتہ! البتہ!

☆☆☆

اور **حضرت سیادت** سے سنا گیا کہ واقعہ میں میں نے دیکھا کہ **شیخ محمود مزدقانیؒ**[۸۲۲] "خصہ اللہ بالفیض السبحانی" نے ایک سفید باز مجھے دیا اور فرمایا کہ: "حضرت حق تعالیٰ نے یہ باز آپ کے لئے ہدیہ میں بھیجا ہے۔" میں نے کہا: "مجھے اس باز کا کیا کرنا ہے؟" کہا: "اسے خانقاہ میں رہنے دیجئے" اور جب میں نے **شیخ** کے اُس پار نظر کی تو حدّ نظر تک اولیاء اللہ کو دیکھا جو اس ہدیہ کی تعظیم کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ اور یہ واقعہ ایک فرزند کے ظہور کی طرف اشارہ تھا۔

ہر کرا خود نُو رعزت پروردازفیض خویش شاہباز قدس گرددزآشیان وبیض خویش[۸۲۳]

اور اس واقعہ کے بعد خلاصۂ سادات وزبدۂ مکوّنات[۸۲۴]

حضرت امیر۔ سید محمد[۸۲۵] 'ابقاہ اللہ الباقی بمحمد وآل محمد' نے آشیان غیب سے پرواز کی اور شہود کی چوٹی پر نزول فرمایا۔ پس جیسے جناب سیادت عالم حقیقت کے مطلع آفتاب تھے ویسے ہی بے شک آپ کے فرزند عزیز بھی عالم حقیقت کے مینار ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے : "**الولد سرّ ابیه**" یعنی بیٹا اپنے باپ کا باطن ہے۔

ای سندی کہ آفتاب از پی تحصیل نور خدمت روی ترا گشتہ بہ جان مشتری
ہیچ شبی نگذرد تا نکند رای تو کوکبِ روز را سوی جہان رہبری[۸۲۶]

☆

از نام محمد است مسمّی حلقہ شدہ این بلند طارم
تو در عدم و گرفتہ قدرت اقطاع وجود زیر خاتم[۸۲۷]

☆

سعادت بہ بخشایش داور است[۸۲۸] نہ در چنگ و بازوی زورآور است

☆☆☆

حضرت سیادت نے فرمایا کہ: "**بہرام شاہ کشیمی**[۸۲۹] **حاجی** نے 'رحمۃ اللہ علیہ' ایسی سعادت پائی کہ خاندان ذوالقرنین[۸۳۰] میں سے کسی اور نے نہیں پائی۔"

اور برادر دینی جناب **مولانا قوام الدین**[۸۳۱] 'وفقہ الثبات

علی الاطلاع باسرار الدین[۸۳۲]، نے یوں کہا کہ جناب سیادت نے فرمایا کہ:

"جناب بھرام شاہ[۸۳۳] سلمہ اللہ علیہ، ہمارے ایک پسندیدہ فرزند ہیں اور اسی فرزند کے التماس پر ہم نے مرآۃ التائبین[۸۳۴] کتاب لکھی۔"

☆☆☆

جناب سیادت نے مشہد شریف[۸۳۵] کے خطہ دشت کولک[۸۳۶] میں فرمایا: "امیر بھرام، جو احتراماً میرکا کہلائے جاتے ہیں اگرچہ عمر میں چھوٹے ہیں لیکن ہیں بڑے عالم اور اہل حق کو دوست رکھنے والے۔"

ایک اور بار فرمایا کہ: "ماوراء النھر[۸۳۷] کے لوگ سچے لوگ ہیں۔"

ایک اور بار فرمایا کہ: "بدخشان[۸۳۸] کے کہستان کے لوگ بیحد مسکین اور حاجتمند ہیں۔"

ایک اور بار فرمایا کہ: "طالقان[۸۳۹] والے مخلص لوگ ہیں"

ایک اور بار فرمایا کہ: "سرائے السینیان والے پہلوان ہیں"

☆☆☆

ایک بار مجھ فقیر نے جناب سیادت سے پوچھا کہ: "ختلان کے لوگوں میں مشہور ہے کہ علی شاہ رحمہ اللہ نے حضرت خواجہ خضر[۸۴۰] کو پایا ہے اور حضرت خواجہ خضر سے دین و دنیا اور مال و فرزند مانگے۔ کیا یہ مشہور بات صحیح ہے؟ اور کیا ان کو پایا تھا یا نہیں؟" جواب میں

فرمایا کہ: ''پایا ہوگا کیونکہ **قریۂ علی شاہ** کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے سعادت اور برکت بخشی ہے دین میں بھی اور دنیا میں بھی۔''

☆☆☆

ایک اور بار میں نے پوچھا کہ: ''**ختلان** اور اس کے دیگر اطراف میں سچے لوگ رہتے ہیں جنہیں آپ سے عظیم محبت ہے لیکن آپ کی صحبت میں موانع حائل ہونے کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتے۔ پس ان کا حال کیا ہوگا؟'' جواب میں فرمایا کہ: ''آخرت میں ہمارے ساتھ رہیں گے کیونکہ حضرت مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ''**یحشر المرء علی دین خلیله فلینظر احدکم من یخالل**''[۴۳۱ھ] نیز فرمایا: ''**انت مع من احب یا اباذر**''[۴۳۲ھ][۴۳۳ھ]

☆☆☆

ایک اور بار فرمایا کہ: ''اگر نیک ہوگے تو ہمارے ساتھ ہوگے۔ اگر بد ہوگے تو تجھے ہمیں بخش دیا جائے گا'' اور جمع کے الفاظ میں بھی فرمایا کہ: ''اگر آپ لوگ نیک ہونگے تو ہم میں سے ہونگے اور اگر بد ہونگے تو آپ لوگوں کو ہمیں بخش دیا جائے گا۔''

☆☆☆

ایک اور بار خوشی کی حالت میں **امیر عمر خوشی** سے نصیحت کرنے کے دوران فرمایا کہ: ''اے عمر! اگر نیک ہوگے تو ہم سے ہوگے اور اگر بد ہوگے تجھے ہمیں بخش دیا جائے گا''

☆☆☆

ایک اور بار فرمایا کہ: ''**حاجی یعنی اخی**[۸۴۴] سعادتمندی کے سبب اس شہر میں آیا ہے کیونکہ ان کے تمام پیروؤں اور احباب میں سے اکثر نے اپنی صحبت ونعمت کے حقوق ہم پر ثابت کئے ہیں'' اور یہ بات آپ نے اس دوران فرمائی جب کہ خانقاہ میں ایک ستون **اخی** پر آگرا اور حضرت امیر نے اونچی آواز میں اخی کو خبردار کیا کہ بچنا۔ اور بچ جانے کے بعد ان کو گلے سے لگایا اور فرمایا: ''نجات کے شکرانے میں دعوت دیجئے گا''

☆☆☆

ایک اور بار فرمایا کہ: ''**مولانا محمد سرای**[۸۴۵] ایک ذاکر اور بیدار مرد ہے اور خانقاہ داری کے لایق۔ لیکن یہ علیل ایک ایسا ناتمام کنواں ہے کہ جس میں اگر تمام دنیا کا پانی ڈال دیا جائے جب بھی پُر نہیں ہوگا''

☆☆☆

حضرت سیادت[۸۴۶] **امیر**[۸۴۶] **سُرخ** رحمہ اللہ کے گھر میں مجھ فقیر علیل پر خشمگین ہوئے اور فرمایا کہ: ''جو میں نے تم سے کہا ہے وہ کرتے کیوں نہیں ہو کہ ساعت بہ ساعت ترقی پاؤ گے۔ **شمس الدّین**[۸۴۷] اور **اسحٰق**[۸۴۸] کو دیکھو کہ کس طرح سے میرے کہنے پر عمل کر رہے ہیں اور تمہارا راستہ روک دیا ہے کہ اگر پچاس سال تک بھی ریاضت کرو گے ان تک نہیں پہنچ پاؤ گے''

☆☆☆

ایک اور بار فرمایا کہ: ''**شمس الدّین** قوّت سے سالک ہے لیکن **اسحٰق** بھی پہلوان ہے۔''

☆☆☆

حضرت سیادت[۸۴۹] نے فرمایا کہ: ''**مولانا بدر الدّین وخشی** اور **محمّد بن شجاع**[۸۵۰]، **نور الدّین**[۸۵۱] کے پاس کچھ پڑھتے ہیں۔ البتہ **محمّد بن شجاع** کو **حلّ نصوص**[۸۵۲] پڑھاتا ہے اور **مولانا بدر الدّین** کو **شرح قصیدہ**[۸۵۳] کا مقدّمہ۔ لیکن **مولانا بدر الدّین** کو میرے سامنے بھی سبق پڑھائے کہ میں دیکھوں اس نے تصوّف میں سے کیا سیکھا ہے؟'' جب آنجناب کے سامنے چند سبق پڑھائے، تو ایک روز **مولانا بدر الدّین** کو سبق پڑھاتے ہوئے اچانک مجھ فقیر کی زبان سے ''وفیھا یصلان''

نکلا حالانکہ ''فصلان'' کہنا چاہئے تھا۔ اور آنجناب بے انتہا خوش ہو کر ہنس پڑے اور جو اصحاب حاضر تھے انہوں نے بھی ساتھ دیا اور میں نے بھی ساتھ دیا اور میں بالکل پشیمان نہ ہوا۔ اور اس کے بعد فرمایا کہ: ''اس نادان کو تو کوئی پرواہ ہی نہیں حالانکہ اگر کوئی اور اس کی جگہ ہوتا تو وہ شرمندہ ہوتا''۔ سبق کے اختتام پر آپ نے فرمایا کہ: ''میں نے مشرق سے مغرب تک سفر کیا اور کوئی بھی شخص میرے آگے **معرفت** کی بات نہ کر سکا سوائے **نور الدین** کے جو **تصوّف** کی حقیقت جان گیا ہے اور عبارت میں جو کچھ سما سکتا ہے کہہ دیتا ہے اور خوب کہتا ہے''۔

اور جان لو کہ مجھ فقیر کو اگر چہ ہر علم کے فن سے نصیب تھا لیکن میں **حضرت امیر** قدس اللہ سرہ کے کمال علم و معرفت کے مقابلے میں اس قدر نادان تھا جس قدر تمام ظاہری و باطنی علوم میں ایک عجمی کسی جیّد اور بحر علم عالم کے مقابلے میں ہوتا ہے۔

اہل دل کوی ترا جنت اعلیٰ دانند پرتو روی ترا نور تجلّی خوانند
اہل فتویٰ کہ گذشتند برا طوار علوم ھمہ در مکتب عشقت الف و با خوانند[۸۵۴]

☆☆☆

ایک بار **جناب سیادت** خربزہ زار میں گئے تھے اور ایک کچھوا آپکی بغل میں تھا جسے آپ چند پتے کھلا رہے تھے کہ میں بھی آ پہنچا۔ پچھلی بات کی تقریب سے مربوط بات کہتے ہوئے **جناب سیادت** نے فرمایا کہ:

''اگر **نور الدین** ہمیں بیچ ڈالے تو ہماری قیمت اس کو حلال ہے اور اس میں کسی ایک کو بھی شک نہ رہے کہ اس میں ہمارا مطلق کوئی حق نہیں ہوگا'' ظاہر ہے کہ آنجناب کی یہ بات کمال شفقت و محبت کا اظہار ہے جیسے کہ ایک اور بار فرمایا کہ: ''**نور الدین** سے بیعت کرنا بہتر ہے مجھ سے بیعت کرنے سے۔'' حالانکہ مجھ فقیر کو آنجناب کے سکھانے سے ہی بیعت کی کیفیت معلوم ہوئی ہے۔ آنجناب کی پاکی عرش اٹھانے والوں سے بھی برتر ہے اور میں فقیر علیل وضو کی رعایت کرنے سے بھی عاجز۔ اکثر اوقات تو میں ایک وضو سے دو نمازیں بھی ادا نہیں کر پاتا اور اکثر اصحاب مجھ فقیر کی اس معذوری کو جانتے ہیں۔ پس دین و دنیا کے فوائد مجھ فقیر کو آنجناب نے ہی عطا کئے ہیں۔

بیعت سکھانے کی صورت یہ تھی کہ **امیر عمر خوشی** کے گھر میں کوئی جماعت آ گئی کہ امیر کی خدمت میں بیعت کریں۔ **جناب امیر** نے فرمایا کہ: ''**نور الدین** کے ہاتھ میں ہاتھ دیجئے۔'' جب انہوں نے حکم کی تعمیل کی بیعت کے الفاظ **جناب سیادت** نے فرمائے اور کہا کہ: ''اس کا ہاتھ ہمارا ہاتھ ہے۔ فکر کرنے کی کوئی بات نہیں''

☆☆☆

جناب سیادت نے مجھ فقیر کو دو بار توبۂ طریقت قبول کرنے کی اجازت فرمائی اور مشہور طریقہ یہ تھا کہ **سفر حجاز** کی نیت سے

جناب سیادت' قریۂ علیشاہ سے روانہ ہوئے اور جب **دشت چوبک** میں پہنچے تو سواری سے نیچے اترے اور اکابر اصحاب کے حضور میں میرا ہاتھ پکڑ لیا اور اصحاب میں سے باہر نکال کر فرمایا کہ: ''جب میں روانہ ہو جاؤں گا لوگ تیرے پاس آئیں گے۔ تجھے اچھے اخلاق کے ساتھ زندگانی گذارنی چاہئیے کہ تجھے میں نے طالبان صادق کے دلوں میں حبیب حقیقی کی محبت پیدا کرنے کی اجازت دی اور مجھے امید ہے پادشاہ عالم کی جناب سے کہ اہل طلب جو کچھ مجھ سے پاتے ہیں تجھ سے بھی پائیں گے۔'' اور پوشیدہ طور پر مجھے وصیت نہیں کی بلکہ میرا ہاتھ پکڑ کر پھر سے مجھے اصحاب کے پاس لے آئے اور فرمایا کہ: ''ہم نے **نورالدین** کو طالبوں کا توبہ قبول کرنے' ذکر کی تعلیم کرنے اور طالبان صادق کے پاس اسرار بیان کرنے کی اجازت دی ہے۔'' اس کے بعد مجھے پوری قوت سے گلے لگایا اور لمبی دعا پڑھی اور مجھ پر پھونک دی اور حق تعالیٰ کے سپرد و تسلیم کر کے رخصت کیا اور مجھ سے کہا: '' جاؤ اپنے گھر میں بیٹھو۔'' پس دین و دنیا کی سعادت کے ہمراہ میں اپنے گھر اور اپنے گھر والوں کے درمیان آگیا جب کہ آپ نے اپنی پوستین مبارک اور آفتابۂ شریف بھی عطا فرمائے تھے۔ یہ پوستین پہنتے ہوئے میں نے ایک عجیب سا احساس پورے وجود میں پایا جو اس سے پہلے نہیں پایا تھا۔

☆☆☆

جناب سیادت جب حج سے لوٹ آئے تو ایک روز مجھ پر غصہ کیا اور فرمایا کہ: ''خیال نہ کرو کہ یہ سعادت تم نے خود اپنی کوشش سے پائی ہے بلکہ ایک عرصے سے مجھ درویش کی دعائیں سفر و حضر میں تیری طرف متوجہ ہیں۔ چنانچہ حرم کعبہ میں جمعہ کی شب کو سعادت پانے کے لئے تیرے حق میں ایک ہزار فاتحہ پڑھے ہیں اور حضرت پروردگار سے تیری سعادت مانگی ہے۔''

اس کے بعد میں نے واقعہ میں دیکھا کہ حضرت رسول ﷺ نے مجھے تین چیزیں دیں۔ اور اس واقعہ کے بعد **جناب سیادت** نے مجھے چاندی کا ایک خلال، کان کا ایک میل کش، اور لوہے کا ایک موئے کش جو آپس میں تینوں جڑے ہوئے تھے، مجھے دئے جس سے میں سمجھا کہ جڑی ہوئی یہ تین چیزیں وہی ہیں جو حضرت رسول نے ﷺ مجھے دی تھیں۔

طواف کعبۂ دل کن اگر دلی داری	دل است کعبۂ معنی تو گل چہ پنداری
طواف کعبۂ صورت از حقت فرمود	کہ تا بہ واسطۂ این دلی بدست آری
برای یکدل موجود گشت ہر دو جہان	شنو تو نکتۂ **لولاک** را از ان قاری
دل خراب کہ منظر گہ الہ بود	زہی سعادت جانی کہ کرد معماری[۸۵۵]

☆☆☆

اے دوست جان لو کہ دین حق کی محبت اور اہل دین حق کی محبت،

جو ہمیشہ باقی رہے گی' ہر بالغ عاقل پر فرض عین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "**وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ**"[۸۵۶]

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "**لا يؤمن احدكم حتى اكون احب اليه من ولده ووالده والناس اجمعين۔" وقال عمر رضى الله عنه : "يا رسول الله ! احب انت الى من والدى وولدى والناس اجمعين الا نفسى۔" فقال : "لا ! حتى اكون احب اليک من نفسک " فقال ياعمر : " انت الآن احب الى من والدى وولدى و نفسى والناس اجمعين۔**"[۸۵۷] **فقال : " الآن يا عمر۔**"[۸۵۸]

لیکن پہلے اللہ کو پہچانو کہ اس سے اہل حق کو پہچان پاؤ گے۔

☆☆☆

بیان کیا گیا ہے کہ ایک فقیہہ **سلطان العارفین**[۸۵۹] سے عداوت رکھتا تھا اور جب وہ نزع کی حالت میں تھا تو حاضرین مجلس نے محسوس کیا کہ یہ فقیہہ تباہ و برباد ہو گیا۔ **نعوذ بالله من ذالک**۔[۸۶۰] اور حاضرین مجلس نے اس حال کا مشاہدہ کیا کہ فقیہہ کی یہ بری حالت اس کلام کی وجہ سے ہے

جو **حضرت سلطان** نے پچھلی دفعہ فرمایا تھا کہ: ''دوستانِ حق کی عداوت دل میں ایمان کے ساتھ جمع نہیں ہوتی اور اگر ہوتی ہے تو ٹھہرتی نہیں۔''

اس کے بعد **حضرت سلطان** نے فرمایا: ''دین میں ایک دیندار آدمی کے لئے دینی بھائیوں کی تعظیم کرنے سے بڑھ کر اور کوئی چیز مددگار تر نہیں اور دین کو سخت نقصان پہنچانے میں کوئی بھی چیز مسلمان بھائیوں کے حق کو نظر انداز کرنے اور اسے معمولی جاننے کے برابر نہیں''

[۸۶۱]

منکر ست آن روسیہ مردود ملعون آمدہ   کز حسد ھمچون سگان از دور عوعوی کند

مجھ فقیر نے **حضرت سیادت** سے پوچھا کہ: ''اگر صدقِ دلی کے ساتھ کوئی شخص آپ کی خدمت میں نہ آتا ہو بلکہ محض اپنے نفس کی خواہشات کی تکمیل کے لئے آتا ہو تو ایسے آدمی کا حال کیسا ہوگا؟'' جواب میں فرمایا کہ: ''جو کوئی ہم پر پتھر مارے گا جنّت میں جائے گا کہ یہ بھی محبّت کا ہی عمل ہے۔''

[۸۶۲]

هر کہ ما را یار کرد ایزد مر او را یار باد   هر کہ ما را خوار کرد از عمر برخوردار باد

هر کہ اندر راه ما خاری فگند از دشمنی   هر گلی کز باغ وصلش بشکفد بی خار باد

در دو عالم نیست ما را با کسی گرد و غبار   هر کہ ما را رنجہ دارد راحتش بسیار باد

اور محبّت و بغض کی اقسام کا ذکر ہو چکا ہے۔

اور جان لو کہ کوئی بھی چیز اور کوئی بھی شخص موت سے بچ نہیں سکتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''**كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ**'' [۸۶۳]

اب ختم ہوئی یہ کتاب جس کا نام **خلاصۃ المناقب** رکھا گیا اور جو شیرین وجذّاب الفاظ میں تحریر ہوئی۔

مناجات

کریما! بادشاہا! تجھے قسم ہے محبت وسرگشتگی کے میدانوں میں مہجور عاشقوں کی آنکھوں کے پانی کی!

تجھے قسم ہے محنت وہجر کے بیابانوں کے بیمار ورنجور عشاق کے سینوں کے سوز کی!

کہ ہمارے کلام کو نامناسب اور ناموزون وناز یبا صفات سے محفوظ رکھ!

ہم بے قدر ضعیفوں کے راستے سے پندار کا پردہ ہٹا دے!

اور ہمارے آئینۂ دل کو غیروں کے غبار کے میل سے اپنی عنایت کی روشنی سے پاک کردے!

اور ہماری غفلت کے لباس کو اپنی ہدایت کے انوار کی ہیبت سے چاک کر!

روح کے سیمرغ[۸۶۴] کو، جو عالم غیب کی ہواؤں کا پرندہ ہے، ساحت قدس کی فضاؤں میں دولت قرب کا سرور عطا فرما!

اور نفس ضعیف کو، جو آستانۂ عبودیت کا مجاور ہے، بساط اُنس ومحبت کے گوشے میں شرف حضور کرامت فرما!

خداوندا! طبیعت کی قید میں بند اسیروں کو غم والم اور حرمان کی آگ کے عذاب سے نجات عطا فرما، اور شہوتوں کے قیود میں بند قیدیوں کو غفلت وحرص وہوا کی مشقتوں سے آزاد کر!

خداوندا! تیرے الطاف وکرم کا نوازش یافتہ ہرگز نہیں مرتا! تیرے خشم سے گرے ہوئے آدمی کی کوئی دستگیری نہیں کرسکتا!

خداوندا! ہم ہجر کی آزمائشوں کی آگ کے جلے ہوئے لوگ ہیں' اپنی عنایت کی نرم و خنک ہوا سے اپنے سوختگان پر نوازش فرما! ہم دردحرمان کے بیابان کے بھٹکے ہوئے لوگ ہیں' ہماری مرادیں پوری کر!

خداوندا! ہم رنج و تکلیف کی بیماریوں کے مریض ہیں' ہمیں شربت دے!

ہم بلاؤں کی چوٹ کے مجروح ہیں' ہمارے زخموں پر مرہم رکھ!

خداوند! ہم چاہ طبیعت میں گرے ہوئے ہیں' اپنی بے علّت عنایت سے ہماری دستگیری فرما!

ہم ذلت و پشیمانی کے آستانے پر ایستادہ ہیں' ہمارا عذر قبول کر!

اور **سیـــد انبیـــاء** کی روح مقدس کو پاکیزہ صلوٰت سے معطر و منور بنا۔ اُن کے اہل بیتؑ جو عرصۂ حقیقت کے بادشاہ ہیں' کے آثار فیض کو سالکان راہ دین اور طالبان مقصد یقین کے سروں پر باقی رکھ۔ حضرات صحابہ کرامؓ کے انفاس کی برکتوں کو عام اہل اسلام کے زمانوں میں پہنچادے اپنے فضل اور جود و کرم سے اے خداوند حلیم و منان اور اے ارحم الراحمین!

☆☆☆
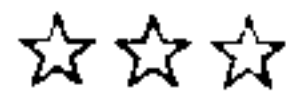
فراغت پائی میں نے اس کتاب مبین معین کو لکھنے سے جس کا نام ہے **خـلاصۃ الـمـنـاقـب** اور جو مملو ہے اسرار الٰہی سے' اور مشتمل ہے اکثر احادیث نبویؐ پر' اور **شیخ محقق الصمدانی ' العارف** ' المعروف بہ **سیّد علی ہمدانی** قدس اللہ سرہ السبحانی کے جامع **مناقب** پر۔

ترجمہ و تحقیق

پروفیسر ڈاکٹر شمس الدین احمد

برج بخت آور۔ آستان پور روڈ' راول پورہ' سرینگر' کشمیر

۲۶ ماہ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

سوموار ۲۱ مئی ۲۰۰۱ء

حواشی، توضیحات

اور

تعلیقات

(مربوط بہ متن خلاصۃ المناقب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱؎ **ترجمہ**: ''اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور ان کی درمیانی چیزوں کو بغیر مصلحت کے پیدا نہیں کیا۔'' سورۃ الحجر آیت ۸۵ (ترجمہ از حکیم الامت حضرت **مولانا اشرف علی صاحب تھانوی**)

۲؎ **ترجمہ**: ''اگر آپ نہ ہوتے (اے محمدؐ) میں موجودات کو پیدا نہ کرتا۔'' بعض علماء اور محدّثین نے لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

۳؎ **ترجمہ**: ''یاد کرو! اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا تھا کہ 'آج میں نے تمہیں کتاب اور حکمت و دانش سے نوازا ہے' کل اگر کوئی دوسرا رسول تمہارے پاس اسی تعلیم کی تصدیق کرتا ہوا آئے جو پہلے سے تمہارے پاس موجود ہے تو تم کو اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی'' یہ ارشاد فرما کر اللہ نے پوچھا'' کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور اس پر میری طرف سے عہد کی بھاری ذمہ داری اٹھاتے ہو؟'' انہوں نے کہا: ''ہاں! ہم اقرار کرتے ہیں'' اللہ نے فرمایا: ''اچھا تو گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں' اس کے بعد جو اپنے عہد سے پھر جائے وہی فاسق ہے'' (ترجمہ از مولانا **سیّد ابو الاعلیٰ مودودی** ۔ ترجمہ قرآن مجید مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی ص ۱۶۹۔ سورۃ آل عمران' آیت ۸۱۔۸۲)

۴ ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو تاریکی میں پیدا کیا اس کے بعد ان پر اپنا نور چھڑک دیا۔ پس جس تک وہ پہنچا ہدایت پائی اور جس تک نہیں پہنچا گمراہ ہوا۔"

۵ ترجمہ: "ہمارا ربّ وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی ساخت بخشی، پھر اس کو راستہ بتایا" (ترجمہ مولانا سیّد ابو الاعلیٰ مودودی ایضاً ص ۸۰۳۔ سورۃ طٰہٰ، آیت ۵۰)

۶ ترجمہ: "عامل ہر اس چیز پر عمل کرے جو اس کے لئے میسّر ہے۔ عامل کو اسی کے لئے مخلوق کیا گیا ہے۔"

۷ ترجمہ: "تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارا ربّ کس طرح سایہ پھیلا دیتا ہے؟ اگر وہ چاہتا تو اسے دائمی سایہ بنا دیتا۔ ہم نے سورج کو اس پر دلیل بنایا پھر (جیسے سورج اٹھتا جاتا ہے) ہم اس سائے کو رفتہ رفتہ اپنی طرف سمیٹتے چلے جاتے ہیں" (ترجمہ از مولانا مودودی ایضاً ص ۹۲۵۔ سورۃ الفرقان، آیت ۴۵۔۴۶)

۸ ترجمہ: "موت مردِ مؤمن کے لئے ایک تحفہ ہے۔"

۹ ترجمہ: "دُعائیں روک دی جاتی ہیں آسمان تک پہنچنے میں اور کوئی دعا آسمان پر پہنچتی نہیں جب تک نہ مجھ پر درود بھیجا جائے۔"

۱۰ ترجمہ: "دُعا آسمان سے حجاب میں رہتی ہے اور نہیں چڑھتی ہے آسمان پر کوئی دعا جب تک نہ درود بھیجا جائے مجھ پر۔"

۱۱ **ترجمہ**: تم اب دنیا میں وہ بہترین گروہ ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لئے میدان میں لایا گیا ہے۔" (ترجمہ از **مولانا مودودی** ایضاً ص ۱۷۷۔ سورۃ آل عمران، آیت ۱۱۰)

۱۲ **ترجمہ**: "بہت پادشاہ عطا بخش اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ۔

۱۳ مطابق اپریل ۱۳۸۵ء

۱۴ **ختلان**: یہ نام اب استعمال میں نہیں ہے۔ ختلان **سمرقند** کے نزدیک **ماوراء النہر** میں **بدخشان** کا ایک علاقہ تھا جو بڑے بڑے پہاڑوں کے درمیان واقع تھا۔ خاصا آباد علاقہ تھا۔ زراعت اور لوگوں کی آبادی میں مشہور تھا اور اس کے پہاڑوں میں سونے اور چاندی کی کانیں کثیر تعداد میں تھیں۔ **ختلان** میں اعلیٰ قسم کے گھوڑوں کی تربیت کی جاتی تھی۔ موجودہ کولاب جہاں پر **حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی شاہ ہمدان** رحمۃ اللہ علیہ واسعۃً کا مقبرہ شریف واقع ہے (اور آپؒ کے زمانے میں **قریۂ علی شاہ** کہلاتا تھا) **ختلان** کے علاقے میں ہی واقع تھا۔ میں نے **حضرت شاہ ہمدان**ؒ کے مقبرۂ شریف کی زیارت کرنے کی سعادت پائی ہے۔

۱۵ **مقصورہ**: مسجد میں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ۔ حُجرہ۔ چھوٹا کمرہ۔ کوٹھری۔ چوکی۔ تخت۔ خانہ نشین عورت۔ فصیل والی سرائے۔ چھوٹا سا گھر۔ حجلہ۔ خلوت خانہ۔ عورت کی شرم۔ مقدس جائے

امن۔ اسلامی مؤرخین کے بقول ابتداء میں مسلمان حکمرانوں کو محفوظ رکھنے کے لئے مسجدوں میں مقصورہ بنائے جاتے تھے چنانچہ کہا گیا ہے اوّلین مقصورہ **حضرت امیر معاویہ** رضی اللہ عنہ کے لئے **دمشق** کی مسجد میں بنایا گیا تھا۔ بعد میں مقصورہ زوایا کہلائے گئے جن میں طالبان علم کو دینی تعلیم دی جاتی تھی۔ مقصورہ عربی شعر میں طویل بحروں کے قصر (کوتاہ) کرنے کو بھی کہتے ہیں۔ **مقصورہ** ابن دُرید محمد ابن حسن ازدی (وفات ۳۲۱ھ) کے اس فصیح وطویل عربی قصیدہ کو بھی کہتے ہیں جس کی کئی شرحیں لکھی گئی ہیں۔ اس قصیدے کا مطلع ہے اما تری رأسی حاکی لونہ ☆ طرۃ صبح تحت انیال الدّجیٰ

۱۶ **ترجمہ**: ''اور وہ بخشنے والا ہے محبت کرنے والا ہے۔'' (ترجمہ **از مولانا مودودی ایضاً** ص ۱۵۳۹۔ سورۃ البروج' آیت ۱۴)

۱۷ **عروۃ الوثقیٰ**: قرآن کریم کی اس آیت کریمہ میں آیا ہے: ''لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ لا انفصام لہا واللہ سمیع علیم'' [دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔ صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔ اب جو کوئی طاغوت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لے آیا' اس نے ایک ایسا مضبوط سہارا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ (جس کا سہارا اس نے لیا ہے) سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے] (ترجمہ از

مولانا مودودی ایضاً ۱۲۵۔سورۃ البقرۃ' آیت ۲۵۶)عروۃ الوثقیٰ۔ مضبوط دستہ۔ مضبوط کڑا۔ محکم دستاویز۔ استوار اور مستحکم عقد (گرہ۔ عقد)۔ یہاں پر مؤلّف **نور الدّین جعفر بدخشی** نے اپنے ہادی ومرشد جناب **حضرت میر سیّدعلی ھمدانیؒ** کو **عروۃ الوثقیٰ** کہا ہے۔

۱۸ **خداوند دیّان :** دیّان اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی نام۔قہر کرنے والا۔ بدلا دینے والا۔ حساب کرنے والا۔ قاضی۔ حاکم۔ داور۔ قہّار۔ محاسب۔

۱۹ **قرّۃ العین :** آنکھ کی ٹھنڈک۔فرزند۔بیٹا۔نور دیدہ۔وہ جو آنکھوں کی خنکی اور روشنی کا سبب بن جائے (یعنی فرزند)

۲۰ **مُرتضیٰ:** پسندیدہ۔چنا ہوا۔منتخب۔راضی کیا گیا۔برگزیدہ۔ خوش کیا گیا۔ **حضرت علی** کرم اللہ وجہہ کا لقب۔

۲۱ **بتــول:** وہ جو دنیا سے منقطع ہوکر اللہ تعالیٰ سے پیوست ہو چکا ہو۔ وہ جو شادی کرنے سے باز رہے۔ وہ عورت جسے حیض نہ آئے۔ پاکدامن۔ پارسا۔ حضرت رسول اکرم ﷺ کی دختر جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کا لقب۔

۲۲ **نفحات:** خوشبوئیں۔(نفحہ کی جمع)

۲۳ **غزل کا ترجمہ :** اے کہ تیرے عشق میں گرفتار(عشاق) مال ومتاع کی دارائی سے بے غم ہیں۔آپ کی بارگاہ کے شیفتگان خود اپنی

ذات اور جنّت کے خیال وخواہش سے ملول وآزردہ ہیں☆ آپ کے عشق کے کوچہ گرد فقیروں کی غلامی آسمان نے کی۔آپ کے راہ وصل کے سالکوں کے لئے دونوں عالم پامال ہیں☆ آپ کی توصیف کرنے والے عرفاء پر ملائکہ مقربین رشک کرتے ہیں۔آپ کی بارگاہ کے برگشتہ بخت وبد اقبال (لوگ) گمراہی کے جنگل میں مارے مارے پھر رہے ہیں☆ جس کسی نے آپ کے در کی خاک پائی، ایسی عظمت حاصل کی کہ قوّت کلام اس کی توصیف کرنے سے عاجز ہوا☆ آپ کی راہ ہجر کے مجروحین کے لئے جراحت خالص شہد ہے۔آپ کے وصل کے پیاسوں کے لئے آگ کی ہر لپٹ سینکڑوں آب ہای زلال کا درجہ رکھتی ہے☆ آپ کے خنجر عشق کے مقتولین ہمیشہ زندہ ہیں۔آپ کے شاہین غم کے شکار ملک جاودان کے بادشاہ ہیں☆ آپ کے غم کی تمنّا میں علائی اپنی جان چھڑک رہا ہے۔ دیکھئے اس تمنای امکان ناپذیر کا انجام آخر کیا ہوگا☆

۲۴؎ **حضرت سیادت**: مراد ہیں حضرت **میر سیّد علی ہمدانی** رحمۃ اللہ علیہ واسعۃ۔چونکہ آپ صحیح النسب اولادرسولؐ تھے اس لئے مؤلّف **نور المکین جعفر بدخشی** نے آپ کو **حضرت سیادتؒ** کے لقب سے یاد کیا ہے۔**سیادت** یعنی سرداری، بزرگی، پیشوائی، مہتری، شرف (اسم مصدر ہے) سیّد سے حالت مفعولی ہے اور سیّد کے معنی ہیں پیغمبر اسلام ﷺ۔سرور۔مہتر۔بزرگ۔آقا۔رئیس۔پیشوا۔

سردار۔ جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وساطت سے رسول خدا ﷺ کی اولاد سے ہو۔

۲۵ **ترجمہ**: فعلیہ دُعائیہ جملہ ہے قدس اللہ سرہ یعنی اُن کی قبر (یا اس کی قبر) پاکیزہ رہے! اس کی خاک مقدّس ہو! **زاد لنا برّہ** بھی فعلیہ دُعائیہ جملہ ہے یعنی زیادہ کرے خدا اُن کی نیکیوں کو ہمارے لئے۔

۲۶ **ترجمہ**: خداوند تعالیٰ نے میرے والد کو برگزیدہ کیا لوگوں میں۔ پھر میری والدہ کو، پس میں دو نیکوکاروں کا فرزند ہوں جو افضل ہیں۔ میں سونے سے صاف کیا گیا چاندی ہوں پس میں دو سونا جیسی دھاتوں کا بیٹا ہوں۔ لوگوں میں کس کا جدّ ایسا ہے جیسا میرا ہے یا میری والدہ جیسی۔ پس میں دو چاندوں کا فرزند ہوں۔

۲۷ **سیّد علاء الدین**: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ **سیّد علاء الدین** وہی تھے جو **علاء الدولۃ سمنانی** کہلاتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ **علاء الدولۃ** مذکور کا نام علاء الدّین نہیں تھا نہ ہی یہ اُن کا لقب تھا۔ اُن کا نام تھا رُکن الدّین اور وہ **ابو المکارم علاء الدولۃ سمنانی البیابانکی** کے لقب سے مشہور تھے۔ حضرت شاہ ھمدانؒ کے خالو **سیّد علاء الدین** کے نام سے جانے جاتے تھے۔ پس یہ دونوں جداگانہ افراد تھے۔ تفصیل جاننے کے لئے ملاحظہ ہو میری کتاب
'**شاہ ھمدانؒ۔۔۔ حیات اور کارنامے**' ص۲۱۔۲۴ مطبوعہ حاجی شیخ غلام

محمد اینڈ سنز مایسمہ بازار سرینگر کشمیر سال ۱۹۹۵ء/۱۴۱۵ھ

۲۸ھ **ہمدان**: قدیم زمانے میں ایران کے **ماڈ** بادشاہوں کا دارالخلافہ تھا۔ **ہمدان** جو ایران کے مغرب میں واقع ہے **اسد آباد** ' **رزن** ' **کبودر آھنگ** اور **سیمینیہ رُود** علاقوں پر مشتمل ہے اور ایران کے غلہ خیز و پُر محصول صوبوں میں شمار ہوتا ہے۔ سطح سمندر سے ۱۸۲۶ میٹر کی بلندی پر **کوہ الوند** کے دامن میں آباد ہے۔ اس کی بنا کی تاریخ ۸۰۰ قبل مسیح تک پہنچتی ہے۔ **ہمدان** سبز و شاداب پہاڑوں کے دامن اور مصفا سبزہ زاروں میں واقع ہے اور اس لحاظ سے **ایران** میں غالبًا بے نظیر ہے۔ **ہمدان** میں چمڑا بنانے اور دیا سلائی بنانے کے کارخانے ہیں۔ یہ شہر ایران اور دنیای اسلام کے بزرگترین فلسفی، طبیب اور عالم **ابو علی سینا**ؒ کا مدفن اور مشہور شاعر شوریدہ **بابا طاھر عُریان** کی زادگاہ اور دفن گاہ بھی ہے۔ معاصر دور میں **غمام** اور **آزاد** جیسے شیریں گفتار شاعر اسی شہر سے اُٹھے۔ مجموعی طور پر **ہمدان** تین اطراف سے پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ پُر آب ہے۔ سرد علاقہ ہے۔ پُر برف جاڑوں اور ملایم گرما کے موسموں کا صوبہ ہے۔ کبھی کبھی برف کی کثرت سے راستے مسدود ہو جاتے ہیں۔ کھیتوں کے لئے چشموں کے پانی سے استفادہ کیا جاتا ہے جو پہاڑوں سے آتا ہے خاص کر **الوند پہاڑ** سے۔ اس پہاڑ کے دامن سے کئی دریا جاری ہوتے ہیں جیسے **دریائے قوری چائے** ' **دریائے عباس آباد** '

دریائے سیمینہ رود ' دریائے درجزین ' اور دریائے خرّم رود وغیرہ۔ ھمدان چار حصّوں میں منقسم ہے۔ سیمینہ رود' کبودر آہنگ' اسد آباد اور رزن۔ یہاں کے میوے ہیں سیب' ناشپاتی' آلوچہ' انگور اور گیلاس وغیرہ۔ قصبہ جات اور دیہات میں عورتوں کی دستکاریوں میں قالین' غالیچے' دریاں اور کمبل شامل ہیں۔ یہاں سے ایران کے دیگر صوبوں میں میوہ' غلّہ لکڑی' لکڑی کے کھمبے' آلو' پیاز' مٹھائیاں' مٹی کے برتن' چمڑا اور کتیرا وغیرہ برآمد ہوتا ہے۔ سفید سونے' سونے اور لوہے کی کانیں بھی ھمدان میں موجود ہیں۔ ھمدان میں چھ سو پانچ چھوٹی بڑی آبادیاں ہیں جن میں قریب چار لاکھ یا اس سے زیادہ لوگ رہتے ہیں ؏۔ ایران کے بادشاہ رضا شاہ کبیر کے حکم سے سال ۱۳۱۰ش سے ھمدان میں نئی اور جدید شاہراؤں کی تعمیر اور اس کو آباد کرنے کے اقدامات کئے گئے۔ فقیہه همدانی ' بدیع الزّمان ' بابا طاهر ' سیّد جمال الدّین اسد آبادی ' اور میر زادہ عشقی ھمدان سے ہی اٹھے۔ اس شہر کی قدیم عمارتیں ہیں مقبرہ مردہ خای' بابا طاہر عریان' گنبد علویان' آرامگاہ ابوعلی سینا اور سنگ شیر۔ ھمدان ہی حضرت امیر کبیر میر سیّد علی همدانی شاہ همدان ؒ کی زادگاہ ہے۔

۲۹ غزل کا ترجمہ : وہ سر جو حقیقت کے راز سے خبردار ہوا اس میں نہ شادی سماتی ہے نہ ہی غم ☆ دنیا اُس (محبوب) کے چہرے کے عکس

سے ہی روشن ہے۔ اگر پیدایشی اندھا نہ دیکھ پائے تو کیا غم ☆ راہ مقصود کو ہمت و حوصلہ کے بغیر نہیں پاسکو گے۔ ہمّت کا ہُما ہی وہاں پر متّہم نہیں ہے ☆ اے علی! اگر تجھ میں ہمّت بلند نہیں تو پھر بے شک تم اُس کے کوچے میں داخل نہیں ہو پاؤ گے ☆

۳۰ **آل یسین و طہ**: یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد۔ **یسین** اور **طہ** دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص القاب ہیں اور ان دونوں القاب سے آپؐ پر دو سورتیں نازل بھی ہوئی ہیں یعنی سورۃ یٰسین اور سورۃ طاہا جو قرآن کریم میں با لترتیب ۳۶ ویں اور ۲۰ ویں سورتیں ہیں۔ ان دونوں القاب کے حقیقی معنی صرف اللہ کو معلوم ہیں اور اسی لئے اسلامی مفسّرین نے ان دونوں القاب کو اصلی صورت میں ان کے ترجمے میں قایم رکھا ہے۔ آل کے معنی ہیں اولاد۔ اہل وعیال۔ بیٹی کی اولاد۔ وارث۔ سراب۔ اطراف پہاڑ۔ خیمہ کی چوب۔ گلابی۔ سرخ۔ گھوڑا۔ ایک قسم کی مچھلی جس پر گول گول چانے ہوتے ہیں۔ سراب۔ عورتوں کی زچگی کا مرض۔ ایک جانور۔ ایک نظر نہ آنے والا موجود جیسے جن جو تازہ بچے کو جنم دینے والی عورت کو جب وہ تنہا ہو تکلیف پہنچاتا ہے۔ خاندان۔ خاندان رسولؐ۔

۳۱ **ترجمہ**: ''اے نبیؐ! لوگوں سے کہدو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبّت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو اللہ تم سے محبّت کرے گا۔''

(ترجمہ سید ابو الاعلیٰ مودودی ایضاً ص ۱۵۳)

۳۲؎ مؤلف نے وھو صحب لکھا ہے ''اور وہ ساتھی تھے۔'' اور صحب کے معنی ہیں ہمراہی، ساتھی، دوست، یار، رفیق۔ غالباً مؤلف نے اسے مرید کے معنی میں استعمال کیا ہے اور اس لحاظ سے یہ ایک نادر استعمال ہے۔

۳۳؎ **محقق**: حقیقت کا تلاش کرنے والا۔ تحقیق کرنے والا۔ ٹھیک اور صحیح امور اور اصلیت کا ڈھونڈ نے والا۔ دلیل کے ساتھ باتوں کو ثابت کرنے والا۔ عالم جو کسی علم یا فن کی حقیقت کو دریافت کرے۔ وہ شخص جس پر حقیقت اشیاء، جیسے کہ وہ ہو، کشف ہوئی ہو اور یہ حقیقت وہی پائے گا جو حجت و برہان سے گذر کر کشف الٰہی کے مرتبہ پر پہنچا ہو گا اور عین العیان سے مشاہدہ کیا ہو گا کہ حقیقت سب حق ہے اور واحد مطلق کے وجود نور کے بغیر کوئی دوسرا موجود نہیں اور دوسری اشیاء کی موجودیت اضافی ہے۔

۳۴؎ **مُدقق**: دقیقہ رس۔ باریک بین۔ باریک بات نکالنے والا۔ دلیل کو دلیل سے ثابت کرنے والا۔ دقیق نکتے پیدا کرنے والا۔ باریکیاں پیدا کرنے والا۔ دقیق کار۔ ایک عارف کامل جس پر اشیاء کی حقیقت جیسے کہ یہ ہے ظاہر ہوئی ہو اور حقیقت اسی کو میسر ہے جو حجت و برہان سے گذر چکا ہو اور عین العیان سے مشاہدہ کیا ہو کہ تمام اشیاء کی حقیقت حق ہے اور

واحد مطلق کے وجود کے بغیر کوئی دوسرا موجود نہیں ہے۔

۳۵؎ **محمود المزدقانی**: آپ کے بارے میں احوال کی تفصیل دستیاب نہیں۔ **حضرت شاہ ہمدان**ؒ کے اوّلین مرشد طریقت تھے اور وہ اوّلین رہبر سلوک جن کا انتخاب شاہ ہمدانؒ کے لئے خود حضرت سیّدالمرسلین جناب **رسول اکرم** نے کیا تھا ﷺ اور جس کا ذکر خود شاہ ہمدانؒ کی زبانی مؤلف **نورالدین جعفر بدخشی** نے سننے کے بعد اپنی کتاب **خلاصۃ المناقب** کے ابتدائی اوراق میں کیا ہے۔ (دیکھئے عنوان: ''آپ کی نسبت کے بیان میں'')۔ رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے کسی مرشد و رہبر طریقت کا انتخاب ہونا اُس کے بے نہایت ارفع مقام معرفت الٰہی اور عشق رسولؐ کی دلیل ہے۔ میری نظر میں یہ اوّلین ایسی مثال ہے اور غالباً آخری بھی کہ کسی مرشد طریقت کا انتخاب خود صاحب معراج سراج السالکین شمس العارفین امام المتقین رسول اکرم نے کیا ﷺ اور مرید اور مرشد دونوں کے لئے یہ سعادت کی انتہا ہے۔ گویا **طریقت** میں جناب **محمود المزدقانی**ؒ کی شان دربار نبویؐ میں ارفع ترین تھی۔ اور اس سے بڑھ کر اور کونسی سند ہوسکتی ہے۔ مشہور ہے کہ آپ نے سال ۷۶۶ھ (۱۳۶۴ء-۱۳۶۵ء) میں وفات پائی اور **مزدقان** میں ہی آپ متولد ہوئے تھے اور وہیں آپ کا مدفن بھی ہے۔ [مزدقان، ہمدان اور ساوہ کے درمیان **نوبران** قصبے میں ایک گاؤں ہے جہاں کی آبادی تین

ہزار اور چار ہزار نفوس کے درمیان ہے۔غلّہ، میوے، آلو اور دالیں یہاں کی خاص پیداوار ہیں] حضرت شاہ ھمدان میر سیّد علی ھمدانیؒ نے اپنے اس مرشد اوّلین کو **سیّدی و سندی قدوۃ الواصلین حجّۃ العارفین سلطان المحقّقین برہان الموّحدین من اللہ فی الارضین ابو المعالی مشرف الحق محمود عبد اللہ المزدقانی** کے القاب سے یاد کیا ہے۔

آپ کا پورا نام **شیخ شرف الدین محمود ابن عبداللہ مزدقانی** تھا۔رحمۃ اللہ علیہ!

۳۶؎ **علاء الدولۃ سمنانی : ابو المکارم رُکن الدین علاء الدولۃؒ احمد ابن محمّد ابن احمد البیاناکی السمنانی** در اصل **سمنان** کے حکّام میں سے تھے۔جوانی کے ایّام میں بادشاہ **ارغون خان** کی ملازمت میں تھے۔جس سال بادشاہ ارغون خان منگول **قزوین** کے حدود میں دشمنوں کے ساتھ جنگ میں مصروف تھا علاء الدّولہؒ پر جذبۂ حق طاری ہو گیا اور جنگ کا لباس نکال کر صلاح و صفا کا لباس پہن لیا اور سمنان کی **خانقاہ سکاکیہ** میں آ گئے اور عبادت کی راہ اختیار کی۔کچھ عرصہ بعد بغداد چلے گئے اور **شیخ نور الدین عبد الرحمٰن اسفراینیؒ** کی خدمت میں پہنچے اور سال ۶۸۷ھ میں **حجاز** کا سفر کیا۔سال ۶۸۹ھ میں لوٹ آنے کے بعد آپ کو ارشاد کی اجازت مل گئی اور جب آپ کی عمر

۷۷ سال ۲ ماہ اور ۱۴ روز کی ہوئی تو آپ سال ۷۳۶ھ ۲۲ رجب میں جمعہ کی شب کو سمنان کے **صوفی آباد** میں رحمت حق سے پیوست ہوئے اور عمادالدین عبدالوہاب کے قبرستان کے احاطے میں مدفون ہوئے۔ کسی نے آپ کی تاریخ وفات پر یہ قطعہ کہا ہے ؎ بیست وسوم مہ رجب بود ☆ اندر شب جمعہ مکرم ☆ از ہجرت خاتم النبیین ☆ ہفتصد بگذشت وسی وشش ہم ☆ آپ کے احوال کا خلاصہ **نفحات جامی**' تذکرۂ دولت شاہ اور **مجالس المؤمنین** کے علاوہ **ریاض العارفین** '**تاریخ گزیدہ**' **سفینۃ الاولیاء**' **حبیب السیر** اور **آتشکدۂ آزر** میں درج ہے۔ علاء الدولہؒ کی تربیت میں ایک بڑی جماعت کمال یافتہ ہوئی (حاشیہ ۱۳۱ بھی دیکھئے)

۳۷ **نور الدین عبد الرحمٰن الاسفراینی : شیخ احمد جوزفانی** کے اصحاب میں سے تھے۔ طالبوں کو راہ سلوک کی راہنمائی اور مریدوں کی تربیت کرنے اور ان کے کشف وقایع میں عظیم الشان تھے۔ شیخ **رکن الدین علاء الدولۃ** نے کہا ہے کہ: ''میرے والد نے مجھ سے پوچھا موجودہ زمانے میں اولیاء اللہ میں سے کون رہ گئے ہیں؟'' میں نے کہا: ''یمن میں **ابن عجیل** ہیں' شوستر میں **شمس الدین ساوجی** ہیں اور **ابہر** میں **خواجہ حاجی** ہیں رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اور بھی چند ایک بزرگوں اور مشائخ کا نام لیا جو صراط مستقیم پر تھے۔ والد نے کہا: ''تو پھر ان

سب کے ہوتے ہوئے تو نے کیونکر نور الدّین عبد الرحمٰن کی ہی ارادت اختیار کی اور ان کی طرف متوجہ نہیں ہوئے؟'' میں نے کہا: ''میرا ایک مقصد تھا جو اُن کے ارشاد کے بغیر پورا نہیں ہوسکتا تھا۔ میں **سلوک** پانا چاہتا تھا اور اس طریقے سے واقف ہونا چاہتا تھا اور اس وقت ساری دنیا میں ان کا سا استاد موجود نہ تھا۔ پس مجھے اس سے کوئی کام نہ تھا کہ مشائخ کہاں کہاں پر ہیں کہ ان میں سے سب سے بزرگوار تر کی خدمت میں چلا جاؤں کیونکہ کسی کو اگر آہنگر سے کام ہو تو زرگری کی دکان پر جانے پر عقل اس پر خندہ زن ہوگی۔'' نیز شیخ علاء الدّولۃ قدس سرہ نے فرمایا کہ: اگر نہ اس آخری زمانے میں شیخ نور الدّین عبد الرحمٰن قدس اللہ سرہ کا وجود نہ ہوتا تو **سلوک** کلّی طور پر مٹ جاتا اور اس کا نشان تک باقی نہ رہتا لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس طریق کو قیامت تک باقی رکھنا تھا آپ سے اس کی تجدید کرائی۔ آپ کی ولادت سال ۶۴۲ھ میں ہوئی اور **بغداد** میں وفات پائی (نفحات الانس جامی)۔ **سفینۃ الاولیاء** اور **خزینۃ الاصفیاء** بھی دیکھئے۔ آپ **اسفراین** کے رہنے والے تھے اور اسی لئے اسفراینی کہلاتے تھے۔ **اسفراین** (اسفرایین۔ اسپر آئین؟) شمال میں شیروان اور **بجنورد**' جنوب میں جغتای اور مشرق میں صفی آباد تک شہر ہے اور سبزوار تک ایک سو آٹھ کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔ قدیم زمانے میں اسے **مہرگان** یا **مہرجان** کہتے تھے۔

۳۸؎ **جمال الدین احمد الجوزفانی** : آپ **شیخ رضی الدین علی لالا** کے اصحاب میں سے تھے۔ **رکن الدین علاء الدولة** نے فرمایا کہ: شیخ احمد ایک عجب ذاکر آدمی تھے اور بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ غیب میں میں نے ان کو سلوک کے مرتبہ میں **شیخ ابو الحسن خرقانی** کے ساتھ مناسب پایا اور ان سے شیخ رضی الدّین علی لالا کو **سلطان بایزیدبسطامی** کے ساتھ قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم۔

(**نفحات جامی** ملاحظہ ہو)

۳۹؎ **شیخ علی لالا** : آپ کا نام تھا **علی ابن سعید ابن عبد الجلیل لالا الغزنوی** اور آپ **شیخ نجم الدین** کے بزرگترین خلفاء میں سے تھے۔ **کبروی سلسلہ** کو آپ نے جاری کرنے میں بہت کوشش کی۔ کہتے ہیں ۱۲۴ شیخان کامل سے خرقہ پایا اور ممکن ہے یہ خرقے تبرک کے طور پر پائے ہوں لیکن خرقۂ ارادت **شیخ نجم الدین کبریٰ** سے پایا۔ **لالا** کے معنی ہیں بندہ' غلام اور درخشندہ۔ چنانچہ کہا ہے ؎ در بندگی تو آنکہ یکتاست ☆ لالای علی علی لالاست ☆ **نفحات** میں آیا ہے کہ آپ کے والد **حکیم سنائی** کے چچیرے برادر تھے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے یہی کتاب۔ سال ۶۴۲ھ کے ربیع الاوّل ماہ کے تیسرے روز وفات پائی (حاشیہ ؎ ۶۰۶ بھی دیکھئے)

۴۰؎ **شیخ نجم الدین کبریٰ** : آپ سلطان الاولیاء والاقطاب

تھے۔ برگزیدۂ حضرت پروردگار، نہایت ہی عظیم الشان اور رفیع المکان تھے۔ آپ کے انوار ولایت اور آثار ہدایت سے مشرق و مغرب منوّر ہوئے۔ آپ سے عجائب وغرائب ظاہر ہونے کی وجہ سے مشائخ عظام نے آپ کو **طامة الکبریٰ** کا لقب دیا اور آپ کی نظر میں تاثیر کے سبب آپ کا نام **شیخ ولی تراش** رکھا۔ آپ کا نام **احمد ابن عمر الخیوقی** تھا۔ کنیت **ابو الجناب** اور لقب **الکبریٰ** تھا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے **طرایق الحقایق** جلد۲ ص ۱۰۴ تا ۱۰۸ اور **نفحات** ۴۱۹ تا ۴۲۴۔ **تاریخ گزیدہ۔ تاریخ ادبیات در ایران دکتر ذبیح الله صفا جلد۲**

۴۱؎ **شیخ عمّار یاسر**: آپ ارباب قلوب کے مقتدیٰ تھے اور اسرار غیوب پر مطّلع۔ **شیخ ضیاء الدین ابو النّجیب عبد القاهر سهروردی** کے اصحاب میں سے تھے جن کی طریقت میں نسبت **شیخ احمد غزالی** کے ساتھ تھی۔ سال ۵۸۲ھ میں وفات پائی ؎ شدہ سالش عیاں عمّار یاسر۔ دیکھئے **طرایق الحقایق**، جلد۲، ص ۱۰۸۔ **نفحات الانس** (حاشیہ ۴۴۶ بھی دیکھئے)

۴۲؎ **شیخ ابا نجیب سهروردی**: آپ کا نام **شیخ ضیاء الدین** تھا۔ کنیت **ابو نجیب** تھی اور لقب **عبد القاهر** ۔ **شیخ شهاب الدین سهروردی**ؒ کے چچا تھے اور باطنی وظاہری علوم میں کمال پایا تھا۔ بارہ واسطوں سے آپ کا نسب جناب صدّیق اکبر **حضرت ابو بکر**

صدّیقؓ تک پہنچتا ہے۔ طریقت میں آپ کی نسبت شیخ احمد غزالیؒ سے ہے۔ سال ۵۶۳ھ میں وفات پائی۔ تفصیل کے لئے دیکھئے تاریخ گزیدہ اور نفحات۔

۴۳۔ شیخ احمد غزالی: شیخ المشائخ مجد الدین ابو الفتوح احمد بن محمّد ابن محمّد ابن احمد الطّوسی الغزّالی رحمۃ اللہ علیہ ابو بکر نسّاج کے اصحاب میں سے تھے۔ صاحب کرامات تھے اور امام محمّد غزّالی قدس سرہ کے بھائی۔ ابن الاثیر نے آپ کا سال وفات ۵۲۰ھ تاریخ گزیدہ میں ۵۱۷ھ اور مرآۃ اھل صفا میں ۵۰۴ھ اور ریاض العارفین میں ۵۲۷ھ آیا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو طرایق الحقایق جلد ۲، ص ۵۶۴ تا ۵۶۸۔ مولانا جامی نے شیخ احمد غزّالیؒ کا سال وفات ۵۱۷ھ لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو نفحات الانس۔

۴۴۔ ابا بکر النسّاج: شیخ ابو بکر ابن عبد اللہ الطّوسی النسّاج قدس سرہ صاحب مقامات عالیہ تھے۔ طلب مشاہدہ میں مجاہد تھے۔ آپ شیخ ابو القاسم گرگانی قدس سرہ کے مرید تھے اور ابوبکر دینوری سے بھی صحبت تھی۔ مراقبہ و توکل میں صاحب رسوخ تھے۔ آپ کے دل کے خلوت خانے میں اللہ کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ سال ۴۸۷ھ میں وفات پائی۔ تفصیل کے لئے دیکھئے طرایق الحقایق، جلد ۲، ص ۵۶۳ ۵۶۴۔ نفحات الانس جامی اور سفینۃ الاولیاء۔

۴۵؎ ابو القاسم الجرجانی: پیشوای ارباب حقایق ومعانی شیخ ابوالقاسم علی الجرجانی قدس سرہ کا سلسلہ مشایخ ابو الجناب نجم الدین الکبریٰ کے ساتھ ملتا ہے۔آپ بھی علوم میں صاحب کمال اور طریق عشق میں پروانۂ شمع جمال تھے۔جناب ابو عثمان مغربیؒ کے مرید تھے۔تفصیل کے لئے دیکھئے طرایق الحقایق' جلد۲' ص ۵۵۱تا ۵۵۳۔اور نفحات الانس ۔سفینۃ الاولیاء تذکرۂ دولت شاہ سمرقندی۔ جرجان' گرگان کی عربی صورت ہے اور گرگان ایران کا دوسرا صوبہ ہے۔

۴۶؎ ابو عثمان المغربی: انوار شریعت کے بینا' اطوار طریقت کے دانا' اسرار حقیقت کے مالک' علم نبیؐ کے وارث اور ولی ابوعثمان سعید ابن سلام المغربی اصل میں ٹیونس کے قیروان شہر سے تھے(لیبیا میں بھی قیروان نام کا ایک شہر واقع ہے)۔شیخ فرید الدین عطّار رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ اوّل حال میں آپ نے بیس سال عزلت میں گذارے اور بیابانوں میں پھرتے رہے۔اس عرصے میں آدمی کی صورت تک نہ دیکھی اور ریاضت سے جسم گھلا دیا۔آپ ابوالحسن صایغ دینوری کے شاگرد تھے۔مولانا جامی نے لکھا ہے کہ آپ نے کئی سالوں تک مکہ میں مجاورت کی۔ صاحب کرامات و فراست تھے۔سال ۳۷۳ھ میں نیشا پور میں وفات پائی۔تفصیل کے

لئے تذکرۃ الاولیاء عطار' نفحات اور طرایق الحقایق جلد۲'
ص۵۳۸تا۵۴۰۔

۴۷؎ ابو علی کاتب: قدوۃ العارفین وزبدۃ الواصلین شیخ المشائخ قطب طریقت وقت حسن ابن احمد الکاتب ابو علی المصری قدس اللہ سرہ ابو علی رود باری ؒ کے خلیفہ تھے اور شیخ ابو القاسم نصرآبادی اور شیخ ابو بکر مصری کے ساتھ آپ کی مصاحبت تھی۔ آپ سلسلہ معروفیہ کی معروف شخصیت اور ابو عمران مغربی کے مرشد طریقت تھے یا شاید ابو عثمان مغربی کے۔ مشہور ہے کہ آپ نے سال ۳۵۳ھ میں وفات پائی۔ دیکھئے طرایق الحقایق' جلد۲' ص۵۳۴تا۵۳۸۔ نفحات الانس میں آیا ہے صاحب کرامات تھے اور خود فرمایا ہے کہ جب مجھے کوئی مشکل پیش آتی تو میں حضرت مصطفیٰ ﷺ کو خواب میں دیکھتا اور اُنؐ سے پوچھ لیتا۔ دیکھئے نفحات

۴۸؎ ابو علی رودباری: حقایق شریعت کے عالم' طریقت و حقیقت کے عارف' راہ رستگاری کے دانا' اور سالکوں کو اُمیدواری کے کوچے میں پہنچا دینے والے شیخ المشائخ ابو علی احمد ابن محمّد ابن ابی القاسم ابن منصور الرّودباری' گو کہ رودبار کے تھے لیکن بغداد میں پلے بڑے۔ [رودبار اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کئی ندیاں یا دریا بہتے ہوں۔ بڑے دریا کو بھی رود بار کہتے ہیں] رودبار نام کی ایران میں چند

نام کی جگہیں ہیں زیتون رودبار گیلان میں ' طهران میں بھی ایک جگہ رودبار ہے جو بیس دیہات پر مشتمل ہے۔ ایک اور رودبار ہے کرمان میں اور ایک اور رودبار اصفہان میں زندہ رود کے کنارے (بحوالۂ طرایق الحقایق جلد۲ ص ۵۲۷)۔ روضات الجنّات فی احوال العلماء و السّادات (عربی تالیف محمد باقر بن زین العابدین موسوی خوانساری) میں رسالۂ قشیری سے نقل ہوا ہے کہ آپ بغداد سے مصر چلے گئے اور وہیں اقامت اختیار کی اور سال ۳۲۲ھ میں وفات پائی۔ آپ حضرت جنید بغدادی کے خلفاء میں سے تھے اور سلسلۂ معروفیہ کے شیخ المشایخ۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو نفحات الانس (ص ۲۰۰ تا ۲۰۳) طرایق الحقایق ' جلد۲ ص ۵۲۷۔ تذکرۃ الاولیاء عطّار' جلد۲ ص ۲۳۹ تا ۲۴۱۔

۴۹؎ **جُنید بغدادی** : **ابو القاسم الجنید ابن الجنید الخزار القواریری البغدادی** ' استاد طریقت تھے اور حقیقت کے علمبردار تھے۔ تاج العارفین تھے' قطب العلوم تھے۔ آپ دراصل نہاوند کے تھے لیکن بغداد میں پیدا ہوئے اور وہیں تربیت پائی۔ سری السقطی کے بھانجے تھے۔ سات سال کی عمر میں فقہ و دیگر رسمی علوم کی طرف متوجہ ہوئے۔ علم تفسیر و اشارات اور کلام و بیان اور قرآن کریم کے دقایق میں بصیر اور بے نظیر تھے۔ معنوی علوم کی تکمیل اپنے ماموں

سری السقطی ؒ کی خدمت میں کی اور اُن کی اجازت سے ارشاد کا مرتبہ پایا۔ **خواجہ فرید الدین عطّار** ؒ نے نقل کیا ہے کہ ایک بار شیخ **سری السقطی** سے پوچھا گیا: ''کیا کسی مرید کا درجہ اس کے پیر کے درجہ سے بڑھ جاتا ہے؟'' فرمایا: ''ہاں! اور اس کی دلیل روشن ہے کہ جُنید کا درجہ مجھ سے بڑھ کر ہے۔'' تفصیل جاننے کے لئے دیکھئے **طرایق الحقایق** ' جلد۲ ص ۳۸۸ تا ۴۰۰۔ **نفحات الانس** ص ۸۰۔ **تذکرہ اولیای عطّار** جلد۲ ص ۵ تا ۳۳۔

۵۰؎ **سرّی السّقطی** : زاہد تھے اور عارف باللہ تھے۔ سرّی ابن المغلس سقطی نام تھا اور کنیت ابوالحسن یا ابوالحسین تھی۔ طبقۂ اولی میں آخر تھے اور طبقۂ ثانیہ کے سبھی مشائخ اپنی نسبت آپ تک پہنچاتے ہیں اور آپ کو اہل تصوّف کا امام کہتے ہیں۔ مراتب علم و حلم' ایثار اور شفقت میں خزانۂ حق تھے اور کشف حقایق میں وقت کے عجوبہ۔ سخن توحید کے موتی پرونے میں بے مثال اور یگانۂ عہد تھے۔ آپ ابوعبداللہ انطا کی' فتح ابوعلی الموصلی' فتح بن شخرف' حارث محاسبی' حبیب راعی' بشر حافی اور حضرت ذوالنون مصری کے اقران میں سے تھے۔ خرقۂ ارادت اور طریقت کی اجازت جناب **معروف کرخی** ؒ سے پائی تھی۔ اوائل حال میں آپ **بغداد** میں پنساری (سقط فروش) تھے اس لئے سقطی کہلائے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے **طرایق الحقایق** جلد۲ ص ۳۷۲ تا ۳۸۰۔ **رسالۂ قشیریہ۔ کشف**

المحجوب۔ تذکرۃ الاولیاء عطار۔ نفحات الانس۔ سفینۃ الاولیاء۔

۱۵ **معروف الکرخی**ؒ: کرخ بغداد کے تھے اس لئے **کرخی** کہلاتے ہیں۔**ابو محفوظ** کنیت تھی اور **معروف** نام تھا۔ باپ کا نام تھا فیروز یا فیروزان۔ بعضوں نے علی الکرخی لکھا ہے۔ آپ کے والدین نصرانی تھے اور اس کی تصدیق **حضرت خواجہ فرید الدین عطار**ؒ نے بھی اپنی تصنیف **تذکرۃ الاولیاء** میں کی ہے۔ بچپن میں آپ کو ایک نصرانی معلّم کے پاس بھیجدیا گیا۔ ثالث ثلاثہ' جس کا مقصد ہے کہ خداوند تین میں سے تیسرا ہے اور باقی دو ہیں عیسیٰؑ اور مریم' سے انکار کر کے کہتے رہے ھوالواحد یا ھواللہ الواحد جس پر نصرانی معلّم نے برافروختہ ہو کر آپ کو زد و کوب کیا۔ اس پر آپ بھاگ نکلے اور والدین نے آپ کو نہیں پایا۔ ملول و آزردہ ہو کر انہوں نے کہا کاش ہمارا فرزند لوٹ آتا اور جس کسی بھی دین پر لوٹ آتا ہم بھی اُسی دین کو اختیار کرتے۔ بھاگ جانے کے بعد آپ نے جیسا کہ کہا جاتا ہے **امام رضا** رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر بیعت کی توفیق پائی اور گھر لوٹ آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ کہا گیا: ''کون ہے؟'' کہا: ''میں معروف ہوں۔'' والدین نے پوچھا: ''کس دین پر ہو؟'' کہا: ''دین اسلام پر۔'' آپ کے والدین اسلام لے آئے۔ جناب معروف کرخیؒ نے بڑی ریاضتیں کیں اور بیشمار عبادتیں۔ صاحب کرامات تھے۔ تفصیل کے

لئے دیکھئے **طرایق الحقایق** جلد۲ص ۲۸۷ تا ۲۹۳۔ **نفحات الانس** ص ۳۸۔۳۹۔ **تذکرة الاولیاء عطّار** جلد اوّل ص ۲۴۱ تا ۲۴۵۔

۵۲۔ **شیخ محمود مزدقانی:** دیکھئے حاشیہ ۳۵

۵۳۔ **بیعت:** عہد و پیمان کے لئے ہاتھ پکڑنا۔ مرید کا مرشد کے ہاتھ پر ہاتھ رکھنا کہ وہ اس کے اوامر کی تعمیل کرے گا اور ہمیشہ اس عہد و پیمان پر قایم رہے گا اور شریعت وطریقت کی راہ میں اس کے احکام کی ہر طور متابعت کرے گا۔ پیمان باندھنا۔ عہد۔ پیمان۔ فرمان برداری۔ متابعت۔ مرید ہونا۔ موافقت۔ فارسی زبان میں بیعت بستن (عہد باندھنا۔ کسی سے بیعت کرنا) بیعت ستاندن (بیعت لینا) بیعت شکستن (قرارداد کو توڑنا۔ پیمان کو توڑنا) بیعت کردن (عہد کرنا۔ کسی کے ساتھ دوستی کا پیمان کرنا) اور بیعت گرفتن (کسی سے عہد و پیمان لینا) کا استعمال ہوتا ہے۔

۵۴۔ **غزل کا ترجمہ:** اگر راحت چاہتے ہو [تصوّف کی اصطلاح میں **راحت** یعنی کسی امر کا وجود میں آنا جو ارادت دل کے موافق ہو] اُس (محبوب) کے درد کے راز کو پالو☆ اقبالمندی کی تلاش ہے تو اس کے عشق میں جان پر کھیلو☆ راہ عشق کی رونق ہے سر کو فدا کرنا اور جان کو قربان کرنا۔ اگر اس راہ پر چلنے کا ارادہ ہے تو اس رونق کو حاصل کرلو☆ تمہارے جسم وجان کی قیمت ہے ہی کیا۔ جب کچھ ہے ہی نہیں تو پھر تم محض

باجرے کا ایک دانۂ بے قیمت ہو۔ باجرے کونمونے کے لئے رہنے دو، تم اس کے دروازے پر شہباز بن کر جاؤ ☆ تم کب تک عورتوں کی طرح رنگ و بو کے طور طریقے اپناتے رہو گے؟ رندوں کے طور طریقے اپنا کر صاحب دل لوگوں کا ہمراز و مصاحب بن جا ☆ چیل کی طرح کب تک جسم وتن کے مردار وجود کے ساتھ بندھے رہو گے؟ رُوح کی فضاؤں میں بھی تو لحظہ بھر کے لئے اڑان کرو ☆ جسم و جان ایک زنجیر ہے اور دین ایک حجاب ہے اُس کی راہ میں۔ ان سب کو ترک کرو اور عشق کا ہم آواز بن ☆ حرص و طمع کے دام میں تمہاری غفلت کا باز پھنس کے رہ گیا ہے۔ دانہ کی ہوس چھوڑ دو دام کو توڑ ڈالو اور خوش وخرم ہو کر اس کی بارگاہ میں لوٹ جاؤ ☆ اگر تو قرب کے قاف (بلندیوں) کا **ھُما** ہے تو ہمّت کے پروں کو کھول دو اور **لامکان** کی فضاؤں میں فرشتوں کا شریک بن جا ☆ **علائی** اس دروازے کا قفل صرف نیاز و عاجزی سے کھلتا ہے۔ اگر تجھ میں عاجزی وانکساری ہے تو پھر تم اسی تخت پر بیٹھ کر نازان بن ☆

۵۵ **ھُما:** ایک مشہور پرندہ کا نام جو نہایت مبارک خیال کیا جاتا ہے اور کہتے ہیں جس کسی پر اس کا سایہ پڑ جائے یا جو اس کے سائے کے نیچے آجائے وہ صاحب اقبال ہو جاتا ہے۔ فارسی ادب میں **ھُما** کو ایک مبارک پرندہ جانا گیا ہے جس کی غذا ہڈیاں ہیں۔ قدیم افسانوں میں آیا ہے کہ پرانے شہروں یا ملکوں میں جب کوئی بادشاہ مرجاتا اور اس کا کوئی

جانشین نہ ہوتا تو ھُما کو اُڑواتے تھے اور وہ جس کسی آدمی کے سر پر بیٹھ جاتا اُسی کو بادشاہ بناتے تھے۔ زردشتی کتاب اوستا کے فروردین یشت حصے میں ھُما (یا ھُمای) بادشاہ **گشتاسپ** کی بیٹی کا نام اور **اسفندیار** کی بہن کا نام تھا۔ **نظامی گنجوی** کی ہفت پیکر کتاب میں **ھُما** قیصرِ رُوم کی بیٹی اور **بھرام گور** کی بیوی کا نام تھا۔ ھُما بہت بلندیوں پر رہنے والا تنہا نشین پرندہ ہے اور اسی لئے اسے عارفوں سے مشابہ کیا گیا ہے۔

۵۶ **قاف قُرب**: قُربِ الٰہی کی رفعت و بلندی۔ **قاف** ایک مشہور پہاڑ کا نام ہے جو انگریزی میں کا کیشیا کہلاتا ہے [ماسکو سے تاشقند جاتے ہوئے میں ہوائی جہاز سے اس پہاڑ کے اوپر سے گذرا تھا]۔ بعض علماء قاف کو **قفقاز** اور بعض پہلوی زبان کے **کوف** (**کوہ**) کا ہم ریشہ جانتے ہیں۔ **قاف** ایک افسانوی پہاڑ ہے جس کا نام قرآن مجید میں آیا ہے اور مفسّرین اسے ایک ایسا پہاڑ جانتے ہیں جو زمین کے گرداگرد ہے اور آسمان کا سبز رنگ اسی سے ہے اور یہ پہاڑ زمین کے تمام پہاڑوں کی اصل اور بنیاد ہے۔ بعضوں نے لکھا ہے کہ اس پہاڑ سے آسمان تک کا فاصلہ آدمی کے قد کے برابر ہے۔ بعض آسمان کو اسی پر رکھا یا اسی کے ساتھ لپٹا ہوا سمجھتے ہیں۔ بعضوں کا خیال ہے کہ اس پہاڑ کے پیچھے اتنے عالم اور لوگ ہیں جن کی تعداد اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا اور سورج اسی پہاڑ سے طلوع و غروب کرتا ہے اور قدماء نے اسے **البرز** کہا ہے (**معجم البلدان**، جلد ۷

ص ۱۵)۔ بعضوں نے کوہ البرز (ایران میں واقع ہے) کو کوہ قاف کہا ہے (نزھت القلوب ص ۱۹۰)۔ (دایرۃ المعارف اسلام۔ کاف KAF)۔ بُندھشن نامی کتاب میں (فصل ۱۲، بند ۲) اُن پہاڑوں کے ضمن میں جو البرز پہاڑ سے نکلے کاف نامی پہاڑ کا بھی نام لیا گیا ہے جو البرز پہاڑ کے بعد سب سے بڑا پہاڑ ہے اور سیستان سے شروع ہو کر خجستان میں جا کر ختم ہوتا ہے اور اسے کوہ پارس بھی کہتے ہیں۔ بعض علماء قاف کو قفقاز ہی جانتے ہیں۔ قاف کو چونکہ قدماء بلند ترین پہاڑ مانتے تھے اس لئے قُرب خداوندی کی بلندی کو سمجھانے کے لئے اسی پہاڑ کی بلندی سے مشابہ کر کے قاف قُرب کی اصطلاح اختراع کر لی تھی اگرچہ رفعت قُرب الٰہی مشابہت سے منزّہ ہے۔ تصوّف میں ق کے معنی میں کہا گیا ہے کہ کوہ قاف جو دنیا کے گردا گرد ہے اس قاف کو نمایاں کرتا ہے جو دوستوں کے دل کے گردا گرد کھینچا گیا ہے۔ پس جو اس دنیا میں اس کوہ قاف سے گذرنا چاہتا ہے اس کے قدم روک دئے جاتے ہیں اور اُسے کہتے ہیں کہ اس قاف سے ماوراء گذر نہیں۔ اسی طرح جو شخص دل کے ملک اور سینے کے صحرا میں داخل ہوتا ہے جب صفات دل اور عالم سینہ سے باہر نکلنا چاہتا ہے دل کے مقام پر اس کے قدم روک دئے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کہاں جا رہے ہو؟ ہم تو خود اسی جگہ پر تیرے ساتھ ہیں۔ [قاف کو ق کی صورت میں بھی لکھا گیا ہے جو فارسی حروف تہجی میں ۲۴ واں اور عربی

حروف تہجی میں ۲۱واں حرف ہے۔ جمل کے حساب میں ایک سو کا عدد ہے۔ ق کا حرف فارسی میں نہیں ہے۔ متأخرین کے استعمال میں بعض فارسی الفاظ کے عربی الفاظ کے ساتھ اختلاط ہونے کے سبب فارسی میں غین (غ) کی جگہ قاف (ق) جاری ہوگیا]۔

۵۷ **لا مکان** : بے مکان۔ بے جگہ۔ عالم الوہیّت۔ عالم الٰہی جو مکان واطراف سے مبرّا ہے۔

۵۸ **قُدسیان** : رُوحانی لوگ۔ فرشتے۔ قُدسیان جمع ہے قُدسی کی اور قُدسی منسوب ہے قُدس کے ساتھ یعنی پاک ہونا' منزّہ ہونا۔ پاکی۔ [عالم قُدس = عالم مجرّدات۔ بہشت اور جبرئیل کو بھی قُدس کہتے ہیں] قدسی کے ساتھ یہ اصطلاحات استعمال میں ہیں۔ حدیث قدسی وہ حدیث جو قرآن سے باہر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کی ہو۔ شاہد قدسی یعنی معشوق بہشتی۔ طایر قدسی یعنی پرندۂ بہشتی

۵۹ **ترجمہ**: اگر کسی روز کسی مرد کی نظر تجھ پر پڑ جائے تو اس نظر سے تم عارف' چست وچابک اور مسلمان بن جاؤ گے

۶۰ **سماع**: سننا۔ راگ سننا۔ راگ گانا۔ ناچ۔ وجد۔ سرور۔ **تصوف** میں صوفیوں کا وجد اور ان کی پا یکوبی اور دست افشانی خاص آداب ومقرّرات کے ساتھ۔

۶۱ **ارادت**: ارادہ کرنا۔ مُرید بننا۔ میل۔ آہنگ۔ اللہ کا چاہنا۔

مشیّت ۔ قضا ۔ قدر ۔ تقدیر ۔ **تصوّف** میں اس کے معنی ہیں مرید کی مرشد کی طرف خاص توجہ رکھنا اور سالک کی پیر کی طرف ۔ اعتقاد و ایمان کے ساتھ دوستی کرنا ۔ دوستی میں اپنے خلوص کا اظہار ۔

۶۲؎ **اربعین** : چالیس ۔ چلّہ ۔ چالیس دن کی مدّت جس میں صوفی گوشہ نشین رہ کر عبادت و ریاضت کرتے ہیں ۔ (چالیس کو اربعون بھی کہتے ہیں) ہر آدمی کی موت کا چالیسواں دن ۔ عاشورا کا چالیسواں دن ۔

۶۳؎ **عُزلت:** گوشہ نشینی ۔ دوری ۔ گوشہ گیری ۔ ترک دنیا کر کے گوشہ نشینی میں ریاضت و عبادت کرنے والے زاہد و عابد کا انہماک ۔

۶۴؎ **خلوت:** تنہائی ۔ تنہا بیٹھنا ۔ تنہائی اختیار کرنا ۔ **تصوّف** میں اس کے معنی ہیں نفس کی مخالفتوں اور ریاضتوں کا ایک مجموعہ جیسے خوراک اور نیند کو گھٹا دینا' روزہ رکھنا' کم گوئی' لوگوں سے میل جول ترک کر دینا' ذکر خدا پر ہمیشہ قایم رہنا' خواہشات کی نفی کرنا اور سرّ حق میں دل کو مشغول رکھنا کہ دل میں اللہ کے بغیر کوئی داخل نہ ہونے پائے ۔ خلوت کے معنی ہیں اغیار سے خالی جگہ ۔ شبستان ۔ خوابگاہ ۔

۶۵؎ **چاشت:** دن کا گذرا ہوا پہلا پہر ۔ دن کے چار حصّوں میں سے پہلا حصّہ یعنی دن کا پہلا چوتھائی حصّہ ۔ تقریباً صبح نو بجے کا وقت ۔ اس وقت کی نماز کو **نماز چاشت** کہتے ہیں ۔ پہر دن چڑھے کے وقت کے

کھانے کو بھی چاشت کہتے ہیں۔

۶۶ **تہجد:** رات کو سونا۔ رات کو بیدار ہو جانا۔ شب بیداری۔ وہ نماز جو نصف رات کے بعد بیدار ہو کر آٹھ رکعت اور گیارہ رکعت کی وتر کے ساتھ یا اس سے کچھ زیادہ پڑھی جاتی ہے۔

۶۷ ۔ **قصر:** کم کر دینا۔ کمی کرنا۔ کوتاہی۔ نماز قصر۔ چھوٹی نماز جو سفر میں پڑھتے ہیں یعنی صبح کو دو رکعتیں، ظہر میں دو رکعتیں، عصر میں دو رکعتیں، شام کو تین رکعتیں اور عشاء میں دو رکعتیں۔

۶۸ **اخی علی دوستی:** آپ کا نام تھا **تقی الدین علی دوستی۔ خلاصۃ المناقب** میں **نور الدین جعفر بدخشی** نے آپ کے مرتبہ و مقام کا آگے ذکر کیا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو "**شاہ ہمدانؒ۔۔۔حیات اور کارنامے**" ص ۱۳۰ اور اس سے آگے۔ آپ کا لقب ابوالبرکات تھا اور آپ کی وفات سال ۷۳۴ھ یا ۷۳۳ھ میں ہوئی۔ دوستی کی جگہ دوسی بھی آیا ہے۔ دیکھئے میری تصنیف "شاہ ھمدان۔۔۔۔حیات اور کارنامے" ص ۱۳۰ اور اسی صفحہ کا حاشیہ نمبر ۱

۶۹ **استرجاع:** انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا۔ (یہاں پر یہی معنی ہیں)۔ دی ہوئی چیز واپس لینا۔ رجوع کرنا۔ کسی سے چیز واپس لینا۔ مصیبت کے وقت **انا لله وانا اليه راجعون** کہنا۔

۷۰ غالباً اس بادشاہ سے مراد ہے **سلطان ابو سعید بهادر**۔

خان جس نے سال ۷۱۶ھ سے ۷۳۶ھ تک حکومت کی کہ اس بادشاہ کے عہد سلطنت میں **حضرت شاہ ہمدان** کا زمانہ آپؒ کے بچپن اور نوجوانی کا زمانہ تھا (**حضرت شاہ ہمدان**ؒ سال ۷۱۴ھ میں متولد ہوئے تھے)۔ اس بادشاہ کے عہد میں سیاسی انقلابات وحوادث سے قطع نظر ایرانی تواریخ نویسوں نے لکھا ہے کہ **ایلخانی خاندان** کا یہ بادشاہ آخری مقتدر سلطان تھا۔ ایک کریم، رشید اور علم دوست بادشاہ تھا۔ اس کے عہد میں علوم و ادبیات نے بڑی رونق پائی اور متعدد مؤرخین اور شعراء ظاہر ہوئے۔

۷۱؎ **فاتحہ**: دعای خیر۔ دعای مغفرت۔ قرآن پاک کی پہلی سورت شریف کا نام۔ ابتدا۔ اوّل۔ شروع۔ دیباچہ

۷۲؎ **علاء الدولۃ سمنانی**: دیکھئے حاشیہ ۳۶

۷۳؎ اس معتبر بیان سے جو خود **حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی**ؒ کی زبان مبارک سے بیان ہوا ہے **ہفت اقلیم** کے مؤلف **امین احمد رازی** کا وہ بیان باطل ثابت ہو جاتا ہے جس میں اس نے لکھا ہے کہ جس وقت **اولجا یتو** (**بادشاہ خدا بندہ** تاریخ جلوس ۷۰۳ھ اور وفات ۷۱۶ھ) نے **گنبد سلطانیہ** کو تعمیر کیا تو علماء اور فضلاء کو بلایا تا کہ ہر کوئی ایک آیت اور ایک حدیث کو تبرک و برکت کے لئے بیان کرے اور ان کو سنگ نوشت کیا جائے۔ سیّد (علی ہمدانیؒ) کا ماموں بھی اس جماعت میں حاضر تھا اور **سید** کو جو سات سال کا ایک بچہ تھا کندھے پر رکھے ہوئے

تھا۔سیّد نے وہ ساری باتیں اور آیتیں سُن لیں اور یاد کر لیں۔ جب کمال کو پہنچے تو ان کو جمع اور ترتیب دیا اور **اوراد فتحیہ** نام رکھا۔[امین احمد رازی کا یہ بیان صحیح نہیں کیونکہ گنبد سلطانیہ **تاریخ وصاف** کے مؤلف کے بقول ۷۱۰ھ میں بنا اور حضرت شاہ ھمدان میر سیّد علی ھمدانیؒ سال ۷۱۴ھ میں پیدا ہوئے۔ پس چار سال کی عمر کے بچے سے ان تمام آیات و احادیث کو ذہن میں محفوظ رکھنے کا عمل بہت بعید نظر آتا ہے]

۷۴ **اشعار کا ترجمہ:** نیکنام (ماں) کے شکم میں ہی سعادتمند ہوتا ہے۔ جب پیدا ہوتا ہے تو دم بہ دم اس کی سعادتمندی میں اضافہ ہوتا رہتا ہے ☆ ہر لحظہ طرح طرح کی الطاف و عنایات اس پر نازل ہوتی ہیں اور ہمیشہ ہی اس پر لطف و کرم کی ہوائیں ڈھلتی رہتی ہیں ☆ ایسے ہی آدمی کو بلا شک مرد حق کہتے ہیں اور چونکہ **یقین** کا پیرو ہوتا ہے اس لئے مقبول ہوتا ہے۔

۷۵ **خواجہ قطب الدین نیشا پوری:** آپ کے بارے میں حالات معلوم نہیں۔ **سیّد علی مؤید ثابتی** / مؤلّف نے بھی اپنی قابل ستایش **تاریخ نیشاپور** میں آپ کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے اگرچہ **رجال نیشاپور** کے عنوان کے ذیل میں انہوں نے ۲۶۸ علماء و فضلاء کا ذکر کیا ہے جو **نیشاپور** سے اٹھے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ **خواجہ قطب الدین نیشاپوری** نے **ھمدان** میں یا تو کم عمری میں نیشاپور سے

نقل مکان کیا تھا اور وہیں پلے بڑھے اور علمی کمالات پائے یا غالباً خاندانی نام سے ہی ھمدان میں جانے جاتے تھے۔ **دکتر مهدی درخشان** نے بھی اپنی تصنیف **بزرگان و سخن سرایان همدان** میں خواجہ قطب الدّین نیشاپوری کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ لیکن حضرت شاہ ھمدان ؒ کے اس بیان کے مطابق کہ: "واہل مجلس خواجہ قطب الدّین نیشاپوری را التماس نمودند کہ برمنبر برآید وافیاض دینی نثار کند، اجابت کرد........" ["اور اہل مجلس نے خواجہ قطب الدّین نیشاپوری سے التماس کی کہ وہ منبر پر آجائیں اور دینی فیوض کی تبلیغ فرمائیں، قبول کیا....."] واضح ہو جاتا ہے کہ خواجہ موصوف اس عہد میں علماءِ اسلام میں نہ فقط محترم ترین بلکہ بزرگوارترین فرد تھے اور علم حدیث وفقہ اسلامی کے ممتاز ترین عالم جنہوں نے خراسان و عراق کے برگزیدہ علماء وفقراء کی مجلس میں دینی فیوض و برکات پر خطبہ دیا۔

۷۶ **خضر** علیہ السّلام: مسلمانوں کے نزدیک انبیاء میں سے ایک نبی کا نام جس نے **حضرت موسیٰ** علیہ السّلام کی ہدایت کی۔ صوفیاء کے نزدیک بھی حضرت خضر علیہ السّلام ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ مغربی محققین کا آپ کی کیفیت کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعضوں کا کہنا ہے کہ دو مختلف شخصیتیں **ایلیا** نبی اور **جرجیس** سینٹ ہی خضر ہیں۔ اسلامی روایات کے بموجب حضرت خضر علیہ السّلام جنہیں **خواجہ خضر** بھی کہتے ہیں جاوید ہستیوں میں سے ایک ہیں۔ آپ کے بارے میں مشہور

ہے کہ آپ گمراہوں کو راستہ بتاتے ہیں۔ (حاشیہ ے۲۲ بھی دیکھیں)

ے۷۷ **شعر کا ترجمہ**: ادب نورالٰہی کا ایک تاج ہے☆ اسے سر پر رکھو اور جہاں جی چاہے چلے جاؤ

ے۷۸ **ارشاد**: راہ حق دکھانا۔ اللہ کی راہ بتانا۔ ہدایت کرنا۔ راستہ دکھانا۔ راہ راست دکھانا۔ حق و راستی کی طرف رہنمائی کرنا۔ راہنمائی۔ ہدایت۔

ے۷۹ مُرشد کی مریدی میں قبول ہو جانے کے بعد رسم تھی کہ مرشد مرید کے سر کے بالوں میں سے چند بال اور اس کے کپڑے یا رومال سے چھوٹا سا ٹکڑا مقراض سے کاٹ دیتا تھا جو مرشد کے پاس تعلّق و رابطۂ راہ کے طور پر رہتے تھے۔

ے۸۰ **توبۂ طریقت**: راہ طریقت اختیار کرنے کے لئے کسی کا مرشد کے پاس آ کر گناہوں سے باز آنے کی قسم کھا کر مرشد کی راہنمائی میں راہ حق کو اختیار کرنا۔ مرشد کے حضور میں آ کر **طریقت** کو اختیار کرنے کے لئے گناہوں سے پشیمان ہو جانا اور توبہ کرنا۔

ے۸۱ **مُقیم**: ایک جگہ پر قیام (اقامت) کرنے والا۔ ایک جگہ پر رہنے والا۔ ایک جگہ پر ٹھہرنے والا۔ ایک جگہ پر مسکن اختیار کرنے والا۔

ے۸۲ **مسافر**: وہ جو سفر میں ہو [مسافران والا = اولیاء اللہ۔ سالک لوگ۔ دین حق کے طالب کہ یہ حضرات ترک دنیا کر کے باطن اور

ظاہر میں بھی طلب حق کے لئے سفر میں رہتے ہیں]۔

۸۳؎ **معارف:** معرفتیں۔علوم۔مقامات شناخت۔جان پہچان کے مقامات۔ شناسائیاں۔ آشنا لوگ۔ نامور اور مشہور لوگ۔ اہل علم و فضل۔

۸۴؎ **سُرادقات:** سُرادق کی جمع۔سُرادق یعنی خیمہ۔سراپردۂ وہ خیمہ یا چادر جو گھر کے صحن میں نصب کی جائے۔ وہ دُھول یا دھواں جو کسی چیز کا احاطہ کرے۔ شامیانہ۔[سُرادقات اعلیٰ =بارگاہ احدیّت۔ سُرادقات قدرت۔سُرادقات جلال اور سُرادقات نوریہ بھی سُرادقات اعلیٰ یعنی بارگاہ خداوندی کے معنی میں آتے ہیں]۔

۸۵؎ **مُقبلین:** مقبِل کی جمع۔مُقبِل = خوش بخت۔نیک بخت۔صاحب اقبال ودولت (اس معنی میں مُقبَل ب پرفتحہ) بھی صحیح ہے۔ بارگاہ خداوندی میں قبولیت پانے والے خوش بخت حضرات۔اللہ کا حکم قبول کرنے والے۔سامنے ہونے والے۔روبرو ہونے والے۔کسی کی جانب منہہ کرنے والے۔اقبال مند۔دولت مند۔

۸۶؎ **شیخ محمود مزدقانی:** دیکھئے حاشیہ ۳۵؎

۸۷؎ **شیخ اخی علی دوستی:** دیکھئے حاشیہ ۶۸؎۔ضمناً **حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی** ؒ نے اپنی تصنیف رسالۂ **فتوتیہ** میں **اخی** کی وضاحت میں فرمایا ہے کہ لغت میں **اخی** کے معنی

بھائی (برادر) ہیں اور صاحبان **طریقت** نے اس لفظ کے تین معنی بیان کیے ہیں۔ عام' خاص اور خاص الخاص۔ عام معنی میں لغوی استعمال میں بھائی آتا ہے اور عام لوگ بھائی اسے جانتے ہیں جو ایک ہی ماں باپ سے ہوں۔ دوسرے معنی میں مومن اور دینی علماء جو نور ایمان اور علم کی قوّت سے تقلید و رسوم سے ماوراء تمام مومنوں کو **انما المؤمنون اخوۃ** کی رو سے بھائی کہتے ہیں۔ تیسرے معنی میں یہ ایک اصطلاح کے طور پر صاحب دل اور اہل حق کے درمیان آپس میں مستعمل ہے اور سالکوں کے مقامات میں اس کا استعمال کیا جاتا ہے اور **فقر** کا ایک حصّہ ہے۔ اور جب مشائخ طریقت اپنے اصحاب میں سے کسی کو' جس نے طریقت کی راہوں میں تعمق کے ساتھ کمال پایا ہو اور جس کی روح پر حقایق کے اسرار کا نور چمکا ہو' اور اُسے اپنا خلیفہ بنانا چاہتے ہوں' تو اُسے خرقہ پہنا دیتے ہیں اور جب ارباب فتوّت کسی مرید کو کرم و سخاوت' عفّت و امانت' حلم و تواضع اور تقویٰ سے متصف پاتے ہیں تو اسے **اخی** کے نام سے پکارتے ہیں۔

مولانا جامیؒ نے **ابو البرکات تقی الدین علی الدوستی السمنانی** رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں **نفحات الانس من حضرات القدس** میں لکھا ہے (ص ۴۴۷) کہ آپ بھی **شیخ رکن الدین علاء الدولۃؒ** کے اصحاب میں سے ہیں۔ ایک روز **حضرت شیخ** (یعنی علاء الدّولۃ) نے فرمایا کہ: ''جب سالک تجلّی کے

وقت ایک صورت کا ادراک کرتا ہے وہ تجلّی ظاہری (صوری) ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو اس صورت سے منزّہ جاننا چاہئے البتہ اسے حق کی تجلّی قبول کرنا چاہئے جیسے کہ **موسیٰ** علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے درخت سے **انی انا اللہ** سنا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ درخت خدا تھا وہ کافر ہو جائے گا اور جو یہ کہے گا کہ یہ بات خدا نے نہیں کہی کافر ہو جائے گا۔ پس ظاہری تجلّی (تجلّی صوری) پر یہی اعتقاد رکھنا چاہئے۔'' اور اس روز **اخی علی دوستی** حاضر تھے۔ **شیخ** (علاء الدّولۃ) نے فرمایا: ''مجھے اس سال **علی دوستی** کا واقعہ بہت ہی اچھا لگا اور میں درویشوں کے اعتقاد کے استحکام میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سال اس پر ایک بار کُل موجودات کی صورت میں تجلّی فرمائی'' اور اس کے بعد انہوں نے اللہ کی تسبیح اور صورتوں سے اس کے منزّہ ہونے کی تعریف اُن الفاظ میں کرتے ہوئے' جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان پر ڈال دئے' کہا کہ اللہ تعالیٰ نے خود اس سے (یعنی علی دوستی) سے پوچھا: ''کیا مجھ کو تو نے دیکھا؟'' کہا: ''نہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے اس بات پر اس کی تعریف کی اور اس کی بات کو پسند کیا''

۸۸؎ **شیخ محمّد حافظ**: مجھے ان کا سراغ نہیں ملا۔

۸۹؎ **حافظ اخی محسن**: مجھے ان کا سراغ نہیں ملا۔

۹۰؎ **اخی حسین**: مجھے ان کا سراغ نہیں ملا۔

۹۱؎ **شیخ جبرئیل کُردی**: ایران کے نامور محقق **علامہ**

عبد الوھاب قزوینی نے لکھا ہے(**یاد داشتھای قزوینی**) کہ مجھے آپ کی زندگی کے حالات کہیں نہ ملے لیکن یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ سال ۷۱۰ھ میں آپ حیات تھے۔ شیخ جبرئیل کُردی ۷۲۳ھ میں فوت ہوئے۔

۹۲۔ **شیخ خالد:** آپ کا ذکر نہیں ملا۔ **حضرت شاہ ھمدان میر سیّد علی ھمدانی** رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تفصیل سے کوئی ذکر نہیں کیا ہے البتہ صرف نام لیا ہے۔

۹۳۔ **شیخ ابو بکر طوسی:** آپ کا سُراغ نہیں ملا۔

۹۴۔ **شیخ نظام الدّین غوری** : **حضرت شاہ ھمدان میر سیّد علی ھمدانی** رحمۃ اللہ علیہ نے **رسالۂ مستورات** میں لکھا ہے کہ **شیخ نظام الدّین غوری**ؒ نے میرے تولّد سے پہلے میری روح کو دیکھا تھا۔ بلکہ **شیخ برھان الدّین** ' **شیخ جبرئیل کُردی** ' **شیخ نظام الدّین غوری خراسانی** ' **شیخ خالد ثانی** ' اور **شیخ ابو بکر طوسی** نے بھی میری پیدائش سے پہلے میری روح کو دیکھا تھا۔

۹۵۔ **شیخ شرف الدّین درگزینی** : **درگز** (درہ گز) ایران کے شمال میں ایران و روس کے سرحد پر واقع ہے اور اس میں نوخندان' چاپشلو' لطف آباد' اور کلات کے علاقے شامل ہیں۔ **شیخ شرف الدّین درگزینی**ؒ کے بارے میں معلومات نہیں مل سکے۔

۹۶۔ **شیخ اثیر الدّین:** آپ کے بارے میں تفصیل معلوم نہیں۔

۹۷؎ **شیخ نجم الدین همدانی** : آپ کے بارے میں معلومات دستیاب نہ ہو سکے۔

۹۸؎ **شیخ محی الدین لنکانی** : آپ کے بارے میں آگاہی نہیں ملی۔

۹۹؎ **شیخ محمد اذکانی : مولانا جامی**ؒ نے **نفحات الانس** میں آپ کو **شیخ نجم الدین محمد بن محمد الاذکانی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام سے یاد کیا ہے اور مختصر ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ بھی **شیخ رکن الدین علاء الدولۃ** قدس اللہ تعالیٰ سرہ (دیکھئے حاشیہ ۳۶) کے مرید تھے۔ آپ کی عمر اسّی سالی کی ہو چکی تھی کہ سال ۷۷۸ھ میں آپ نے دنیا چھوڑ دی اور **اسفراین** کے دیہات میں سے ایک گاؤں میں مدفون ہوئے۔ [**اسفراین** ' ایران میں ایک شہر کا نام جو شمال میں شیروان' بجنورد' جنوب میں جغتای' مشرق میں **صفی آباد** اور جنوب میں کوہ آلاداغ کی حدود تک پھیلا ہے اور سبزوار تک ایک سو آٹھ کلومیٹر دور ہے۔ قدیم زمانے میں اسے **مهرگان** (مہرجان) کہتے تھے۔

۱۰۰؎ **شیخ محمد مرشدی** : آپ کے بارے میں معلومات دستیاب نہیں۔

۱۰۱؎ **شیخ عبد اللہ مطری: مولانا جامی**ؒ نے لکھا ہے کہ **اخی علی مصری** ایک شیخ (مرشد) تھے۔ شام اور روم کے بہت سے

مرید آپ کے پاس جمع ہو گئے تھے۔ لیکن چونکہ منصف مزاج تھے' اپنے مریدوں کی جماعت سے' جو ارشاد پانے کے لئے آمادہ تھے' کہا: ''اگر آپ لوگ اللہ کے طالب ہیں' میں بھی ہوں اور میں نے کسی مرشد کو نہیں پایا جس کے پاس میں **سلوک** کرتا۔ اب میں نے ایک واقعہ میں دیکھا ہے اور شہادت میں بھی سن رہا ہوں کہ خراسان میں ایک مکمّل مرشد ہے۔ اٹھئے چلیں' اُسے پائیں اور ایک مرشد کی خدمت میں چند روز کے لئے **سلوک** کریں اور لوگ جس چیز کا گمان ہم سے رکھتے ہیں اس سے کچھ حاصل کریں۔'' ایک روز **منصور حلّاج** کی بات چلی۔ **اخی علی مصری** نے اُس کے حال کے بارے میں استفسار کیا۔ **حضرت شیخ** نے اس کے بارے میں بہت کچھ کہنے کے بعد کہا: ''اس وقت جب کہ میرا حال جوش و گرمی میں تھا میں اس کی زیارت کو گیا۔ میں نے جب مراقبہ کیا تو اس کی روح کو علّیین (جنّت کا بلند مقام) میں پایا ایک اونچی جگہ پر۔ میں نے مناجات کی اور کہا: ''میرے اللہ! یہ کیا حال ہے کہ فرعون نے **انا ربکم الاعلیٰ** کہا اور حسین منصور نے **انا الحق** کہا اور دونوں نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ اب **حسین منصور** کی روح علّیین میں ہے اور **فرعون** کی سجّین (دوزخ کے ایک مقام کا نام) میں۔ اس میں کیا حکمت ہے؟'' میرے سر میں ندا کی گئی کہ: ''**فرعون** خود بینی میں پڑ گیا اور بس تماماً خود کو دیکھا اور ہمیں کھو دیا جبکہ **حسین منصور** نے تماماً بس ہم ہی کو دیکھا اور خود کو کھویا۔

دیکھ لو فرق کیا ہے" (نفحات ص ۴۴۴)

۱۰۳ **شیخ مراد اکریدوزی :** آپ کے بارے میں معلومات دستیاب نہیں۔

۱۰۴ **شیخ عمر برکانی :** آپ کے بارے میں معلومات دستیاب نہیں۔[برکان 'فسا نامی قصبے میں داراب کے ضلع میں ایک گاؤں کا نام ہے۔برکان کے ایک معنی سیاہ کمبل کے ہیں۔برکان ایک درخت کا بھی نام ہے اور کوہ آتش فشاں کو بھی کہتے ہیں]۔

۱۰۵ **شیخ عبد اللہ سفالی:** معلوم نہ ہوسکا آپ کون تھے [سفال 'یمن کے ایک گاؤں کا نام ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہاں سے چند بڑے جیّد علماء اُٹھے ہیں]

۱۰۶ **شیخ ابو بکر ابو حربہ :** آپ کے بارے میں معلومات میسّر نہ ہو پائیں۔

۱۰۷ **شیخ بہاؤ الدین قمکندی :** آپ کے بارے میں معلومات میسّر نہ ہو پائیں[قُم کندی غالباً قُم کنتی ہے جو خوارزم میں ایک گاؤں ہے۔یا شاید قم سے منسوب جگہ کا نام ہے](واللہ اعلم)

۱۰۸ **شیخ عزّ الدین ختائی :** معلوم نہ ہو پایا آپ کون تھے [ختا یا خطا 'ترکستان میں ایک شہر کا نام ہے جو خوشبو سے معمور پری رویوں اور معشوقانِ خوب چہرہ کا وطن ہے]۔

۱۰۹؎ **شیخ برھان الدین ساغر جی:** (یا ساغر چی)۔ **حضرت شیخ برھان الدینؒ ساغر جی** قطب زمان ہونے کے علاوہ ایک عظیم عالم تھے۔ **حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانیؒ** نے حج کے موقعہ پر آپ سے ملاقات کی تھی اور آپ **خطا** یا ختا (چین) سے حج کے لئے آئے تھے اور ہر نماز کے بعد نظر نہیں آتے تھے اور اس کرامت کو **حضرت امیر کبیرؒ** نے دیکھکر آپ سے ملاقات کی اور بالآخر آپ کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے **چین** پہنچے۔ اس کی تفصیل میں نے اپنی تصنیف '**شاہ ہمدان ...... حیات اور کارنامے**' میں پیش کی ہے۔ اس کو دیکھیں۔ **ابن بطوطہ** نے بھی چین میں حضرت شیخ برہان الدینؒ ساغر چی سے ملاقات کی تھی۔ **خان چین** نے آپ کو صدر جہان مقرّر کیا تھا۔ **ساغرج** سمرقند سے پانچ فرسنگ دور ہے اور **اشتیخن** نامی علاقے میں واقع ہے۔ جس زمانے میں **سمرقند** میں اسلامی افواج آ پہنچیں اس وقت **بخارا** کے بعد قلعۂ ساغرج جیسا کوئی عظیم قلعہ موجود نہ تھا۔ اس لئے اسلامی لشکر نے پہلے اسی قلعہ کا رُخ کیا اور اس کا محاصرہ کرنے کے بعد تھوڑے ہی عرصے میں قلعۂ مذکور کو فتح کر لیا اور وہاں کی حکومت حضرت بزرگوار برہان الدین ساغرجیؒ کے سپرد کر دی (**رسالہ قندیہ** ص ۶۷) (**حبیب السّیر** چاپ خیّام تہران ج ۳ ص ۴۱۲ بھی دیکھیں)۔

۱۱۰؎ **شیخ شرف الدین منیری** : آپ منیر (**پٹنہ** بہار میں

ایک قصبہ کا نام) میں ۲۶ شعبان ۶۶۱؁ھ کو پیدا ہوئے۔ والد کا نام یحیٰی تھا۔ اس لئے آپ کا پورا نام شرف الدّین یحیٰی منیری تھا۔ شرف الدّین علم کے بحر العلوم اور زہد و تقویٰ میں لاثانی تھے۔ سخت مجاہدہ اور ریاضت والے بزرگوار تھے۔ آپ کے استاد **ابو توامہ** نے آپ کے علمی استعداد اور تقویٰ کو دیکھکر اپنی بیٹی آپ کو نکاح میں دے دی۔ ایک عرصہ تک غار میں عبادت کرنے کے بعد الہامی اشارے پر **دھلی** آگئے اور دہلی میں سیدھے **حضرت خواجہ نظام الدّین اولیاءؒ** کے پاس پہنچ کر عقیدت کا مظاہرہ کیا۔ اس سفر میں آپ کے بھائی جلال الدّین بھی ساتھ تھے۔ پٹنہ لوٹ کر آپ نے جنگلوں میں تیس سال عبادت میں گذارے۔ مجاہدہ کیا اور نفس کشی کی۔ سال ۷۸۲؁ھ کے شوال مہینے میں انتقال فرمایا۔

؁۱۱۱ **شیخ رضی الدّین اوچی** : آپ کے بارے میں معلومات میسّر نہیں۔ غالباً آپ اُچّ (اچھ) کے تھے۔ اُچ کا شہر **دریائے سندھ** پر واقع اور عمارتوں اور بازاروں پر مشتمل تھا۔ یہ ریاست **بھاول پور پنجاب (پاکستان)** میں **ملتان** کے جنوب مغرب میں سترّ میل اور سندھ دریا سے چالیس میل دور ہے۔ اُچ کی مناسبت سے شیخ رضی الدّینؒ اُوچی کہلائے جاتے ہونگے۔ واللہ اعلم!

؁۱۱۲ **شیخ سعید حبشی** : آگے مصنّف کتاب **مولانا نور الدّین جعفر بدخشیؒ** نے شیخ سعید حبشی کا قدرے وضاحت کے

ساتھ ذکر کیا ہے۔

۱۱۳۔ **شیخ زین الدین محمّد المغربی**: آپ کے بارے میں معلومات دستیاب نہیں۔

۱۱۴۔ **شیخ عوض علّاف**: آپ کے بارے میں معلومات دستیاب نہیں۔

۱۱۵۔ **شیخ ابو القاسم تحطوی**: آپ کے بارے میں معلومات دستیاب نہیں۔

۱۱۶۔ **شیخ عبد الرّحمٰن مجذوب**: آپ کے بارے میں معلومات دستیاب نہیں۔

۱۱۷۔ **شیخ محمّد محمود مجذوب**: آپ کی کیفیت معلوم نہ ہوسکی۔

۱۱۸۔ **شیخ حسن بن مسلم**: آپ کی کیفیت معلوم نہ ہوسکی۔

۱۱۹۔ **حضرت سیادت** قدس اللہ سرہ: مولانا نور الدّین جعفر بدخشی نے **حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی شاہ ہمدان**ؒ کو ہر جگہ اپنی تصنیف **خلاصۃ المناقب** میں حضرت سیادت کے لقب سے ہی مخاطب کیا ہے کیونکہ آپؒ صحیح النّسب سیّد تھے جو بزرگواری میں عظیم ترین مرتبہ ہے۔ [**سیادت** = مہتری۔ بزرگی۔ سروری۔ شرف۔ سرداری۔ پیشوائی۔ سیّد ہونے کا رتبہ]۔ اور کتاب میں جہاں کہیں یہ لقب آیا ہے اس

سے حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ھمدانی شاہ ھمدانؒ ہی مراد ہیں۔
[**حضرت** = یہ بزرگواری کا کلمہ ہے جو بزرگوار حضرات کے نام یا لقب کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔حضور، درگاہ۔نزدیکی۔قُرب۔ **پیشگاہ**۔ جدید فارسی میں آج ملکوں کے صدور کے حق میں رسمی لقب کے طور پر استعمال ہوتا ہے]۔قدس سرہ۔**قدس الله سرہ** =(فعلی دعائیہ جملہ) اللہ تعالیٰ پاکیزہ بنادے اس کی قبر کو۔اس کی روح کو۔اس کی مٹی مقدس رہے۔ حاشیہ ۲۴ بھی ملاحظہ ہو۔

۱۲۰؎ **شیخ محمود مزنقانی**: دیکھئے حاشیہ ۳۵؎

۱۲۱؎ **ھُد ھُد**: عربی لفظ ہے۔ھُد ھُد ایک مشہور خوبصورت پرندہ ہے۔مہاجر پرندہ ہے۔کشمیری زبان میں **ست تت** کہلاتا ہے (یاستت)۔ **قرآن کریم میں سورہ نمل میں حضرت سلیمان پیغمبر** علیہ السّلام کی حکایت سے مربوط ھُد ھُد کا ذکر آیا ہے۔ملاحظہ ہو اسی سورت شریف کی آیات ۲۰ تا ۲۳۔

۱۲۲؎ **حضرت شیخ علی دوستی** قدس اللہ سرہ: دیکھئے حاشیہ ۶۸ اور ۸۷۔

۱۲۳؎ **اثبات**: یہاں پر **اثبات** کے معنی ہیں **الّا اللہ** ذکر کی مناسبت سے اور **لا الٰہ** نفی کے معنی میں آتا ہے۔ویسے تصوّف میں **اثبات** یعنی اوصاف قلوب یا اسرار کو ثابت کرنا ہے۔فلسفہ میں **اثبات** یعنی کسی امر

کے وجود کو ثابت کرنا۔ کسی چیز کے ثبوت میں اقدام کرنا۔ ایجاب (نفی کے مقابلے میں)۔

۱۲۴؎ **دایم المبسط** : ہمیشہ انبساط میں رہنے والا [انبساط = کشادگی خاطر۔ کشادہ روئی۔ شادی]۔ **تصوّف** میں **بسط** کے معنی اس انبساط سے ہے جو سالک اور عارف پر طاری ہو جاتا ہے۔

۱۲۵؎ **لطف**: اللہ کی توفیق۔ الطاف الٰہی۔ احسان الٰہی۔ اللہ تعالیٰ کا کسی کو اپنی عنایت سے اس کی مراد تک پہنچانا۔ نازکی۔ لطافت۔ مودّت۔ نیکوکاری۔ کام اور کردار میں نرمی۔ مدارات۔ خوش رفتاری۔ رحمت و رفق خداوندی۔ اللہ کی مہربانی۔

۱۲۶؎ **اخی**: یعنی ''میرے بھائی!'' یہ وہ نام ہے جس سے صاحبان فتوّت اپنے ہم طریقت بھائیوں کو مخاطب کرتے تھے۔ گویا مخاطب بھی صاحب فتوت تھا اور متکلّم بھی۔ فتوّت کے معنی ہیں جوانی۔ سخاوت۔ کرم۔ بخشندگی مروّت۔ جوانمردی۔ مردانگی۔ **تصوّف** کی اصطلاح یعنی اہل حقیقت کی اصطلاح میں' اس کے معنی ہیں کہ لوگوں کو رنجیدہ نہ کیا جائے۔ اُنہیں کسی طرح کی اذیّت نہ پہنچائی جائے۔ کہا گیا ہے کہ **فتوّت** کے معنی ہیں دنیا میں تمام دنیا والوں کے مقابلے میں پست تر سمجھنا۔ مفسّرین نے فتوّت کو بُت شکنی کہا ہے جیسے کہ **حضرت ابراھیم خلیل اللہ** علیہ السّلام کی سرگذشت میں آپ کے افراد خاندان کے ایک

فرد کی روایت سے قرآن کریم میں آیا ہے کہ: **"قالوا سمعنا فتی یذکر یقال له ابراهیم"** پس ہر آدمی کا بُت اس کا نفس ہے۔ اور جس نے اپنے نفس کی مخالفت کی، حقیقت میں جوانمرد وہی ہے۔ **علم فتوّت** کا موضوع نفس انسان ہے کیونکہ نفس انسان اچھے اور قابل ستایش وحمیدہ صفات کا مرتکب ہوتا ہے اور بُرے اعمال اور اخلاق زشت کو ردّ اور ترک کرتا ہے ارادہ کے ساتھ۔ یعنی تزکیہ وتصفیہ کو اختیار کرتا ہے کہ رستگاری پاکر ابدی نجات حاصل کرے۔ **فتوّت** کے تین مرتبے ہیں۔ اوّل **سخاوت** کہ جو کچھ بھی پاس ہو کسی سے نہ روکے۔ دوّم، **صفا** کہ سینے کو کبر وغرور اور بغض و کینے سے پاک کردے اور آخری مرتبہ ہے **وفا** جسے لوگوں کے ساتھ بھی پورا کرے اور اللہ کے ساتھ بھی۔ **فتوّت** کی صفت کے مظہر یا جوانمرد حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ ہیں اہل فتوّت کے عقیدے کے مطابق دایرۂ فتوّت کا نقطہ اور **ابو الفتیان** وہی ہیں۔ ان کے بعد **حضرت یوسفؑ** ان کے بعد **حضرت یوشعؑ بن نون**، ان کے بعد **اصحاب کھفؑ** ان کے بعد **رسول خداؐ** ان کے بعد **صدّیق اکبر حضرت ابو بکرؓ** ان کے بعد **فاروق اعظمؓ**، اور ان کے بعد **حضرت علیؓ** جن پر یہ سلسلہ انتہا تک پہنچ جاتا ہے۔

اہل فتوّت کی ہر جماعت ایک پیر ومرشد کے مرید وپیرو ہوتے ہیں۔ اس کی طرف دست عقیدت وارادت بڑھاتے ہوئے دل وجان

سے اس کے فرمان بردار اور اس کے احکام و اوامر کے مطیع ہو جاتے ہیں۔ عقیدت و ارادت کی پانچ شرطیں ہیں: صدق کے ساتھ توبہ' دنیوی علایق سے ترک تعلق' دل کا زبان کے ساتھ راست رکھنا' درست پیروی کرنا اور اپنی خواہشات کے دروازے بند کر دینا۔ حاشیہ ۸۷ بھی دیکھیں۔

۱۲۷؎ **اربعینی : یا اربعین** سے منسوب۔ چلّہ۔ چالیس دنوں کی مدت جس میں صوفی حضرات ایک گوشے میں بیٹھ کر ریاضت اور عبادت کرتے ہیں۔ عاشورا کے چالیس روز کا اختتام۔ [**شام** کے شہر **حلب** کے اضلاع میں سے **ادلب** کے جنوب میں ایک پہاڑ کا نام اربعین ہے جہاں کی آب و ہوا عمدہ ہے' پانی شیریں ہے اور شاداب سبزہ ہے۔ وہاں پر چالیس گرجے ہیں جو **وادی اللجاۃ** میں واقع ہیں۔ اربعین کا وجہ تسمیہ یہ بتلایا جاتا ہے کہ ان گرجوں کے چالیس راہبوں کو قتل کر دیا گیا]۔

۱۲۸؎ **شیخ محمّد دیهستانی** : **مولانا جامی**ؒ نے لکھا ہے کہ **شیخ علاء الدّولة سمنانی** نے فرمایا ہے کہ: ''جمعرات کی رات کو میں نے ۳۹ ویں اربعین میں غیب میں دیکھا کہ مسافروں کی ایک جماعت آئی اور ان مین ایک جوان تھا جس پر اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت ہے اور اسے میرے حوالے کر دیا گیا۔ جب میں عالم شہادت مین لوٹ آیا تو مین نے خادم سے کہا: ''کسی مسافر کو میرے باہر آنے تک چلے جانے کی اجازت نہ دینا۔''

اتفاقاً اسی وقت مسافروں کی ایک جماعت آ پہنچی۔ میں نے خادم سے کہا:
''کل جمعہ کے روز جب **اربعین** ختم ہو چکا ہوگا انہیں **جامع مسجد** میں
اس جگہ پر لے کر آ و جہاں میں بیٹھتا ہوں کہ ان سے ملوں۔'' جمعہ کے روز
جب میں مسجد (جامع) میں گیا' مسافر درویش آ گئے اور سلام کی۔ بہت دیکھ
کر بھی میں نے اُس آدمی کو ان میں نہیں پایا جسے میں نے دیکھا تھا۔ میں
نے خیال کیا کہ ایک اور جماعت آنے والی ہے۔ ہم نے نماز پڑھ لی اور
خانقاہ میں لوٹ آئے۔ خادم آیا اور اس نے کہا: ''ان درویشوں مین سے
ایک آدمی' جوان کی خدمت پر مامور ہے' اور گویا ان کے کپڑوں کا سنبھالنے
والا ہے' مسجد میں نہیں آیا تھا۔ وہ آیا ہے اور آپ سے ملاقات کرنے کی
گذارش کر رہا ہے۔'' میں نے کہا: ''ٹھیک ہے۔'' جب وہ اندر آیا تو میں
نے اُسے دور سے دیکھا اور پہچانا کہ یہ وہی شخص ہے۔ آ کر اس نے سلام
کی اور کچھ دیر بیٹھا اور باہر چلا گیا۔ میں نے خادم کو بلایا اور کہا: ''جا کر اس
جوان سے کہو کہ چند دنوں کے لئے یہاں ہمارے پاس رہے اور جماعت کو
رخصت کرے کہ ہمارا اس کے ساتھ کام ہے۔'' خادم جب باہر گیا تو اس کو
دیکھا کہ وہ لوٹ آیا تھا اور کھڑا تھا۔ خادم نے اُسے پوچھا: ''کیا بات ہے؟
''اس نے کہا: ''شیخ کی خدمت میں کہدو کہ وہ مجھے قبول فرمائیں اور یہاں
پر میں درویشوں کی خدمت کرنے میں مشغول رہوں گا۔'' خادم نے کہا: ''
شیخ نے تو مجھے اسی کام کے لئے تیرے پاس بھیجا ہے'' اور اُسے اندر لے آیا

اور مسافر درویش چلے گئے۔ مین نے اُسے خدمت میں مشغول رکھا۔ اس نے اس سے بہتر خدمت کی جو ایک آدمی سے ممکن ہوسکتی ہے اور تین سال تک ذکر کی، چند خلوتوں میں بیٹھا اور اچھے احوال اس پر گذرے۔ ایک روز ہم سفر میں تھے اور وہ ایک صفہ میں بیٹھا تھا اور میں جہاں پر بیٹھا تھا وہاں سے اس کے حال پر میری نظر پڑ گئی۔ میں نے دیکھا کہ اس پر بلند احوال وارد ہورہے ہیں اور ایک نادر کیفیت اس پر کشف ہورہی ہے۔ میں فوراً اٹھا اور اس جگہ پر آیا جہاں پر وہ تھا اور مغلوب ہو چکا تھا اور اس حال میں مست ہوگیا تھا۔ میں نے اُسے للکارا اور کہا: ''کس حال میں ہو؟ اور کیا دیکھا؟ بولو۔'' کہا: ''نہیں کہہ سکتا۔'' میں نے کہا: '' بکواس بند کرو۔ کہو۔'' ڈانٹنے پر کہا: ''حق تو یہ ہے کہ بہت بلند مقام تھا'' لیکن جب میں نے دیکھا کہ اس سے اس میں غرور پیدا ہوسکتا ہے تو میں نے کہا: ''یہ کچھ بھی نہ تھا'' اور میں نے اس کی یہ بات ٹھکرادی۔ بہرحال اس مقام سے اس نے خود میں کچھ پیدا کرلیا اور ایک عرصے تک اس کے دماغ سے نہیں نکلا یہاں تک کہ کچھ اور مدّت کے بعد صمدیّت کی تجلّی اس پر روشن ہوئی اور یہ ایک ایسا مقام ہے جہاں پر سالک کو مٹی کا احتیاج پڑتا ہے اور جب خود کو اس حالت میں دیکھا تو اس میں گھمنڈ پیدا ہوگیا اور دل میں کہنے لگا کہ نہ کھانا اللہ کی صفت ہے اور مجھے یہ صفت حاصل ہوگئی ہے اور اندر ہی اندر سے دعوٰی خدائی کرنے لگا اور کھانا بھی ترک کیا۔ میں نے اُسے بہت مارا پیٹا اور اس کے منہہ میں

لکڑی بھی ٹھونس دی اور اس کے منہہ میں شربت بھی انڈیل دی لیکن وہ اسے باہر پھینکتا رہا اور حلق تک جانے نہیں دیا۔ میں نے اسے رہا کیا کہ خود اپنی مرضی سے کھاپی لے گا۔ لیکن کچھ بھی نہیں کھایا اور چھ سال تک یہی حال رہا اور خدمت میں موجود رہا اور اس کی یہ ایک بڑی سعادت تھی کہ خود کو مجھ سے ہرگز الگ نہیں کیا اور نہ ہی خود کو بے نیاز جانا اور اگر وہ ایسا نہ کرتا تو اس گرداب میں ہلاک ہو جاتا۔

۳۷ سال سے میں مرشد کے حکم پر ارشاد میں مشغول ہوں۔ میں نے کئی طالبوں کو دیکھا۔ لیکن ایسا آدمی جو یہ **محمّد** ہے اور دنیوی لذّتوں اور خود اپنے نفس کے ساتھ جس کو کوئی رغبت نہیں ہے' میں نے نہیں دیکھا۔ ۲۵ برسوں سے درویشوں میں رہ رہا ہے اور اس کا بھائی خادم ہے اور دوسرے خدّام میں سے جو آج سے پہلے تھے کسی نے بھی اس کے منہہ سے نہیں سنا ہے کہ مجھے فلان چیز چاہئے' یا فلان لباس لا کر دو یا فلان کھانا لے آو۔ لذّت نفس سے مربوط کسی بھی چیز کا ذکر اس کی زبان سے کسی نے بھی نہیں سنا۔ اور باوجود اس کے کہ تکلیفیں سہیں ہرگز کسی نے اُسے سویا ہوا نہیں دیکھا' کسی سے اس کا ذکر تک نہیں کیا اور کسی سے دوا نہیں مانگی۔ غرض اس مقام میں چھ سال تک کی مدّت بغیر کچھ کھائے پئے گذاری۔ اس کے بعد جب میں **کعبہ** جانے لگا تو اسے اپنے ساتھ لے گیا اور میرا یہ ارادہ تھا کہ میں اس جماعت کو' جو ایسی حالت پر اظہار حیرانگی کیا کرتے تھے اور اللہ کی

قدرت پر شک کرتے تھے اور راستے میں کسی کو بغیر کھائے پیئے دیکھنے پر شک وشبہہ میں پڑتے تھے' دکھانا چاہتا تھا کہ وہ شک وشبہہ سے باہر آجائیں۔ ہم چلتے گئے اور اس جماعت کا وہم وگمان اور شک وریب دور ہوگیا۔ جب ہم مدینہ پہنچے میں نے اُسے کہا: ''اگر رسول ﷺ کے اُمتی ہو اور میرے مرید ہو تو تجھے وہی کرنا چاہئیے جو رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے اور جو میں کر رہا ہوں۔ ورنہ اٹھو اور چلے جاؤ کہ اس سے زیادہ اب تم میری صحبت میں نہیں رہ سکتے۔ **علی دوستی** (دیکھئے حاشیہ ۲۸ اور ۸۷) حاضر تھا اس نے اس کے منہہ میں لقمہ ڈال دیا۔ میں نے اس کے لئے دن میں تین لقمے مقرر کئے جب تک ہم **مکّہ** پہنچ جائیں گے۔ اس کے بعد مکّہ میں پہنچکر میں نے کہا: ''اب کھالو جیسے درویش کھاتے ہیں۔'' وہ کھانے لگا اور خلاصی پائی۔ (نیز ملاحظہ ہو میری تصنیف ''**شاہ ہمدان ...... حیات اور کارنامے**'')

۱۲۹ **علی دوستی**: دیکھئے حاشیہ ۲۸ اور ۸۷۔ نیز میری کتاب ''**شاہ ہمدانؒ ......حیات اور کارنامے**''

۱۳۰ **شعر کا ترجمہ**: اگر خدا تک پہنچے ہو تو باپ کے خون کو حلال جانو ورنہ تجھ پر ماں کا حلال دودھ حرام ہوگا۔

۱۳۱ **شیخ علاء الدولۃ**: دیکھئے حاشیہ ۳٦ اور میری کتاب ''**شاہ ہمدانؒ ......حیات اور کارنامے**'' - **نفحات الانس** میں

مولانا جامیؒ نے آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ **ابو المکارم رُکن الدّین علاء الدّولۃ احمد بن محمّد البیابانکی السّمنانی** قدس اللہ تعالیٰ سرہ دراصل **سمنان** کے بادشاہوں میں سے ہیں۔ بادشاہ وقت کے دربار میں ۱۵ سال کی عمر کے بعد شغل اختیار کیا اور دشمنوں کے ساتھ بادشاہ کے ایک جنگ میں آپ پر جذبۂ الٰہی طاری ہوا اور اس کے بعد سال ۶۸۷ھ میں **شیخ نور الدّین عبد الرّحمٰن کسرقی** کی صحبت میں **بغداد** پہنچے۔ **حجاز** سے لوٹ آنے اور سال ۶۸۷ھ کے گذر جانے کے بعد ارشاد کی اجازت مل گئی اور **خانقاہ سکاکیہ** میں سولہ سال تک چالیس چلّے کاٹے۔ کہتے ہیں کہ سارے وقت میں ایک سوتیں چلّے اور کاٹے اور جب آپ کی عمر ۷۷ سال کی ہوگئی تو سال ۷۳۶ھ میں ۲۲ رجب کو جمعہ کی شب میں **صوفی آباد** کے **بُرج احرار** میں آپ رحمت حق سے پیوست ہوئے اور قُطب زمان عماد الدّین عبد الوہاب کے خطیرہ میں دفن کیے گئے۔

ایک روز بادشاہ چوپان نے **شیخ** (**علاء الدّولۃ سمنانی**) کے پاس ایک ہرن بھیجا اور سلام پہنچایا اور عاجزی والتماس سے کہلا بھیجا کہ شکار گوشت ہے اسے کھائیں اور یہ حلال ہے۔ شیخ کہتے ہیں کہ: ''اس حال میں مجھے **امیر نوروز** کی کہانی یاد آگئی جبکہ وہ **خراسان** میں تھا اور میں **مشہد** کی زیارت کو گیا تھا اور اس نے سن لیا اور پچاس سواروں کے ہمراہ

میرے پاس آیا اور کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ جب تک آپ خراسان میں رہیں گے آپ کے ساتھ رہوں۔'' چند روز تک اس کے ساتھ مصاحبت رہی۔ ایک دن آیا اور دو خرگوش ساتھ لایا اور کہا 'انہیں میں نے خود مارا ہے کھا لیجئے'' میں نے کہا: ''خرگوش کا گوشت ہے؟ کسی نے بھی مارا ہو میں نہیں کھاؤں گا۔'' کہا: ''کیوں؟'' میں نے کہا: ''بقول **امام جعفر صادق** رضی اللہ عنہ حرام ہے اور چونکہ ایک بزرگ شخص نے اسے حرام قرار دیا ہے اس لئے اس کا نہ کھانا ہی بہتر ہے۔'' دوسرے دن آیا اور ایک ہرن لے آیا اور کہا: ''میں نے اس آہو کو خود ایسے تیر سے مارا ہے جسے میں نے خود تراشا ہے اور اس وقت (یعنی شکار کرتے وقت) میں ایسے گھوڑے پر سوار تھا جو لُوٹ سے پہلے ہمارے اجداد سے نسل بہ نسل ہم تک پہنچا ہے۔'' میں نے کہا: ''یہ تو وہی کہانی ہوئی **مولانا جمال الدین درگزینی** کی جس کی نسبت **ہمدان** کے علاقے کا رہنے والا ایک مغل امیر بہت اظہار عقیدت کیا کرتا تھا۔ ایک روز یہ مغل امیر آپ کے پاس حاضر ہوا اور دو مرغابیاں ساتھ لایا اور خدمت میں پیش کر دیں اور کہا: ''ان کو میرے باز (شکاری پرندہ) نے پکڑ لیا ہے اور حلال ہیں۔ آپ تناول فرمالیں۔'' مولانا نے فرمایا: ''بات مرغابی کی نہیں۔ بات یہ ہے کہ تمہارے باز نے کل کس بیچاری بڑھیا کے مرغ کو جھپٹ کر کھا لیا ہے جس سے اس کو اس مرغابی کو پکڑنے کی قوت آگئی ہے۔ اٹھاؤ اور لے جاؤ اسے کہ یہ تمہارے لائق ہے۔ اور تمہارے

گھوڑے نے بھی کل کس مظلوم کا جو کھا لیا ہے کہ آج اس میں دوڑنے کی طاقت آ گئی ہے کہ تم اس پر سوار ہو کر ہرن گرا سکتے ہو۔ اٹھاؤ اسے کہ میرے لئے اسے کھانا جایز نہیں۔" غرض بہت منت سماجت کرنے پر بھی میں نے یہ گوشت نہیں کھایا البتہ درویشوں سے میں نے کہا: "تم لوگ کھا لو شاید اس کے نیاز میں لانے کی نیّت سے تمہارا کام بن جائے۔"

فرمایا کہ: "سبھی انبیاء اس لئے آئے ہیں کہ لوگوں کی آنکھوں کو کھول دیں اُن کے عیوب کی طرف اور کمال حق کی طرف' اُن کی بیچارگی کی طرف اور اللہ کی قدرت کی طرف' اُن کے ظلم کی طرف اور اللہ کے عدل کی طرف' اُن کی جہالت کی طرف اور اللہ کے علم کی طرف' ان کے تقصیرات کی طرف اور اللہ کی نعمتوں کی طرف' ان کے فنا کی طرف اور اللہ کی بقا کی طرف اور علیٰ ہذا القیاس۔ نیز مرشد بھی اس لئے ہے کہ اسی معنی و حقیقت کی طرف مریدوں کی آنکھوں کو کھول دے۔ پس مرید ہر چند اپنے اثبات اور کمال کی کوشش کرے یا ایسی عمل کرے جس سے اس کا کمال ظاہر ہوتا ہو' مرشد بہت زیادہ اس سے رنجیدہ ہو جاتا ہے کیونکہ مرشد یہ سارا رنج اس لئے سہتا ہے کہ مرید کے نفس کی چشم کمال بین کو سی ڈالے اور اس کی اس آنکھ کو کھولے جو کمال حق کو دیکھتی ہے۔

فرمایا کہ: "عجیب اعتقادات ہیں لوگوں کے۔ کہتے ہیں کہ درویش کو بھکاری اور محتاج ہونا چاہیئے۔ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہرگز کسی

مرشد کو لوگوں کا محتاج نہیں رکھا اور آخر کیوں کوئی بندۂ خدا خدا کے بغیر کسی اور کا محتاج ہو؟ یہ ساری نعمتیں تو آخر اُن ہی کی برکت سے قایم ہیں بلکہ مقصد آفرینش بھی تو یہی لوگ ہیں۔ کیا شیخ **مجد الدین بغدادی** قدس اللہ روحہ کی خانقاہ کے دستر خوان کا سالانہ خرچہ دوسو ہزار (دولاکھ) دینار زرّ سرخ نہیں تھا؟ اور میرے حساب سے اُنہوں نے پانچ سو ہزار (پانچ لاکھ) دینار کی املاک خریدی تھی اور میں نے اسے ان درویشوں کے لئے وقف کردیا ہے جو ہماری طریقت پر چلتے ہیں۔''

فرمایا کہ:''درویشوں کو کوشش کرنی چاہئے کہ لقمہ کھاتے وقت وہ پوری توجہ کے ساتھ اور خوب حاضر ذہن رہیں کہ انسانی قالب کی زمین میں عمل کا بیج لقمہ ہے۔ جب بیج غفلت سے ڈالا جائے تو جمعیّت خاطر کا حاصل ہو جانا ممکن نہیں اگر لقمہ حلال ہی ہو۔ [مزید اطلاعات کے لئے ملاحظہ ہو **نفحات الانس من حضرات القدس جامی**' از مہدی توحید پور۔ تہران ☆ **شاہ ہمدان .... حیات اور کارنامے**' مصنّف ڈاکٹر شمس الدّین احمد۔

۱۳۲؎ **اخی**: مراد ہے **اخی علی دوستی** ۔ ملاحظہ ہو حاشیہ ۶۸؎ اور ۸۷؎

۱۳۳؎ **حضرت قُطب** قدس سرہ: غالباً یہ وہی بزرگوار ہیں جو اُس بادشاہی دربار میں منعقد مجلس کے صدر تھے جس میں چار سو بزرگ و

علماء واولیاء اللہ شریک تھے اور جس میں ہر اولیاء اللہ نے **حضرت میر سیّد علی ہمدانی** رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں دعا کی تھی اور آپ کے لئے فاتحہ کی قرأت کی تھی اور اہل مجلس کے اصرار پر حضرت قطب صدر مجلس نے منبر پر آکر حاضرین کو دینی فیوض و برکات سے فیضیاب کیا۔ اس واقعہ سے ہم پہلے ہی کتاب کے متن کے حوالے سے آگاہ ہو چکے ہیں۔

نفحات الانس میں **مولانا جامی** نے لکھا ہے کہ **خواجہ قطب الدین یحییٰ جامی نیشا پوری** رحمۃ اللہ علیہ (یہی آپ کا نام تھا) کی کنیت ابوالفضل تھی اور اصل میں جامی تھے (یعنی **جام** کے رہنے والے تھے) **نیشا پور** میں متولّد ہوئے اور ظاہری علوم و باطنی احوال سے متصف اور معروف تھے۔ آپ کو **شیخ رکن الدین علاء الدولۃ** اور **شیخ صفی الدین اردبیلی** اور **شیخ صدر الدین اردبیلی** اور **شیخ شرف الدین درگزینی** کی صحبت حاصل تھی۔ آپ نے سات بار حج کیا تھا۔ ایک روز اپنے ریوڑ کے پیچھے صحرا کی طرف نکل گئے اور وہاں بیت اللہ شریف کی زیارت کرنے کی اُمنگ غالب آگئی اور ساتھیوں کے نام یہ خط لکھ کر بھیجا: ''کل جماعت کے ساتھ تفریح ونشاط کی نیت سے صحرا کی طرف گذر ہوا۔ دوست کے ہمراہ بوستان سے گذر ہوا ☆ بے خیالی میں پھول پر نظر ڈالی ☆ محبوب نے طعنہ دے کر کہا شرم آنی چاہیے تجھے ☆ میرے رخسار کے ہوتے ہوئے تم پھول کو دیکھ رہے ہو ☆ اچانک **لا تدع مع**

الله الها آخر کی کمین گاہ (گھات کے مقام) سے غیرت الٰہی باہر نکل آئی اور جذبات خداوندی میں سے ایک جذبہ کی کمند میری گردن میں ڈال دی ۔ گر نیابد بخوشی موی کشانش آرید (اگر خوشی خوشی نہ آئے تو بال کھینچتے ہوئے لے آؤ)۔ گھر نہ جا کر کسی کو دیکھے (ملے) بغیر اور فکر و الم کو خیر باد کرتے ہوئے واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا کے حکم پر عالی رتبہ خانۂ عظیم کی زیارت کرنے کے لئے چل پڑا ۔ کیسے نہ جائے صاحب کمند کے پیچھے ☆ وہ بیچارہ ہرن جس کی گردن اسیر ہو چکی ہو ☆ والسّلام!'' آپ نے رحمۃ اللہ سال ۷۷۰ھ میں وفات پائی۔ آپ کی قبر هرات (افغانستان) میں دروازۂ فیروز آباد کے باہر واقع ہے۔

۱۳۴ خواجه عبد اللهؒ : آپ حضرت میر سیّد علی همدانی رحمۃ اللہ علیہ کے معتقدین اور معاصرین میں سے تھے۔ آپ کے بارے میں خلاصة المناقب میں دو واقعات کا ذکر آیا ہے جب کہ بدخشان میں حضرت میر سیّد علی همدانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے پوچھا تھا کہ تم نے شیخ تمیمی سے کیا کرامت دیکھی؟ اور دوسرا واقعہ جب کہ بدخشان میں ہی خواجه عبد الله نے حضرت میر سیّد علی همدانی رحمۃ اللہ علیہ کو اُن کے حجرے میں پایا اور پھر فوراً ہی آپ کی صورت مبارک خواجہ عبداللہ کی نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ (دیکھئے متن کتاب اور میری تصنیف 'شاہ ھمدانؒ ...... حیات اور کارنامے'

ص۷۰۶۔۷۰۷)۔خواجہ عبداللہ بدخشان کے تھے۔

۱۳۵؎ **شیخ صفی الدّین:** غالباً یہ وہی شیخ صفی الدّین ہیں جو **اردبیل** کے تھے اور اردبیلی کہلاتے تھے اور ایران کے شیعہ صفوی خاندان کے بادشاہ آپ سے اپنا نسب ملا کر آپ کے نام کی مناسبت سے صفوی کہلائے۔ **تاریخ گزیدہ** کے مؤلف **حمد اللہ مستوفی قزوینی** نے لکھا ہے کہ **صفی الدّین اردبیلی** صاحب وقت تھے اور عظیم قبولیت والے! تاریخ ادبیات ایران کے مؤلف ادورڈ براؤن نے لکھا ہے (ج۴ ص۱۵) کہ "صفی الدّین کی وفات **گیلان** میں سال ۱۳۳۴ء (۷۳۵ھ) میں ہوئی جبکہ آپ کی عمر ۸۵ برس کی ہوچکی تھی۔ یہ شخص دعوٰی کرتا تھا کہ **امام موسیٰ کاظم** تک بیسویں پشت میں اس کا نسب پہنچتا ہے۔ میں نے کسی بھی مستند تحریرات و مدارک میں نہیں دیکھا کہ شیخ صفی شیعہ عقاید کے پیرو تھے۔ چنانچہ ازبکی رؤسا نے **شاہ اسماعیل** کے باپ **طہماسپ صفوی** کو ایک مکتوب میں لکھا ہے کہ ہم نے سنا ہے کہ شیخ صفی ثابت العقیدہ سنّی تھے اور ہمیں اس بات سے تعجب ہو رہا ہے کہ شاہ طہماسپ نہ **حضرت علی مرتضیٰ** کی پیروی کرتا ہے اور نہ ہی اپنے جدّ اعلیٰ کی متابعت"۔[نقل از لغت نامۂ دھخدا زیرِ کلمۂ ص ۲۶۷]۔ غرض **صفی الدّین** سنّی مذہب تھے اور راسخ العقیدہ اہل سنّت جیسا کہ اس خواب سے بھی ثابت ہے جس کا ذکر **نور الدّین بدخشی** نے

خواجه عبد الله کی زبانی کیا ہے۔

۱۳۶؎ **شیخ علاء الدولة**: دیکھئے حاشیہ اور ۱۳۱؎

۱۳۷؎ **عبد الرزاق کاشی** : **ابو الغنایم عبد الرزاق ابن ابی الفضائل جمال الدین کاشانی** ' **سلطان ابو سعید بهادر خان** (جلوس ۷۱۶ھ اور وفات ۷۳۶ھ) کے عہد کے بزرگوار عارفوں اور **علاء الدولة سمنانی** کے معاصروں میں سے تھے۔ان دونوں بزرگوار عارفوں کی آپس میں بعض عرفانی مباحث پر بحثیں اور مکاتبت ہوتی تھی۔ **عبد الرزاق کاشی** کی تین معتبر عرفانی کتابیں عربی زبان میں ہیں یعنی (۱) شرح فصوص الحکم ابن العربی (۲) شرح منازل السائرین خواجہ عبداللہ انصاری' اور (۳) اصطلاحات الصوفیہ جو عارفوں اور صوفیوں میں معمول اصطلاحات کی شرح میں ایک عمدہ کتاب ہے۔ **مولانا جامی** نے آپ کا نام **شیخ کمال الدین عبد الرزاق کاشی** رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے اور لکھا ہے کہ آپ **شیخ نور الدین عبد الصمدنطزی** کے مرید تھے۔ظاہری اور باطنی علوم کا مجموعہ تھے اور آپ کی بہت سی تصانیف ہیں جیسے تفسیر تأویلات ' کتاب اصطلاحات صوفیہ ' شرح فصوص الحکم ' شرح منازل السائرین وغیرہ اور ان کے علاوہ کئی رسالہ جات بھی لکھے ہیں۔ آپ **شیخ رکن الدین علاء الدولة** قدس سرہ کے ہم زمان تھے اور ان کے درمیان وحدۃ الوجود پر مباحثے اور مخالفتیں ہوا کرتی تھیں۔ سلطانیہ

(منگول ایلخان **غازان خان** کا سال ۷۰۴ھ میں بنایا ہوادارالخلافہ جسے **اولجایتو** نے دس سال بعد مکمل کیا) جاتے ہوئے امیر اقبال سیستانی آپ کے ہمراہ تھا۔راستے میں شیخ کمال الدّین عبدالرزّاق نے **امیر اقبال سیستانی** سے وحدۃ الوجود کے پس منظر میں شیخ محی الدّین ابن العربی کے بارے میں پوچھا کہ:

''تمہارے مرشد اُن کی شان اور اُن کے کلام کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے ہیں؟'' امیر اقبال سیستانی نے جواب میں کہا کہ: ''اُن کو معارف میں ایک عظیم الشّان آدمی جانتے ہیں البتہ فرماتے ہیں کہ اس بات میں کہ انہوں نے حق کو وجود مطلق کہا ہے غلطی کی ہے اور اس بات کو وہ پسند نہیں کرتے۔'' آپ نے کہا: ''اُن کے (ابن العربی کے) تمام معارف کی بنیاد تو یہی بات ہے اور اس سے بہتر تو کوئی اور بات ہے نہیں۔تعجب ہے کہ تمہارے مرشد اس سے انکار کررہے ہیں جب کہ تمام انبیاء اور اولیاء اور ائمہ کا مذہب یہی ہے۔'' امیر اقبال نے یہ بات اپنے مرشد کو لکھ دی۔مرشد نے جواب میں لکھ بھیجا کہ تمام قوموں اور مذہبوں میں کسی نے اس سے رسواتر بات نہیں کہی ہے اور اگر آپ خوب غور و دقّت سے دیکھو گے تو اس عقیدے سے بہتر تو طبیعیہ اور دہریہ والوں کا عقیدہ ہے۔'' جب یہ خبر شیخ کمال الدّین عبدالرزّاق تک پہنچی تو آپ نے شیخ علاء الدّولۃ رکن الدّین کو ایک خط لکھا اور شیخ (عبدالرزّاق) نے اس خط کا جواب بھیجا۔''

یہ دونوں خط مولانا جامی نے اپنی تصنیف نفحات الانس میں درج کردئے ہیں۔

۱۳۸ شیخ صفی الدین: دیکھئے حاشیہ ۱۳۵

۱۳۹ شیخ علاء الدولۃ: دیکھئے حاشیہ ۱۳۶ اور ۱۳۱

۱۴۰ حضرت قطب: دیکھئے حاشیہ ۱۳۳

۱۴۱ فصوص (الحکم): لفظی معنی ہیں ''حکمت کے نگینے''۔ یہ شیخ محی الدین ابن العربیؒ (وفات ۶۳۸ھ ۱۲۴۰ء) کی عرفانی اور حکمی تالیفات میں سے ایک تالیف ہے جو ۲۷ فصوص (نگینوں) پر مشتمل ہے۔ فصوص الحکم کو مؤلف نے نقش النصوص کے نام سے مختصر کردیا ہے۔ مولانا جامیؒ نے دیگر مفسرین کے اقوال خاص کر شیخ صدر الدین محمد قونوی کے عقاید کو نظر میں رکھتے ہوئے نقش النصوص کی شرح و تفسیر لکھی ہے اور اس کا نام نقد النصوص فی شرح نقش النصوص رکھا ہے۔ فصوص الحکم کی معروف ترین شرح داؤد بن محمود کی شرح قیصری اور صدر الدین قونوی کی شرح ہے۔

۱۴۲ بلغک: 'تم اپنی مراد تک پہنچ گئے'۔

۱۴۳ شیخ علی دوستی: دیکھئے حاشیہ ۶۸ اور ۸۷

۱۴۴ اخی: یعنی شیخ علی دوستی

۱۴۵ ابو سعید (حضرت سعید حبشی): صاحب کتاب

خلاصۃ المناقب مولانا نور الدّین جعفر بدخشی ؒ نے آگے چل کر حضرت سعید حبشی رضی اللہ عنہ کے بارے میں قدرے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

۱۴۶؎ **شعر کا ترجمہ**: رنگ معروف ہے تو بس صرف عارف کا۔ ایک ایسا معروف رنگ ہے جس سے آگے نہ کوئی اور رنگ ہے اور نہ پیچھے۔

۱۴۷؎ **(حضرت) آمنہ**: **وھب ابن عبد مناف** کی دختر اور حضرت رسول خدا ﷺ کی والدۂ معظمہ کا اسم گرامی۔ آپ ہجرت سے ۴۸ سال پہلے یعنی حضرت رسول رحمت ﷺ کی عمر شریف کے نویں سال میں (سال ۵۷۷ء وفات پا گئیں۔[عرب میں یہ نام **عبد المطلب** کی بیٹی کا بھی تھا اور ابی سفیان کی بیٹی کا بھی۔

۱۴۸؎ **(حضرت) عبد اللہ**: حضرت عبداللہ ابن عبدالمطلب ابن ہاشم القرشی، ملقّب بہ ذبیح، حضرت رسول خدا ﷺ کے والد گرامی تھے۔ آپ ہجرت سے ۸۱ سال پہلے متولّد ہوئے اور ہجرت سے ۵۳ سال پہلے آپ کا انتقال ہوا۔ آپ **عبد المطلب** کے فرزندوں میں سے سب سے چھوٹے فرزند تھے۔ آپ کے والد عبدالمطلّب نے نذر کی کہ اگر خدا اس کو دس بیٹے عطا کرے گا اور خود اس کی زندگی میں جوان ہو جائیں گے تو وہ کعبہ کے آگے اُن میں سے ایک بیٹے کو قربان کر دے گا۔ اور جب اس کی

مراد بر آئی تو سب بیٹوں کو سب سے بڑے بُت **ھُبل** کے سامنے لے گیا اور قرعہ کشی کی۔ قرعہ **حضرت عبد اللہ** کے نام نکل آیا۔ عبد المطلّب حضرت عبد اللہ کو سخت دوست اور عزیز رکھتا تھا۔ تب اُس نے اس قرعہ کے عوض ایک سو سرخ قیمتی اونٹ فدیہ میں دئے اور اس وجہ سے حضرت عبد اللہ کا لقب **ذبیح** ہوا۔ **حضرت عبد اللہ** کی زوجۂ محترمہ کا نام **آمنہ** تھا جو **وھب ابن عبد مناف** کی دختر گرامی اور رسول خدا ﷺ کی والدہ مکرّمہ تھیں۔ جب حضرت آمنہ حاملہ تھیں تب اسی زمانے میں حضرت عبد اللہ تجارت کے سلسلے میں غزہ چلے گئے تھے اور واپسی پر جب آپ **مدینہ** پہنچ گئے تو بیمار ہو کر وفات پائی۔ بعضوں نے کہا ہے کہ آپ مکّہ و مدینہ کے درمیان **الابواء** نامی جگہ پر فوت ہوئے۔

۱۴۹؎ **مکّہ**: (فرانسیسی زبان میں LA-MECQUE)
سعودی عرب ملک کا ایک قدیم اور مشہور و معروف شہر جو **بحر احمر** کے قریب **حجاز** میں ہے۔ **جدہ** کی بندرگاہ کے ذریعہ مکّہ بحر احمر کے ساتھ مربوط ہو جاتا ہے۔ یہ شہر دنیا کے مسلمانوں کا قبلہ اور زیارت گاہ ہے اور ہر سال اسلامی ممالک سے لاکھوں مسلمان تمام اطراف عالم سے ذی الحجّہ کے مہینے میں خانۂ کعبہ کی زیارت کے لئے اس شہر کا سفر اختیار کرتے ہیں۔ ظہور اسلام سے پہلے یہ شہر خانہ کعبہ کے وجود کی وساطت سے عرب کا ایک مشہور اور اہم تجارتی اور ثروتمند مرکز تھا جس کا مشہور بازار **عکاظ** کہلاتا

تھا۔ **فتح مکّہ** سال ۸ھ میں واقع ہوا۔

۱۵۰ **شعر کا ترجمہ** : میں زندہ ہوں زندہ ہوں زندہ۔ میری یہ زندگیاں دیدارِ الٰہی کی وجہ سے ہیں۔

۱۵۱ **جناب حضرت سیادت** : یعنی حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ واسعۃً۔

۱۵۲ **مصطفیٰ** : یہ اسم مفعول ہے اور اس کے لفظی معنی ہیں صاف کیا گیا۔ برگزیدہ۔ چنا گیا۔ مقبول۔ بُری انسانی خصلتوں سے صاف و پاک کیا گیا۔ چونکہ یہ تمام صفتیں خدا کے رسول کو اللہ نے عطا فرمائی تھیں اس لئے یہ لقب رسول خدا سے خاص ہو گیا ﷺ اور آپ کو اس خاص لقب سے بھی یاد کرتے ہیں۔

۱۵۳ **بدخشان**: (**بدخش=بلخش آن** ۔نسبت ہے یعنی **بلخش** سے منسوب سرزمین)۔ **افغانستان** میں ایک صوبہ کا نام جو وہاں کے مشرق میں مشرقی ترکستان کے متصل واقع ہے۔ **بدخشان** میں وہاں کے پہاڑوں میں لعل کی کانیں بکثرت پائی جاتی ہیں چنانچہ **لعل بدخشان** مشہور ہے۔ بدخشان کا مرکزی شہر **فیض آباد** کہلاتا ہے۔ بدخشان دو حصّوں میں منقسم ہے ایک حصّہ **افغانستان** کا ہے اور دوسرا حصّہ **تاجیکستان کا**۔

۱۵۴ **شاہ بہاؤ الدین**: **بدخشان** کے حاکم کا نام تھا

(حبیب السیر ج ۳ ص ۴۴۳۔ چاپ کتابخانہ خیام۔ تہران)

۱۵۵؎ **منازل السّائرین**: سلوک کے احوال پر شیخ الاسلام **عبد اللہ ابن محمّد ابن اسماعیل الانصاری الھروی الحنبلی الصّوفی**ؒ (وفات ۴۸۱ھ) کی تالیف ہے۔ شیخ الاسلامؒ مذکور نے یہ کتاب اہل ہرات کے بعض لوگوں کے مراحل سلوک اور حق کی طرف سیر کرنے کے بارے میں سوالات پوچھے جانے کے جواب میں لکھی۔ اس کے بعد اس کتاب پر بہت تفسیریں اور شرحیں لکھی گئیں۔ **شیخ الاسلام حضرت خواجہ عبد اللہ انصاری**ؒ پانچویں صدی ہجری کے عظیم القدر اور بزرگوارترین محدّثین، علماء، شعراء اور ادباء میں سے تھے۔

۱۵۶؎ **اشعار کا ترجمہ**: مردان خدا خود طرح طرح کے ہیں ☆ بعض الف کی طرح سیدھے اور نون کی مانند ہیں ☆ بعض لوگوں میں مشہور و معروف ہیں ☆ بعض ان میں علم نون میں شامل ہیں (یعنی دوات کی سیاہی تک ہی محدود ہے اُن کا علم)

۱۵۷؎ **مقام محمود**: بالاترین مقام نبوّت و قُربت الٰہی جو صرف **حضرت محمّد رسول خدا** صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا۔

۱۵۸؎ **یمن**: یمن یا سعادتمند عرب۔ ایک آزاد چھوٹا سا ملک ہے جو عرب کے جنوب مغرب میں **بحر احمر** کے ساحل پر واقع ہے۔ سال ۱۹۳۴ء میں **انگلستان** کے ساتھ معاہدہ کے بموجب آزادی پائی۔ اس کی

وسعت ۱۹۳۵۰ کلو میٹر ہے اور اس کی آبادی پچاس لاکھ کے آس پاس ہوگی۔ عرب کا سب سے زیادہ خوش آب وہوا والا علاقہ ہے۔ **صنعا** اس کا دارالخلافہ ہے۔ اس ملک کی حکومت پہلے ایک امیر کے ہاتھ میں تھی جسے **امام** کہتے تھے اور وہ پوری سختی واستبداد کے ساتھ حکومت کرتا تھا اور ملک کے تمام اختیارات اس کے ہاتھ میں تھے لیکن ۱۹۶۲ء سے ایک جمہوری ملک میں بدل گیا۔ **یمن** کی اہم ترین پیداوار ہے کافی، جو، گندم اور چینا ہے۔ ان میں سے فقط کافی کو باہر کے ملکوں میں بھیجتے ہیں۔ **مخا** اور **حدیدہ** یہاں کی مشہور بندرگاہ اور شہر ہیں۔ **رسول اللہ** ﷺ کے عہد مبارک میں یہاں کے ایک صحابی **حضرت اویس**ؓ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بظاہر نہیں دیکھا لیکن اُن سے غایبانہ عشق رکھنے کی وجہ سے یہ ملک تاریخ اسلام میں متبرک سمجھا جاتا ہے۔

۱۵۹ **ترجمہ: مجھے یمن کی طرف سے رحمت کی ہوا آرہی ہے۔**

۱۶۰ **خواجہ اویس: اویس ابن عامر ابن جزء ابن مالک** طایفہ بنی مراد کے پرہیز گار بزرگواروں میں سے تھے۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں تھے لیکن انؑ کے دیدار مبارک کو نہیں پایا تھا البتہ رسول خدا ﷺ کے عشق ومحبت میں اتنے گرفتار تھے کہ خود رسول اکرم ﷺ کو **یمن** سے آپ کی محبت کی خوشبو آتی تھی اور رسول اکرم ﷺ مدینہ طیبہ میں اپنی قمیض کو کھول کر سینہ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

فرماتے تھے: ''مجھے یمن سے خوشبو آ رہی ہے۔'' اور یہ خوشبو حضرت اویسؓ کے آپ کو یاد کرنے کی خوشبو تھی۔ **حضرت اویسؓ** یمن میں **قرن** نامی گاؤں میں رہتے تھے اس لئے **اویس قرنی**ؓ کہلاتے ہیں۔ **خواجہ فرید الدین عطارؒ** نے اپنی تصنیف **تذکرۃ الاولیاء** (جلد اوّل) میں لکھا ہے کہ: ''کہتے ہیں اویس اپنی عمر میں کبھی ایک رات بھی نہیں سوئے۔ ایک رات کو کہتے **ھذہ لیلۃ القیام**' دوسری رات کو کہتے **ھذہ لیلۃ الرکوع** اور تیسری رات کو کہتے **ھذہ لیلۃ السجود**۔ تو ایک رات قیام میں گذارتے' دوسری رکوع میں اور تیسری سجدے میں۔ آپ سے پوچھا گیا: ''یا اویسؓ! ایک ہی حال میں اتنی لمبی رات کو گذارنے کی طاقت آپ میں کہاں سے آتی ہے؟'' کہا: ''سجدے میں تو میں پوری رات کو ایک بار **سبحان ربی الاعلیٰ** نہیں کہہ پاتا کہ صبح ہو جاتی ہے جب کہ تین بار تسبیح کرنا سنت ہے اور یہ میں اس لئے کر رہا ہوں کہ آسمان والوں کی طرح عبادت کروں''۔

۱۶۱ **حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ**: **عمر ابن خطاب ابن نفیل قرشی عدوی** تاریخ اسلام میں **فاروق اعظم** رضی اللہ عنہ کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ آپؓ کی کنیت **ابو حفص** تھی اور مسلمانان عالم کے دوسرے خلیفہ تھے۔ آپؓ اسلام میں اوّلین خلیفہ ہیں جنہیں امیرالمؤمنین کا لقب دیا گیا۔ **فاروق اعظم** رضی اللہ عنہ ایک دلیر' شجاع' بہادر اور دور اندیش اور مدبّر خلیفہ تھے۔ آپؓ کے عدل کی مثالیں پیش کی جاتی

ہیں۔ ہجرت سے چالیس سال پہلے متولّد ہوئے اور جاہلیت کے زمانے میں قریش کے پہلوانوں اور ان کے سفیروں میں سے تھے۔ ہجرت سے پہلے پانچویں سال میں مسلمان ہوگئے اور مسلمانوں کی' جو اس وقت کم تعداد میں تھے' تقویت کا باعث بن گئے۔ گیارھویں سال ہجرت میں خلیفۂ اوّل **صدیق اکبر حضرت ابو بکر** رضی اللہ عنہ کے روز وفات پر مسلمانوں نے متفقہ طور پر آپؓ کو خلیفۂ دوّم کی حیثیت میں چُن کر آپؓ سے بیعت کی۔ آپؓ کے عہد خلیفت میں **شام' عراق' ایران' قُدس' مدائن' مصر' الجزیرہ** وغیرہ ممالک کو اسلامی افواج نے فتح کرلیا۔ آپؓ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے ہجری تاریخ کو جاری کیا اور مسلمانوں کے لئے بیت المال کی بنیاد ڈال دی اور دیوان (سرکاری دفاتر) قایم کئے۔ پولیس کا محکمہ اور ڈاک کے محکمہ جات بھی وجود میں لائے۔ **بصرہ** اور **کوفہ** کے دوشہر آپؓ ہی کے حکم سے تعمیر کئے گئے۔

آپؓ اکیلے بازاروں اور گذرگاہوں سے گذرتے تھے اور جہاں کہیں جھگڑا ہوتے دیکھتے تھے فوراً جھگڑنے والوں کے درمیان فیصلہ کر کے صلح کرواتے تھے۔ رات کو غریب گھرانوں کے پاس سے گذر کر اُن کے دکھوں کا مداوا کرتے تھے۔ رسول خدا ﷺ نے آپؓ کو **فاروق** کا لقب اور **ابو حفص** کی کنیت عطا فرمائی۔ آپؓ نے اپنی دختر **حفصہ** رضی اللہ عنہا کو رسول خدا ﷺ کے نکاح میں دے دیا اور **حضرت علی** کرم اللہ وجہہ

نے آپؓ کے اعلیٰ ترین فضائل وخصائل سے متاثر ہوکر اپنی بیٹی **امّ کلثوم** رضی اللہ عنہا کا بیاہ آپ سے کردیا اور اس طرح سے رسول کریم ﷺ آپؓ کے داماد تھے اور آپ خود رسول خدا ﷺ کے داماد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے داماد تھے۔ آخر کار سال ۲۳ھ میں **فیروز فارسی** نے، جس کی کنیت **ابو لؤلو** اور جو **مغیرہ بن شعبہ** کا غلام تھا، صبح کی نماز میں آپؓ کو خنجر مار کر زخمی کر دیا اور تین دنوں کے بعد جنّت الفردوس کی طرف روانہ ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ!

۱۶۲؎ ترجمہ: سلامتی ہو آپ پر، اے عمرؓ! پس بے شک میرے روح نے آپ کی روح کو پہچان لیا۔

۱۶۳؎ ترجمہ: جب تمہارے لئے کوئی مہم (کام) پیش آئے تو صبر سے کام لو اور صبر سے کام لو اور پھر صبر سے کام لو۔

۱۶۴؎ **خواجہ فرید الدین عطّار** رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف **تذکرۃ الاولیاء** (جلد اوّل ص ۲۶ چھاپ تہران) میں لکھا ہے کہ: ''نیز خواجہ انبیاء علیہ السّلام نے فرمایا کہ: کل قیامت کے روز حق تعالیٰ ستّر ہزار فرشتوں کو **اویس**ؓ کی صورت میں پیدا کرے گا کہ وہ اویسؓ کو اپنے درمیان میں **عرصات** میں لے آئیں گے اور جنّت میں لے جائیں گے تاکہ کوئی بندہ واقف نہ ہو پائے۔ الّا ماشاء اللہ۔ کہ ان میں اویسؓ کون ہے کہ چونکہ دنیا میں وہ چھپ کر آسمان کے نیچے عبادت کیا کرتے تھے اور خود کو لوگوں

سے دور رکھتے تھے' آخرت میں بھی اغیار کی نظروں سے محفوظ رہیں کہ **اولیائی تحت قبائی لا یعرفهم غیری** (میرے اولیاء (احباب) میری گنبد کے نیچے رہتے ہیں کہ اغیار اُن کو نہ پہچان سکیں)''

۱۶۵؎ **حرز یمانی** : چند دعاؤں کا نام جن کی رسول خدا ﷺ نے حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو تعلیم دی تھی جبکہ مؤخر الذّکر سفر پر جانے والے تھے۔ان دعاؤں کو **دعای سیفی** بھی کہتے ہیں۔ **نور الدّین بدخشی**ؒ نے متن کتاب میں اس کا ذکر کیا ہے۔

۱۶۶؎ **شعر کا ترجمہ**: شمع کی طرح غیرت کی آگ میرے سر پر جل رہی ہے کہ اس کے در پر بادِ صبا کو آنے کی اجازت کیوں ہے؟

۱۶۷؎ **ولایت** : ایک ولی کا مقام جو نبی کے مقام نبوّت کے بعد ہے۔

۱۶۸؎ **نبوّت** : پیغمبری۔رسالت[نبوّت خاص یا خاصہ = حضرت محمد ﷺ کی پیغمبری اللہ تعالیٰ کی طرف سے☆نبوّت عام یا عامہ = انبیاء کی پیغمبری۔رسالت (بطور عام)☆نقطۂ نبوّت = کنایہ ہے حضرت محمد ﷺ سے]☆

۱۶۹؎ **ترجمہ**: ''محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں''۔سورہ احزاب' آیت ۴۰؎☆ترجمہ از مولانا اشرف علی تھانویؒ۔

۱۷۰؎ **فناء فی اللہ** : بشریت کی صفات کا صفات وخصایص الٰہی میں تبدیل ہو جانا (حوالہ..... **مصطلحات عرفا از دکتر سیّد جعفر سجّادی**)۔ عام تکلّم میں کلّی طور پر مسکین اور بے قدر ہو جانا۔ فناء فی اللہ ہو جانا یعنی مطلق طور پر اپنی دارائی سے ہاتھ دھو بیٹھنا۔ مفلس ہو جانا۔

۱۷۱؎ ترجمہ:

۱۷۲؎

۱۷۳؎ **عیسیٰ** علیہ السلام: حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السّلام ملقب بہ روح اللہ بڑے پیغمبروں میں سے ہیں۔ (عیسیٰ کا لفظ عبرانی ہے یا سُریانی اور آپ کا نام **مسیح** ہے اور قرآن کریم میں آپ کا نام **عیسیٰ** ہی آیا ہے)۔ آپ کی عمر ۳۳ سال تھی اور عیسوی تاریخ کی ابتداء آپ کا روز تولّد ہے جو ہجری تاریخ سے ۶۲۲ سال پہلے تھا۔ مسیحی آپ کو کرائسٹ (CHRIST) کے لقب سے یاد کرتے ہیں اور آپ کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں (نعوذ باللہ) اور مسلمان آپ کو اولوالعزم پیغمبروں کے زمرے میں شمار کرتے ہیں۔ عیسیٰ **مریم عذراء** سے ایک اصطبل میں متولّد ہوئے اور چونکہ روم کے حکمران **هیروڈ** (HERODE) کا خوف تھا آپ کا خاندان آپ کو **مصر** لے گئے وہاں سے لوٹنے کے بعد آپ نے **ناصرہ** میں قیام کیا جہاں آپ نے جوانی کے ایام گذارے (اور اسی مناسبت سے

آپ **ناصری** بھی کہلائے جاتے ہیں)اس دوران آپ **یوسف نجار** کے کارخانے میں کام کرتے تھے۔تیس سال کی عمر میں آپ نے **جلیل** میں تبلیغ دین شروع کیا اوراس کے بعد **یروشلم** میں۔یروشلم میں آپ کی فریسیوں (PHARISIENS) نے سخت مخالفت کی اور بہت عداوت کا مظاہرہ کیا۔محاکمہ کئے جانے کے بعد آپ کوصلیب پر لٹکادیا گیا۔ مسیحیوں کا اعتقاد ہے کہ چند متّقی و پارسا عورتوں نے آپ کودفن کردیا اور آپ تین دن کے بعد پھر سے زندہ ہوگئے اور چالیس دنوں کے بعد آسمان پر چڑھ گئے۔آپ کے حواری (اصحاب۔معاونین) مسیحیت کی تبلیغ کے لئے اطراف میں پھیل گئے۔

قرآن کریم میں آیا ہے:" **وما قتلوہ و ما صلبوہ و لکن شبہ لھم**" (حالانکہ اُنہوں نے نہ اُن کوقتل کیا اورنہ ہی اُن کوسولی پر چڑھایا لیکن ان کواشتباہ ہوا۔ **سورۃ النساء**' آیت ۱۵۶' ترجمہ **مولانا اشرف علی تھانوی**) یعنی آپ کوقتل نہیں کیا گیا اورصلیب پرنہیں چڑھایا گیا بلکہ معاملہ اُن پر مُشتبہ ہوگیا۔آپ کومصلوب کرنے کا واقعہ رومی سال ۷۴۹ ء مطابق ۶۲۲ ء قبل از ہجرت **بیت اللحم** میں ہوا۔اسلامی روایات کے مطابق جب **حضرت مریم** علیہاالسّلام اپنے گھر کے آدمیوں سے دور چلی گئیں تو **رُوح القدس** بشری صورت میں آپ پر ظاہر ہوا:" **فا تخذت من دونھم حجابا فارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشرا سویا** (پھراُن گھر

والوں کے سامنے انہوں نے پردہ ڈال لیا۔ پس اس حالت میں ہم نے ان کے پاس اپنے فرشتے (**جبرئیل**ؑ) کو بھیجا اور وہ اُن کے سامنے ایک پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا......... **سورہ مریم** ' آیت ۱۷ ترجمہ **مولانا اشرف علی تھانوی**)۔ رُوح نے مریم سے کہا: ''میں اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں اور تجھے ایک بیٹا دوں گا۔'' مریمؑ نے کہا: ''یہ کیسے ممکن ہے جبکہ کسی بشر نے مجھے چھوا تک نہیں اور میں بدکار نہیں ہوں'' رُوح القدس نے جواب دیا: ''اپنی رحمت دکھانے کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہی فرمان ہے۔'' تب رُوح القدس نے مریم علیہا السّلام میں پھونک ماری اور اُس کا حمل ٹھہر گیا۔ لیکن اس واقعہ کو لوگوں سے چھپا کے رکھا جب تک جننے کا وقت آ پہنچا۔ جننے کا درد آپ کو بہت تکلیف دے رہا تھا چنانچہ آپ نے مرجانے کی خواہش کی۔ شدّت درد سے آپ نے کھجور کے ایک سوکھے درخت کے پاس پناہ لی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی کہ اس سوکھے درخت کو ہلاؤ کہ یہ تیرے لئے تازہ کھجوریں گرا دے گا۔ اور ایسا ہی ہوا اور حضرت عیسیٰؑ متولّد ہوئے۔ مریمؑ کی قوم نے مریم باکرہ کے بطن سے بچّہ جننے پر سخت تعجب کیا اور کہا: ''اے مریم! تیرے ماں باپ تو نیک لوگ ہیں۔ اس طرح کا کام تو نے کیا کیوں؟ اس بچے کا باپ کون ہے؟'' مریمؑ نے اللہ تعالیٰ سے حکم پایا تھا کہ وہ کسی سے بات نہ کرے۔ تب اُس نے بچّے کے پنگوڑے کی طرف اشارہ کیا اور بچے نے زبان کھولی اور کہا: ''من خدا کا بندہ اور اس

کا رسول ہوں۔ ڈرو اللہ سے اس ناجایز و نامناسب توہین سے جو تم میری ماں کی کرر ہے ہو"۔

۱۷۴ **احدیت**: مقام الوھیت۔ یگانگی۔ یکتائی۔ علم فلسفہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا ناقابل تقسیم ہونا۔

۱۷۴ **ولایت مقیدہ** 'ولایت مطلقہ: ولایت مقیدہ نبوت مقیدہ کے باطن کو کہتے ہیں [نبوت مقیدہ یعنی حقایق الٰہیہ سے خبرداری و آگاہی بالفاظ دیگر حق تعالیٰ کی معرفت اور اس کے صفت کمالیہ اور اس کے احکام کی معرفت۔ احکام کی معرفت سے مراد ہے تبلیغ احکام الٰہی اور تادیب اخلاق و تعلیم]۔ **ولایت مطلقہ** وہ ولایت جو ازل سے ہو اور ابد تک جاری رہے اور یہ ولایت فقط **خاتم الانبیاء حضرت محمّد مصطفیٰ** ﷺ کی ذات اقدس سے مخصوص ہے اور کسی سے نہیں گویا رسول اکرم ﷺ خاتم الاولیاء بھی ہیں۔ **مولانا رومی**ؒ نے فرمایا ہے۔

مصطفیٰ زین گفت کآدم و انبیاء خلف من باشند در زیر لوا

بہر این فرمودہ است آن ذوالفنون رمز **نحن الآخرون السابقون**

[اسی لئے حضرت مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کہ آدم اور انبیاء میری علم کے نیچے میرے خلف ہیں۔ اس صفات والے پیغمبرؐ نے اسی لئے فرمایا کہ ہم سابقون بھی ہیں اور ہم ہی آخرون بھی]۔ **محمود شبستری** نے کہا ہے۔

درین رہ انبیاء چون ساربانند دلیل و رہنمای کاروانند
وز ایشان سیدٌ ما گشتہ سالار ھم او اوّل ھم او آخر درین کار

[اس راہ میں انبیاء ساربان ہیں جو قافلوں کو راہ دکھاتے ہیں لیکن ان میں ہمارے سیّد ﷺ سالار قافلہ ہیں جو اوّل بھی ہیں اس کار معرفت الٰہی میں اور آخر بھی]۔ پس رسول خدا ﷺ ولایت مقیدہ اور ولایت مطلقہ دونوں میں اوّل بھی ہیں اور آخر بھی یعنی آپؐ کے بغیر اور کوئی اوّل ولی اور آخر ولی اور اوّل نبی اور آخر نبی نہیں ہے اور اسی لئے رسول برحق ﷺ نے فرمایا: "**کنت نبیا و آدم بین الماء والطین**"۔ [میں تب نبی تھا جب کہ آدمؑ ابھی پانی اور مٹی کے مرحلے میں ہی تھا]۔

۱۷۶ **شیخ محی الدین ابن العربی** : ابوبکر محی الدّین محمد ابن علی حاتمی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ! آپ صوفی حکماء میں عظیم ترین صوفیا اور اولیای اسلام میں ایک جلیل ولی اللہ تھے۔ سال ۵۶۰ھ میں **مرسیہ** (سپین) میں متولّد ہوئے۔ آٹھ سال کی عمر میں اپنے خاندان کے لوگوں کے ساتھ **اشبیلہ** گئے اور ابتدائی علوم وہاں سیکھے۔ اس کے بعد مقامی بزرگوار علماء جیسے **ابن بشکوال** وغیرہ کی خدمت میں اپنی معلومات کی تکمیل کرنے کے لئے حاضر ہوئے اور سال ۵۹۰ھ میں **ٹیونس** گئے اور سال ۵۹۸ھ میں مشرق کا سفر کیا اور وہیں رہے۔ اسی سال حج کو گئے اور دو بار **بغداد** چلے گئے ایک بار سال ۶۰۱ھ میں اور دوسری بار سال ۶۰۸ھ میں اور

مختصر عرصے کے لئے وہاں قیام کیا۔ سال ۶۱۱ھ میں دوسری بار حج سے مشرّف ہوئے اور ایک سال بعد **حلب** گئے پھر **موصل** اور **ایشیای کوچک** کا سفر کیا۔ ہر ملک میں وہاں کے بادشاہوں نے آپ کا استقبال اور انعامات و ہدایا سے مالا مال کیا۔ لیکن آپ نے یہ ساری رقوم مسکینوں کو دے دیں۔ آپ نے سال ۶۳۸ھ میں **دمشق** میں وفات پائی۔ آپ کی قبر **قاسیون پہاڑ** کے دامن میں مشہور جگہ ہے۔ **سلطان سلیم عثمانی** نے جب شام کو فتح کیا تو اس نے اس قبر کی تجدید تعمیر کروائی۔

مغرب میں ابن العربی کا لقب ہے **ابن سراقہ** اور مشرق میں **شیخ اکبر** کے لقب سے جانے جاتے ہیں۔ آپ نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں تقریباً دوسو جو ابھی بھی اصحاب طریقت اور دانشوروں کا مرجع ہیں۔ ان کتابوں میں **فتوحات مکية ' کتاب فصوص الحكم ' کتاب تاج الرّسائل و منهاج الوسائل ' کتاب العظمه ' کتاب السّبعه ' کتاب حلية الابدال ' کتاب محاضرات الابرار ' کتاب التدبيرات الالٰهيه ' کتاب مفاتيح الغيب ' کتاب التّجليات ' کتاب الخلوة ' کتاب المدخل الىٰ معرفة الاسماء ' کتاب النّقباء ' کتاب عقيدة اهل السنّة ' کتاب المقنع فی ايضاح السهل الممتنع ' کتاب الهوية والاحديه ' کتاب الاتحاد العشقی ' کتاب الجلاله ' کتاب الازل ' کتاب عنقاء مغرب ' کتاب ختم الاولياء ' کتاب شمس المغرب ' کتاب الشواهد ' کتاب مناصحة النفس ' کتاب اليقين ' و مشکوٰة الانوار فيما**

روی عن اللہ عز و جلّ من الاخبار ' کتاب الاجوبہ وغیرہ ۔ بعض کتابیں غلطی سے آپ کی طرف منسوب ہیں جیسے **تفسیر قرآن** جو حقیقت میں عبدالرزاق کاشی کی تصنیف ہے۔ ابن العربیؒ نے صوفیانہ شعر بھی کہے ہیں جنہیں جمع کر کے چھاپ دیا گیا ہے۔ فقیہوں اور علماء سوء نیز خود کو مشہور کرانے والے فضلاء نے خود آپ کے زمانے میں اور آپ کے بعد کے زمانے میں آپ پر حلول واتحاد کے مذہب کے ساتھ منسلک ہونے کی تہمت لگائی۔ نیز آپ کے **وحدۃ الوجود** پر عقیدہ ویقین اور عجیب و غریب مکاشفات کے دعوے کرنے کی کیفیت نے اہل شرع کو بھی آپ کے خلاف اکسایا لیکن اس کے باوجود آپ کے ہم زمان علماء اور بعد کے علماء نے آپ کے عقاید کو حق بجانب ٹھہرایا۔ اسلامی تصوّف میں وحدۃ ا لوجود کے بنیاد گذار شیخ محی الدّین ابن العربیؒ ہی ہیں۔ (حاشیہ ۶۲۹ بھی دیکھیں)

۱۷۷ **ترجمہ:** ''اور وہ بالاترین جماعت ہے''۔

۱۷۸ **ملامتی** (اہل ملامت): صوفیوں کا ایک فرقہ جو کہ باطن میں خدا سے لو لگائے رہتے ہیں اور اُسی کی ذات میں محو لیکن ظاہر میں لوگوں سے تعلّق کا مقصد پورا کرنے کے لئے اُن کی نظروں میں خود کو پست و ذلیل نمایاں کرتے ہیں۔ اس فرقہ کے لوگ **احمد بن عمارہ** کے پیرو ہیں ان کا کہنا تھا کہ لوگوں کے علم سے تیرے لئے بہتر ہے خدا کا علم۔ پس

تجھے خلا (تنہائی) میں اللہ کے ساتھ معاملات کو بہترین بنا دینا چاہیئے بہ نسبت لوگوں کے ساتھ ملا (مجلس) میں کیونکہ لوگوں کے ساتھ تیرے دل کی مشغولی اللہ تعالیٰ سے حجاب عظیم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس فرقہ کے لوگ عام لوگوں سے ہٹ کر ایسی طرز زندگی اختیار کر لیتے ہیں جس سے وہ لوگوں کی ملامت کا ہدف بن جاتے ہیں اور وہ ملامت کی راہ سے اپنے مقصد تک پہنچ جاتے ہیں اور وہ مقصد ہے لوگوں کی طرف مشغول رہنے سے فرار۔

۱۷۹ **شرود**: بھاگنا۔ تصوّف میں اس کے معنی ہیں آفتوں، حجاب اور بیقراری سے خلاصی چاہنا طلب حق کی خاطر کہ طالب کی تمام بلائیں حجاب سے پیدا ہوتی ہیں۔ حجاب سے پیدا شدہ سبھی تعلّقات کو **شُرود** کہتے ہیں۔

۱۸۰ **پہلوان محمود پوریا قدس سرہ**: آپ کو **پوریای ولی** بھی کہتے ہیں۔ **خوارزم** کے تھے لیکن آپ کی اصل **گنجہ** (آذربایجان) سے تھی۔ سال ۷۲۲ھ میں **خیوق** میں وفات پائی۔ ایک بہادر اور پہلوان عارف الٰہی تھے۔ **کنزالحقایق** نام ایک مثنوی بھی لکھی ہے۔ **ایران** میں پہلوان خانوں میں اور پہلوانوں کے گروہ میں **پوریای ولی** کے قصے بہت مشہور اور رائج ہیں۔

۱۸۱ **خرابات**: خرابہ کی جمع۔ ویرانے۔ شرابخانہ۔ میکدہ۔ فسق و فساد کا مرکز۔ فاحشہ خانہ۔ وہ جگہ جہاں چرس اور بھنگ وغیرہ پیتے ہیں۔

تصوّف میں رسوم وآداب وعادات سے بے اعتنائی و بے توجہی کا مقام۔ **خرابات مغان** کی اصطلاح اسی لفظ سے ہے یعنی وصل واتصال کا مقام جو واصلان باللہ کو بادۂ وحدت سے سرمست کرتا ہے۔

۱۸۲؎ **ستر و عفت:** ستر یعنی حجاب۔ پردہ۔ تصوّف میں جو چیزیں آدمی کو حق سے محجوب رکھیں یعنی عادات و رسوم اور تعلقات خاطر اُسے **ستر** کہتے ہیں۔ حیا۔ شرم۔ ستر وعفت یعنی پارسائی۔ پرہیز گاری اور تقویٰ۔ **عفت** کے معنی بھی پرہیز گاری اور پارسائی اور حرام چیزوں با لخصوص حرام کی شہوت سے احتراز کرنا ہے۔

۱۸۳؎ **قطب:** لوہے کی وہ کیل جو چکی کے نچلے پاٹ میں ہوتی ہے اور اوپر کا پاٹ اس کے گرد گھومتا ہے۔ کسی چیز کا مدار۔ قوم کا سردار۔ مہتر۔ فرمانده۔ **تصوّف** میں وہ شخص جو تمام زمانوں میں اللہ کا منظور نظر ہے اور اُسے طلسم اعظم دیا گیا ہے اور وہ کون واعیان ظاہر و باطن میں روان دوان ہے جیسے بدن میں جان' اور فیض کی ترازو اس کے ہاتھ میں اور اوپر اور نیچے کے موجودات کی رُوح حیات کے فیوضات اُس کی ہتھیلی میں ہیں۔ وہ تنہا کامل انسان ہے جو صوفیوں کی نظر میں سارے آدمیوں پر محیط ہے۔ وہ عالم امکان کی عقل ہے اور صوفیوں کے عقول میں اُس کا تصرّف مسلّم ہے۔ اہل حلّ وعقد اور درگاہ ربانی' جلّ جلالہ کے حاکم تین سو ہیں جنہیں **اخیار** کہتے ہیں۔ اور ان کے علاوہ چالیس اور ہیں جنہیں **ابدال** کہا

جاتا ہے۔ان کے علاوہ سات اور ہیں جو **ابرار** کہلاتے ہیں۔چار اور ہیں جنہیں **اوتاد** کہتے ہیں۔تین اور ہیں جن کو **نقیب** کہتے ہیں اور ایک ہے جسے **قطب** اور **غوث** کہا جاتا ہے۔

۱۸۴؎ **اجتہاد:** فقہی لحاظ سے **قرآن کریم** اور **حدیث** اور **اجماع** سے شرعی مسایل کا استنباط کرنا اُن شرایط کو مدنظر رکھتے ہوئے جو شرعی کتابوں میں درج ہیں۔جہد کرنا۔کوشش کرنا۔رأے صواب کی تلاش کرنا۔مجتہد ہونا۔[**مجتہد**= کوشش کرنے والا۔محقق = تحقیق کرنے والا۔وہ شخص جو علم کے اس مقام پر پہنچا ہو کہ چار براہین ہیں (کتاب اللہ' سنّت' عقل اور اجماع) سے شرعی احکام کا استخراج کرسکتا ہو]

۱۸۵؎ **کشف:** تصوّف میں معنوی کیفیات اور جہان باطن کے حقایق کا سالک پر ظاہر ہو جانے کے معنی رکھتا ہے۔آشکارا کرنا۔پیدا کرنا۔اٹھا دینا۔خرابی اور بدی کو دور کر دینا۔

۱۸۶؎ **سید الطّایفہ:** یعنی حضرت **جنید بغدادیؒ**۔آپ کا نام **جنید ابن محمّد** تھا اور کنیت **ابو القاسم** تھی۔مشہور عارفوں' صوفیوں اور عالموں میں سے تھے۔آپ **بغداد** میں پیدا ہوئے اور بغداد میں ہی وفات پائی۔اصل آپ کی **نہاوند** سے ہے اور **قواریری** سے بھی مشہور ہوئے۔آپ کو صوفی مذہب کا پیشوا جانتے ہیں کیونکہ آپ کا تصوّف سنّت اور کتابوں کے قواعد سے مطابقت رکھتا ہے اور سبک و خفیف عقاید اور غلو

کرنے والوں کے شبہات اور شرعی اعتراضات سے پاک ہے۔ آپ کا کلام ہے کہ: "ہماری روش کتاب وسنّت سے مضبوط اور ان کے مطابق ہے۔ جس کو قرآن حفظ نہ ہو اور حدیث نہ لکھتا ہو وہ آدمی لایق اقتدا نہیں۔"

آپ کو **قطب اعظم سیّد الطّایفہ**، **سلطان الطّایفہ**، **استاد الطّریقہ**، **قطب العلوم**، **تاج العارفین** اور **تاج العرفاء** کے لقب دیے گئے ہیں۔ فقہ میں آپ **سفیان ثوری** یا **ابو ثور ابراھیم بن خالد** کے شاگرد تھے اور عرفان میں **حارث** اور **سقطی** تک آپ کی نسبت پہنچتی ہے۔ **ابو العباس ابن سریح** نے طریقت کے فنون **جنید بغدادیؒ** سے اخذ کیے۔ عرفان اور اصول طریقت میں آپ کی باتیں مشہور ہیں۔ سال ۲۹۷ھ یا ۲۹۸ھ مین ۹۱ سال کی عمر مین بغداد مین وفات پائی اور **مقبرۂ شونیز** میں دفن ہوئے۔ **حضرت خواجہ فرید الدین عطارؒ** نے **تذکرۃ الاولیاء** میں آپ کو شیخ علی الاطلاق، قطب باستحقاق، منبع انوار کے خطابات سے یاد کیا ہے اور لکھا ہے کہ عالم کے شیخ المشائخ اور امام الائمہ تھے اور لطیف کلمات اور عالی اشارات نیز ریاضات وکرامات میں سبوں پر سبقت رکھتے تھے۔ اول حال سے آخر روزگار تک پسندیدہ تھے اور قبول ومحمود تھے۔ آپ کا کلام طریقت میں حجت ہے۔ (حاشیہ ۴۹ بھی دیکھیے)

۱۸۷ **نوری** : آپ کا نام تھا **ابو الحسین احمد بن محمّد خراسانی بغوی۔ ابن بغوی** (ابن البغوی) کے نام سے مشہور تھے۔

ھرات اور مرو الرود۔کے درمیان بغشور کے رہنے والے تھے۔آپ طریقت صوفیہ کے مشہور مشائخ تھے اور جُنید بغدادیؒ کے ہمزمان۔ حضرت ابو الحسین نوریؒ کچھ عرصہ کے لئے بغداد میں بھی رہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ ل سے پہلے سال ۲۹۵ھ میں وفات پائی۔ تذکرۃ الاولیاء میں خواجہ فرید الدین عطارؒ نے آپ کو یگانہ عہدٗ قدوۂ وقت' ظریف اہل تصوّف اور شریف اہل محبت کہا ہے۔آپ حیرت انگیز ریاضات' پسندیدہ معاملات' عالی نکات' عجیب وغریب رموزات کے مالک تھے اور صحیح نظر' صادق فراست' کمال عشق اور فراوان شوق کے حامل تھے۔مشائخ آپ کے تقدم پر متفق تھے اور آپ کو امیر القلوب کہتے تھے اور قمر الصّوفیه کے لقب سے یاد کرتے تھے۔آپ سرّی السقطی کے مرید تھے۔آپ طریقت میں ایک قاطع اہمیت رکھتے تھے اور ایک روشن حجّت تھے۔اور ایک روشن حجّت۔علماء مشائخ کے صدور میں سے تھے۔ آپ کی طریقت کا قاعدہ یہ تھا کہ آپ تصوّف کو فقر پر فضیلت دیتے تھے۔ نیز آپ درویشوں کی صحبت کو فرض جانتے تھے اور عزلت کو ناپسندیدہ۔ نوری اس لئے کہلائے کہ رات کی تاریکی میں جب بات کرتے تو آپ کے منہہ سے روشنی نکلتی تھی جس سے سارا گھر روشن ہو جاتا نیز اس لئے بھی نوری کہلائے کہ نور فراست سے اسرار باطن کی خبر دیتے تھے۔آپ نے فرمایا کہ سالوں سال مجاہدہ کیا۔لوگوں کی طرف پیٹھ پھیر دی

اور ریاضت میں مشغول رہا لیکن مجھ پر راہ نہ کھلی۔ میں نے خود سے کہا کہ کوئی ایسا کام کیا جائے کہ جس سے کام نکلے ورنہ جسم میں اس نفس کا کیا فائدہ؟ تب میں نے اپنے جسم سے کہا کہ اے میرے جسم! تو نے برسوں تک اپنی خواہش اور مرضی کے مطابق کھایا پیا دیکھا سنا گیا لیا سویا عیش کیا اور شہوت رانی کی۔ یہ سارا تم پر تاوان ہے اب تم گھر چلے جاؤ تاکہ میں تمہیں زنجیروں میں جکڑلوں اور جو اللہ کے حقوق ہیں اُنہیں پٹا بنا کر تیری گردن میں ڈال دوں اگر اس پر کار بند رہو گے تو صاحب اقبال بنو گے ورنہ بہر حال راہ حق میں مٹ جاؤ گے۔ **جنید بغدادی**ؒ نے کہا ہے کہ جب تک **نوری** فوت ہوئے کسی نے **صدق** کی حقیقت کے بارے میں کوئی بات نہیں کی کیونکہ وقت کے صدیق آپ ہی تھے۔

۱۸۸؎ **ترجمہ:** محبت سے مراد ہے محبت سے محبت۔

۱۸۹؎ **ترجمہ:** مُحبّ، محبوب اور محبّت ایک ہی چیز ہے۔

۱۹۰؎ **نور الدین جعفر بدخشی**ؒ نے ان عبارتوں میں جو محبّت، محبوب مُحبّ، مُحبیت اور محبوبیّت کی بات کی ہے یا ذکر کیا ہے وہ ان الفاظ کے عام معانی میں نہیں ہے بلکہ انہوں نے ان کو صوفیانہ معانی میں استعمال کیا ہے اور یہ صوفیانہ اصطلاحات دراصل صوفیانہ تجربات ہیں۔ مثلاً **مُحب** وہ ہے جس کے مجاہدات سبقت لے جائیں اس کے کشف و مشاہدہ پر۔ **محبوب** وہ ہے جس کے کشف کی حقیقت اجتہاد پر سبقت لے جائے۔ اور

اس کام کی انتہا یہ ہے کہ مُحبّ' محبوب کو اپنا آئینہ پاتا ہے اور خود کو اس کا آئینہ۔ کبھی یہ اس کا شاہد اور وہ مشہود اور کبھی وہ اس کا ناظر اور وہ اس کا منظور۔ پس حقیقت میں ہر محبوب مُحبّ اور ہر مُحبّ محبوب ہوتا ہے اور یہ محبّت کے اسرار کے عجیب و غریب معنی ہیں ۔ جب بُرج وحدت سے محبّت کا سورج چمکنے لگتا ہے تو نسبت و اضافات کے سائے مٹ جاتے ہیں اور عارف کو محبّ اور محبّت ایک ہی دکھائی دیتے ہیں۔

[مشارب الاذواق' تالیف حضرت میر سیّد علی ہمدانیؒ]۔

۱۹۱ **جبروت**: جبروت یا عالم جبروت' عالم عظمت وجلال اسمای صفات الٰہی اور مرتبۂ وحدت کو کہتے ہیں جو حقیقت محمّدی ہے ناسوت لاہوت اور ملکوت کے مقابلے میں۔ صوفیوں کی اصطلاح میں وہ دنیا جہاں مشیّت الٰہی اور ارادۂ خداوندی کے بغیر اور کچھ حکم فرما نہیں۔ **شہاب الدین سہروردیؒ** نے کہا ہے کہ حکماء کے نزدیک عوالم تین ہیں عالم عقول جو عالم جبروت ہے' اور عالم نفوس جو **عالم ملکوت** ہے اور عالم ملک جو **عالم اجرام** ہے۔ **ابو طالب مکی** کے بقول **جبروت** عالم عظمت ہے جس کا مطلب ہے عالم اسماء و صفات الٰہی۔ متکلمین کی اصطلاح میں **جبروت** 'صفات سے عبارت ہے جیسے کہ لاہوت عبارت ہے ذات سے۔ سالکوں کی اصطلاح میں **جبروت** مرتبۂ وحدت کو کہتے ہیں جو حقیقت محمّدی ہے اور مرتبۂ صفات سے تعلّق رکھتا ہے۔ انفرادی معانی میں

جبروت یعنی بزرگواری۔ عظمت۔ کبر۔ تکبّر۔ نخوت۔ سرکشی۔ کبریا۔

۱۹۲؎ ملکوت: تصوّف میں عالم ملکوت یعنی عالم فرشتگان۔ عالم ارواح۔ عالم غیب۔ کروبیوں کی دنیا[فلسفہ میں مطلق طور پر عالم مجرّدات]۔ تصوّف میں عالم غیب جو نفوس و ارواح سے خاص ہے۔ جہاں ملکوت سے مراد ہے عالم۔ دنیا۔ جہاں۔

۱۹۳؎ مُلک: عالم شہادت یعنی طبیعی محسوسات کا عالم۔ دنیا کا ظاہر و باطن۔ [انفرادی معانی میں بزرگی۔ عظمت۔ تسلّط۔ پادشاہی]۔

۱۹۴؎ غوث: عارفوں کی اصطلاح میں قُطب کو کہتے ہیں (دیکھئے حاشیہ ۱۸۳)۔ صاحب کشف اللغات نے لکھا ہے کہ غوث قطب کو کہتے ہیں جب وہ ملجا و پناہ ہوتا ہے اس کے بغیر اُسے غوث نہیں کہتے ہیں۔ [انفرادی معنی= مدد کرنا۔ فریاد کو پہنچنا۔ واغوثا کہنا۔ فریادرس۔ بندوں کا فریادرس۔ پناہ گاہ۔ مأمن]۔ غوث ان دو آدمیوں کو بھی کہتے ہیں جو قطب کے دائیں بائیں ہوتے ہیں۔

۱۹۵؎ رُوح اعظم: امر اعلائی حق۔ عقل اوّل۔ جبرئیل علیہ السّلام۔ ملک مقرّب سے بھی اس کی تعبیر ہوئی ہے جو بہت ملائکہ پر مشتمل ہیں جو اللہ کے جُنود (لشکر) ہیں۔ تعریفات جُرجانی (عربی رسالہ ہے سیّد شریف جُرجانی کا لکھا ہوا جس میں فقہا محدّثین، متکلمین اور صرفیوں اور نحویوں اور مفسرین وغیرہ کی شرح و تفصیل بیان کی

ہے) میں آیا ہے کہ **رُوح اعظم** جو رُوح انسانی ہے ذات الٰہی کا مظہر ہے اس کی ربوبیت کی حیثیت سے' اور اسی لئے کوئی اس کا احاطہ نہیں کر سکتا یا اس تک پہنچ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی اس کی کُنہ کو نہیں جانتا اور اس مقصد تک سوائے اس کے اور کوئی نہیں پہنچ سکتا ہے۔ اور وہ عقل اوّل ہے حقیقت محمّدی ہے نفس واحد ہے حقیقت اسمائیہ ہے۔ نیز خلیفۂ اکبر ہے اور نورانی جوہر' جس کی جوہریت' مظہر ذات اور جس کی نورانیت' مظہر دانش' اور جوہریت کے اعتبار سے نفس واحد اور نورانیت کے اعتبار سے **عقل اوّل** کہلاتا ہے۔ اور جس طرح سے عالم کبیر میں رُوح اعظم کے مظاہر اور نام ہیں جیسے عقل اوّل' قلم اعلیٰ' نور' نفس کلّی اور لوح محفوظ وغیرہ' اسی طرح سے انسانی عالم صغیر میں بھی ظہورات و مراتب کے مطابق اہل اللہ کی اصطلاح میں ان کے مظاہر اور نام ہیں جیسے سرّ' خفا' روح' قلب' کلمۂ روع' فؤاد' صدر اور عقل اور نفس۔

۱۹۶ **ترجمہ** : بیشک اللہ تعالیٰ ایک ہی صورت میں دو بار تجلّی نہیں کرتا اور نہ ہی

۱۹۷ **افراد**: سالکوں کی اصطلاح میں **افراد** کی تعداد تین ہے جو حضرت رسالت پناہؐ کی حُسن متابعت کی وجہ سے متحقق ہیں اور انتہائی کمال پانے سے قطب الاقطاب کے دائرے سے خارج ہیں۔ صوفیوں کے نزدیک افراد وہ مرد ہیں جو **قطب** کی نظر سے خارج ہیں۔

۱۹۸؎ **ترجمہ:**

۱۹۹؎ **متصوّف** : وہ جوصوفی کی حیثیت سے اپنی پہچان کرواتا ہے۔ یہ لفظ **تصوّف** سے مشتق ہے اور کبھی مبالغہ کے لئے استعمال میں آتا ہے۔ **متصوّف** یا متصوّفہ کے بارے میں نظر سے گذرا ہے کہ طالبان حق کے دو طایفے ہیں **متصوّفہ** اور **ملامیہ** (ملامیہ کے لئے دیکھئے حاشیہ ۱۷۸)۔ **متصوّفہ** وہ جماعت ہے جو بعض صفات نفوس سے خلاصی پا چکے ہیں اور صوفیوں کے بعض احوال و اوصاف سے متصف ہوئے ہیں اور انتہائی احوال پر مطلع ہوگئے یں لیکن ابھی صفات نفوس کے باقیات تک نہ پہنچے ہوں اور اس لئے اہل قرب اور صوفیوں کے انتہا کے اصولوں سے پیچھے رہ گئے یں۔ گویا **متصوّف** 'صوفیاء کے درجے کے لوگ نہیں ہیں بلکہ اُن سے پیچھے ہیں۔ [متصوّف کی جمع ہے متصوّفہ جیسے صوفیہ جمع ہے صوفی کی۔ کتابوں میں **صوفیون** بھی آیا ہے جو رائج نہیں ہے اور اس سے نادر تر ہے **متصوّفون**۔ البتہ صوفیہ اور متصوّفہ ہی رائج ہے۔ متصوّف کی جمع متصوّفین بھی ہے]

۲۰۰؎ **متشبہ**: وہ جو خود کو صوفیوں کے زُمرے میں اپنی پہچان کرواتا ہو لیکن اُن کے احوال سے خالی ہو اور اطاعت کا پٹہ گردن سے اتار دیا ہو اور کہتا پھرتا ہو کہ شریعت کے احکام کی بندگی کرنا عوام کا فرض ہے

کیونکہ وہ ظاہر پر نظر رکھتے ہیں جب کہ خواص اور اہل حقیقت کا حال ان سے عظیم تر ہے کہ یہ ظاہری رسوم میں مقیّد نہیں رہتے۔

۲۰۱ **عالم عقلی** : فلسفی تین عالموں کے قائل ہیں۔ **عالم عقل** جو کبھی عالم خارج کے مقابل میں ہے اور اس صورت میں مراد ہے **عالم ذہن** سے اور کبھی **عالم مادہ** یا **نفس** کے مقابلے میں ہے، جس سے **عالم عقول مجردہ** مراد ہے اور یہ عالم مادہ و نفس کے مقابلے میں ہے۔ دوسرا عالم اُن کے خیال میں ہے **عالم نفس** جو کبھی نفس انسان اور کبھی نفسانی قوا کا عالم ہے اور کبھی اس سے مراد ہے **نفوس فلکی** اور کواکب۔ تیسرا عالم ہے **عالم جرم** جو کہ عالم مادہ ہے جس میں فلکی، ارضی، زمان اور زمانیات شامل ہیں۔

۲۰۲ **عالم رُوحی** (یا رُوحانی): **عالم اشباح برزخی** ۔ بعض فلسفیوں کا عقیدہ ہے کہ **مجردات** (یعنی عقول و نفوس) اور مادیات کے درمیان ایک عالم ہے جسے **عالم اشباح** کہتے ہیں اور وہ روحانیات اور جسمانیات کے درمیان برزخ ہے۔

۲۰۳ **عالم نفسی** (یا نفس): جہاں نفوس (عالم عقلی کے مقابلے میں)۔ عالم حسّی۔

۲۰۴ **عالم طبیعی**: **عالم شہادت** جو مجرّدات و عقول کے مقابلے میں ہے [**عالم شہادت** = عالم جسمانی و اجسام و مادیات ہے جسے

عالم ملک و ناسوت بھی کہتے ہیں اور **عالم خلق** جو عالم مادّی سے عبارت ہے جیسے افلاک و عناصر و موالید اور اسے **عالم ملک** بھی کہتے ہیں]

۲۰۵ **عالم جسمانی**: عالم طبعیت و مادّہ۔

۲۰۶ **عالم عنصری**: اس سے مراد ہے عالم عناصر و جسمانیات جسے **عالم عنصر** کہتے ہیں۔

۲۰۷ **عالم مثال**: یہ عالم **عالم اجسام** کی بہ نسبت زیادہ لطیف (نازک) ہے اور جو کچھ اس عالم میں دکھائی دیتا ہے اس کی نظیر عالم مثال میں موجود ہے۔ اسے **عالم مقدار** بھی کہتے ہیں۔

۲۰۸ **عالم خیال**: عالم عقل و معقولات۔ اسے **عالم ربوبی** بھی کہتے ہیں۔

۲۰۹ **عالم برزخ**: مقام ارواح جو موت اور قیامت کے درمیان میں ہے۔

۲۱۰ **عالم حشریہ**: حشر کا عالم۔ قیامت کا عالم۔

۲۱۱ **عالم جنّات**: جنّتوں کا عالم جن میں جنّتی رہیں گے۔

۲۱۲ **عالم جہنّمیہ**: جہنّم کے عوالم جن میں دوزخی اور جہنمی ہونگے۔

۲۱۳ **عالم اعراف**: جنّت اور جہنّم کے بیچ کا عالم۔

۲۱۴؎ **عالم رؤیت:** یعنی رؤیت الٰہی کا عالم۔ دیدار الٰہی کا عالم

۲۱۵؎ **عالم صُوری:** یہ دنیا۔ یہ جہان جسے **عالم کون و فساد** بھی کہا جاتا ہے۔

۲۱۶؎ **عالم جمالی**

۲۱۷؎ **عالم جلالی** یہ تینوں عالم صفات الٰہی سے تعلق رکھتے ہیں

۲۱۸؎ **عالم کمالی**

۲۱۹؎ **عالم غیب:** جہان باطن۔ جہان آیندہ (عالم شہادت کے مقابلے میں)۔ وہ عالم۔ مراد ہے **جہان معقول** اور **جہان مجرّدات نوریہ** جو **عالم شہادت** سے غایب ہیں اور مراد ہے عالم عقول و مجرّدات اور اسماء و صفات حق تعالیٰ۔ عالم آخرت کو بھی عالم غیب کہتے ہیں۔

۲۲۰؎ **عالم شہادت:** جہان جسمانی و اجسام و مادیات جسے عالم ملک اور ناسوت بھی کہتے ہیں اور عالم خلق جو عالم مادّی جیسے افلاک و عناصر اور موالید سے عبارت ہے جسے **عالم ملک** بھی کہتے ہیں۔ یہ دنیا جو دکھائی دیتی ہے اور محسوس کی جاتی ہے۔

۲۲۱؎ **ترجمہ:** ''وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا وہی بڑا مہربان رحم والا ہے'' ترجمہ **مولانا اشرف علی تھانوی** (سورۂ الحشر' آیت ۲۲)

۲۲۲؎ **ذات:** صاحب۔ مالک۔ دارا۔ خداوند۔ بمعنی ہستی۔ ہر چیز

کی حقیقت۔ ہر شی کا نفس۔ سالکوں کی اصطلاح میں تمام صفات کے اعتبار سے ذات کو واحد کہتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہستی ہستیوں میں آشکار تر ہے کہ وہ خود سے پیدا ہے اور موجودات کی پیدائش یا ظہور اسی سے ہے کیونکہ :**الله نور السمٰوات و الارض** [اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے]۔ اس کی ہستی کی دلیل حقیقت میں خود اس کے سوا نہیں کیونکہ کسی قسم کی کثرت کو اس کی ہستی میں راہ نہیں اور اس کی دلیل ناگزیر ہے۔ ذات کے اور بھی معنی ہیں وجود۔ ذات واجب۔ ذات باری۔ ھویّت حق۔ کُنہ۔ حقیقت۔ معنی۔ ماہیت۔ جبلّت۔ فطرت۔

۲۲۳؎ **صفات**: یعنی صفات باری تعالیٰ جو اس کی ذات میں بسیط ہیں اور ممکنات میں مرکّب۔ یعنی جب ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عالم ہے، قادر ہے، مرید ہے تو نفس علم اور قدرت اور ارادہ کو **صفت** کہتے ہیں۔ یعنی بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ کے صفات اُس کی نفس ذات سے پھوٹ نکلتے ہیں اور اس کی ذات ان صفات کے پھوٹ نکلنے کے لئے کافی ہے۔ اللہ قادر ہے اس سے قدرت پھوٹ پڑتی ہے۔ رحمٰن ہے اس سے رحمانیت پھوٹ پڑتی ہے علیٰ ہذا القیاس۔ یہ عمل اس کی ذات جل جلالہ سے الگ نہیں بلکہ اسم اور صفت دونوں جاری وساری ہیں بیک وقت۔

۲۲۴؎ **اسماء**: اسم کی جمع۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے نام۔

۲۲۵؎ **وحدت**: یگانہ ہونا۔ یکتائی۔ تنہائی [صوفیوں کے نزدیک

وحدت کے معنی ہیں تعیّن اوّل جو **حقیقت محمّدی** ہے ﷺ] ایک ہونا۔واحد ہونا۔

۲۲۶؎ **کثرت:** فراوانی۔افزونی۔زیادہ ہونا(کم کے مقابلے میں)لوگوں کا ہجوم۔دنیوی علایق۔موجودات عالم کی فراوانی۔ذات حق کی تجلّی‘امکانی مظاہر کے مراتب میں اسماءوصفات کا اظہار کرنے کے لئے ۔اوراسی لئے کثرت کے لباس میں جلوہ گر ہے۔

۲۲۷؎ **امامین:** لفظی معنی دوامام۔غوث کے دائیں اور بائیں طرف جودوآدمی ہوتے ہیں اُنہیں **امامین** کہتے ہیں۔دائیں طرف کے آدمی کی نظر **ملکوت** میں ہوتی ہےاور بائیں طرف کے آدمی کی **عالم ملک** پر۔

۲۲۸؎ **اولیاء اربعہ:** چار اولیاء جن سے چار **اوتار** مراد ہیں اور جن کی منزل شمال مشرق اورجنوب مغرب میں ہے۔مغرب میں **عبد الحلیم** ہیں مشرق میں **عبد الحی**‘شمال میں **عبد المجید** اورجنوب میں **عبد القادر** ۔ان چاروں اقطاب کی برکت سے سارے عالم کی محافظت اور آبادی ہے۔چار اوتار وہ اولیاء حضرات ہیں جودنیا میں ہمیشہ برقرار ہیں اوراگر ان میں سے ایک کی موت ہوجائے تو اس کی جگہ دوسرا آجاتا ہے۔صوفیانہ اصطلاح میں اوتار اولیاءاللہ کی وہ جماعت ہے جورتبہ کے لحاظ سے اقطاب سے نیچےاوردوسرے رتبوں میں بالاتر ہیں۔

۲۲۹ **سات ابدال** : صلحاء اور خاصان خدا کی معلوم تعداد جن سے کہتے ہیں کہ زمین ہرگز اور کبھی خالی نہیں رہتی اور دنیا ان سے برپا ہے اور جب ان میں سے ایک کی وفات ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے کو لے آتا ہے تاکہ تعداد جو ایک قول کے مطابق سات اور ایک قول کے مطابق ستّر ہے ہمیشہ پوری رہے۔ یہ قوم اُن رازوں سے واقف ہے جو اللہ تعالیٰ نے کواکب کی منزلوں اور حرکتوں میں رکھے ہیں اور اسماء میں اسماء صفات کے حامل ہیں۔ ان کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ ان کی کوئی اولاد یا نرینہ اولاد نہیں ہوتی۔ جو ابدال کی تعداد ستّر بتلاتے ہیں ان کے بقول چالیس **شام** کے ملک میں ہیں اور تیس زمین کی دوسری جگہوں پر ہیں۔ اور جو یہ کہتے ہیں کہ ابدال کی تعداد صرف سات ہے ان کے بقول ان سات کے ہمراہ دو **قطب** اور ایک **فرد** بھی ہیں اور سات اقلیموں میں سے ہر اقلیم ان سات ابدال حضرات سے قایم ہے اور ہر ایک پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر کا بدل ہے۔ چنانچہ پہلا **حضرت خلیل** کا بدل ہے اور اقلیم اوّل کا محافظ ہے۔ دوسرا **حضرت موسیٰ** کا بدل ہے اور اقلیم دوّم کا نگہبان ہے۔ تیسرا **حضرت ہارون** کا بدل ہے اور تیسری اقلیم کا پاسبان ہے۔ چوتھا **حضرت ادیس** کا بدل ہے اور وہ چوتھی اقلیم کا نگاہدار ہے۔ پانچواں **حضرت یوسف بن یعقوب** ہے جو پانچویں اقلیم کی حراست کرنے والا ہے۔ چھٹا **حضرت عیسیٰ بن مریم** ہے جو چھٹی اقلیم کا حامی

ہےاور ساتواں **حضرت ابو البشر آدم** ہےاور ساتویں اقلیم کا رکھوالا ہے۔ فارسی میں ان کو **ھفت مرد' ھفت مردان' اخیار' مردان نیک' نیک مردان' مردان خدا' ھفت تنان** اور **سرھنگان درگاہ حق** بھی کہتے ہیں۔

۲۳۰؎ **عشرۂ مبشرّہ: دہ یار بھشتی** یعنی وہ دس سعادتمند اصحاب رسولؐ جنہیں رسول خداؐ نے جنّتی ہونے کی بشارت دی۔ ان کے اسماء مقدّس یہ ہیں: حضرت صدّیق اکبر ابو بکرؓ حضرت فاروق اعظم عمرؓ حضرت عثمان ذو النّورین ' حضرت علی مرتضیٰؓ حضرت زبیرؓ حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ حضرت سعید ابن زیدؓ حضرت طلحہؓ حضرت عبد الرّحمن ابن عوفؓ حضرت ابو عبیدہ ابن الجراح رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

۲۳۱؎ **بارہ بُرج:** یعنی بُرج حمل' بُرج ثور' بُرج جوزا' بُرج سرطان' بُرج اسد' بُرج سنبلہ' بُرج میزان' بُرج عقرب' بُرج قوس' بُرج جدی' بُرج دلو اور بُرج حوت۔

۲۳۲؎ **اکوان:** کون کی جمع یعنی وجود۔ ہستیاں۔ موجودات عالم۔ دُو کون یعنی زمین و آسمان۔ عالم جسمانی و عالم رُوحانی۔

۲۳۳؎ **ابو الحسن علی ابن عثمان ھجویریؒ** نے **کشف المحجوب** میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ جلّ جلالہ کی دربار کے سرہنگوں (سرداروں) کی تعداد تین سو ہے جنہیں **اخیار** کہتے ہیں اور

چالیس اور ہیں جنہیں ابدال کہتے ہیں۔ سات اور ہیں جو ابرار کہلاتے ہیں اور چار اور جن کو اوتار کہتے ہیں اور تین اور ہیں جو نقیب کہلاتے ہیں۔ اور ایک ہوتا ہے جو قُطب کہلاتا ہے جسے غوث کہتے ہیں۔

۲۳۴ افراد: دیکھئے حاشیہ ۱۹۷

۲۳۵ قطب: دیکھئے حاشیہ ۱۸۳

۲۳۶ فتوّت: سخاوت۔ کرم۔ بخشندگی۔ مروّت۔ جوانمردی۔ مردانگی۔ تصوّف کی اصطلاح میں فتوّت کے معنی ہیں کہ لوگوں کو رنج نہ پہنچایا جائے۔ جو موجود ہو اس میں سے سخاوت کی جائے۔ شکوہ و شکایت ترک کی جائے۔ تمام دنیا کے لوگوں میں خود کو سب سے پست تر جانا جائے۔ بعض مفسرین نے فتوّت کو بُت شکنی کہا ہے۔ ہر شخص میں ایک بُت ہے جو اس کا نفس ہے اور جس نے اپنے نفس کی مخالفت کی حقیقت میں وہی جوانمرد ہے۔ فتوّت کے تین درجے ہیں۔ اوّل سخاوت کہ جو کچھ پاس ہو کسی سے نہ روکے۔ دوّم صفا کہ سینے کو کبر اور بغض و حسد سے پاک کرے اور سوّم وفا کہ لوگوں سے بھی کرے اور اللہ سے بھی۔ اور کمال فتوّت یہ ہے کہ ہر حال میں اپنی رضا پر فوقیت دے دوسروں کی رضا کو اور اپنے رنج اٹھانے میں دوسرے کی راحت مقصد ہو۔ (حاشیہ ۱۲۶ بھی دیکھئے)

۲۳۷ ختم خاص: خاص درجۂ آخر۔

۲۳۸ تینوں ختم: سے غالباً مراد ہے اولیاءؔ اقطابؔ اور افراد۔

۲۳۹ ؎ **مجذوبین**: مجذوب کی جمع۔ مجذوب یعنی جذب کیا ہوا۔ خود سے چھینا گیا۔ **تصوّف** میں وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے چنا ہو اور پاک کیا ہو اور وہ شخص بغیر کسی رنج اور جد و جہد اور کوشش کے تمام مقامات اور عالی مرتبوں پر پہنچا ہو۔ آدمیوں میں سے جب کسی کو جذبۂ حق پہنچتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی دوستی میں عشق کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ اس حال سے لوٹ کے نہیں آتا اور اسی مرتبۂ عشق میں زندگی گذارتا ہے اور اسی مرتبہ میں رہ کر اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔ ایسے شخص کو مجذوب کہتے ہیں۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو مذکورہ حال سے لوٹ آتے ہیں اور خود سے باخبر ہو جاتے ہیں۔ اگر **سلوک** اختیار کریں اور سلوک کو مکمل کریں گے تو **مجذوب سالک** کہلائیں گے اور اگر پہلے سلوک اختیار کریں گے اور سلوک کو مکمل کریں گے اور پھر اس کے بعد جذبۂ حق اُن کو پہنچے گا تو ایسے لوگ **سالک مجذوب** کہلائیں گے۔

۲۴۰ ؎ **رجال غیب**: مردانِ غیب۔ **مردان خدا** کی ایک جماعت جو دنیا کے لوگوں کی نظر سے پوشیدہ ہیں اور دنیا اُن کے وجود سے قایم ہے۔ **نُجباء** (جمع نجیب۔ نجباء وہ چالیس آدمی جن کے ذمّہ بندوں کے امور و احوال کی اصلاح کردی گئی ہے اور لوگوں کے حقوق میں تصرّف کرتے ہیں۔ بعض مفسرین کے بقول نجباء کی تعداد سات ہے جنہیں رجال الغیب کہتے ہیں) [**رجال** جمع ہے رجل کی یعنی مردان بزرگ، نامدار

مرد۔ کامل مرد۔ لایق اور برگزیدہ مرد]۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ **رجال الغیب** کی تعداد دس ہے اور اس تعداد میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی۔ یہ ہمیشہ تجلّی الٰہی سے مغلوب رہتے ہیں۔ غیب سے ہی ان کو علم بھی حاصل ہوتا ہے اور رزق بھی۔

[۲۴۱] **ضنائن الله** : اللہ تعالیٰ کے خاصان خلق۔ حدیث میں آیا ہے: "**ان اللہ تعالیٰ ضنائن من خلقه یحییهم فی عافیة و یمیتهم فی عافیة**"

[بیشک لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے خاص لوگ ہیں جن کی زندگی عافیت سے معمور ہے اور جن کی موت بھی عافیت کے ساتھ ہوتی ہے]۔ کہا گیا ہے کہ **ضنائن** حضرت حق عزّ اسمہ کی بارگاہ کے مخصوص بزرگوار ہیں اور وہ ایسے لوگ ہیں جن کو وہ "او تقدست اسمائیہ" اُن سے ظاہر کرنے اور اُن کو تمام عام لوگوں میں شمار کرنے سے باز رہتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُن کا قرب ورتبہ بہت ہی بلند ہے اور وہ آفرینش کے نفالیس میں شمار ہوتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "**ان للہ ضنائن من خلقه البسهم النور الساطع یحییهم فی عافیة و یمیتهم فی عافیة**"
بیشک لوگوں میں اللہ کے ضنائن ہیں جن کے لباس سے نور پھوٹتا ہے اور جن کی زندگی عافیت سے گذرتی ہے اور موت بھی جن کی عافیت کے ساتھ ہوتی ہے۔

۲۴۲؎ **اخیار:** سالکوں کی اصطلاح میں اخیار سات آدمیوں کو کہتے ہیں تین سو چھپن مردان غیب میں سے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ انہیں ابرار بھی کہتے ہیں۔

۲۴۳؎ **حضرت شیخ کتّانی:** ابو بکر کتانی رحمۃ اللہ علیہ شیخ مکہ تھے۔ ورع و پرہیز گاری اور زہد و معرفت میں یگانہ اور حجاز کے اکابر مشائخ میں سے تھے۔ طریقت میں آپ صاحب تصنیف ہیں۔ ولایت میں صاحب مقام، فراست میں صاحب، عمل اور معرفت میں آپ نے حضرت **جنید بغدادیؒ**، **ابو سعید خزاریؒ** اور **ابو الحسین نوریؒ** کی صحبت پائی تھی۔ آپ کو **چراغ حرم** کہتے تھے اور **مکہ** کے مجاور تھے۔ وفات پانے کے وقت تک اوّل شب سے آخر تک نماز پڑھی اور ختم قرآن کیا کرتے تھے۔ طواف میں بارہ ہزار ختم قرآن کئے تھے۔ حرم شریف میں تیس سال تک پرنالہ کے نیچے بیٹھے رہے اور اس مدّت میں مطلق نہ سوئے۔ ابو بکر کتانیؒ نے فرمایا ہے کہ تصوّف سراسر خوش خلقی ہے۔ جس کی خوش اخلاقی زیادہ ہے اس کا تصوّف بھی زیادہ ہے☆ فرمایا: محبّت محبوب کے لئے ایثار کو کہتے ہیں☆ فرمایا: عبادت کے ۷۲ حصّے ہیں۔ ان میں سے ۷۱ حصّے اللہ سے حیا کرنا ہے☆ (**تذکرۃ الاولیاء عطّار**، جلد۲ص ۱۰۱تا۱۰۵)

۲۴۴؎ **نقباء:** جمع نقیب۔ صوفیانہ اصطلاح میں وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے باطن کی پوشیدہ باتوں کو جھانکتے ہیں اور لوگوں کے ضمیر کی چھپی

باتیں ان پر آشکار ہیں کیونکہ ان حضرات کے باطن کی آنکھوں سے پردہ ہٹا دیا گیا ہوتا ہے۔ان کی تعداد تین سو ہے۔ یہ حضرات اولیاء اور رجال الغیب میں سے ہیں جو بندوں کی دستگیری کرنے پر مامور ہیں۔

۲۴۵ نجباء: جمع نجیب۔صوفیانہ اصطلاح میں اُن چالیس آدمیوں کو کہتے ہیں [یا بقول حضرت شیخ ابوبکر کتانی اُن ستر آدمیوں کو جیسے کہ متن کتاب میں نور الدین جعفر بدخشی نے لکھا ہے] جو لوگوں کے حالات کی اصلاح کرنے اور اُن کا بوجھ اٹھانے اور لوگوں کے حقوق کی حفاظت پر مامور ہیں۔

۲۴۶ بُدلاء: بدیل کی جمع۔[بدیل = ہر وہ چیز جو دوسرے کی جگہ پر ہو۔کسی چیز کا بدل یا عوض۔اس کی جمع ابدال بھی ہے] بُدلاء اولیاء اللہ کی ایک جماعت ہے جن کی تعداد ساری دنیا میں کل سات ہے (یا بقول حضرت شیخ ابوبکر کتانی چالیس جیسے کہ اُن کے بقول اس کتاب میں آیا ہے)اور یہ بُدلاء ابدال سے سوا ہیں کیونکہ ابدال کی کل تعداد سارے عالم میں ستر ہے۔(حاشیہ ۲۵۳ بھی ملاحظہ فرمائیں)

۲۴۷ اخیار: دیکھئے حاشیہ ۲۴۲۔[لفظی معنی ہے نیک لوگ۔ برگزیدہ لوگ۔نیک تر لوگ۔ خیّر کی بھی جمع ہے یعنی بہت خیر والے لوگ۔نیکوکار اور دیندار حضرات]

۲۴۸ عُمُد: عماد کی جمع [عماد = وہ ستون جس پر گھر استوار ہوتا

ہے]۔ سالکوں کی اصطلاح میں چار اطراف کے محافظ جن پر اطراف عالم کی استواری کا دارومدار ہے۔

۲۴۹ غوث: دیکھئے ۱۹۴ اور ۱۸۳

۲۵۰ **مغرب**: زمین کے مغرب میں سارے ملک۔ اسلامی ادباء کی تحریروں میں بیشتر **مراکش اور الجزایر و ٹیونس** اوران ممالک کے اطراف سے مراد ہے۔ [لفظی معنی = ستارہ یا سورج کا غروب۔ کرۂ زمین کا وہ حصہ جو مغرب میں ہے۔ غروب آفتاب کا وقت]

۲۵۱ **قدس** .... برہ: [جملۂ فعلیہ دعائیہ ہے] اس کی قبر پاکیزہ رہے۔ اس کی خاک مقدس رہے! اور زیادہ کرے خداوند ہمارے حق میں اُس کی نیکیوں کو!

۲۵۲ **مسافر مقیم و مقیم مسافر** : سفر میں رہنے والا وہ عارف جو بیک وقت سفر میں بھی ہو اور ریاضت و مجاہدہ پر بھی قایم ہے۔ اسے **مسافر مقیم** کہتے ہیں اور وہ عارف جو ایک جگہ قیام کر کے دل میں سفر مجاہدہ و ریاضت کرنے میں مشغول رہے **مقیم مسافر** کہلاتا ہے

۲۵۳ **غزل کا ترجمہ** : تو **کاف** کے ہیروں کی کان ہے اور **نون** کا لعل درخشان۔ کاف و نون کا کیا ذکر؟ کہ تم کاف و نون سے بھی برتر ہو۔ [**کاف** سے مراد ہے **کون** اور **نون** اسی لفظ کون کی نون ہے اور مجموعاً کاف و نون سے مراد ہے **کون** یعنی دنیا۔ عالم۔ بلکہ **نون والقلم** سے بھی

مراد ہے دنیا کیونکہ قلم اور دوات اور لکھنا اور پڑھنا سب دنیا کے لوازمات میں سے ہیں] ☆ اس گردش کرنے والے گنبد (یعنی آسمان) کے محیط کا مرکز تم ہی ہو۔ صُفّہ اسرار کی صفا کا ستون تم ہی تو ہو ☆ آفتاب جلال کی روشنیوں کے طلوع ہونے کا آسمان تیری ہی ذات کے ارد گرد گھومتا ہے ☆ ابدی کمالات کے اسرار کا ظہور تجھ سے ہے اگر چہ خازن اسرار (اسرار کا خزانچی) کا خزانہ خود تم ہو [مخزون = خزانے کا مال] ☆ تیرے ہی پردۂ حُسن سے غیرت کا قبّہ وجود میں آ گیا اور تم ہی وہ پوشیدہ موتی ہو جو علم کے صدف میں موجود ہو ☆ سدرۂ قدیم پر تیری ہی عزّت کا جھنڈا گاڑ دیا گیا ہے۔ اور اہل صفا کی صفوں میں تم کوئی آج ہی عزیز نہیں ہو [سدرہ سے مراد ہے ساتواں آسمان۔ سدرۃ المنتہٰی] ☆ لاہوت کے مخزن کو دیکھنے کی طاقت جو کون و مکان میں نہ تھی، وہ مخزن تو تم ہی ہو ☆ اے علائی! اگر اس حال سے تم کو حیرت ہے تو امید کو قطع نہ کر کہ تم وقت پر انحصار رکھتے ہو ☆ [**لاھوت** = عالم امر۔ عالم معنوی۔ عالم غیب] ☆

۲۵۴؎ **امام زین العابدین** : حضرت علی ابن حسین ابن علیؓ ابن ابو طالب ملقّب بہ زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ شیعوں کے چوتھے امام ہیں۔ سال ۳۸ھ میں آپ کی ولادت ہوئی اور سال ۹۴ھ میں آپ نے **مدینہ** میں وفات پائی۔ بردباری اور تقویٰ میں مثال تھے اور پوشیدہ طور پر صدقہ دینے میں بے نظیر۔ آپ کو **علی اصغر** بھی کہتے ہیں اور کبھی

علی اوسط بھی تا کہ آپ کے اور آپ کے برادر **علی اکبر** کے درمیان اشتباہ نہ ہو جائے۔آپ **ایران** کے بادشاہ **یزدگر ابن ہُرمزان** کی بیٹی **شہر بانو یا سلافہ یا سلامہ** کے بطن سے تھے جو **حضرت علی** کرم اللہ وجہہ کی بیوی تھیں۔بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ آپ (امام زین العابدین) کی ولادت جمعہ کے روز سال ۳۸ھ میں ہوئی۔عبادت کی کثرت کی راہ سے آپ کو **زین العابدین** کہا گیا۔بعضوں نے آپ کا سال وفات ۹۲ھ لکھا ہے اور بعضوں نے سال ۹۹ھ۔آپ مزار بقیع میں مدفون ہوئے۔

۲۵۵ **ترجمہ:** نصیب کرے اللہ تعالیٰ ہمیں کمال توبہ محمّد ﷺ اور اُن کے تمام اہل خاندان کے طفیل!

۲۵۶ **تجلّی ذات ' تجلّی صفات ' تجلّی افعال**

تجلّی یعنی ظہور ذات وصفات الُوہیت۔تجلّی تین قسم کی ہے تجلّی ذات' تجلّی صفات اور تجلّی افعال۔پہلی تجلّی جو سلوک کے مقامات میں سالک پر ہوتی ہے وہ **تجلّی افعال** ہے اس کے بعد **تجلّی صفات** اور پھر اس کے بعد **تجلّی ذات**' کیونکہ افعال' صفات کے آثار ہیں' اور صفات' ذات کے تحت ہیں۔اس لئے' صفات سے زیادہ افعال ہی لوگوں کے نزدیک ہیں اور صفات' ذات سے زیادہ نزدیک۔تجلّی افعال کے شہود کو **محاضرہ** کہتے ہیں' تجلّی صفات کے شہود کو **مکاشفہ** کہتے ہیں اور تجلّی ذات کے شہود کو **مشاہدہ**۔

[**تجلّی** کے لفظی معنی ہیں ظاہر اور منکشف ہونا۔ روشن ہونا۔ پیدا ہونا جلوہ دکھانا یا جلوہ گر ہونا۔ روشنی، تابداری، رونق، نمایش، جلوہ، آشکار۔ عرفانی معانی میں نُورِ الٰہی کا غلبہ جیسے حضرت موسیٰؑ پر ہوا جس سے وہ بیہوش ہو گئے]۔

نجم الدین ابو بکر رازی معروف بہ دایہ اپنی مشہور تصنیف **مرصاد العباد** میں لکھتے ہیں کہ حضرت خداوند کی تجلّی دو طرح کی ہے تجلّی ذات اور تجلّی صفات۔ تجلّی ذات بھی دو نوع کی ہے **تجلّی ربوبیت** اور **تجلّی الوھیت** ۔ تجلّی ربوبیّت **موسیٰ** کو تھی علیہ السّلام۔ پہاڑ اُن کا طفیلی تھا اور وہ پہاڑ کے طفیلی نہ تھے۔ پہاڑ کے حصّے میں ٹوٹ پھوٹ تھا اور موسیٰؑ کے نصیب میں بے ہوشی۔ حق تعالیٰ نے ربوبیّت سے تجلّی کی موسیٰؑ اور پہاڑ کا وجود رہ گیا گو کہ پہاڑ پارہ پارہ ہو گیا اور موسیٰؑ بیہوش ہو کر گر پڑے لیکن حضرت ربوبیّت پالنے والے اور مالک ہیں اُن کے وجود کو باقی رکھا۔ **تجلّی الوھیت** حضرت محمّد کو تھی علیہ الصلوٰۃ کہ محمّدی وجود کو مٹا دیا اور محمّدی ہستی کے عوض ذات الوہیت کا وجود اثبات فرمایا۔ یہ سعادت انبیاء میں سے کسی اور کو نہیں دی گئی۔ **تجلّی صفات** بھی دو طرح کی ہے **تجلّی صفات جمال** اور **تجلّی صفات جلال** ۔ اگرچہ تخمِ تجلّی ابتداء میں آدمؑ کی طینت میں پڑا لیکن **موسیٰؑ** کی ولایت میں سبزہ نکلا اور **محمّد** ﷺ کی ولایت کا اس ثمر کا کمال کو پہنچا اور دنیا کے مٹ جانے تک بلکہ ابد الآباد

تک اس سعادت کے خوشہ چین اسی ثمر اقبال سے تناول کرتے ہیں۔

۲۵۷ **ذوق**: صوفیاء کے نزدیک اس **مستی** سے عبارت ہے جو عاشق کو عشق کی شراب چکھنے سے ہوتی ہے اور وہ شوق ہے جو محبوب کا کلام سننے اور اس کا دیدار کرنے سے اُسے حاصل ہوتا ہے جس کے نتیجے میں عاشق وجد میں آجاتا ہے اور اس وجد سے وہ بیخود اور بے شعور ہوکر محو مطلق ہوجاتا ہے۔ اس طرح کے حال کو ذوق کہتے ہیں۔ **عبدالرزاق کاشی** نے **اصطلاحات الصّوفیہ** میں لکھا ہے کہ ذوق **شہود حق** کے اولین درجات میں سے ہے جو حق کی طرف جاتے ہیں کمترین عرصے میں بجلی کی طرح۔ اور اگر لمحہ بھر موقوف رہے تو **مقام شہود** کے وسط میں پہنچے گا۔

۲۵۸ **شُرب** : تصوّف کی اصطلاح میں **طاعت** کی حلاوت اور **کرامت** کی لذّت اور اُنس کی راحت۔ **کمال الدّین ابو الغنائم** نے **اصطلاحات صوفیہ** میں لکھا ہے کہ ذوقِ شہودِ حق کے حق کی طرف جانے والے درجات میں سے اوّلین درجہ ہے پے در پے بجلیوں کے دوران کمترین درنگی کئے بغیر برقی تجلیوں میں۔ جب ایسی حالت بڑھ جاتی ہے اور مقام شہود کے وسط میں پہنچ جاتی ہے تو اس حالت کو **شُرب** اور پینے سے تعبیر کرتے ہیں اور جب نہایت کو پہنچتی ہے، تو اسے ری اور سیرابی سے تعبیر کرتے ہیں۔

۲۵۹ **تنزلات**: تنزل کی جمع۔ نزول ہونا۔ نازل ہونا۔ درجات

نزول۔

۲۶۰؎ **ترجمہ:** اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا اور اس میں تجلّی کی۔
مرصاد العباد کے مصنّف نے **وتجلی فیہ** کی جگہ **فتجلی فیہ** لایا ہے
یعنی ''پس اس میں تجلّی کی۔''

۲۶۱؎ **ترجمہ:** اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔
(اور ایک روایت کے مطابق) رحمٰن کی صورت پر۔

۲۶۲؎ **انسان کبیر:** جہان۔ عالم

۲۶۳؎ **موجد:** ایجاد کیا گیا۔ ایجاد کیا ہوا۔ یہاں پر مراد ہے مخلوق

۲۶۴؎ **مُحیی:** احیاء کرنے والا۔ زندہ کرنے والا۔

۲۶۵؎ **قدیر:** توانا۔ اللہ تعالیٰ کا ایک نام۔ قدرت والا۔ قادر۔
طاقتور۔ [**ان اللہ علی کل شیئی قدیر** = اور بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر
قدرت رکھتا ہے قرآن]

۲۶۶؎ **حی:** اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے یعنی زندہ جاوید۔

۲۶۷؎ **مبقی:** اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے یعنی باقی رہنے
والا ہمیشہ کے لئے۔

۲۶۸؎ **علیم:** اللہ تعالیٰ کے صفات میں سے ایک صفت یعنی دانا
۔ جاننے والا۔

۲۶۹؎ **مُرید:** اللہ تعالیٰ کے صفات میں سے ایک صفت یعنی

چاہنے والا۔ ارادہ کرنے والا

۲۷۰ **ائمہ اسماء الله** : اس اصطلاح کے بارے میں صاحب **کشف المحجوب** ابوالحسن علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا علم یہ ہے کہ جان لیا جائے کہ اس کی صفات اُس سے موجود ہیں کہ یہ صفتیں نہ وہ ہے' اور نہ ہی اُس سے جدا ہیں۔ اُس سے قایم ہیں اور وہ خود سے قایم ہے اور دایم۔ جیسے علم اور قدرت اور حیات اور ارادہ اور سمع اور بصر اور کلام اور بقا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **انہ علیم بذات الصدور** (وہ دلوں تک کی باتوں کا جاننے والا ہے۔ الزمر' آیت ۷) اور فرمایا: **واللہ علی کل شیئی قدیر** (اور اللہ تمام چیزوں پر قدرت رکھتا ہے قرآن) نیز فرمایا: **ھو الحی لا اله الا ھو** (وہ زندہ ہے اس کے بغیر اور کوئی خدا نہیں ۔ قرآن) نیز فرمایا:
وھو السمیع البصیر (اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ قرآن) نیز فرمایا: **فعال لما یرید** (وہ جو چاہے سب کچھ کر گزرتا ہے البروج آیت ۱۲)۔ [صفات کے لئے دیکھئے حاشیہ ۲۲۳]

۲۷۱ **تحقیق: اصطلاحات الصوفیه تألیف عبد المرزاق کاشانی** میں آیا ہے کہ صوفیاء کے نزدیک تحقیق کے معنی ہیں اسماء الٰہی کی صورتوں میں حق کا ظہور۔ [عبدالرزاق کاشی یا کاشانی کے لئے ملاحظہ کیجئے حاشیہ ۱۳۷]۔

۲۷۲؎ **صحو** : ہوشیاری۔ مستی سے بیدار ہو جانا۔ مستی سے ہوش میں آ جانا۔ اہلِ تصوّف کی اصطلاح میں **صحو** کے معنی ہیں اوساف اور عادات اور سکُر کا گم اور نابود ہو جانا یعنی سلطان حال کا غلبہ۔ بعضوں نے کہا ہے صحو کے معنی ہیں ترتیب افعال کی طرف لوٹ آنا۔ بعضوں نے لکھا ہے صحو کے معنی ہیں عارف کے احساس کے زوال اور غایب ہو جانے کے بعد پھر سے احساس میں لوٹ آنا۔

۲۷۳؎ **سکُر**: مستی۔ مست ہونا۔ نشہ۔ شراب اور وہ جو مست بنادے۔ عرفانی اصطلاح میں **سکر** کے معنی ہیں مستی اور عبارت ہے قوی دوا کے واسطہ سے غایب رہنے سے۔ یہ ایک نفسانی کیفیت ہے جو انبساط روح کی موجب ہے اور غفلت سے عبارت ہے جو سرور کے غالب آ جانے سے عارض ہوتی ہے۔ غرض جب عشق و محبّت آخرین درجے پر پہنچتے ہیں اور حیوانی و انسانی قواء پر غلبہ پاتے ہیں تو **سکر و حیرت** کی حالت پیدا ہو جاتی ہے اور سالک کو مبہوت و متحیر اور سرگردان کر دیتی ہے۔ کہا گیا ہے کہ سکر اور حیرت اور سرگشتگی جمال محبوب کا مشاہدہ کرنے سے واقع ہو جاتے ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مرحلۂ بیخودی کو مرحلۂ سکُر کہتے ہیں اور اس مرحلہ پر سالک کا نہ کوئی دین ہے نہ عقل نہ تقوٰی اور نہ ادراک۔ وہ فناو نیستی کے مقام میں محو اور شراب طہور سے مست و حیران ہو کر نیستی و پامالی میں خاک بسر رہتا ہے۔[**رسالہ قشریہ۔ فرہنگ علوم عقلی**

دکتر سجادی]

۲۷۴؎ **شہــود:** دیکھنا۔معاینہ۔عیان۔پیدا۔آشکارا۔حضور۔ حاضر آنا۔تصوّف کی اصطلاح میں عبارت ہے حضور دل سے۔اور دل جس چیز پر حاضر ہے اس کا شاہد ہے اور وہ حاضر اس کا **شہــود** ~~ہے~~ اور اگر حق حاضر ہے وہ اس کا شاہد ہے اور اہل تصوّف شہود کو شاہد کہتے ہیں اس لئے کہ دل جس کے لئے حاضر ہے وہ بھی دل کے لئے حاضر ہے۔ **شـاھد** کالفظ اگر صیغۂ واحد میں استعمال ہو تو اہل تصوّف اس سے حق تعالیٰ مراد لیتے ہیں اور اگر صیغۂ جمع میں شواہد کا استعمال ہو تو اس سے مراد ہیں خلق۔سالکوں کی اصطلاح میں حق تعالیٰ کی رؤیت ہے جو کثرتوں کے مراتب اور صُوری موہومات سے عبور کر کے توحید عیانی کے مقام پر پہنچکر تمام موجودات کی صورتوں میں حق کا مشاہدہ کرتا ہے اور غیریت دور ہو کر جو کچھ بھی دیکھتا ہے حق کو دیکھتا ہے۔[**شہـود حق** = صوفی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کے آگے حضور جسے شاہد کہتے ہیں۔شہود حق کو **شہــــــود ذات** بھی کہتے ہیں ☆ **شہود خلق** = صوفی اصطلاح میں مشہود کے پاس حضور ☆ **مفصل میں مـجـمل کا شہود** = صوفی اصطلاح میں عبارت ہے کثرت میں احدیت کی رُویت سے ☆ **مجمل میں مفصل کا شہود** = صوفی اصطلاح میں عبارت ہے ذات احدیت میں کثرت کی رُویت سے ☆ **عـالـم شہود** = مقابل عالم غیب۔صوفی اصطلاح میں عالم موجودات سے ہے] ☆

۲۷۵؎ **مقام محمود** : قابل ستائش مقام۔ اعمال خیر کا درجہ اعلیٰ۔ خاص معنی میں وہ مقام جس پر حضرت رسول خدا ﷺ معراج کی رات میں پہنچے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **ومن اللیل فتھجد بہ نافلۃ لک عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا** [اور کسی قدر رات کے حصے میں سو اس میں تہجد پڑھا کیجئے جو آپ کے لئے (فرض نمازوں کے علاوہ) زائد چیز ہے۔ امید ہے کہ آپ کا ربّ آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا۔] **مقام** کے صوفیانہ معنی ہیں ایک وہ مرتبہ اور منزل جس پر خاص شرایط سے ہی بندہ پہنچتا ہے اور سختی و مشقت کر گذار کر ہی اس پر پہنچنے میں کامیابی پاتا ہے۔ مقام مراتب سلوک کا ایک مرتبہ ہے جو سالک کے قدموں کے نیچے آتا ہے اور اس کے استقامت کرنے کی جگہ بن جاتا ہے اور زوال کے دائرے میں نہیں آتا۔ کوئی شخص جو **مقام** پر ہو اور اس مقام کے اعمال کو جب تک پورا نہ کر لے اور اس مقام سے گذر نہ جائے دوسرے مقام تک ترقی نہیں پاتا مگر اس مقام کے شرایط کی تکمیل کے بعد]

۲۷۶؎ **ترجمہ** : اے اللہ! اس پوری پکار کے رب اور قایم ہونے والی نماز کے رب محمد ﷺ کو وسیلہ عطا فرما اور ان کو فضیلت عطا فرما اور بلند درجہ عطا فرما اور ان کو مقام محمود پر پہنچا جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور ہمیں اُن کی شفاعت نصیب فرما۔ بے شک تو وعدہ خلاف نہیں فرماتا

۲۷۷؎ **تجلّی افعال**: دیکھئے حاشیہ ۲۵۶؎

۲۷۸؎ **اھل وصول**: حق تعالیٰ کے ساتھ پیوست ہونے والے لوگ۔ اصل الٰہی والے لوگ

۲۷۹؎ **شق قمر**: چاند کا شق ہو جانا۔ چاند میں شگاف پڑ جانا۔ یہ معجزۂ رسول خداؐ تاریخ اسلام میں بڑی شہرت رکھتا ہے۔ آپؐ نے ایک روز چاند کی طرف انگلی سے اشارہ کیا اور چاند شق ہو گیا۔

۲۸۰؎ **ترجمہ**: جب نبیؐ نے میرے سینے پر مارا، گویا میں اللہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔

۲۸۱؎ **طی زمان و مکان**: معجزہ و کرامت کی ایک قسم۔ اور وہ یوں ہے کہ زمان و مکان کی وسعتیں بجائے اس کے کہ طے ہوں غیر مرئی روحانی پرواز سے سمٹ جاتی ہیں اور صاحب معجزہ یا صاحب کرامت آنکھ جھپکنے میں ان کو پھلانگ لیتا ہے۔ طی الارض بھی اسی نوع کی کرامت یا معجزہ ہے جس میں صاحب معجزہ یا صاحب کرامت کے قدموں کے تلے زمین کا فاصلہ سمٹ جاتا ہے اور وہ اپنے مقصد تک انتہائی کم وقت میں پہنچ جاتا ہے۔

۲۸۲؎ **لبّیک عبدی**: ''میں حاضر ہوں اے میرے بندے!'' حدیث قدسی ہے [بندے کے خضوع و خشوع کے ساتھ اور زاری و عاجزی سے اللہ کے حضور میں اپنی حاجتیں مانگنے کے جواب میں خدائے رحیم و رحمٰن کا جواب]۔

۲۸۳؎ **ابراهیم علیه السّلام**: بنی سام خاندان کا ایک پیغمبر

جن کا لقب تھا خلیل، خلیل اللہ اور خلیل الرحمٰن ۔ آپ بنی اسرائیل اور عرب مستعربہ اور انبیای یہود کے جدّ اعلیٰ تھے ۔ اسلامی روایات میں آپ کو **آذر بُت تراش** کا فرزند جانا گیا ہے اور **ابن تارخ یا تارح یا ترح** سے معروف ہیں ۔ آپ **حضرت عیسیٰ** علیہ السّلام سے دو ہزار سال پہلے **بابل** کے مشرق میں واقع **کلدہ** کے اضلاع میں سے اور نامی گاؤں میں متولد ہوئے ۔ **حضرت ابراھیم** علیہ السّلام نے اپنے طائفہ کو خدائے واحد کی طرف دعوت دی اور وقت کے گمراہ **بادشاہ نمرود** نے آپ کو آگ میں ڈال دیئے جانے کا فرمان صادر کر دیا لیکن آگ آپ پر ٹھنڈی ہو گئی اور آپ تندرست رہے ۔ **حضرت لُوطؑ** آپ کے برادر زادہ ہیں ۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے **مصر** اور **فلسطین** کا سفر کیا ۔ خانۂ کعبہ کو اللہ کے حکم سے آپ ہی نے بنایا ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو ان کا بیٹا **حضرت اسماعیلؑ** قربان کرنے کا فرمان دیا اور عین عمل قربانی میں آپ کو ایک بھیڑ ذبح کرنے کا حکم دیا ۔ دنیا کے مسلمان ذبیحہ کی اس روایت کو ہر سال حج کے موقعہ پر ذی الحجہ کی دس تاریخ کو جاری رکھتے ہیں ۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے ایک سو ستر سال کی عمر میں وفات پائی ۔ آپ کے دو فرزند تھے ۔ **اسحٰق** علیہ السّلام جو **حضرت سارہ** علیہا السّلام کے بطن سے اور **بنی اسرائیل** کے باپ تھے اور **اسمٰعیلؑ حضرت ھاجرہ** علیہا السّلام کے بطن سے جو **عدنانی عربوں** کے جدّ اعلیٰ ہیں ۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے بارے میں کہا گیا ہے کہ مسجد ابراہیم شہر میں جو شام میں ہے، آپ کا روضۂ شریف ہے۔

۲۸۴ **جبرئیلؑ**: فرشتۂ وحی کا نام۔ فرشتۂ مقرّب کا نام۔ جوہر اوّل۔ طوطی سدرہ نشین۔ طاؤس عرش۔ رُوح القدس۔ رُوح الامین۔ رُوح مکرّم۔ عقل اوّل۔ ناموس اکبر۔ رُوح الاعظم۔ ساقی رُوحانیان۔ رُوح امین وحی۔ **جبرئیلؑ** ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے پیغمبروں کے پاس اللہ کی وحی لے کر جاتے تھے۔ وحی لانے کا فریضہ ۲۳ سال تک **رسول کریم** ﷺ کے لئے انجام دیا اور پھر اس کے بعد جبرئیلؑ کا یہ کام ختم ہو گیا ہمیشہ کے لئے کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبین ہیں اور اُنؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ جبرئیلؑ کا لفظ سات مختلف صورتوں بلکہ لغتوں میں نظر سے گذرا ہے۔

۲۸۵ ترجمہ:

۲۸۶ **عبد اللہ ابن مبارک: خواجہ فرید الدین عطارؒ** نے آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ زین زمان تھے، رُکن امان تھے، امام شریعت و طریقت تھے، امام قلم تھے اور صاحب شمشیر۔ آپ کو شہنشاہ علماء کہا گیا ہے۔ علم اور شجاعت میں نظیر نہیں رکھتے تھے۔ اصحاب طریقت کے محتشموں میں اور ارباب شریعت کے محترموں میں سے تھے۔ بڑے

بزرگ مشائخ سے صحبت تھی اور ان سب میں مقبول تھے۔ آپ کی تصانیف مشہور ہیں۔ آپ کے توبہ کی ابتدا یوں ہوئی کہ ایک کنیز پر فریفتہ ہوئے اور بے چین و بے قرار رہتے تھے۔ ایک رات موسم سرما میں معشوق کے گھر کی دیوار کے نیچے صبح تک انتظار میں کھڑے رہے۔ رات بھر برف گرتی رہی۔ صبح کو جب اذان ہوئی خیال کیا خفتن کی اذان ہے۔ جب دن نکلا جان گئے کہ ساری رات معشوق کے خیال میں غرق تھے۔ خود سے کہا: ''شرم آنی چاہئے تجھے اے مبارک کے بیٹے! کہ اس بابرکت رات کو اپنی حرص کی خاطر کھڑے رہے اور اگر امام نماز میں کوئی لمبی سی سورت پڑھتا تو پاگل ہو جاتے'' فوراً ہی آپ کے دل سے ایک درد سا اٹھا' توبہ کی اور عبادت الٰہی میں محو ہو گئے اور اس درجے تک پہنچے کہ ایک روز آپ کی والدہ باغ میں آ گئیں اور آپ کو سویا ہوا پایا پھولوں کی ایک جھاڑی کے سائے میں اور ایک سانپ نرگس پھولوں کی ایک شاخ کو منہ میں رکھے ہوئے آپ کے چہرے سے مکھیاں ہٹا رہا تھا۔ بغداد میں ایک مدّت تک مشائخ کی صحبت میں رہے۔ اس کے بعد **مکہ** جا کر حرم کی مجاوری کی۔ مرو لوٹ آئے اور وہاں علم حدیث اور علم فقہ پڑھاتے رہے۔ ایک سال حج کرتے تو دوسرے سال جہاد اور تیسرے سال تجارت۔ تجارت کی نفع کو ساتھیوں میں بانٹ دیتے تھے۔ درویشوں کو کھجوریں دیتے اور جو درویش زیادہ کھجوریں کھاتا اُسے ہر گٹھلی کے حساب سے ایک درہم دے دیتے۔ سال ۱۸۱ھ میں مرو

میں رحلت کی۔ **حضرت سفیان ثوری** رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا گیا اور پوچھا گیا کہ "اللہ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟" جواب دیا: "رحمت کی" پوچھا گیا: "**عبد اللہ ابن مبارک** کا کیا حال ہے؟" کہا: "وہ اُن حضرات میں سے ہے جو دن میں دو بار دربار الٰہی میں حاضر ہوتے ہیں۔" رحمۃ اللہ علیہ!

۲۸۷ **حضرت ایّوب صابر** علیہ السّلام: آپ ایک پیغمبر تھے جو رنج و تکلیف کے برداشت کرنے میں مشہور ہیں۔ روایت میں آیا ہے کہ اللہ نے آپ کو بلاؤں میں گرفتار کیا اور آپ کو آزمایا۔ اوّل آپ کا مال لے لیا اور مسکینی میں مبتلا کیا۔ اس کے بعد آپ کے بچے مر گئے اور خود بھی بیمار پڑ گئے اور آپ کے بدن میں کیڑے پڑ گئے۔ تب اللہ تعالیٰ نے آپ کو بخش دیا اور آپ کے پاؤں کے تلے پانی کا ایک چشمہ جاری کر دیا۔ **حضرت ایوب** علیہ السّلام نے چشمے کے پانی سے غسل کیا اور صحت یاب ہو گئے اور یہ چشمہ **عینِ ایوب** سے مشہور ہوا اور اس کے پانی سے جو بھی بیمار نہاتا شفایاب ہو جاتا تھا [ضمناً یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ بخارا (اُزبکستان) میں **چشمۂ ایوب** مشہور سیاحتی جگہ ہے جہاں پانی ابھی بھی روان ہے۔ البتہ چشمے کے اوپر گنبد والی عمارت نذب کی گئی ہے اور چشمے کو باہر سے محصور کر دیا گیا ہے کہ اس کا پانی آلودہ نہ ہونے پائے۔ میں نے اس چشمے کو دیکھا ہے]۔ **صبرِ ایوب** مشہور اصطلاح بن چکی ہے۔ **تورات** میں

حضرت ایوب علیہ السّلام کا ذکر آیا ہے۔قرآن کریم میں بھی حضرت ایوّب علیہ السّلام کا ذکر موجود ہے۔(ملاحظہ ہو سورۂ ص' آیت ۴۱ اور سورۂ الانبیاء' آیت ۸۳)

۲۸۸ ادعونی استجب لکم: ''مجھ سے مانگو میں اجابت کروں گا'' القرآن۔

۲۸۹ متکلم: فلسفی لحاظ سے وہ شخص جو دلیل و برہان سے شرع کا لحاظ کرتے ہوئے اور شرع کے مطابق اشیاء کی حقیقتوں کا ادراک کرتا ہے۔مثلاً شرع کی ظاہری باتوں میں سے یہ بات ہم تک پہنچی ہے کہ آدمی کی قبر میں پوچھ تاچھ ہوگی۔متکلّم اسی ظاہر کو بنیاد بناتا ہے اور اس کی تحقیق کرتا ہے اور اس پر غور و فکر کرتا ہے اور ہر دلیل و برہان جو وہ اس بارے میں لائے یا دریافت کرے گا وہ شرع کے مطابق ہونی چاہئیے۔[متکلّم کے اور بھی معنی ہیں: بات کرنے والا۔اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت]

۲۹۰ عرض: فلسفی نکتۂ نظر سے وہ چیز جو جوھر سے قایم ہو اور خود اس چیز کا کوئی مستقل وجود نہ ہو مثلاً کاغذ پر حروف۔حروف کا وجود کاغز سے ہے اس لئے حرف عرض ہے اور کاغذ جوھر۔[عرض کے اور بھی معنی ہیں ساز و سامان۔علّت۔بیماری۔بے دوام]۔

۲۹۱ مسخ: فلسفی لحاظ سے رُوح انسانی کا بدن سے الگ ہو جانے کے بعد' حیوانی بدن کے ساتھ تعلق۔بدصورتی میں کسی صورت کو

لے آنا۔ بدل ڈالنا۔ بہت غلط لکھنا۔ بے مزہ ہو جانا۔ مزہ جاتے رہنا۔

۲۹۲ **ترجمہ**: ''اور اللہ سب چیزوں پر قدرت رکھتا ہے'' سورہ **البقرہ**' آیت ۲۸۴

۲۹۳ **تصرّف**: اختیار۔ قدرت۔ توانائی۔ غیر معمولی طاقت و اقتدار۔ مالک بن جانا۔ دخل اندازی کرنا۔ قبضہ۔ دخالت۔ مالک ہو جانا۔ ضبط کرنا۔ توجہ و تملک۔ [اصطلاح میں **تصرّف** یہ ہے کہ مثلاً کسی شاعر نے شعر کہا کہ مقصد کے معنی کو لطافت کے ساتھ' جیسا کہ ہونا چاہئے' ادا نہیں کر پایا تو دوسرا شاعر اپنی قوّت طبع سے اس شعر میں دخل اندازی کر کے الفاظ کے تغیّر سے معنی کو لطیف بناتا ہے یا پہلے مصرع سے دوسرا مناسب تر مصرع موزون کرتا ہے]۔

۲۹۴ **حروف مُقطّعہ**: قرآن کریم کی بعض سورتوں کے آغاز میں چند کلمات یا حروف ایسے ہیں جن کے معنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یہی حروف حروف مُقطعہ یا حروف مقطعات کہلاتے ہیں جیسے کھیعص۔ الٓرا۔ الٓم وغیرہ۔ [فارسی محاورے میں کسی نام کے ابتدائی حروف لکھ دینا جیسے ش۔ د۔ ا۔ یعنی شمس الدّین احمد]

۲۹۵ **ارشاد**: راستہ دکھانا۔ راہ راست دکھانا۔ حق کی راہ دکھانا۔ حق اور دوستی کے ساتھ رہنمائی کرنا۔ [اسم مصدر = ہدایت۔ رہنمائی]

۲۹۶ **ترجمہ**: ''محبوب جو کچھ بھی کرتا ہے وہ محبوب ہے۔''

۲۹۷ **ترجمہ:** "بیشک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دے"

سورۂ الفتح آیت ۱۔۲　　[ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی]۔

۲۹۸

۲۹۹

۳۰۰ **جذبہ:** تصوّف کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی عنایت سے بندے کا تقرّب جو اُسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے منزلوں کو طے کرتے ہوئے مہیّا ہو جاتا ہے البتہ بغیر کسی کوشش کے اور بغیر کسی رنج کے۔[جذبہ کے اور معنی ہیں: کشش۔ کسی شخص کا دوسرے پر رُوحی تسلّط ونفوذ]۔ یعنی اگر ہدایت وعنایت الٰہی رہبر ہو' اور واردات والہامات کا نور اور کشش وجذبۂ الٰہی اور عالم جان سے علوم لُدنی جو مقام الوہیت ہے اور مرتبۂ اسماء ہے اور حیات وعلم اور اس کے تمام صفات کمال جو موجودات کو فیض پہنچاتے رہتے ہیں' نازل ہوں تو بندہ طبعیت کے تقاضوں سے منہ موڑ کر عالم علوی کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور فضائل اعمال اور اخلاق حسنہ کی تحصیل میں سعی و جہد کر کے نفس کو ناپسندیدہ عادات کی ناپاکیوں سے پاک وصاف کرتا ہے۔

۳۰۱ **ترجمہ:** "مرشد اپنی جماعت میں ایک نبی کی طرح اُمت

میں ہوتا ہے۔"

۳۰۲ ترجمہ: "باطنی اعمال کا ایک ذرّہ بہتر ہے سخت بنیاد پہاڑوں کی مانند ظاہری اعمال سے۔"

۳۰۳ ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کے جذبوں میں سے ایک جذبہ دو دنیاؤں کے عمل کے برابر ہے۔"

۳۰۴ ترجمہ: "شریعت میرے اقوال، اور طریقت میرے افعال اور حقیقت میرے احوال ہیں۔"

۳۰۵ سیّد الطّایفہ شیخ جنیدؒ بغدادی: دیکھئے حاشیہ ۴۹ اور ۱۸۶۔

۳۰۶ خلوت: تصوّف کی اصطلاح میں ریاضتوں اور نفس کی مخالفتوں کا مجموعہ ہے خوراک اور نیند کو گھٹانے کا، روزہ رکھنے کا، کم باتیں کرنے کا، لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنے کو ترک کرنے کا، ذکر خداوند کے ساتھ ہمیشگی قایم رکھنے کا، دل کے خیالات کی نفی کرنے کا، اللہ کے ساتھ اسرار کو جلا و صیقل کرنے کا کہ غیر نہ آنے پائے۔ [خلوت کے اور بھی معنی ہیں: تنہائی اختیار کرنا۔ تنہا بیٹھنا۔ غیروں سے خالی جگہ۔ شبستان۔ خوابگاہ۔ انزوا۔ عُزلت۔ معشوق کے ساتھ تنہا اور اغیار سے خالی۔ وہ جگہ جہاں نزدیکوں اور محرموں کے بغیر کسی اور کو حاضر رہنے کا حق نہ ہو] حاشیہ ۶۴ بھی دیکھیں۔

۳۰۷؎ ترجمہ: ''جب میرا ذکر کرتے ہو میں تمہارے ساتھ رہتا ہوں۔''

۳۰۸؎ ہاتف غیبی: غیبی فرشتہ جو عالم غیب سے آواز دیتا ہے۔ آواز دینے والا فرشتہ جو خود دکھائی نہیں دیتا۔ اسے سروش' سروش غیب' مُلہم غیب اور ہاتف بھی کہتے ہیں۔

۳۰۹؎ مہابت: عظمت۔ بلندی۔ شکوہ۔ ڈر۔ خوف۔ ہیبت۔ وحشت۔ غصہ۔ بزرگواری۔

۳۱۰؎ ہیبت: ترس۔ بیم۔ خوف۔ ڈر۔ رعب۔ دبدبہ۔ پرہیز۔ بزرگی۔

۳۱۱؎ ثابت فردانیت: اکیلے پن کا ثابت وقایم رہنا۔ تنہائی پر قیام۔

۳۱۲؎ ترجمہ: ''یا اللہ درود بھیج محمد پر'' (ﷺ)

۳۱۳؎ ترجمہ: ''اے سب سے اچھے کشادگی عطا کرنے والے رب!''

۳۱۴؎ ترجمہ: ''اے میرے ربّ! قایم رکھ مجھے اپنی ذکر پر' اپنے شکر پر' اپنی حسن عبادت پر' اپنی طاعت کی توفیق عطا کر اور گناہوں سے دور رکھ! اے میرے ربّ! اپنی رحمت سے مجھے مالا مال کر کہ تو بہت بخشنے والا ہے۔ اور درود بھیج محمد پر (ﷺ) اور اُن کے تمام اہل بیت پر اپنی

رحمت کے صدقے اے ارحم الرّاحمین!"

۳۱۵ اثبات: یہاں پر مراد ہے الّا اللہ سے جو کلمہ لا الٰہ الّا اللہ کا اثبات ہے اور نفی ہے لا الٰہ۔ [اثبات کے اور بھی معنی ہیں۔ دیکھئے حاشیہ ۱۲۳ -]

۳۱۶ ترجمہ: "عبادتوں میں سے افضل عبادت ہے ذکر اور افضل ذکر ہے لا الٰہ الّا اللہ!"

۳۱۷ ترجمہ: "پس اپنے آباء کی طرح اللہ کو سخت یاد کیا کرو بلکہ اُن سے بھی بڑھ کر" (سورہ البقرہ' آیت ۲۰۰)۔

۳۱۸ ترجمہ: "بیشک ابن آدم کی رگوں میں شیطان خون کی طرح دوڑتا ہے پس اس کی دوڑ کو تنگ کردو ذکر خدا کرنے سے۔" ایک اور روایت میں آیا ہے "روزوں سے"

۳۱۹ ترجمہ: "اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے۔"
(سورۂ العنکبوت' آیت ۴۵)۔

۳۲۰ ترجمہ: "اور ذکر پر مداومت (پایداری) کرو کہ یہ نیکیوں کی کنجی ہے۔"

۳۲۱ ترجمہ:

۳۲۲ ترجمہ: "تقوٰی یہاں پر ہے۔"

۳۲۳ ترجمہ: "اللہ تعالیٰ متقیوں کا ہی عمل قبول کرتا ہے۔"

(سورۂ المائدہ' آیت ۲۷)

۳۲۴؎ ترجمہ:

۳۲۵؎ ترجمہ:

۳۲۶؎ ترجمہ:

۳۲۷؎ ترجمہ : عقلیں دو ہیں۔ مطبوع اور مسموع۔ مسموع بے فایدہ ہے جب تک مطبوع نہ ہو جیسے آفتاب کا نور اس شخص کے لئے بے سود ہے جس کی آنکھوں میں روشنی نہیں۔

۳۲۸؎ ترجمہ:

۳۲۹؎ ترجمہ: ''لوگ نیکیوں کے دروازے سے اللہ کا تقرب چاہتے ہیں تم اپنی عقل سے تقرب پاؤ۔''

۳۳۰؎ مُکتسبہ : کسب کیا ہوا۔ محنت اور مشقت سے حاصل کیا ہوا۔ اپنی کوشش سے حاصل کی ہوئی چیز۔''

۳۳۱ ھندسہ: اندازہ کرنے کا علم۔ مقدار معیّن کرنے کا علم۔ نہریں بنانے کا علم۔ اراضی و مزارع اور تعمیرات کا علم۔ آج کل کی اصطلاح میں Engineering

۳۳۲؎ ترجمہ : ''آپ لوگ اپنی دنیا کے امور کو زیادہ جاننے

والے ہیں۔"

۳۲۳؎ ترجمہ: "علم دو ہیں۔ علم جو قلب میں ثبات پیدا کر چکا ہو اور یہی نفع بخش علم ہے۔ اور علم جو زبان سے ادا ہوتا ہو اور یہ علم بندوں میں اللہ کی حجّت ہے۔

۳۲۴؎ تصوّف: صوفی مذہب میں داخل ہونا۔ آدمی کا صوفی ہو جانا۔ صوفیوں کی عادت ڈال کر صوفی بن جانا۔ صوفی اصطلاح میں نفسانی خواہشات سے پاک ہونا اور اشیاء عالم کو اللہ تعالیٰ کے مظاہر جان لینا۔ اہل حقیقت کے ایک طایفہ کے مذہب کا نام جو نفسانی خواہشوں سے پاک ہو چکے ہیں اور اشیاء عالم کو مظہر حق جانتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ سابقہ زمانے میں یہ گروہ **صُوف** پہنتے تھے اس لئے لفظ تصوّف کو ان کے اعمال و افعال پر اطلاق کیا گیا یا یہ کہ یہ لفظ صوف سے مشتق ہو جس کے معنی ہیں ایک سُو ہونا۔ منہ پھیر لینا کہ یہ لوگ ماسوا اللہ سے یکسو ہوئے ہیں اور اس سے منہ پھیر لیا ہے۔ اہل عرفان کی اصطلاح میں دل کو صاف و پاک کرنا ہے ماسوی اللہ کے لگاؤ سے اور دل میں فقط اللہ کی یاد اور اس کی محبت کو گاڑ دینے سے مراد ہے اور **فرمودات رسول اکرم** ﷺ پر عمل کرنا۔ گویا اس طریقہ کے پیرو اس بات کے معتقد ہیں کہ تصفیۂ باطن اور تزکیۂ نفس سے ہی آدمی کے قلب پر انوار الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ یہ طریقہ اسلام میں دوسری صدی ہجری کے اواخر میں ظاہر ہوا اور رفتہ رفتہ کمال کی راہ طے کی۔

اسلامی تصوّف جو ایران میں رائج ہوا دو طریقوں سے پھیلا۔ **منفی تصوّف** یعنی دنیا سے دوری، تعلقات سے دوری اور قناعت و پشمینہ پوشی کو اختیار کرنا۔ **مثبت تصوّف** یعنی سلوک وطلب، مراحل اخلاص اور ایثار اور خدمت خلق، تربیت نفس، محبت، کسب معرفت اور وصول بہ مقام عشق الٰہی۔

۳۳۵؎ **ترجمہ:** علم باطن اسرار حق میں سے ایک سرّ ہے اور ایک حکم ہے اللہ کے حکموں میں سے کہ ڈال دیتا ہے جس کسی کے دل میں اپنے اولیاء میں سے چاہے۔"

۳۳۶؎ **ترجمہ:** "اللہ نے اوّل قلم کو پیدا کیا۔"

۳۳۷؎ **ترجمہ:** قلب نے دیکھی ہوئی چیز میں کوئی غلطی نہیں کی۔" (**سورۃ النجم**، آیت ۱۱)

۳۳۸؎ **ترجمہ:** "اور ہم نے ایسے ہی طور پر **ابراھیم**ؑ کو آسمانوں کی اور زمین کی مخلوقات دکھائیں۔" (**سورۃ الانعام**، آیت ۷۵)

۳۳۹؎ **ترجمہ:** آنکھیں اندھی نہیں ہو جایا کرتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہو جایا کرتے ہیں۔] (**سورۃ الحج**، آیت ۴۶)

۳۴۰؎ **ترجمہ:** جہاں تم ہو وہاں دوئی کہاں؟ وہاں بس ایک کے بغیر اور کچھ ہو نہیں سکتا ☆ اپنی خودی کے پندار (وہم وخیال) کو درمیان میں

سے ہٹا دو۔ خود تمہاری یکتائی کا سوچ ہی تیرا شرک ہے☆ تاویلات کی راہ سے اللہ کے پاس نہ جاؤ اور نہ ہی تمثیل سے اس کی توجیہہ کر☆ خبردار قیاسی حجّت سے تجھے حق شناسی کا دھوکہ نہ لگے☆

۳۴۱؎ **تأویل** : لفظ یا کلام کی شرح یا بیان جو اس کے ظاہری معنی سے جدا ہو۔ تعبیر۔ تفسیر کرنا۔ بیان کرنا۔ کلام کو ظاہر سے اس طرف لے جانا جس کا احتمال ہو۔

۳۴۲؎ **توجیهه** : کسی مطلب کی وضاحت کرنا۔ شرح۔ کلام کی تفسیر۔ کلام کے لئے حجّت و برہان لانا۔

۳۴۳؎ **تمثیل**: مثال لانا۔ تشبیہہ دینا۔ مانند کرنا۔ کسی چیز کی صورت کو مصوّر کرنا۔ کسی داستان یا بات کو مثال کے طور پر بیان کرنا۔ داستان لانا۔ کسی کے پیکر کی صورت باندھنا لکھنے وغیرہ سے اس حد تک گویا اس کو دیکھ رہا ہو۔ مثال۔ مثل۔ افسانہ۔ داستان۔ کنایہ۔

۳۴۴؎ **سلوک**: عرفانی اصطلاح میں خاص منازل کے طے کرنے کے عمل کا نام ہے جن سے گذر کر اس راہ کا مسافر یعنی سالک وصل و فنا کے مقام پر پہنچتا ہے۔ یہ منازل ہیں توبہ' مجاہدہ' خلوت' عزلت' ورع' زہد' خوف و رجا' حُزن' جوع' ترک لذّات و شہوت' خشوع و تواضع و صُمت (خاموشی)۔ اللہ تعالیٰ کے تقرّب کی طلب۔ سفر کرنا۔ معاملات میں نیک روش اختیار کرنا۔

۳۴۵ **ترجمہ:** جس علم سے تم خدادان بن جاؤ گے وہ تو یہی ہے' کہاں جا رہے ہو☆ اس علم کی تلاش کرو جو تیرے ساتھ رہے۔ اس سانس کے درپے رہو جو تجھے تجھ سے رہائی دلا دے☆ جب تک تم اس فریضہ علم کو نہیں پڑھو گے صفات حق کی حقیقتوں کو نہیں جان پاؤ گے☆

۳۴۶ **ترجمہ:** ''اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننے لگو تو نہ گن سکو گے۔'' (**سورۂ النحل**' آیت ۱۸)

۳۴۷ **ترجمہ:** ''سو وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ ہاں مگر اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر کو'' (سورۂ جنّ' آیت ۲۶۔۲۷)۔

۳۴۸ **ترجمہ:** بیشک اللہ کی ذات کو فقط اللہ ہی پہچانتا ہے۔''

۳۴۹ **اذواق:** جمع ذوق۔ دیکھئے حاشیہ ۲۵۷

۳۵۰ **احوال:** جمع حال۔ تصوّف میں حال یعنی وہ کیفیت جو محض موہبت الٰہی سے سالک کے پاکیزہ دل پر وارد ہو جاتی ہے۔ البتہ سالک کے کسی ارادے کے بغیر' اور یہ کیفیت صفات نفس کے ظاہر ہو جانے پر پھر سے زایل ہو جاتی ہے۔

۳۵۱ **مقامات:** جمع مقام۔ تصوّف میں **مقام** ایک منزل اور مرتبہ ہے جہاں تک ایک بندہ خاص آداب و شرایط کے واسطے سے پہنچتا ہے اور تحمل' سختی اور مشقت کی راہ سے یہ کامیابی پاتا ہے۔ مقام سلوک کے مراتب سے ایک مرتبہ ہے جو سالک کے قدموں کے نیچے آتا ہے اور اس

کے قیام کرنے کی جگہ بن جاتا ہے اور زوال پذیر نہیں ہوتا۔ کوئی سالک جو کسی مقام پر ہو اور اس مقام کے شرایط و اعمال کو انجام دے رہا ہو جب تک ان کی تکمیل نہ کرے دوسرے مقام پر ترقی نہیں پا سکتا۔

۳۵۲۔ **ارادت:** دیکھئے حاشیہ ۲۱۔

۳۵۳۔ **حق قدیم مطلق:** خداوند قدیم مطلق۔ **قدیم** اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام۔ غنی مطلق جو قایم ہے خود سے یعنی باری تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ جو قدیم ذاتی ہے یعنی وہ موجود جس کا وجود غیر سے نہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ مطلق قدیم ہے۔

۳۵۴۔ **خلت:** دوستی۔ ارباب سلوک کے نزدیک محبت سے خاص تر ہے اور وہ یہ ہے کہ دل میں محبوب کی دوستی یوں جگہ لیتی ہے کہ محبوب کے بغیر کسی ایک کی بھی اس میں گنجایش نہیں ہوتی اور اس نوع کی دوستی اسرار الٰہی میں سے ایک سرّ ہے اور غیب کا ایک پوشیدہ راز۔ اس کی نشانی اور علامت یہ ہے کہ محبوب کی یاد اور ذکر کے علاوہ دل کی مقدّس درگاہ میں کسی اور کو بار نہیں۔

۳۵۵۔ **تخلّل:** لوگوں کے درمیان میں آنا۔ قوم کے درمیان میں آنا۔ یا ان کے گھروں میں گھسنا۔ کسی چیز کا ختم ہو جانا۔ بارش کا ایک خاص جگہ پر برسنا نہ کہ تمام جگہوں پر۔ ٹہنیوں میں کھجوروں کی تلاش۔ کسی چیز میں سوراخ کرنا۔ کوئی چیز کسی چیز میں اتار دینا۔ کسی کی ٹانگ میں نیزہ ٹھونس

دینا۔ دانتوں میں خلال کرنا۔ ہر چیز کا بھوسا۔

۳۵۶؎ **جبلت**: فطرت۔ سرشت۔ اصل۔ طبیعت۔ خلقت۔ پیدائش۔ طینت۔ خمیر۔ ذات۔ گوہر۔ آب وگل۔

۳۵۷؎ :مصنّف **نور الدین بدخشی** نے قرآن مجید کی سورت **آل عمران** کی چودھویں آیت کریمہ سے استفادہ کیا ہے بلکہ اس کا ترجمہ پیش کیا ہے۔ آیت مذکورہ یہ ہے: " **زین للناس حب الشھوات من النسآء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذھب والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام والحرث ط ذالک متاع الحیوٰۃ الدنیا واللہ عندہ حسن المأب**

[خوشنما معلوم ہوتی ہے اکثر لوگوں کو محبت مرغوب چیزوں کی مثلاً عورتیں ہوئیں، بیٹے ہوئے، لگے ہوئے ڈھیر ہوئے سونے اور چاندی کے، نمبر یعنی نشان لگے ہوئے گھوڑے ہوئے یا دوسرے مواشی ہوئے اور زراعت ہوئی لیکن یہ سب استعمالی چیزیں ہیں دنیوی زندگانی کی اور انجام کار کی خوبی تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی]

۳۵۸؎ **ترجمہ**: "اللہ تعالیٰ کو ان سے محبت ہوگی اور اُن کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی۔" (**سورۃ المآیدہ** 'آیت ۵۴)

۳۵۹؎ **ترجمہ**:

۳۶۰؎ ترجمہ:

۳۶۱؎ ترجمہ: ''عشق سینے میں آگ ہے جو دل کو جلا دیتی ہے۔

۳۶۲؎ ترجمہ: ''[عشق نے جب سینوں میں جگہ پکڑ لی تو اس شخص کی جان ہی لے لی۔'']

۳۶۳؎ ترجمہ: فرشتوں میں عشق تو ہے لیکن درد نہیں۔ درد تو بس آدمی کے ہی لائق ہے اور کسی کے نہیں''۔

۳۶۴؎ ترجمہ: ''عشق نہ محمود ہے اور نہ مذموم۔''

۳۶۵؎ ترجمہ: ''وقت کاٹنے والی تلوار ہے۔''

۳۶۶؎ وقت: صوفی حضرات وقت کا تین معانی پر اطلاق کرتے ہیں اوّل' جب کہ وقت بندہ پر غالب ہوتا ہے قبض و بسط یا حُزن و سرور کی مانند۔ اور ابن الوقت صوفی جہاں پر اپنے حال کے موافق حال کو پاتا ہے اس کی درستی کا فیصلہ دیتا ہے۔ اور اگر اس کے برخلاف پائے تو اس سے اختلاف کرتا ہے اور یہ وقت سالک کے لئے بھی ہوسکتا ہے اور غیر سالک کے لئے بھی۔ دوّم جب کہ وقت ہجوم اور مفاجات کی طرح غیب سے ظاہر ہوتا ہے اور تصرّف کے غلبہ سے سالک کو اس کے حال سے چھین لیتا ہے اور اپنے حکم کا مطیع بنالیتا ہے اور ایسا وقت سالکوں کا خاصہ ہے اور یہ جو کہا گیا ہے کہ صوفی ابن الوقت ہے اسی وقت کی طرف اشارہ ہے۔ تیسرا وہ حال

جو ماضی اور مستقبل کے درمیان متوسط ہے معنی زمان حال کے وظایف کو ادا کرنے میں مشغولیت اور اس کام کا اہتمام جو اہم اور بہتر و لایق ہو اور وہ اوقات کو ضایع نہیں ہونے دیتا۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ **وقت** وہ چیز ہے جس سے ایک بندہ ماضی اور مستقبل سے فارغ ہو جاتا ہے یوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے دل میں ایک وارد (حال) کا پیوند ہو جاتا ہے جو ایک سرّی کیفیت ہوتی ہے اور پھر اُسے نہ ماضی کی یاد آتی ہے اور نہ ہی مستقبل کا خیال کہ **وقت** تلوار ہے جو ماضی و مستقبل کی جڑ کو کاٹ کے رکھ دیتا ہے اور کل اور آنے والے کل کے خیال کو دل سے مٹا دیتا ہے۔ وقت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ وہ دقیقہ ہے جب کہ صوفی معنوی افکار میں مستغرق ہوتا ہے۔ اور یہ وہ کیفیت ہے جو اللہ کی طرف سے سالک کے ساتھ پیوند ہو جاتی ہے اور اُسے ماضی و مستقبل سے غافل کرتی ہے۔ حاشیہ ۳۴۵ بھی دیکھیں۔

۳۶۷ **مقام**: دیکھئے حاشیہ ۳۵۱ **کشف المحجوب** میں آیا ہے کہ مقام طالب حق کے اپنے مطلوب کے حقوق کو پوری کوشش اور نیک نیتی کے ساتھ پورا کرنے سے عبارت ہے۔ اور مریدان حق میں سے ہر ایک کے لئے ایک مخصوص **مقام** ہے کہ ابتدا میں طلب حق کے لئے وہی ان کا سبب ہوتا ہے اور باوجودیکہ طالب ان مقامات میں سے ہر مقام سے واقف ہوتا ہے اور ہر مقام سے اس کا گذر ہوتا ہے لیکن اس کا قرار ایک ہی

جگہ (مقام) پر ہوتا ہے کیونکہ وہ مقام اور اس کا ارادہ اس کی فطرت اور ترکیب بدنی سے متعلق ہوتا ہے نہ کہ اس کی روش اور معاملہ سے جیسا کہ اللہ عزّ وجلّ نے اپنے کلام مقدّس میں خبر دی ہے "**وما منا احد الا له مقام معلوم**" (اور ہماری طرف سے ہر ایک کے لئے ایک متعین مقام ہوتا ہے)۔ پس آدم علیہ السّلام کا مقام توبہ تھا' **نوحؑ** کا مقام زہد تھا' **ابراھیمؑ** کا مقام تسلیم تھا' **موسیٰؑ** کا مقام انابت تھا' **داؤدؑ** کا غم تھا' **عیسیٰؑ** کا امید تھا **یحییٰؑ** کا خوف تھا اور ہمارے **پیغمبر** صلی اللہ علیہ وسلم کا **مقام ذکر تھا**۔ حاشیہ ۵۴۳ بھی دیکھئے۔

۳۶۸ **حال**: دیکھئے حاشیہ ۳۵۰۔ صاحب کشف المحجوب نے لکھا ہے کہ حال اس کیفیت کو کہتے ہیں جو حق تعالیٰ کی طرف سے صوفی کے دل پر طاری ہوتی ہے اس طرح کہ جب وہ کیفیت طاری ہو جائے تو اپنے اختیار سے اس کو دور نہیں کر سکتے اور جب ختم ہو جائے تو اپنی کوشش سے اُسے حاصل نہیں کر سکتے۔ پس **حال** بندہ کے مجاہدات میں مصروف ہوئے بغیر اللہ تعالیٰ کے فضل و لطف کے طاری ہونے سے عبارت ہے۔ **حال** اللہ تعالیٰ کے عطیات میں سے ایک عطیہ ہے اور صاحب حال اپنے آپ سے فانی ہوتا ہے اور اس کا قیام اس حالت کے ساتھ ہوتا ہے جو حق تعالیٰ خود اس میں پیدا فرماتا ہے۔ حاشیہ ۵۴۲ بھی دیکھ لیں۔

۳۶۹ **طرب**: صوفی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُنس

رکھنا۔شادمانی۔خوشی۔سرور۔نشاط۔فرح۔خوشدلی۔

۳۷۰ے **قبض و بسط**: صوفی کی نظر میں دو حالتیں ہیں جو بندہ کی ترقی کے بعد خوف ورجاء کی حالت سے پیدا ہو جاتی ہیں۔ **قبض** ایک عارف کے لئے خوف کی مانند ہے امن چاہنے والے کی طرح۔قبض و بسط اور خوف ورجاء میں یہ فرق ہے کہ **خوف و رجا** آئندہ کے کسی خوش یا ناخوش کر دینے والے معاملے کے ساتھ مربوط ہے جب کہ **قبض و بسط** حال حاضر میں کسی خوش یا ناخوش کر دینے والے امر کے ساتھ مربوط ہے جو غیبی کیفیت کی صورت میں عارف کے دل پر غالب آجاتا ہے۔ **تصوّف** کی اصطلاح میں **قبض** ایک کیفیت ہے جو عتاب اور عدم لطف اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے صاحب قبض کو ادب کرنے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ہر مقام پر اس مقام کے لائق **قبض و بسط** موجود ہوتا ہے۔ **کشف المحجوب** میں آیا ہے کہ قبض اور بسط ان احوال میں سے دو حالتیں ہیں جن سے بندے کی کوشش اور اختیار ساقط ہو جاتے ہیں چنانچہ ان کا نہ آنا اختیاری ہے نہ ہی جانا انسانی کوشش کا نتیجہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:" **واللہ یقبض و یبسط** " (اللہ ہی سمٹ لیتا ہے اور کھولتا ہے) پس اللہ تعالیٰ سے حجاب کی صورت میں دل کے بند ہو جانے کا نام **قبض** ہے اور **بسط** عبارت ہے حالت کشف و مشاہدہ میں دل کی کشادگی سے۔اور یہ دونوں صورتیں حق تعالیٰ کی طرف سے بندہ کے عمل دخل کے بغیر ہوتی

ہیں۔ عارفانِ الٰہی کے حال میں **قبض** بالکل اسی طرح ہوتا ہے جس طرح مریدوں کے احوال میں خوف ہوتا ہے اور **بسط** اہلِ معرفت کے احوال میں بالکل اسی طرح ہے جس طرح مریدوں کے احوال میں امید ہوتی ہے۔ بعض مشائخ کا قول ہے کہ **قبض** کا رتبہ **بسط** کے رتبہ سے کہیں زیادہ بلند ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ بسط کا مرتبہ قبض سے بلند تر ہے۔
(تفصیل کے لئے دیکھئے ترجمۂ اردو **کشف المحجوب از مولانا عبد الرحمٰن فاروقی**۔ اردو بازار لاہور ص ۵۵۱/۵۵۴)

۳۷۱؎ **ذوق**: دیکھئے حاشیہ ۲۵۷؎

۳۷۲؎ شوق: **صوفیاء** کی اصطلاح میں محبوب کے دیدار کی خاطر دل کی آرزومندی۔ اہل سلوک نے اس کی تعریف میں کہا ہے کہ شوق عبارت ہے قلب کے ہیجان و اضطراب سے جب محبوب کا نام زبان پر آتا ہے۔ بعض اہل ریاضت نے کہا ہے کہ عاشق کے دل میں شوق اس تیل کی مانند ہے جسے آگ میں چھڑکتے ہیں۔ ایک دانشمند کا قول ہے کہ شوق محبت کا جوہر ہے اور عشق اس کا جسم۔ ایک اور بزرگ کا قول ہے کہ جس کے دل میں دیدارِ حق کا شوق ہو اُسے حق کے ساتھ اُنس ہو جاتا ہے اور جس کا اللہ سے اُنس ہوا وہ طرب میں آجاتا ہے اور جس نے طرب پایا وہ واصل ہو گیا اور جو واصل ہوا وہ خدا سے جا ملا۔ مرحبا ہے اس کے حال پر اور اس کے مقام و قرارگاہ پر! **ابو علی دقاق**ؒ سے پوچھا گیا کہ: ''شوق اور اشتیاق

میں کیا فرق ہے" کہا: "شوق کی آگ دیدار سے بجھ جاتی ہے لیکن کوئی بھی پانی اشتیاق کی آگ کو بجھا نہیں سکتی بلکہ اس پر جتنا بھی پانی چھڑک دیا جائے زیادہ بھڑکے گا اور بڑھتا ہی جائے گا۔" **شوق** کی تعریف میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک آگ ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے دلوں میں بھڑکاتا ہے تاکہ ان کے دلوں میں جو عوارض ہوں، خیالات ہوں اور حاجات ہوں وہ سب جل کر راکھ ہو جائیں۔

۳۷۳؎ **ترجمہ:**

۳۷۴؎ **ابو عثمان حیری: حضرت خواجہ فرید الدین عطّار** رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو حاضر اسرارِ طریقت اور ناظر انوارِ حقیقت کہا ہے۔ اس طایفہ (عرفاء) کے اکابرین اور اہلِ تصوّف کے معتبر بزرگواروں میں سے تھے اور بلند قدر تھے، عالی ہمّت تھے اور فنون علوم وطریقت میں نیز شریعت وطریقت میں کامل تھے۔ ریاضتوں، کرامتوں اور وعظ وتبلیغ میں مؤثر تھے۔ کسی کو بھی آپ کی بزرگواری میں کلام نہیں۔ چنانچہ آپ کے عہد میں اہلِ طریقت کہا کرتے تھے کہ دنیا میں مرد تین ہیں جن کا چوتھا کوئی نہیں ہے۔ **نیشا پور میں عثمان، بغداد میں جنید، شام میں ابو عبد اللہ الجلاء**۔ آپ نے فرمایا: اس طریق میں ہماری اصل ہے خاموشی اور علم الٰہی پر اکتفا ☆ فرمایا: خوف اس کے عدل سے ہے اور رجا اس کے فضل

سے ☆ فرمایا: خوف تجھے خدا تک پہنچائے گا اور تکبّر دور کرے گا ☆ فرمایا محبت کا نام اس لئے محبّت رکھا گیا کہ محبوب کے سوا جو کچھ دل میں تھا اسے مٹا دیا گیا ☆ (تفصیل کے لئے **تذکرۃ الاولیاء** دیکھئے ص ۴۷ تا ۵۴)۔

۳۷۵؎ **رضا**: اہل تصوّف کی اصطلاح میں ہر اس چیز پر راضی رہنا جو قضای الٰہی سے بندے پر گزرے۔ اس سے نچلا درجہ **صبر** کا درجہ ہے اور اس سے بالا رہے **تسلیم** کا درجہ۔ سالکوں کے نزدیک **رضا** کے معنی ہیں بلا میں رہ کر لذّت پانا۔ کہا گیا ہے کہ رضا کے معنی ہیں نفس کی رضا سے نکل کر رضای حق میں داخل ہو جانا۔ **رضا** عرفانی اصطلاح ہے اور عبارت ہے کراہتوں کو دور کرنے اور احکام قضا و قدر کی تلخیوں کو برداشت کرنے سے۔ رضا کا مقام **توکل** کے بعد آتا ہے۔ عارفوں کی اصطلاح میں **رضا** ہر پیش آنے والی چیز پر دل کا خوش رہنا۔ صاحب **کشف المحجوب** نے لکھا ہے کہ **رضا** دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک اللہ تعالیٰ کا بندے سے راضی ہونا اور دوسری بندے کا اللہ تعالیٰ سے راضی ہونا۔ حق تعالیٰ کی رضا کی حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ بندہ کے لئے ثواب، نعمت اور کرامت عطا کرنے کا ارادہ فرمائے اور بندہ کی رضا کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اس کے احکام پر ثابت قدم رہے اور اس کے ہر فرمان کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کر دے۔ پس حق تعالیٰ کی رضا بندے کی رضا پر مقدم ہوتی ہے کیونکہ جب تک حق تعالیٰ بندے کو توفیق نہ بخشے وہ نہ تو اس کے حکم کی تعمیل کر سکتا ہے اور نہ ہی اس

کے فرمان پر ثابت قدم رہ سکتا ہے اس لئے کہ رضای بندہ رضای الٰہی کے ساتھ وابستہ ہے اور اس کا قیام اس کی ذات کے ساتھ ہے۔ غرض بندہ کی رضا یہ ہے کہ اس کا دل قضای الٰہی کی دونوں جوانب یعنی قضای منع اور قضای عطا پر یکساں طور پر مطمئن' اور اس کا باطن جلالی اور جمالی دونوں طرح کے احوال کا نظارہ کرنے پر مستقیم رہے۔ چنانچہ قضای الٰہی اگر کسی چیز کے نہ دینے پر ٹھہر جائے یا اس کے عطا کرنے پر سبقت کرے' تو رضای بندہ کے نزدیک دونوں حالتیں برابر ہوں اور اگر ہیبت و جلال خداوندی کی آگ سے جل جائے یا اس کے نور جمال اور لطف سے روشن ہو جائے تو یہ جلنا اور روشن ہونا اس کے دل کے نزدیک برابر ہو کیوں کہ وہ حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرنے والا ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے **کشف المحجوب**' اردو ترجمہ ص ۲۶۲ تا ۲۶۵۔ چھاپ لاہور)۔

۳۷۶ و ۳۷۷ ہیبت و اُنس : **صاحب کشف المحجوب علی ابن عثمان هجویری** رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ **ہیبت** اور **انس** راہ حق میں چلنے والوں کے احوال میں سے دو حالتیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب بندے دل پر اللہ تعالیٰ جلالی شہود کے ساتھ تجلّی کرتا ہے تو اسے اس حال میں ہیبت نصیب ہوتی ہے اور جب بندے کے دل پر اللہ تعالیٰ جمالی شہود کے ساتھ تجلّی کرتا ہے تو اسے اُنس حاصل ہوتا ہے حتّٰی کہ اہل ہیبت جلال خداوندی سے مشقت میں ہوتے ہیں اور اہل اُنس جمال الٰہی سے

خوشی اور مسرت میں ہوتے ہیں۔ پس اس دل میں جو جلال خداوندی سے محبّت کی آگ میں جل رہا ہو اور اس دل میں جو جمال الٰہی سے مشاہدہ کے نور میں روشن ہو چکا ہو بڑا ہی فرق ہے۔ مشائخ نے کہا ہے (البتہ ایک جماعت نے) کہ **ھیبت** عارفان الٰہی کا درجہ ہے جب کہ **اُنس** مریدان حق کا۔ ایک اور گروہ کا کہنا ہے کہ **ھیبت** فراق اور سزا کا قرینہ (ملا ہوا) ہے جب کہ اُنس، وصل اور رحمت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے اردو ترجمہ چھاپ لاہور)

۳۷۸ **وارد:** عرفانی لحاظ سے وارد کے معنی ہیں دل میں حقیقت کا حلول کرنا۔ تصوّف کی اصطلاح میں وارد یعنی وہ چیز جو بندے کی کوشش و جہد کے بغیر اس کے دل پر نازل ہو۔ خواطر (خیالات) پسندیدہ جو بلا ارادہ دل پر گذریں اور مطلق طور پر ہر چیز جو دل میں گذرے۔ ہر معنی غیب جو بغیر کسی ارادے کے بندے کے دل میں گذرے۔ وارد عبارت ہے ہر اس چیز سے جو قلوب میں داخل ہو جائے۔ بالفاظ دیگران پسندیدہ خیالات میں سے ہے جو بندہ کے ارادہ کئے بغیر دلوں میں آتے ہیں اور وہ ایسی باتیں ہیں جنہیں بندہ بغیر کسی آواز کے پاتا ہے۔ وارد کبھی اللہ کی طرف سے اور کبھی علم کی طرف سے ۔ وارد کبھی صحیح بھی ہے اور کبھی فاسد بھی۔ فاسد ہونے کی صورت میں لایق اعتبار نہیں۔ صحیح ہونے کی صورت میں وارد یا **الٰھی وارد** ہے جو علوم و معارف سے تعلق رکھتا ہے اور یا **ملکی وارد** ہے یا

روحانی جسے الہام کا نام دیا گیا ہے۔ فاسد وارد نفسانی ہے اور عبارت ہے اس چیز سے جس میں حظّ نفس اور لذّت ہو اور اسے ہاجس (وہم) کہتے ہیں۔ یا شیطانی ہے جو موجب گناہ ہے اور وسواس کہلاتا ہے۔ پس وارد یا واردات یا ملکی ہیں اور یا رحمانی اور یا شیطانی۔

۳۷۹؎ **تواجد:** حرکت سے وجود میں آتا ہے اور حس ادراک و اختیار سے۔ اور ابتدا میں تکلّف کے ساتھ ہوتا ہے۔ ارباب اقتدا میں تواجد نہیں ہوتا لیکن بعض میں خود کو دوسروں کی مانند کر دینے کے خیال سے تواجُد ہے۔ چنانچہ **حضرت سیّد عالم** ﷺ نے فرمایا: رولو! اگر تجھے رونا نہیں آتا۔ خود کو رُلوا لو کہ اہل وجد کے ساتھ محبّت کی راہ سے **تواجد** کی مانند کر دینا پسندیدہ ہے۔ ہر چند مرید کی شرط ہے کہ جہاں تک اس سے ہو سکے وجد کو چھپائے تا کہ حرکت اور شہرت کا اس سے اظہار نہ ہو۔

۳۸۰؎ **وجد:** صوفیانہ اصطلاح میں جو چیز بغیر کسی تکلف اور تصنّع کے دل میں وارد ہو جائے اُسے **وجد** کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ **وجد** بجلیاں ہیں جو چمکتی ہیں اور پھر جلد خاموش ہو جاتی ہیں۔ یہ ذوق و شوق کی حالت ہے جو سماع پسند صوفیوں پر طاری ہو جاتی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ **وجد** ایک وارد ہے (ایک روحانی حلول) جو حق سبحانہ وتعالیٰ سے دل میں داخل ہو جاتا ہے اور دل کو اپنی ہیئت سے وصفی احداث کے ذریعے سے بدل دیتا ہے جیسے حُزن یا فرح۔ **حضرت جنید بغدادی**رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے وجد

اوصاف کا منقطع ہوجانا ہے جب ذات سرور کہلائے۔ صاحب **کشف المحجوب** لکھتے ہیں کہ وجد کی کیفیت الفاظ میں بیان نہیں کی جاسکتی اس لئے کہ یہ دیکھنے میں ایک الم ہے اورغم والم کواحاطۂ قلم میں نہیں لایا جاسکتا۔ پس وجد طالب اور مطلوب کے درمیان ایک راز ہے کہ کشف کی حالت میں اس کی مقدار بیان تو ہوسکتی ہے لیکن کیفیت کے اعتبار سے اس کو نشان زد اور اس کی طرف اشارہ کرنا درست نہیں اس لئے کہ مشاہدہ کی حالت میں یہ ایک خوشی ہے اور کوئی خوشی طلب کے ذریعہ نہیں پائی جاتی۔ **التصفیہ فی احوال التصوفہ** کے مصنف کا کہنا ہے کہ وجد عرفان ووجدان کی راہ سے ایک حالت کا دخول ہے جو بجلی کی طرح چمکتی ہے' تعلقات کی جڑ کو جلا دیتی ہے اور گزر جاتی ہے۔ **وجد** حسن معرفت سے وجود میں آتا ہے۔ مبتدی کے لئے وجد میں اضطراب ہے اور منتہی کے لئے سکون وثبات ہے چنانچہ خبر میں آیا ہے کہ **سیّد عالم** ﷺ کی خدمت میں ایک جوان حاضر ہوا جو غلبۂ محبّت اور حرارت طلب میں مستغرق تھا اور **حضرت مہتر عالم** ﷺ جو بھی لفظ فرماتے تھے اس طالب کا دل دہل جاتا اور مضطرب ہوکر اس کی آنکھوں سے خون آمیز پانی بہتے ہوئے اس کے چہرے کی سطح پر پھیل جاتا۔ **حضرت ابو بکر صدّیق** رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کلام **رسول اللہ** ﷺ سنتے تھے اور سکون میں تھے۔ جوان نے آپ کی طرف اس بارے میں رجوع کیا اور عرض کیا کہ آپ کے

طمانیت وسکون قلب میں کیا راز ہے؟ انہوں نے فرمایا: ''ابتدا میں ہم بھی تیری ہی طرح تھے اور یہی اضطراب تھا۔ لیکن اب دل نے ثبات میں سکون کے ساتھ الفت پیدا کی ہے۔ **هو الذی انزل السکینة فی قلوب المؤمنین لیزدادوا ایمانا مع ایمانهم** [وہ خدا ایسا ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں تحمل پیدا کیا ہے تا کہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو]۔

۳۸۱؎ **اوراد:** ورد کی جمع۔ دعائیں جو معیّن وقت پر پڑھی جاتی ہیں۔ دعا یا دعائیں جو کوئی ہر روز پڑھتا ہے اور ان پر قایم رہتا ہے۔ قرآن کریم کا ایک حصہ اور دعائیں وغیرہ جو آدمی روز پڑھتا ہے۔

۳۸۲؎ **وجود:** صوفیانہ اصطلاح میں **وجود** کے معنی ہیں بندہ میں بشری اوصاف کا فقدان تا کہ وجود حق پائے کیونکہ سلطان حقیقت کے ظہور کے بعد بشریت کی بقا اور ہستی نہیں رہتی اور یہی ہے معنی **ابو المحسین نوری**ؒ (دیکھئے حاشیہ ۱۸۷؎) کے اس کلام کی کہ فرمایا: ''بیس سال سے وجد اور فقد (گم گشتگی) کے بیچ میں گزار رہا ہوں۔'' اور **جنید بغدادی**ؒ (دیکھئے حاشیہ ۴۹؎ اور ۱۸۶؎) کے کلام کی کہ فرمایا: ''جان لو کہ **توحیدؔ** اس کے وجود سے جدا ہے اور توحید کا وجود اس کے علم سے الگ۔ پس توحید آغاز ہے اور وجود نہایت۔ اور وجدان دو کے درمیان کا واسطہ ہے۔ صاحب **کشف المحجوب** نے لکھا ہے کہ **وجود** اور **وجد** سے صوفیہ کی مراد

حال ثابت کرنا ہوتا ہے جوان کو سماع کرتے ہوئے ظاہر ہوتے ہیں کہ ایک ان میں سے غم کے قریب ہوتا ہے اور دوسرا پا لینے سے متصل ہوتا ہے۔ مشائخ کا اس معاملے میں اختلاف ہے کہ وجد زیادہ کامل ہے یا وجود۔ چنانچہ ایک گروہ کہتا ہے کہ وجود مرید کی صفت ہے اور وجد عارفوں کی صفت ہے ایک اور گروہ کہتا ہے کہ وجد مریدوں کا سوز ہے اور وجود محبوں کا تحفہ ہے اور محبوں کا درجہ مریدوں سے بلند ہوتا ہے۔

۳۸۳ **فرق اوّل: یا فرق الاوّل** صوفیانہ اصطلاح میں حق کا لوگوں سے پردہ یا حجاب اور لوگوں میں ان کے خلقی عادات کا اپنے حال پر رہنا۔

۳۸۴ **جمع:** صوفیانہ اصطلاح میں اس کے معنی ہیں جدائی کو رفع کرنا اور نسبتوں کو مٹا دینا اور شہود حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جانا۔ یہ عمل رُوح سے مربوط ہیا ور جس کی توجہ فضل ربّ پر ہوگی وہی عارف مقام جمع پر ہوگا۔ جمع کے بارے میں یہ بھی آیا ہے کہ جمع اللہ تعالیٰ کے وسیلے سے شہود اشیاء ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے واسطہ سے قوّت وتوانائی سے بری ہونا ہے۔

۳۸۵ **جمع الجمع : ما سوی اللہ** کو کلّی طور پر فناء کر دینا اور یہ مرتبۂ احدیّت ہے۔ شہود حق کی رؤیت اور یہ بھی مرتبۂ احدیت ہے۔

۳۸۶ **فرق ثانی:** حق کے شہود پر قیام، کثرت میں وحدت کی

رؤیت (رؤیت = دیدار)) اور وحدت میں کثرت کی، دونوں میں سے
ایک کے بھی حجاب کے بغیر۔

۳۸۷ صحو: دیکھئے حاشیہ ۲۷۲۔ کشف المحجوب میں آیا
ہے کہ صحو عبارت ہے مقصد و مراد کو حاصل کرنے سے۔ صاحب سکر کی
حالت کا کمال صحو میں ہے اور صحو میں کم سے کم درجہ یہ ہے کہ
انسان اپنی بشریت کے دور ہو جانے کو دیکھ لے۔ پس وہ صحو جو خرابی
اور آفت کو ظاہر کرے اس سُکر سے بہتر ہے جو عین آفت ہے۔ صحو
بھی دو طرح کا ہوتا ہے۔ پہلا صحو غفلت پر اور دوسرا صحو محبت پر ہوتا
ہے۔ جو صحو غفلت پر ہوتا ہے وہ تو حجاب اعظم ہے اور جو صحو محبّت پر
ہوتا ہے وہ بہت زیادہ واضح کشف ہوتا ہے۔ پس جو حالت غفلت سے ملی
ہوئی ہو اگر چہ صحو ہو، سُکر ہوگی اور جو حالت محبت سے مقرون ہے وہ
اگر چہ سُکر ہے، صحو ہوگی۔ جب بنیاد اور اصل مستحکم ہو تو صحو سُکر
کی طرح اور سُکر صحو کی طرح۔ التصفیه فی احوال المتصوّفه
تألیف قطب الدین ابو المظفر العبادی میں آیا ہے (ص ۲۰۶) کہ
سُکر آدمی کو انبساط کی طرف لے جاتا ہے لیکن صحو ہمیشہ مواظبت و
مراقبت میں رکھتا ہے تاکہ جس قدر نزدیک ہو اسی قدر زیادہ خاموش رہے۔
یہ انتہا والوں کا کام ہے اور تمکن (قرار پکڑنے) سے حاصل ہوتا ہے۔

۳۸۸ محو: صوفیانہ اصطلاح میں محو کے معنی ہیں دل کی تختی

پر سے نخوت وتکبر اور دیگر تمام برائیوں کو صاف کر کے مٹا دینا۔ مجموعی طور پر سالک کا اپنے دل و دیدہ سے اُٹھ کر دل کو اپنے خیالات سے خالی کر دینا ہے اور بدی کی جگہوں پر نیکیوں کو بٹھانا۔ غرض **محو** دل کو نور حق سے آراستہ کرنا ہے۔ محو لا الٰہ الا اللہ کی ایک شرط ہے اور الا اللہ کا اثبات ہے جو چیز توحید کے لایق نہیں ہے اسے دل سے ہٹا دینا چاہئیے۔ جو چیز توحید کی حقیقت ہے یا جو کچھ **توحید** کے حقایق ہیں ان کو دل میں محفوظ رکھنا چاہیئے تاکہ **محو** اور **اثبات** حاصل ہو جائے۔ اور اصل حقیقت یہ ہے کہ سالک خود کو خود سے مٹا دے۔ تصرّف الٰہی کو خود پر اختیار کرے کیونکہ تختی کو جب تک بیہودگیوں سے دھویا نہ جائے اس پر قرآن نہیں لکھتے اور جب تک حرص کے الفاظ دل سے مٹا نہ دئے جائیں وفا کی آیتیں اس پر رقم نہیں کرتے کہ جس طرح ایک شخص میں دو دل نہیں ہوتے اسی طرح ایک دل میں دو مرادیں نہیں سماتیں۔ گویا **محو** بندے کا ذات حق میں فناء ہو جانا ہے۔

۳۸۹ **سکر**: دیکھئے حاشیہ ۲۷۳۔ **سکر** کی وضاحت کے سلسلے میں **التصفیہ فی احوال المتصوفہ** کے مصنف **قطب الدین ابو المظفر منصور بن اردشیر العبادی** لکھتے ہیں کہ سالکوں کے احوال شراب معنی (یعنی شراب معرفت) پینے میں مختلف ہیں بعض تیزی کے ساتھ آواز نکالتے ہیں کیونکہ تھوڑے سے ادراک کے بعد بعد بے قرار و

مضطرب ہو جاتے ہیں اور بعض سکون پر غالب ہیں جو ہر چیز سے بے قرار نہیں ہو جاتے۔ لیکن اصحاب اضطراب شیشے کی طرح ہوتے ہیں۔ جلد روشنی قبول کرتے ہیں اور جلد ہی ٹوٹ جاتے ہیں۔ لیکن اصحاب سکون آئینے کی مانند ہیں وہ بھی وہی روشنی قبول کرتے ہیں جو شیشہ قبول کرتا ہے بلکہ زیادہ اور زیادہ اچھی طرح سے۔ لیکن جلدی نہیں ٹوٹتے بلکہ پایدار رہتے ہیں۔ اور اکثر سالک چلنے میں بدلتے رہتے ہیں اور بے چین ہو جاتے ہیں اور معنی کے ادراک میں متزلزل ہو جاتے ہیں اور ہمیشہ حرکتوں کا جُنون عشق کی وجہ سے مظاہرہ کرتے رہتے ہیں اور ایسا ہوتا ہے کہ شُرب (دیکھئے حاشیہ ۱۵۸) غالب آجاتا ہے جو سُکر کی حد تک پہنچ جاتا ہے جس سے غیبی واردات جو دل کے اجزا پر اترتے ہیں زبان پر آجاتے ہیں۔ مست لوگ جن پر شراب غالب آجاتی ہے اسرار کا اظہار کرتے ہیں اور ان کو آشکار کرنے کے خواہاں ہو جاتے ہیں جو اس بات کا سبب بن جاتا ہے کہ معنی کا ظہور دل کی قوّت پر سبقت پاتا ہے عقل و تحمل کی طاقت نہیں رکھتی۔ سکون کا پردہ پھٹ جاتا ہے جیسی کہ **حسین بن منصور** کی حالت ہوگئی کہ وہ الفاظ **سُکر** کی دلیل تھے جن سے اُس نے دل کے راز کو افشا کیا۔ نور کو منوّر کہا...... پس **سُکر** نور حقیقت کے قوّت عقل و بصیرت دل کی قوّت پر غالب آجانے کی وجہ سے ہے اور یہ دونوں اس کے مغلوب ہو جاتے ہیں۔ سلامت ملامت میں اور سکون حرکت میں بدل جاتے ہیں۔

۳۹۰؎ **حیرت:** تصوّف میں حیرت ایک ایسا واقعہ ہے جو حضور اور غور و فکر کرنے کے دوران عارفوں پر طاری ہوجاتا ہے اور اُن کے غور و فکر میں حایل آتا ہے۔

۳۹۱؎ **ولـــــہ:** شدّت وجد سے سرگشتگی کا پیدا ہوجانا۔ عشق سے سرگشتگی کا پیدا ہوجانا۔ عشق و وجد میں افراط۔ وجد و عشق سے متحیّر ہوجانا۔ حُزن و وجد کی شدّت سے حیران ہوجانا۔ (یہ معانی تصوّف سے مربوط ہیں)

۳۹۲؎ **دلـــــہ:** عشق و اندوہ سے سرگشتہ و دیوانہ ہوجانا۔ غم و اندوہ سے دل کی گم گشتگی (تصوّف کے لحاظ سے)

۳۹۳؎ **فنا:** دیکھئے حاشیہ ۱۷۰۔ **فنا** کئی معنوں میں آتا ہے۔ ظہور حق کے سالک کے باطن پر حاوی آنے کے نتیجے میں سالک کے شعور کا زوال۔ مذموم اوصاف کا زوال بقا کے مقابلے میں، جس میں محمود اوصاف وجود میں آجاتے ہیں۔ پیر و مرشد میں فنا ہوجانا، یعنی مرید کی صفات کا تبدیل ہوکر پیر و مرشد کی صفات کو اختیار کرنا۔ **فنا فی اللہ** یعنی بشریت کی صفات کا صفات حق تعالیٰ اور خصایص الٰہی میں تبدیل ہوجانا۔ **فنا** کے تین مرحلے ہیں: **محــــق** (عین حق میں بندہ کا فنا ہونا۔ بندہ کی ہستی کا ذات خداوند میں فنا ہوجانا یعنی اس کے افعال کا فعل حق میں فنا ہوجانا)۔ **طمس** (ذات حق میں صفات کا فنا ہوجانا۔ یہ فنا کا ایک مرتبہ ہے جس میں ذات

اور وجود فنا ہو جاتا ہے اللہ کے وجود میں' یوں کہ ہر موجود میں وہ بس ذات حق سبحانہ وتعالیٰ کو دیکھتا ہے کہ وہ ہر فعل میں ظہور کئے ہوئے ہے اور اس میں موجود ہے)۔ **محو**۔ (دیکھئے حاشیہ ۲۷۲ اور ۳۸۷)۔ **التصفیہ فی احوال المتصوفہ** کے مصنف نے لکھا ہے کہ **فنا** کی حقیقت ہے سالک کا خود میں پہنچنا' یوں کہ اُس میں حیوانی اوصاف' بشری صفات اور شیطانی اخلاق میں سے کچھ بھی نہ رہے۔ اور وہ یکبار معدوم ہو جائیں اور ان مذموم اوصاف کی جڑیں اور شاخیں مٹ جائیں اور اس میں کوئی بھی ناشایستہ حرکت باقی نہ رہنے پائے اور سالک میں فقط محبت الٰہی موجود رہے اور بس۔

۳۹۴ **حاجبہ**: حجاب میں رکھنے والے۔ پردے میں رکھنے والے۔ (یہاں پر مراد ہے گدلے اور سیاہ اوصاف یا اخلاق)

۳۹۵ **بقا: بقای اصلی فنای کلّی** میں رکھا گیا ہے۔ فانی ہو جانے کے بعد حکم غیبی پھر سے مدد کرتا ہے حجاب اُٹھتے ہیں اور پھر سالک نور حق کے ساتھ باقی رہتا ہے گویا سالک پر **کل من علیھا فان و یبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام** کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے۔ فنا جو سالک کی مذموم صفتوں کا زوال ہے تو **بقا** اس کی پسندیدہ وحمیدہ صفتوں کی پایندگی ہے۔

۳۹۶ **غیبت**: ۳۹۷ **حضور** : **التصفیہ فی احوال**

المتصوّفه میں آیا ہے کہ **طریقت** میں قالب اور صورت کی طرف توجہ بہت کم ہوتی ہے۔ طریقت کے تمام احوال دل سے متعلق ہیں اور جس کو دل کی خبر نہیں اسے احوال طریقت سے کچھ بھی نصیب نہیں **ان اللہ تعالیٰ لا ینظر الیٰ صورکم وانما ینظر الیٰ قلوبکم** (بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کی طرف نہیں دیکھتا وہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے)۔ دل کے حالات و مقامات ہوتے ہیں۔ جب خوف و رجا میں پڑتا ہے تو اس میں **بسط و قبض** پیدا ہو جاتا ہے۔ جب ملکوت کا ملاحظہ اور **حیرت** کا مطالعہ کرتا ہے تو اس میں **غیب و حضور** پیدا ہو جاتے ہیں۔ حواس ساکن ہو جاتے ہیں۔ اطراف حرکات سے رُک جاتے ہیں اور دل اپنی طرف رجوع کرتا ہے۔ اگر اس رجوع میں وہ حق کے پاس پہنچتا ہے اور حقیقت کی خبر پالیتا ہے تو اس ہوشیاری کو **حضور** کہتے ہیں اور حضور یعنی دل کا حق کے پاس پہنچنا اور تمام احوال میں حق کو دیکھنا۔ **غیبت** دو طرح کی ہے۔ ایک دل کی غیبت ہے خود سے، اور یہ مذموم ہے اور دوسری، خیالات کی غیبت ہے اور اس کے سارے راستے دل پر بند ہیں اور یہ محمود (پسندیدہ) ہے۔ ابتدا میں یہ **غیبت دهشت** کہلاتی ہے جب غالب ہو جاتی ہے تو **حیرت** کہلاتی ہے اور جب دوست کے پاس پہنچتی ہے تو **حضور** کہلاتی ہے۔ **غیبت** کے معنی میں یہ بھی آیا ہے کہ **غیبت** بندے کا اپنے نفسانی لذات سے غایب ہونا اور ان سے قطع توجہ کرنا ہے چنانچہ ان کی یاد تک اس کے دل پر

سے نہ گذرے ورنہ لذّات نفس باقی ہونگے۔ البتہ شہود حق ہی ان قطع تعلقات ولذّات کے ضامن ہیں اور سالک شغل حق میں اس قدر مشغول ہو جاتا ہے کہ اُسے لذّات وحظوظ نفس کی خبر ہی نہیں۔ اس حال میں جب ایک حقیقت اس کے باطن پر حاوی ہو جاتی ہے اور وہ اس میں مشغول رہتا ہے تو اس ظاہر کا بھی متاثر ہو جاتا ہے چنانچہ اگر دوست کی فکر میں رہتا ہے تو اس فکر کی لذّت اس کے تمام اعضاء پر چھا جاتی ہے۔ گویا سراپا دل بن جاتا ہے اور اگر دوست کی بات سنتا ہے تو اس سننے کی لذّت اس کے ہفت اندام میں سرایت کر جاتی ہے گویا اس صورت میں سراسر کان بن جاتا ہے:

" **وبی یسمع وبی یبصر** " اسی حالت کی طرف اشارہ ہے۔ نیز غیبت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کے معنی ہیں فانی جہان ناپایدار کو نہ دیکھا جائے شہود حق اور عالم حق کی وجہ سے جو پایدار ہیں۔ ان دونوں کو حضور شہود کہتے ہیں۔ **حضور** کی ایک مختصر تعریف یہ کی گئی ہے کہ **حضور** غیبت کے مقابلے میں ہے۔ غیبت لوگوں سے اور **حضور** اللہ کے پاس ہونا۔ یعنی لوگوں سے غیب ہو کر حق کے ساتھ حضور قلب۔

۳۹۸؎ ذوق ۳۹۹؎ **شرب**: دیکھئے حاشیہ ۲۵۷ اور ۲۵۸۔

التصفیّه فی احوال المتصوّفه میں آیا ہے کہ **محبّت حال** کی ابتدا کو ذوق کہتے ہیں اور ذوق ایک ضعیف لذّت کا ادراک ہے یا ایک پوشیدہ الہام تک رسائی۔ جب تک ابتدا میں ہے اور سالک اس میں تذبذب میں

رہتا ہے اور اس کی حالت، بدلتی رہتی ہے اسے ذوق کہتے ہیں۔ صوفیوں کے احوال ذوق سے ہی حاصل ہوجاتے ہیں علم سے نہیں کیونکہ جاننا دارو ہے اور ذوق دارُو (دوا) کا چکھنا ہے اور ذائقہ کی حقیقت اور دارو (دوا) کی ماہیت پر اطلاع ذوق سے حاصل ہوتی ہے۔ اور شرُب کے معنی ہیں جام حرف (کلام یا سخن) سے خالص معنی کا پی لینا' یا حرکت کی صورت سے عبارت کی حقیقت کی طرف رُجوع کرنا۔ اور ذوق کی انتہا کو شرُب کہتے ہیں۔ ذوق دنیا کی حدّ پر ہے اور شرُب عُقبیٰ کی قدرومنزلت پر۔ ذوق سے شوق پیدا ہوتا ہے اور شرُب سے عشق اور ذوق و شرُب میں اتنی تفاوت ہے جتنی کہ شوق و عشق میں۔ اور جب معانی کی شرح کی جائے تو ذوق اولیاءاللہ کے مزاج کو راست آتا ہے اور شرُب انبیاء کے مذاق پر کہ وہ صاف وحی طور پر وحی سے مدد لیتے ہیں۔ ذوق و شرُب کی تعریف میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ شہود کا اوّل درجہ ہے (وہ شہود جو متواتر روشنیوں کے دوران ہوتا ہے)۔ ذوق کو کامل تر مرتبہ میں شرُب کہا جاتا ہے۔

[۴۰۰] روی: عرفانی اصطلاح میں صوفیوں کے نزدیک نُور ایمان ہے اور عرفان کے دروازوں کا کُھل جانا ہے اور جمال حقیقت سے حجابوں کا اٹھ جانا ہے۔ روی کی تعریف میں یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ یہ وجہ حقیقی (یعنی چہرۂ حقیقی) ہے۔

[۴۰۱] ریّان: وہ شخص جو انتہائی تمکین اور قوّت حال سے وجد کے

تواتر سے متاثر نہ ہو اور نہ ہی بدلتا ہو اس مومن پینے والے کی مانند جس کے وجود کا جز و شراب بن چکا ہو۔ یہ ایک خاص روحانی کیفیت ہے جو صاحب حال پر طاری ہو جاتی ہے۔ ریّان کے لغوی معنی ہیں سیراب۔ عطش کی ضد۔ سیراب ہوا آدمی۔ شاداب۔ تروتازہ۔

۴۰۲؎ **محق**: تصوّف کی اصطلاح میں اس کے معنی ہیں بندہ کا عین حق میں فنا ہو جانا۔ **محق** یعنی بندہ کی ہستی کا اللہ کی ذات میں فنا ہو جانا جیسے کہ **محو** بندہ کے افعال کا اللہ کے فعل میں فنا ہونا ہے اور **طمس** ذات حق میں صفات کا فنا ہونا ہے۔ **محق** کے معنی ہیں کہ محق فنا کی ایک منزل ہے اور وہ ہے ذات اور وجود کا اللہ کے وجود میں فنا ہو جانا ہے ایسے کہ وہ ہر موجود میں نہ دیکھے مگر حق سبحانہ و تعالیٰ کو جس نے ظہور کیا ہوا ہے فعل کے بموجب نہ کہ ذات کے بموجب اس موجود میں۔

۴۰۳؎ **سحق**: حق کی قہاریّت کے مقابلے میں بندہ کی بیخودی۔ سحق یعنی عین ذات میں محو ہو جانا۔

۴۰۴؎ **تجلی**: یعنی انوار حق کا دل میں اتر آنا کہ حضرات مُقبلان الٰہی ملاقات حق کی شایستگی پیدا کر پائیں۔ کنایہ ہے نور الٰہی کے غالب آجانے سے جیسے حضرت **موسیٰ** علیہ السّلام پر ہوا تھا جس سے وہ بیہوش ہوئے۔ **تجلی** یعنی وہ جو انوار غیب سے دلوں پر آشکار ہو جائے۔ **تجلی** یعنی ظہور ذات وصفات الوہیّت۔

۴۰۵ ستـــــر : عرفانی اصطلاح میں اس کے معنی ہیں وہ چیز جو انسان کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے محجوب کرے اور وہ ہے تعلقات خاطر اور نفسانی عادات ولگاؤ۔ ستر اللہ تعالیٰ کی ستاری کی صفت کو بھی کہتے ہیں۔

۴۰۶ مکـــاشفہ : یعنی عارف کے روح کی تلاش عوالم مجرّد کے حقایق کی خاطر۔ بعضوں نے کہا ہے کہ مکـــاشفـــہ عبارت ہے شواہد مشاہدات میں حضور دل سے۔ اور مکاشفہ کی علامت ہے اللہ تعالیٰ کی کُنہ عظمت میں تحیّر۔ بعضوں کا کہنا ہے کہ مکاشفہ یعنی تجلّی میں شہود۔ بعضوں نے کہا ہے کہ مکاشفہ کے معنی ہیں نفس کے لئے حصول علم فکر کرنے سے یا قیاس اور یا کسی خاص سانحہ کی راہ سے۔ عارف کو خواب میں جو ملے اُسے رُؤیای صادقہ کہتے ہیں اور جو بیداری میں ملے اُسے مکاشفہ کہتے ہیں۔

۴۰۷ مشـــاھدہ : یعنی توحید کے دلائل سے اشیاء کو دیکھنا۔ نیز اشیاء میں حق کی رؤیت۔

۴۰۸ معـاینہ : اشیاء میں رُؤیت حق کا آنکھوں سے، دل سے اور رُوح کی آنکھ سے دیدار کرنا۔

۴۰۹ ســر ســـرُ : سرّ کے درجے ہیں اور تقسیمات بھی۔ جیسے سرّ الحال، سرّ المحقیقہ، سرّ العلم، سرّ القدر، سرّ تجلیّات، سرّ سرّ الرُبوبیّت، اور سرّ السرّ (یا سرّ سرّ)۔ سرّ السرّ وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ سے مخصوص ہے۔ مثلاً: اجمال احدیّت میں حقایق کی تفصیل کا علم

اوران حقایق کا جمع اور مشتمل ہونا اُس صورت میں جس میں کہ وہ ہیں۔

وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو [اوراللہ تعالیٰ کے پاس ہیں خزانے تمام مخفی اشیاء کے جن کو کوئی نہیں جانتا اُس کے سوا **سورۃ الانعام' آیت۵۹**]۔

۴۱۰ **تلوین**: اہل تصوّف کی اصطلاح میں **فقر** کے**مقامات** میں سے ایک مقام کا نام ہے اور وہ ہے **استقامت** کی راہ سے طلب اور تفحص کا مقام۔احوال میں بندہ کی گردش کرنا۔اکثر صوفیوں کے نزدیک **تلوین** ایک ناقص مقام ہے لیکن بعضوں کے نزدیک کامل ترین مقام ہے اور اس میں بندہ کا حال پروردگار کے فرمودہ کی دلیل سے مطابقت رکھتا ہے کہ **کل یوم ھو فی شان تلوین** اشارہ ہے کشف وحجاب کے درمیان دل کے تقلّب (پلٹتے رہنے) سے۔آدمی جب تک **صفات** نفس کی حدود کو پار نہ کرے اور صفات قلب کے عالم میں نہ پہنچے اسے **صاحب تلوین** نہیں کہتے کیونکہ تعاقب احوال کے سبب **تلوین** مختلف ہوتا ہے اور جو شخص **صفات** نفس میں مقید رہے اُسے صاحب حال نہیں کہتے۔ارباب کشف ذات **تلوین** کی حد سے گذر چکے ہوتے ہیں اور وہ **تمکین** کے مقام پر پہنچ چکے ہوتے ہیں۔

۴۱۱ **تمکین**: عرفانی معنی میں **بشریّت** کا زوال ہے جسے مرتبۂ **فقروفنا** کہتے ہیں۔ **تمکین** عبارت ہے اہل حقیقت کا محل کمال اور درجۂ

اعلیٰ پر اقامت کرنے سے۔ اہل مقام مُبتدیوں میں سے ہیں اور اہل تمکین مُنتہیوں میں سے۔ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے [بحوالہ 'شریعت و تصوّف' ص۳۵۲] **تمکین** اور **تلوین** کے بارے میں لکھا ہے کہ سالک کے قلب کے حالات کا مختلف ہونا کہ کبھی **قبض**' کبھی **بسط**' کبھی **سُکر**' کبھی **صحو**' (بالخصوص مُبتدی کو کہ اس کو بہت تغیّر پیش آتا ہے)اس کو **تلوین** کہتے ہیں اور یہ لوازم سلوک سے نہیں۔اس سے پریشان نہیں ہونا چاہئیے کہ یہ پریشانی البتہ مُضر ہے اور دوام طاعت و کثرت ذکر میں استقامت کے ساتھ مشغول رہنے سے حسب استعداد آخر میں مناسب حالت محمودہ پر قرار ہو جاتا ہے جسے تصوّف کی اصطلاح میں **تمکین** کہتے ہیں۔ **تمکین** کے بعد تمام اشیاء کے حقوق بخوبی ادا ہو جاتے ہیں۔اسی **تمکین** کا نام توسّط واعتدال ہے۔اسی توسّط کی وجہ سے اس امت کا نام امّت وسط ہے۔تلوین والا پہچانا جاتا ہے اور صاحب تمکین کی حالت عوام جیسی ہو جاتی ہے۔پس صاحب تلوین صاحب حال ہے اور صاحب تمکین حقیقت شناس۔صاحب تلوین ابھی راہ میں ہے اور صاحب تمکین واصل ہو چکا ہے۔ **حضرت یوسف علیہ السّلام** کے قصّہ میں زنان مصر **صاحب تلوین** تھیں اور حضرت زلیخا **صاحب تمکین** ۔ **التصفیّہ فی احوال المتصوّفہ** کے مصنّف نے لکھا ہے کہ سالک ابتدائی ضعیف ارادت میں تلوّن میں رہتا ہے اور اُسے ہر چیز میں تغیّر واضطراب کا سامنا

کرنا پڑتا ہے لیکن منتہی (انتہا پانے والا) متمکّن ہوتا ہے اور تمکّن کی مدد سے وہ ہرگز مضطرب اور متغیّر اور نا امید اور موقوف نہیں ہوتا (موقوف یعنی روک نہیں دیا جاتا) کیونکہ صاحب تمکین کے بازو دنیا میں کھلے ہیں' دل ملکوت میں روان ہے اور آنکھیں غیب کی بینا ہیں۔ جو آتا ہے دیکھتا ہے اور جو چاہتا ہے بے اضطراب پاتا ہے۔

۴۱۲؎ **ترجمہ:** [اور بادشاہ نے کہا] کہ میں دیکھتا ہوں کہ سات گائیں فربہ ہیں جن کو سات لاغر گائیں کھا گئیں **سورۂ یوسف**' آیت ۴۳۔

۴۱۳؎ **ترجمہ:** [اور جب یوسفؑ نے اپنے والد سے کہا کہ ابّا!] میں نے گیارہ ستارے اور سورج اور چاند دیکھے ہیں۔ ان کو اپنے رُو برو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے **سورۂ یوسف**' آیت ۴

۴۱۴؎ **احسن تقویم:** قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے: "**لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم** ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے **سورۂ التّین**' آیت ۴۔

[**احسن تقویم** یعنی عمدہ ترکیب۔ بہترین درستی۔ خوبصورت چہرہ۔ راست قامت]

۴۱۵؎ **ترجمہ:** "میرے فرزند! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو (بہ امر الٰہی) ذبح کر رہا ہوں تم بھی سوچ لو کہ تمہاری کیا رائے

ہے۔ وہ بولے کہ ابّا جان! آپ کو جو حکم ہوا ہے آپ بلا تامّل کیجئے انشاءاللہ تعالیٰ آپ مجھ کو صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے"

سورۂ الصّافات ' آیت ۱۰۲۔

۴۱۶ **رُویا**: وہ جو خواب میں دیکھا جائے۔ خواب

۴۱۷ **اضغاث احلام**: قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے: **قالوا اضغاث احلام وما نحن بتاویل الاحلام بعالمین** **سورۂ یوسف** ' آیت ۴۴۔ [وہ لوگ کہنے لگے کہ یوں ہی پریشان خیالات ہیں اور ہم لوگ خوابوں کی تعبیر کا علم نہیں رکھتے]۔ **اضغاث احلام** کا ذکر قرآن کریم میں ایک اور جگہ یوں آیا ہے: " **بل قالوا اضغاث احلام بل افتراہ بل ھو شاعر** [بلکہ (یوں بھی) کہا کہ یہ (قرآن) پریشان خیالات ہیں بلکہ انہوں نے (یعنی پیغمبرؑ نے) اس کو تراش لیا ہے بلکہ یہ تو ایک شاعر (آدمی) ہے۔ (**سورۂ الانبیاء** ' آیت ۵)]

۴۱۸ **واقعہ**: صوفیانہ اصطلاح میں وہ غیبی امور جو اہل خلوت پر آشکار ہوں اور اگر یہ حال حضور میں ہو تو اسے **مکاشفہ** کہتے ہیں۔ بعض واقعات سچے اور بعض جھوٹے ہوتے ہیں۔ غرض **واقعہ** وہ چیز ہے جو ذکر کے دوران سالک دیکھ لیتا ہے اور استغراق کی حالت میں اپنا حال حق کے ساتھ دیکھتا ہے یوں کہ محسوسات اس سے غایب ہو جاتے ہیں۔ اور یہ نیند اور بیداری کے درمیان ہوتا ہے۔

۴۱۹؎ **بقی بن مخلد:** **بقی بن مخلدؒ ابن یزید قرطبی اندلسی** مشہور محدّث‘ صاحب مسند اور صاحب تفسیر تھے۔ آپ نے **یحییٰ ابن یحییٰ اللیثی** اور **محمّد ابن عیسیٰ الاعشیٰ** سے حدیث اور علوم اخذ کئے۔ اس کے بعد **مشرق** میں جا کر فقہ وحدیث کے اکابرین کی صحبت پائی۔ **حجاز** میں **مصعب زھری** اور **ابراھیم ابن منذر** اور اس طبقے کے دیگر افراد اور **مصر** میں **یحییٰ ابن بکیر** اور **زھیر ابن عباد** اور اس کے طایفے سے‘ اور **دمشق** میں **ابراھیم ابن ھشام غسّانی** اور **صفوان ابن صالح** اور **ھشام ابن عمار** اور ایک جماعت سے‘ اور **احمد ابن حنبل** اور ان کی جماعت سے‘ اور **کوفہ** میں **یحییٰ ابن عبد الحمید یمانی** اور **محمّد ابن عبد الله ابن نمیر** اور **ابا بکر ابن ابی شیبہ** اور ان کی جماعت‘ اور **بصرہ** میں **حمّاد ابن زید** کے اصحاب سے روایت سنی۔ اور حدیث کے بارے میں ایسی جدوجہد و کوشش اور عنایت کی جس پر کوئی اضافہ نہیں ہوسکتا۔ آپ کے شیوخ کی تعداد ۲۳۴ افراد تھے۔ آپ کثیر الصّوم تھے‘ صادق القول تھے‘ کثیر التہجد تھے‘ مستجاب الدّعوات تھے‘ کم نظیر بزرگوار تھے اور مجتہد تھے۔ آپ نے کسی کی تقلید نہیں کی اور اخبار کے مطابق خود فتویٰ دیتے تھے۔ سال ۲۰۱ھ میں رمضان کے مہینے میں آپ متولّد ہوئے اور سال ۲۷۶ھ میں جمادی الآخر مہینے میں آپ کی وفات ہوئی۔ **ابن حزم** نے کہا ہے مسلمانی میں آپ کے

تفسیر قرآن کی طرح کی کوئی تفسیر نہیں تھی کہ **محمد ابن جریر طبری** کی بھی نہیں۔ آپ **امام بخاری**، **مسلم** اور **نسائی** کے زُمرے میں شمار ہوتے ہیں۔

۴۲۰؎ **ترجمہ**: ''جس نے مجھے خواب میں دیکھا پس اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت کی مثال میں نہیں آسکتا''

۴۲۱؎ **زُھرہ**: اسے **ناھید** بھی کہتے ہیں۔ ~~انگریزی میں~~ Venus کہلاتا ہے اور دوسرا شمسی منظومہ سیارہ ہے۔ **زھرہ عطارد** کے بعد اور زمین سے پہلے ہے۔ اس سیّارہ کو زمین کی بہن کہہ سکتے ہیں کیونکہ اندازہ کے لحاظ سے زمین سے قریب ہے اور کرّۂ زمین سے قریب ترین سیّارہ۔ جب زمین اور زھرہ سورج کے ایک طرف میں ہوتے ہیں تو ان کا فاصلہ صرف تین کروڑ میل ہوتا ہے جب کہ ایک دوسرے کے مقابل میں ہونے کے وقت ان کے درمیان ایک ارب اُنہتر کروڑ میل کا فاصلہ ہوتا ہے۔ اس سیّارے کو ہم پوری طرح تب ہی دیکھ سکتے ہیں جب یہ ہم سے دور ہوگا کیونکہ اس موقعہ پر یہ پورے کا پورا سورج کی وجہ سے روشن ہوتا ہے ورنہ اس کا تھوڑا سا ہی حصّہ روشن اور تھوڑا سا تاریک حصّہ نظر آجاتا ہے۔ جب **زھرہ سیّارہ** زمین اور سورج کے درمیان ہوتا ہے، ہم اسے دیکھ نہیں سکتے کیونکہ اس کا تاریک حصّہ ہماری طرف ہوتا ہے لیکن اس حالت سے پہلے اور بعد، چاند کے ہلال کی طرح اس کے ہلال کو دیکھ سکتے ہیں (البتہ

بہت چھوٹا)۔ زھرہ کی انتقالی مدّت ۲۲۵دن ہے پس اس سیارہ میں سال ساڑھے سات مہینوں کا ہوتا ہے۔ اس کے دن اور رات کی لمبائی ابھی معلوم نہیں۔

۴۲۲؎ **عطارد** : اسے **تیر** بھی کہتے ہیں اور بُدھ بھی۔ انگریزی میں Mercury کہلاتا ہے۔ شمسی منظومہ یا نظام میں سب سے چھوٹا سیارہ ہے۔ اس کا قطر تین ہزار تیس میل اور چاند کے ۱/۵ کے برابر ہے۔ جو عمل چاند زمین کے لئے انجام دیتا ہے بالکل وہی **عطارد** سورج کے لئے انجام دیتا ہے۔ سورج سے اس کی دوری تین کروڑ ساٹھ لاکھ میل ہے۔ چونکہ یہ سیارہ بہت چھوٹا ہے سورج کے گرد اپنی انتقالی حرکت میں یہ صرف ایک بار اپنے گرد گھومتا ہے۔ اس کی انتقالی حرکت کی مدّت ۸۸ دن ہے۔ اس ستارے کا ایک طرف ہمیشہ سورج کی طرف رہتا ہے اور ان کا ایک سال اور ایک دن آپس میں مساوی ہیں۔ اس کا جو طرف سورج کی طرف ہے وہ بہت گرم ہے یوں کہ اس میں قلعی اور سیسہ پگھلی صورت میں پائے جاتے ہیں۔ اس کا دوسرا طرف بہت ٹھنڈا ہے ایسے کہ اس کا درجہ دوسو سے تین سو درجہ صفر کے نیچے چلا جاتا ہے۔ اس ستارے میں فضا موجود نہیں پس قابل سکونت نہیں۔ یونانیوں کے نزدیک یہ ستارہ مقرّری اور تجارت کا خدا تھا۔ قدماء **عطارد** کو ایسا سیّارہ جانتے تھے جو دوسرے آسمان پر (فلک دوّم) تھا اور **دبیر فلک** کے نام سے جانا جاتا تھا۔

۴۲۳؎ **لوایح: لایح (لائح)** کی جمع۔ان سے مراد ہے **اثبات** فوری نفی کے ساتھ۔ظاہراسرار ہیں جوایک حال سے دوسرے حال پرترقی پانے میں آشکار ہوجاتے ہیں۔[**لوایح** کے لغوی معنی ہیں روشنیاں۔وہ جو نورتجلّی سے پایا جاتا ہے۔چمک]۔

۴۲۴؎ **لوامع: لامع اور لامعہ** کی جمع۔ارباب نفوس طاہرہ سے جوانواراہل بدایات پرچمکیں اورخیال سے حس مشترک پرمنعکس ہوں اور ظاہری حواس سے دیکھے جائیں۔[**لوامع** کے لغوی معنی ہیں تابندگیاں۔ تابانیاں۔درخشندگیاں۔چمکیلی اورروشن چیزیں]۔

۴۲۵؎ **طوالع: طالع اور طالعہ** کی جمع۔اوّل چیز جواسماءالٰہیہ کی تجلیات سے بندے کے باطن میں پیدا ہوجاتی ہےاور نور سے اس کے اخلاق کوسنوارتی ہے۔انوارمعارف کاطلوع دل پر۔[**طوالع** کے لغوی معنی ہیں طلوع ہونے والا۔درخشان۔تابندہ]۔ **لوایح** اور **لوامع** اور **طوالع** یہ تینوں الفاظ جن کااوپر ذکر ہوا معنی میں ایک دوسرے کےقریب ہیں اوران میں کوئی بہت بڑافرق نہیں ہےاورعبارت ہیں اہل سلوک کے مبتدیوں کی صفات سے جوترقی کی راہ پرچل رہے ہوں۔ترتیب کے ساتھ پہلے **لوایح** آتا ہےاس کے بعد **لوامع** اوراس کے بعد **طوالع** ۔ **لوایح** ایک بجلی کی مانند ہے جومحض ظاہرہوتے ہی چھپ جاتی ہے۔ **لوامع**' روشن تر ہے **لوایح** سےاوراتنی تیزی سےزوال نہیں پاتی ہے بلکہ ذراسی

ٹھہر جاتی ہے۔ البتہ طوالع روشنی کے لحاظ سے بھی قوی تر ہے اور ٹھہر جانے کے لحاظ سے بھی باقی تر۔

۴۲۶ **ھویّت:** ہستی۔ وجود۔ وہ جو آدمی کی پہچان کا موجب ہو۔ مرتبۂ وحدت۔ مرتبۂ لاھوت۔ ذات باری کا مرتبہ۔

۴۲۷ **ترجمہ:** ''وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے اور وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی ہے اور وہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔'' **سورۂ الحدید'** آیت ۳۔

۴۲۸ **خواب:** راحت و آرام کی ایک ملی جلی حالت جو انسان اور حیوان میں ظاہری حواس کے کام سے معطل ہو جانے کے نتیجے میں پیدا ہو جاتی ہے۔

۴۲۹ **واقعہ:** دیکھئے حاشیہ ۲۱۸

۴۳۰ **حالت:** صوفیانہ اصطلاح میں حال۔ طرب۔ وجد۔

۴۳۱ **وجدان:** صوفیانہ اصطلاح میں حق کو پانا۔ گمشدہ وجد کو پانا۔ بعضوں کے نزدیک **وجدان** یعنی نفس اور باطنی قوتوں سے عبارت ہے۔

۴۳۲ **مشاھدہ:** دیکھئے حاشیہ ۲۰۷

۴۳۳ **تکوین:** وجود میں لانا اور پیدا کرنا (اس کی اصل ہے کون یعنی ہونا)۔ اللہ تعالیٰ کا موجودات کو پیدا کرنا۔

۴۳۴؎ اتصاف: موصوف ہونا۔ توصیف پانا۔ کسی صفت سے موصوف ہونا۔

۴۳۵؎ ترجمہ: "یقیناً فلاح پائی اُس نے جس نے اس (جان) کو پاک کرلیا اور نامراد ہوا جس نے اس کو فجور میں دبا دیا"

سورۂ الشمس ' آیت ۹۔۱۰

۴۳۶؎ ابا و استکبار: اشارہ ہے قرآن کریم کی آیت ۳۴ کی طرف جو **سورۂ البقرہ** میں ہے: **ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین** [اس نے (شیطان نے) کہنا نہ مانا اور غرور میں آ گیا اور ہو گیا کافروں میں سے]۔

۴۳۷؎ ترجمہ: "بیشک جب اللہ تعالیٰ نے نفس کو پیدا کیا تو اسے کہا کہ آگے آ اور وہ پیچھے چلا گیا اور پھر اسے کہا پیچھے جا اور وہ آگے آیا"

۴۳۸؎ رُوح اعظم: **جبرئیل علیہ السلام**۔ امر اعلای حق اور عقل اوّل۔ اسے **ملک مقرّب** بھی کہا گیا ہے جو بہت سے ملائکہ پر مشتمل ہیں جو اللہ کی لشکر ہیں۔ ربوبیّت کی حیثیت سے **رُوح اعظم** ' جو روح انسانی ہے' ذات الٰہی کا مظہر ہے اور اسی لئے اس کا نہ کوئی احاطہ کرسکتا ہے یا اس تک پہنچ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی اس کی کُنہ کو (ماہیّت کو یعنی حقیقت کو) نہیں جانتا۔ وہ **عقل اوّل** ' **حقیقت محمّدی** ' **نفس واحدہ** ' **حقیقت اسمائیہ** اور **اوّلین موجود** ہے جسے اللہ نے اپنی صورت پر پیدا

کیا۔ نیز **خلیفہ اکبر** ہے اور **نورانی جوھر** جس کی جوہریّت مظہر ذات اور نورانیت جس کی اس کے دانش کی مظہر ہے اور نورانیت کے اعتبار سے **عقل اوّل** اور جوہریّت کے اعتبار سے **نفس واحدہ** کہلاتا ہے۔ اور جس طرح سے عالم کبیر میں **روح اعظم** کے مظاہر اور نام ہیں جیسے **عقل اوّل**' **قلم اعلیٰ**' **نور**' **نفس کلّی**' **لوح محفوظ** وغیرہ' اسی طرح سے انسانی عالم صغیر میں بھی اہل اللہ کی اصطلاح میں مراتب وظہورات کے مطابق اس کے نام اور مظاہر ہیں جیسے سرّ' خفا' رُوح' قلب' کلمہ' روع' فؤاد' صدر' عقل اور نفس۔

۴۳۹ **ترجمہ:** ''جس نے تم کو ایک جاندار سے پیدا کیا''

سورۂ النّساء' آیت ۱

۴۴۰ **ترجمہ:** ''حضرت حق نے جو پہلی چیز پیدا کی عقل تھی۔''

۴۴۱ **عقل:** عقل دراصل اونٹ کے عقال (یعنی اونٹ کی پچھاڑی۔ رسّی جس سے اونٹ کے گھٹنوں کو بند کر دیتے ہیں) سے ماخوذ ہے اور وہ عقلمندوں کو راہ راست سے ہٹ جانے سے باز رکھتا ہے۔ **عقل** ایک مجرّد جوہر ہے [جوہر = خلاصہ، رُوح۔ وہ چیز جو بذات خود قایم ہو بر عکس **عرض** کے] جو غائبات کو محسوسات اور واسطوں کو مشاہدہ سے درک کرتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اشیاء کی حقیقتوں کو پاتی ہے اور بعض اس کی جگہ سر بتلاتے ہیں اور بعض دل۔ **عقل** کے بارے میں کہا گیا ہے یہ ایک جوہر

ہے لطیف، اور ایک نور ہے رُوحانی جس سے نفس ضروری اور نظری علوم کو
درک کرتی ہے۔ اس نور کا وجود ابتدا میں بچے کی جای ختنہ کے پاس ہوتی
ہے پھر یہ نور پیوستہ بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ بچے کے بالغ ہوجانے پر
کمال پاتا ہے۔ **عقل** کو رُوحانی نور کہا گیا ہے جس کے وسیلے سے نفس علوم
ضروری و نظری کو پالیتا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ ایک غریزہ (سرشت۔
طبعیت۔ ملکہ۔ استعداد) ہے جو انسان کو خطاب کو سمجھنے کے لئے آمادہ کر دیتا
ہے۔ **عقل** کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ خرد ہے اور دانش، اور وہ ایک
قوّت ہے انسان کے نفس میں، جس سے وہ اشیاء کی باریکیوں میں تمیز کرتا
ہے اور اسے **نفس ناطقہ** بھی کہتے ہیں۔ اور اصل لغت میں مصدر ہے جس
کے معنی میں پاؤں میں بند باندھ لینا۔ چونکہ خرد اور دانش بُرے افعال کی
طرف جانے میں طبعیت کو روک لیتے ہیں اس لئے خرد و دانش کو **عقل** کہتے
ہیں۔ عقل کو خرد و دانش اور فہم و شعور، دانائی، ادراک، دریافت، ہوش و فراست،
تدبیر، تمیز اور قوّت ممیّزہ کہتے ہیں۔

۴۴۲ **عقل کل:** اسے **عقل اوّل** اور **عقل اعلیٰ** بھی کہتے
ہیں۔ **عقل کل** (یا **عقل اوّل**) وہ چیز جو ذات حق سے پہلی بار صادر ہوئی
(فلسفہ مشاء کی اصطلاح میں .... مشائین حکماء کا وہ گروہ جو اشیاء کی
حقیقتوں کی دریافت دلیلوں سے کرتے تھے) نور اوّل، نور اقرب (فلسفہ
اشراق کی اصطلاح میں...... اشراقی قدیم حکماء کا وہ گروہ جنہوں نے

کثرت ریاضت یعنی مراقبہ ومکاشفہ کے ذریعے سے دلوں کی اور باطن کی صفائی پائی تھی اور دوسرے کے پاس حل کرجانے کی حاجت نہیں رکھتے تھے)

۴۴۳؎ **نفس کلی** : انواع موالید ثلاثہ کے نفوس کی مجموعی ہیئت۔(موالید ثلاثہ یعنی حیوانات نباتات اور جمادات) مدبّر عرش کی ہیئت کو **نفس کلی** کہتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ رُوح عالم نفس کلی ہے۔ اور بالآخر نفس کلی روحانی عالم اور اپنے نورانی مقام کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ نفس کلی ایک روحانی صورت ہے جس نے **عقل کلی** سے جو خود اوّلین موجودات میں سے ہے، فیض پایا ہے۔ اہل ذوق کا کہنا ہے کہ یہ عالم **فلک اعلیٰ** کے محیط سے لے کر **تحت الثریٰ** کے مرکز تک ایک شخص ہے جس کو **عالم کبیر** کہتے ہیں اور **نفس کلی** اس کی جان ہے جو اس کے جسم میں ایک عمل انجام دیتا ہے۔

۴۴۴؎ **لوح محفوظ** : کل فلکی نفس ہے کیونکہ دنیا میں جو کچھ جاری وساری ہوتا ہے وہ **کلی فلکی نفس** میں لکھا ہوا ہے مقرّر ہے اور نقش ہے اپنے تمام لوازمات وحرکات وحالات کے ہمراہ۔ جس طرح قلم کے ذریعہ سے حسی لوح پر حسیہ نقوش نقش ہوتے ہیں اسی طرح عالم عقل سے معلوم ومضبوط صورتیں کلّی طور پر کلی فلکی نفوس میں۔ جو قلب عالم ہیں۔ نقش ہوتی ہیں اور اسی لئے اسے **لوح محفوظ** کہتے ہیں کہ اس پر مرتسم

صورتیں ہمیشہ محفوظ اور تغیر و تبدّل سے مصون رہتی ہیں اور ایک ہی طریق پر چلتی رہتی ہیں۔ یہ وہ **لوح** ہے (تختہ یا تختی) جس پر اللہ تعالیٰ نے ہر وہ واقع لکھ دیا ہے جو واقع ہوگا۔

۴۴۵؎ **عقل اوّل** : کنایہ ہے **نُور حضرت رسالت پناہ محمّدی** سے ﷺ۔ اور کنایہ ہے **جبرئیل علیه السّلام** سے اور **رُوح اعظم** سے (دیکھئے حاشیہ ۴۳۸؎) اور **عرش** سے اور **فلک اوّل** سے۔ **جبرئیل** اور **عرش** کو بھی کہتے ہیں اور انسان کی **اصل** اور **حقیقت** کو بھی اس لئے کہ فیض رساں ہے اور **نفس کُل** کے ظہور کا واسطہ ہے۔ اسے چار نام دیئے گئے ہیں **عقلِ کُل**، **قلم اوّل**، **رُوح اعظم** اور **امّ الکتاب**۔ اور حقیقت کی رُو سے آدمؑ عقل کل کی صورت ہے اور حوا نفس کل کی صورت۔ **عقل اوّل** کو فرشتۂ اوّل بھی کہا گیا ہے جو دوسرے نو فرشتوں سے پیدا ہوئی ہے اور اسے **جوھر اوّل** بھی کہتے ہیں۔ **عقل اوّل** کو **مرتبت وحدت** بھی کہا جاتا ہے اور بعض اسے **نور محمّدی** جانتے ہیں ﷺ۔ بعضوں کا کہنا ہے کہ **جبرئیل** ہے اور انسان کی اصل اور حقیقت کو بھی **عقل اوّل** کہتے ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اہل نظر جسے **عقل اوّل** کہتے ہیں اہل اللہ اُسے **رُوح** کہتے ہیں اور اسی لئے **رُوح القدس** نام کا اطلاق اس پر ہوا ہے اور **عالم کبیر** کے ساتھ **عقل اوّل** کی نسبت عیناً وہی ہے جو انسانی رُوح کی بدن اور قوا کے ساتھ۔

۴۴۶ شیخ ولی تراش (قدس اللہ سرہ) احمد بن عمر بن محمّد خوفی خوارزمی ' کنیت ابو الجناب اور لقب نجم الدین اور طامة الکبریٰ اور معروف بہ شیخ نجم الدین کبرٰیؒ سلسلہ کُبرویّہ کے بنیاد گزار اور چھٹی وساتویں صدی کے مشاہیر عارفوں اور اکابر صوفیوں میں سے تھے۔نجم الدین رازیؒ' مجد الدین بغدادیؒ' سعد الدین حمویؒ' سیف الدین باخرزیؒ اور بہاؤ الدین ولدؒ آپ کے مریدوں اور شاگردوں میں سے ہیں۔آپ کبرٰی اس لئے کہلائے جاتے تھے کہ جو بھی مشکل سوال آپ سے کئے جاتے تھے کثرت ذہانت و فطانت سے آپ اُن کو حل کرتے تھے اور ہر اس آدمی پر' جو آپ سے مباحث ومناظرہ کرتا تھا' غالب آجاتے تھے' آپ کو طامة الکبرٰی کہا جاتا تھا (یعنی ایک بڑی بلا)۔ ابو الجناب بھی آپ کو اس لئے کہتے تھے کہ آپ دنیا سے کثرت کے ساتھ اجتناب کرتے تھے۔آپ ولی تراش کہلائے جاتے تھے اس لئے کہ ساری عمر میں آپ نے صرف بارہ آدمیوں کو اپنی مریدی میں لے لیا اور وہ سب کے سب مشائخ اور اولیاء ہو گئے جیسے شیخ مجد الدین بغدادی اور شیخ سعد الدین حموی .... وغیرہ۔

چنگیز خان نے آپ کو پیغام بھیجا کہ: ''میں نے حکم دیا ہے کہ خوارزم میں قتل عام کیا جائے۔آپ وہاں سے نکل جائیں کہ کہیں آپ قتل نہ ہوں۔''

حضرت شیخ نجم الدین کبرٰی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب بھیجا کہ

''اسّی سال کے عرصے تک خوارزمیوں کے ساتھ خوشیوں میں شریک رہا ہوں اور اب غم والم کے ایام میں ان کا ساتھ چھوڑ دینا بے مروّتی ہوگی۔'' منگولوں کے فتنہ وفساد میں آپ کو سال ۶۱۸ھ میں منگول خونخواروں نے خوارزم میں شہید کرڈالا۔ خوارزم کے **کھنہ** اور **گنج** نامی گاؤں میں مدفون ہیں۔ **رسالۃ الخایف الھائم عن لومۃ اللائم**' **فواتح الجمال** (فارسی) آپ کی تصنیفات ہیں۔ چند رباعیاں بھی آپ سے منسوب ہیں (حاشیہ ۴۰ بھی دیکھئے)

۴۴۷ **ترجمہ**: ''اور جو باتیں تمہارے نفسوں میں ہیں ان کو اگر تم ظاہر کروگے یا کہ پوشیدہ رکھوگے حق تعالیٰ تم سے حساب لے گا''

سورۂ البقرہ' آیت ۲۸۴۔

۴۴۸ **ترجمہ**: ''جن باتوں پر پشیمانی کا اظہار کیا اُن پر میرے امتّی کو معاف کردیا گیا''

۴۴۹ **ترجمہ**: ''اس کو ثواب بھی اسی کا ملے گا جو ارادہ سے کرے اور اس پر عذاب بھی اسی کا ہوگا جو ارادہ سے کرے''

سورۂ البقرہ' آیت ۲۸۶۔

۴۵۰ **ترجمہ**: ''گناہوں سے توبہ کرنے والا گناہ نہ کرنے والے کی مانند ہوتا ہے''

۴۵۱ **برزخ**: وہ جو دو چیزوں کے درمیان حائل ہو جیسے جنّت اور

جہنّم کے درمیان اعراف۔ دنیا اور آخرت کے درمیان حائل، اور وہ موت کے وقت سے قیامت تک کا زمانہ ہے اور ہر کوئی جو مرتا ہے برزخ میں داخل ہوجاتا ہے۔ صوفی اصطلاح میں برزخ **رُوح اعظم** کو کہتے ہیں اور **عالم مثال** کو جو اجسام کثیفہ اور ارواح مجرّدہ کے درمیان حائل ہے۔ دنیا اور آخرت کو بھی برزخ کہتے ہیں اور پیر و مرشد کو بھی۔

۴۵۲؎ **روح طبیعی**: یا روح طبعی۔ قدما کے عقیدے کے مطابق ایک قوّت جس کی جگہ جگر میں ہے۔ رُوح سے جو کچھ جگر کو پہنچتا ہے اس سے اس کو ایک دوسری کیفیت حاصل ہوجاتی ہے اور قوّت طبعی اسی سے قایم رہتی ہے اور اس سے تغذیہ اور نشو ونما اور تولید حاصل ہوتی ہے۔

۴۵۳؎ **روح نباتی**: یا روح نامیہ۔ وہ جو نباتات کی حیات و زندگی کا موجب ہے۔ ایک ایسی قوّت سبزہ و گیاہ میں جوان کے نمو کا باعث بن جاتا ہے۔

۴۵۴؎ **روح حیوانی**: ایک لطیف سی روح ہے جو اخلاط کی لطافت سے مخصوص امتزاج کے مطابق پیدا ہوجاتی ہے رگوں کے ذریعہ سے یہ روح اعضا میں پھیل جاتی ہے اور اعضا کو اس سے زندگی، حس و حرکت کو قبول کرنے کی استعداد، تغذیہ، نشو ونما اور تولید کی قوّت حاصل ہوجاتی ہے۔ محققین حکما کا کہنا ہے کہ روح ایک ہی ہے جو ہر جگہ اور مظہر میں ایک الگ صورت اور اثر کے ساتھ پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ اگر دماغ میں

پہنچے گی تو **روح نفسانی** کہلاتی ہے اور اگر جگر میں پہنچے گی تو **روح طبیعی** (یا روح طبعی) کہلاتی ہے۔ اور بظاہر اطبّا کا قول یہی ہے کہ ہر ایک روحی استقلال میں علیٰحدہ اور الگ ہے۔ **روح حیوانی** کا معدن دل ہے اور **روح نفسانی** کا معدن دماغ ہے۔ **روح حیوانی** ایک لطیف جسم ہے جس کا منبع جسمانی جوف ہے اور یہ رگوں کے ذریعے سے بدن کے تمام اجزا میں پھیل جاتی ہے۔ قدماء کے عقیدے کے مطابق **روح حیوانی** ایک قوّت ہے جو قلب میں ہے اور اسے **نفس غضبیہ** بھی کہتے ہیں۔

۴۵۵۔ **نفس** : جان۔ روح۔ روان۔ ایک قوّت جس سے زندہ جسم زندہ ہے۔ ہر کسی کی اپنی ذات، ہر چیز کا خود۔ ذات۔ خمیر۔ طینت۔ تن۔ سراپا آدمی۔ شخص۔ نفس امّارہ۔ ہمّت۔ ارادہ۔ قوّت۔ **نفس** ایک مجرّد جوہر ہے جو تدبیر اور تصرّف کے باہمی رابطے سے تعلق رکھتا ہے اور یہ نہ جسم ہے نہ جسمانی، اور یہ بیشتر حکماء اور متکلمین کا عقیدہ ہے۔ یا یہ کہ مجرّد نہیں ہے یعنی اجسامی نفوس ہیں جو لطیف ہیں اور اپنی ذات میں زندہ اور ساری و جاری ہیں اعماق بدن میں جن میں نہ زوال آتا ہے اور نہ ہی کوئی تبدیلی۔ بدن میں اس کی بقا حیات سے عبارت ہے اور اس کی علیٰحدگی عبارت ہے موت سے۔ بعضوں کا کہنا ہے کہ نفس دل میں ایک غیر منقسم جز ہے، بعضوں کا کہنا ہے یہ دماغ میں ایک قوّت ہے جو احساس و حرکت کا مبدأ ہے اور بعضوں کا کہنا ہے قوّت نہیں ہے بلکہ ایک رُوح ہے جو دماغ

میں پیدا ہوئی ہے اور حس و حرکت کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

نفس کی حقیقت اور اس کے وجود کے بارے میں فلسفے کی تاریخ میں مختلف راویوں کا اظہار کیا گیا ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ نفس چھوٹے چھوٹے اجزا کی صورتوں سے عبارت ہے۔ آگ ہے۔ ہوا ہے۔ زمین ہے۔ پانی ہے۔ بھاپ دار جسم ہے۔ عدد ہے۔ عناصر سے مرکّب ہے۔ حرارت غریزی ہے۔ برادت ہے۔ دم ہے۔ مزاج ہے۔ نفس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کی حدوں کو بیان کرنا اور اس کی تعریف کرنا ممکن نہیں ہے۔ خدائے بزرگ و برتر نے موجودات کو احسن نظام و ترتیب کے ساتھ اشرف سے اخس پیدا کیا ہے اور اس کی عنایت واجب قرار دیتی ہے کہ موجودات کو فیض عطا کرے اور اس کا فیض دائمی ہو اور موجودات کواکب کی شعاعوں اور سماویات کی تأثیر سے ہمیشہ مستفیض اور حیات کو قبول کرنے کے لئے مستعد ہوتے ہیں۔ طبیعی موجودات میں زندگی کے آثار میں جو پہلی چیز ظاہر ہوتی ہے وہ ہے تغذیہ اور نشو و نما کی زندگی۔ اس کے بعد حس و حرکت کی زندگی۔ اس کے بعد علم و تمیز کی زندگی۔ ان تینوں مراتب کی ایک کمالی صورت ہے جس کے ذریعہ سے مخصوص زندگی کے آثار اس کو فیض پہنچاتے ہیں۔ اس صورت کو نفس کہتے ہیں جس کے تین مراتب ہیں:

نفس نباتی، نفس حیوانی، اور نفس انسانی۔

۴۵۶؎ **ترجمہ:** ''دشمن ترین دشمن تیرا اپنا نفس ہے جو تیرے دو

پہلوؤں کے بیچ میں ہے۔"

۴۵۷ **نفس ناطقه**: مرتبۂ کمال میں نفس کو **نفس ناطقه** کہتے ہیں اور انسانی نوع کی عقل وصورت بھی۔ وہ روح جو معنی کا فہم وادراک کرے۔ رواں۔

۴۵۸ **ترجمه**: (اور جو اللہ کے فرمانبردار تھے اُن کو ارشاد ہوگا کہ)اے اطمینان والی روح! تو اپنے پروردگار (کے جوار رحمت) کی طرف چل اس طرح کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش (پھر ادھر چل کر)تو میرے (خاص) بندوں میں شامل ہو جا (کہ یہ بھی نعمت روحانی ہے) اور میری جنّت میں داخل ہو جا ، **سورۂ الفجر** آیت ۳۰۔

۴۵۹ **تجرّد**: علیحدگی۔ قطع تعلق۔ ترک دنیا۔ تنہائی اختیار کرنا۔ گوشہ نشینی۔ بیوی نہ کرنا۔

۴۶۰ **مُغیبات**: (مُغیب یا مُغیبہ کی جمع) چھپی چیزیں۔ مخفی باتیں۔ غیب جگہیں۔

۴۶۱ **شیطان**: ہر سرکش اور نافرمان۔ متمرّد۔ دیو۔ بدخو۔ سخت دل۔ سانپ۔ بے آرام۔ شوخ۔ ابلیس۔ **شیطان** شیطن شطو ناً مادّہ سے یعنی دور ہونا۔ دور ہونے والا۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حضرت حق تعالیٰ کی درگاہ سے نکالا گیا ہے۔ بعضوں نے کہا ہے **شاط شیطاً** کے مادّہ سے ہے جس کے معنی ہیں ہلاک ہونا۔ بعضوں نے لکھا ہے کہ شیطان ایک ناصاف

آگ ہے جو کفر کی ظلمتوں میں آمیختہ ہے اور آدمی کے جسم و جان میں جریان خون کی طرح رواں ہے۔ اس لفظ کی تفسیر میں علماء آیت **شیاطین الجن والانس** کی رائے مختلف ہے۔ یہ اختلاف دو اقوال کا ہے۔ پہلا قول یہ ہے کہ شیاطین سبھی ابلیس کے فرزند ہیں جب کہ اس نے اپنے فرزندوں کو دو حصّوں میں بانٹ دیا۔ ایک حصّے کو بنی نوع انسان میں وسوسے ڈالنے پر مامور کر دیا اور دوسرے حصّے کو جنّوں میں وسوسے ڈالنے پر۔ پس پہلی قسم **شیاطین انس** ہیں اور دوسری قسم **شیاطین جنّ**۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ہر سرکش نافرمان جنّ و انس کو شیاطین کہتے ہیں۔ **رسول اللہ** ﷺ نے **حضرت ابو ذر غفاری**ؓ سے فرمایا: ''اللہ کی پناہ مانگو شیطان الانس والجن سے''۔ عرض کیا: ''اے رسول خدا ﷺ! کیا بنی آدم کے لئے بھی شیطان موجود ہے؟'' فرمایا: ''ہاں! شیاطین انس شریر تر ہیں شیاطین جنّ سے۔'' **شیطان** ایک وجود ہے جو خباثت اور شرارت کا مظہر جو گمراہی، شرک غرور، ظلم اور افراد بشر کی بدبختی کا موجب ہے۔ قرآن مجید اور اسلامی روایات میں آیا ہے کہ یہ پہلے فرشتہ تھا اور جب اس نے حکم الٰہی پر آدمؑ کو سجدہ کرنے کے امر ربّانی سے انکار کیا تو درگاہ الٰہی سے نکال دیا گیا اور بندگان الٰہی کو گمراہ اور فریب دینے کا کام کرنے لگا۔

۴۶۲ے **ترجمہ:**

۴۶۳ ترجمہ: ''یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ لوگ زیادہ بے راہ رو ہیں'' **سورۂ الاعراف**' آیت ۱۷۹۔

۴۶۴ ترجمہ: ''آپ اُن کو (اُن کے حال پر) رہنے دیجئے کہ وہ کھالیں اور چین اڑالیں اور خیالی منصوبے ان کو غفلت میں ڈالے رکھیں' ان کو ابھی حقیقت معلوم ہوئی جاتی'' **سورۂ الحجر**' آیت ۳۔

۴۶۵ **نفس امّارہ**: وہ نفس جو بدنی طبعیت کی رغبت کراہے اور حسّی شہوتوں اور لذّتوں کا حکم دیتا ہے اور دل کو سفلی امور کی طرف لے جاتا ہے اور یہی ہے بدیوں کا ماویٰ اور ذمیمہ اخلاق کا منبع۔ **امارہ** کے معنی ہیں بہت امر کرنے والا اور سخت حکم کرنے والا۔ غلبۂ حیوانیت کے اعتبار سے روح انسانی کو **نفس امّارہ** کہتے ہیں کیونکہ اس کے حامل کو ہمیشہ بد کاموں کا حکم دیتا ہے۔ پست درجے کا نفس جو ہویٰ وہوس کے تابع ہے اور مہلک احکام کے بموجب بُرے کام اختیار کرتا ہے۔ گویا غلبۂ حیوانت کے اعتبار سے انسانی روح **نفس امّارہ** کہلاتی ہے۔

۴۶۶ **نفس لوّامہ**: گناہوں کے واقع ہوجانے پر نُوردل کی ہدایت سے خود کو بہت ملامت کرنے والا النفس اور ایسا نفس صلحاء اور اولیاء کو حاصل ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اس کی قسم کھاتا ہے کہ: **"ولا اقسم بالنفس اللوامة"** (**سورۂ القیامة**' آیت ۲) (اور قسم کھاتا ہوں ایسے نفس کی جو اپنے اوپر ملامت کرے۔)

۴۶۷؎ **نفس مطمئنہ**: بُری صفتوں سے پاک وصاف ہوا اور اخلاق حمیدہ سے متصف ہوکر قرب الٰہی سے فائز ہوا اور اطمینان کی منزل پر پہنچا ہوا نفس نفس مطمئنہ کہلاتا ہے کہ اس خطاب الٰہی سے مشرّف ہے:

یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ۔

نفس ناطقہ کو اس لحاظ سے کہ فضیلتوں سے آراستہ اور رذایل سے خالی ہے اور شہوات کی مقتضیات سے جھگڑے میں پڑ جاتا ہے **مطمئنہ** کہتے ہیں۔ **نفس مطمئنہ** ہوائ نفسانی کو ترک کرنے والا اور فانی دنیا کی لذّتوں سے صرف نظر کرتا ہے اور جو اللہ چاہتا ہے اس پر "راضیہ و مرضیہ" ہے۔

۴۶۸؎ **سیّار**: بہت پھرنے والا۔ گھومنے والا۔ سیر کرنے والا۔ سیر و گردش میں رہنے والا۔ اُس ستارے کو بھی کہتے ہیں جو سورج یا کسی اور کوکب کے گرد گھومتا ہو۔ تیز چلنے والا۔

۴۶۹؎ **ترجمہ**: "اے فریاد کرنے والوں کے فریادرس! میری فریاد سُن۔"

۴۷۰؎ **ترجمہ**: "انسان برہنہ ہے اس کا لباس تقویٰ ہے۔"

۴۷۱؎ **حضرت امّ البشر**: یعنی **حضرت حوّا علیہا السّلام** جو بنی نوع بشر کی ماں ہیں۔ یہ **حضرت آدم علیہ السّلام** کی بیوی ہیں اور **حضرت آدم علیہ السّلام** نے ہی یہ نام (حوّا) آپ کو دیا اور اس

لفظ کے معنی ہیں ''زندگی'' اور اس معنی میں **حضرت حوّا** علیہا السّلام **امّ البشر** کے نام سے ملقّب ہیں۔

۴۷۲۔ **ابو البشر** : یعنی **حضرت آدم** علیہ السّلام جو بنی نوع انسان کے باپ ہیں۔

۴۷۳۔ **ابلیس**: [بعض علماء نے لکھا ہے کہ لفظ **ابلیس** یونانی لفظ دیابُولُس Diabolos سے ہے] عرب لغت شناس اسے **ابلاس** کے مادّہ سے جانتے ہیں یعنی نا امید کرنا یا ایک اجنبی لفظ جانا ہے۔ اور یہ نام دیوؤں کے رئیس کا ہے جو **ابو البشر** کے بدن میں روح کو پھونکے جانے کے بعد' جب آدم علیہ السّلام کو سجدہ کرنے سے انکاری ہوا' تو مطرود ہوا۔ اور یہ قیامت کے دن تک زندہ رہے گا اور بندگان خدا کو گمراہ کرتا رہے گا البتہ خاصان الٰہی کے بغیر۔ اسے اہرمن' شیطان' عزازیل' خنّاس' بوخلاف' ابو مرہ' بومرہ' شیخ نجدی' ابو لیلیٰ' دیو' مہتر دیوان' پدر پریان کے ناموں سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

۴۷۴۔ **خنّاس**: شیطان۔ دیو جو وسوسہ پیدا کرتا ہے۔ ابو خلاف' ابلیس' عزازیل [''**الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس**'' جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے **سورۃ الناس**' آیت ۵] بدعمل اور بدکار لوگوں کو بھی **خنّاس** کہتے ہیں۔

۴۷۵۔ **لبّیک**: میں حاضر ہوں۔ میں فرمانبرداری کے لئے

استادہ ہوں۔آپ کے حکم کے لئے کھڑا ہوں۔آپ کا اطاعت گذار۔آپ کی اطاعت اور خدمت کے لئے کھڑا اور آمادہ ہوں۔ یہ لیجئے حاضر ہوں۔ کبھی **لبیک** کے بعد **سعدیک** بھی کہتے ہیں جس کے معنی یہ ہونگے کہ آپ کی معاونت کروں گا جیسی کہ کرنی چاہئیے۔ **لبیک** ایجاب (قبول و اجابت) کا لفظ ہے۔جب کوئی مخدوم کسی خادم کو بلانے کے لئے آواز دے تو خادم کہتا ہے **لبیک**۔اور خانۂ کعبہ میں حاجی لوگ بھی اللہ کے حضور میں کہتے ہیں **لبیک اللھم لبیک** میں حاضر ہوں میرے اللہ میں حاضر ہوں۔

۴۷۶ **ترجمہ**: ''آپ کہئے (جس طرح کہ فلق میں گذرا) کہ میں آدمیوں کے مالک آدمیوں کے بادشاہ آدمیوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں وسوسہ ڈالنے پیچھے ہٹ جانے والے (شیطان) کے شر سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے خواہ وہ (وسوسہ ڈالنے والا) جن ہو یا آدمی (ہو) ترجمہ **مولانا اشرف علی تھانویؒ**۔

۴۷۷ **ترجمہ**: ''بیشک شیطان ابن آدم کے دل پر اپنی ناک رکھ دیتا ہے اور اگر آدم اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ لوٹ جاتا ہے اور اگر غفلت سے کام لیتا ہے تو شیطان اس کے دل کو لپیٹ لیتا ہے۔''

۴۷۸ **مُضِل**: وہ یا جو چیز گمراہی کا موجب بن جائے۔گمراہ کرنے والا۔ضلال کی طرف رہنمائی کرنے والا۔

۴۷۹؎ **ترجمہ:** ''جب تک تم اپنی ایک خواہش کو پوری کرلو گے تب تک تجھ میں سینکڑوں ابلیس پیدا ہونگے۔ والسّلام''

۴۸۰؎ **ترجمہ:** ''میں اس کا ہمنشین بن جاتا ہوں جو میرا ذکر کرتا ہے۔''

۴۸۱؎ **ترجمہ:** بیشک فرزند آدم کے بدن میں گوشت کا لوتھڑا ہے جب تک یہ درست ہے سارا بدن درست ہے اور جب اس میں خرابی آجاتی ہے سارا بدن خراب ہوجاتا ہے۔ خبردار رہو اپنے قلب (دل) سے''

۴۸۲؎ ترجمہ: ''اس تاریخ میں عبرت کا سبق ہے ہر اس شخص کے لئے جو دل رکھتا ہو **(سورۂ ق' آیت ۳۷)**۔

۴۸۳؎ **ترجمہ:** ''کیا وہ شخص جو پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اُسے زندگی بخشی اور اس کو وہ روشنی عطا کی جس کے اجالے میں وہ لوگوں کے درمیان زندگی کی راہ طے کرتا ہے.......... **(سورۂ الانعام' آیت ۱۲۲)**

۴۸۴؎ **ترجمہ:** ''تم مُردوں کو نہیں سنا سکتے.....''

(سورۂ النّمل' آیت ۸۰)

۴۸۵؎ **قلب:** قلب صنوبری شکل کا ایک عضو ہے اور سینے کے بائیں طرف میں ہے۔ اس کا رنگ سرخ ہے اور مضبوط ہوتا ہے۔ اس کا وزن عمر بڑھنے کے ساتھ زیادہ نہیں ہوتا۔ بلوغیت کی عمر میں اس کا وزن مرد میں تقریباً ۲۷۵ گرام سے ۳۱۲ گرام تک ہوتا ہے اور عورت میں ۲۶۰ گرام

سے ۲۸۶ گرام تک۔ مرد میں اس کی لمبائی ۹۸ ملی میٹر اور چوڑائی ۱۰۵ ملی میٹر ہوتی ہے جبکہ عورت میں اس سے کم ہوتی ہے۔صوفیانہ عرفانی اصطلاح میں **قلب** ایک **ربانی لطیفہ** ہے جو سینے کے بائیں طرف میں واقع صنوبری شکل کے جسمانی قلب سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ **لطیفہ** حقیقت انسان سے عبارت ہے اور حکماء اسے **نفس ناطقہ** کہتے ہیں (دیکھئے حاشیہ ۴۵۷) اور یہی قلب ہے جس میں علم وادراک ہے۔

۴۸۶ **فؤاد**: دل کو کہتے ہیں اس کی حرکت کی وجہ سے کیونکہ **فأد** کے اصل معنی حرکت کے ہیں۔بعض علماء نے کہا ہے کہ **قلب** کے باطن کو کہتے ہیں اور ایک گروہ اس کی تعبیر عقل سے کرتے ہیں۔اس کی جمع ہے **افئدۃ**

۴۸۷ **جنان**: قلب۔قلب وروح کے قرار پکڑنے کی جگہ۔دل [**جنان** کے کئی اور معنی ہیں: جامہ۔رات۔رات کی تاریکی۔اوّل شب کی تاریکی۔ہر چیز کا اندرون جو نظر نہ آئے]۔

۴۸۸ **شغاف**: لغوی معنی غلاف دل کی۔یا پردۂ دل یا دانۂ دل۔

۴۸۹ **حبۃ القلب** : لغوی معنی دل کا سیاہ نقطہ۔خون دل۔دانۂ دل۔حبۂ دل۔سُویداء۔ثمرۃ القلب۔نقطۂ دل۔

۴۹۰ **بال**: دل۔خاطر۔حال

۴۹۱ **خلد**: دل۔نفس۔حال

۴۹۲؎ صــــدر: سینہ۔ ہر چیز کامقدّم اعلیٰ اور اس کا اوّل۔ سیّد۔ رئیس۔ مہتر۔ بزرگ

۴۹۳؎ مشهــد: دل اس معنی میں کہ سالک اسی کی طرف متوجہ و حاضر رہتا ہے یعنی سالکوں کے حضور کا مقام دل۔

۴۹۴؎ مُضغه: گوشت کا لوتھڑا۔ گوشت کا ٹکڑا۔ چبائے جانے کے لایق گوشت کا ٹکڑا۔

۴۹۵؎ اجود: زیادہ بخشنے والا۔ کریم تر۔ بہترین۔ نیکوترین۔ زیادہ جواد (سخی)

۴۹۶؎ اسود: کالا۔ بڑا سانپ۔ بڑا کالا سانپ۔ بڑے سانپ کی ایک قسم جس میں سیاہی ہوتی ہے۔

۴۹۷؎ اغلف: وہ چیز جو غلاف میں ہو۔ قلب اغلف = وہ دل جو کسی چیز کی حفاظت نہ کرے گویا غلاف میں چھپا ہوا ہے۔

۴۹۸؎ مــصــفّح: درگزر کیا گیا۔ خطا معاف کیا گیا۔ روگردانی کرنے والا۔ پہلوتہی کرنے والا۔

۴۹۹؎ ســـرّ: عارفوں کی اصطلاح میں بدن میں ایک امانتی لطیفہ ہے ارواح کی مانند اور مشاہدہ کا مقام ہے جیسے کہ ارواح محبت کا مقام اور قلوب معارف کا ہے اور ســـرّ روح سے نازک تر ہے اور روح قلب سے اشرف (بالاتر۔ شریف تر) ہے۔ سرّ کا اطلاق گاہے اس چیز پر ہوتا ہے جو

بندہ وحق کے درمیان ہے اور کہا گیا ہے **صدور الاحرار قبور الاسرار** (احرار کے سینے اسرار کی قبریں ہیں) یہ بھی کہتے ہیں کہ لغت میں **سرّ** کے معنی ہیں کتمان اور اس کی جمع ہے **اسرار**۔ اور **سریرہ** بھی کتمان کے معنی میں ہے اور اس کی جمع ہے **سرائر** ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سر کو سرّ اس لئے کہتے ہیں کہ ارباب و اصحاب قلوب کے بغیر کسی سے اس کا ادراک نہیں ہوسکتا۔ کبھی **سرّ** کو قلب کے معنی میں کام میں لایا گیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے **سرّ** ایک ایسی چیز ہے جسے اللہ نے چھپا رکھا ہے اور لوگوں کی اس پر کوئی دسترس نہیں۔

۵۰۰؎ **حضرت سیادت** : مراد ہیں **حضرت امیر کبیر علی ثانی میر سیّد علی ہمدانی شاہ ہمدان** رحمۃ اللہ علیہ۔

۵۰۱؎ **ترجمہ**: ''اس طرح سے کامل دس روزے رکھے''

سورۂ البقرہ' آیت ۱۹۶۔

۵۰۲؎ **مشکوٰۃ**: وہ آلہ جس میں چراغ اور قندیل رکھتے ہیں۔ وہ جگہ جس میں چراغ رکھتے ہیں [عربی زبان میں اس لفظ کا صحیح رسم الخط ہے مشکات یا مشکاۃ اور قرآنی رسم الخط میں **مشکوٰۃ**۔ لیکن ایرانی ادیبوں کی نظر میں **مشکات** درست تر ہے]۔

۵۰۳؎ **رُوح نباتی** : وہ جو نباتات کی حیات و زندگی کا موجب ہے۔ اسے رُوح نامیہ بھی کہتے ہیں یعنی **قوّت نامیه** جو سبزہ جات میں اُن کی

نشو ونما کا باعث ہے۔ اسے رُوح نامی بھی کہتے ہیں۔

۵۰۴ **زُجاج**: کانچ۔ شیشہ۔ قندیل کی شکل کی بنی ہوئی سفید شیشہ کی چیز۔ آبگینہ (شیشہ۔ کانچ۔ بلور) وہ چیز جسے سفید و شفاف شیشے سے قندیل کی صورت میں بناتے ہیں۔ عرق سے پُر شیشی کو بھی زُجاج کہتے ہیں۔

۵۰۵ **رُوح حیوانی**: دیکھئے حاشیہ ۴۵۴

۵۰۶ **رُوح نفسانی**: اس سے مراد ہے **رُوح حیوانی**۔ **رُوح حیوانی** سے جو چیز دماغ میں پہنچتی ہے وہ ایک دوسری ہی کی کیفیت کی ہوتی ہے اور یہ رُوح حس و حرکت کو فیض پہنچاتی ہے اور قوّت نفسانی اسی سے قائم ہوتی ہے اور اس سے مراد ہے **نفس ناطقہ** (دیکھئے حاشیہ ۴۵۷) جیسے کہ کتب الٰہی میں رُوح سے مراد ہے نفس۔ **رُوح نفسانی** دماغ میں ہوتا ہے اور وہاں سے اعصاب کے ذریعے انداموں میں (اعضاء میں) داخل ہوتا ہے۔

۵۰۷ **رُوح انسانی**: ایک امر لطیف ہے جو انسان کی ادراک و علم کی ضمانت ہے اور حیوانی رُوح پر قابض ہے اور حیوانی رُوح سے مربوط۔ **رُوح انسانی** عالم امر سے نازل ہوئی ہے اور اس کی حقیقت و کُنہ معلوم نہیں۔ **رُوح انسانی** کی ترکیب سے کبھی **نفس ناطقہ** مراد لیتے ہیں اور کہتے ہیں امر الٰہی کے عالم سے ایک امر کے طور پر نازل ہوئی ہے اور

ادراک کے لحاظ سے اسے عقل بھی کہا گیا ہے۔

۵۰۸ **رُوح نبوی**: ایک نبی کی رُوح۔ پیغمبروں کی رُوح۔

۵۰۹ **رُوح قُدسی**: **رُوح حیوانی** کے مقابلے میں **رُوح فرشتگی**۔ **امام غزالی** رحمۃ اللہ علیہ کے بقول **رُوح قدسی** بشری نورانی ارواح کے مراتب میں سے ہے اور یہ ایک نبوی رُوح ہے جو پیغمبروں اور بعض اولیاء کے لئے خاص ہے اور اس رُوح میں، غیبی روشنیاں، احکام آخرت اور زمین و آسمانوں کے کچھ ملکوتی معارف بلکہ ربانی معارف، جن تک عقلی و فکری رُوح نہیں پہنچ پاتی، تجلّی کرتے ہیں۔

۵۱۰ **ترجمہ**: ''دل نور سے بنا ہے، جان نور سے بنی ہے اور نور ایمان بھی نور سے بنا ہے۔ یہ تینوں نور اگر جمع ہو جائیں تو بندہ پکار اٹھے گا یا غفور!'' [غفور = گناہوں کی مغفرت کرنے والا ـ گناہوں کو بخشنے اور چھپانے والا ـ اللہ تعالیٰ کی صفتوں میں سے ایک صفت یعنی اپنے بندوں کے گناہ چھپانے والا۔ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام۔ صفات الٰہی کے ناموں میں سے ایک نام **ان اللہ غفور رحیم** یعنی بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ **سورۃ النحل**، آیت ۱۸]

۵۱۱ **سات باطنی طبقات**: یعنی ہفت اندام باطنی مراد ہے نظر نہ آنے والے سات اعضاء، دماغ، دل، جگر، تلی، پھیپھڑا، پتہ اور معدہ۔ [کنایہ ہے **رُوح حیوانی**، **عقل**، **باصرہ**، **سامعہ**، **ذایقہ**، **شامّہ** اور

لامسہ سے بھی]

۵۱۲ **روز میثاق:** روز ازل جب کہ تمام بندگان الٰہی کی ارواح نے ربوبیّت الٰہی کا اقرار کیا جس پر قرآن برحق کی یہ آیت برحق گواہ ہے **الست بربکم قالوا بلی** (کیا میں تمہارا ربّ نہیں؟ اُنہوں نے کہا ہاں اے ہمارے ربّ۔ **سورۂ الاعراف** آیت۱۷۲)۔

۵۱۳ **ترجمہ:** ''کیا میں تمہارا ربّ نہیں؟ کہا ہاں تو ہی ہمارا ربّ ہے'' [**سورۂ الاعراف** آیت۱۷۲]

۵۱۴ **ترجمہ:** ''یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کردیا ہے'' [**سورۂ المجادلہ** آیت۲۲]

۵۱۴ **ترجمہ:** ''اور اپنی طرف سے ایک روح عطا کر کے ان کی قوّت بخشی ہے''۔ [**سورۂ المجادلہ** آیت۲۲]

۵۱۵ **ترجمہ:** ''میں حق پر ہوں۔''

۵۱۶ **ترجمہ:** ''میں پاک ہوں میری شان بڑی ہے۔''

۵۱۷ **ترجمہ:** ''میرے جبہ میں کوئی نہیں سوائے اللہ کے۔''

۵۱۸ **ترجمہ:**

۵۱۹ **استغراق:** کسی کام میں ڈوب جانا۔ غرق ہو جانا۔ بیخودی کی

حالت میں کسی کام میں ڈوب جانا۔فنا یا بے خبری کی حد تک کام میں غرق ہو جانا۔

۵۲۰ **شرک خفی**: باطن کے مذموم و غیر شرعی خاطرات و خیالات۔

۵۲۱ **مذکور**: جس کا ذکر کیا جائے۔جسے یاد کیا جائے۔جسے ذہن کے حوالے کر دیا جائے۔

۵۲۲ **جعفر**: مراد ہے اس کتاب **خلاصۃ المناقب** کا مصنف **نور الدین جعفر بدخشی** علیہ الرحمۃ

۵۲۳ **سلوک**: عرفان میں **سلوک** خاص مدارج کو طے کرنے کو کہتے ہیں جنہیں سالک کو ہمیشہ طے کرتے رہنا ہے یہاں تک کہ وصل و فنا کے مقام پر پہنچ جائے اور ان مدارج میں سے ہیں توبہ' مجاہدہ' خلوت' عزلت' ورع' زہد' صمت (خاموشی)' خوف' رجا' حزن' جوع (بھوک) ترک شہوت' خشوع اور تواضع۔**سلوک** صوفیا کی اصطلاح میں حق تعالیٰ کے تقرب کی جستجو۔

۵۲۴ **ترجمہ**:

۵۲۵ **وھّاب**: بخشنے والا۔خوب عطا کرنے والا۔بہت بخشنے والا۔ اللہ تعالیٰ کا ایک نام

۵۲۶ **غیبت**: اہل تصوف کی اصطلاح میں **غیبت**' شہود کے

مقابلے میں ہے اور یہ دو طرح کی ہے۔ **مذموم غیبت** شہود حق کے مقابلے میں اور **محمود غیبت** شہود خلق کے مقابلے میں۔ **غیبت** کی صوفی اصطلاحات میں یوں تعریف کی گئی ہے کہ یہ لوگوں کے رواں حالات کے جاننے بلکہ اپنے نفس کے حالات جاننے سے بھی دل کی غیبت ہے (غیبت یعنی دوری۔ غایب رہنا حضور کے مقابلے میں) اس مشغولیت کی وجہ سے جو آدمی کو واردات کے ساتھ ہو۔ چنانچہ مثلاً آدمی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی بڑا واقعہ (واردات) آپہنچے اور اس حقیقت کا حامل اس پر فتح پائے پس وہ حق کے ساتھ حاضر ہے یعنی حق کے پاس حاضر ہے اور خود سے اور لوگوں سے غایب ہے۔ اس بات پر زنان مصر کی داستان گواہ ہے جنہوں نے **حضرت یوسف علیہ السّلام** کو دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ جب **حضرت یوسف علیہ السّلام** کے حسن کا مشاہدہ کرنے کا یہ نتیجہ ہے تو پھر انوار خدای ذوالجلال کا مشاہدہ کرنے کی غیبت کا کیا حال ہوگا۔ صوفیہ اصطلاح میں ہی **غیبت** کو **کثرت** کہا گیا ہے۔ **غیبت** کے متصوفانہ تعریف میں کہا گیا ہے کہ **غیبت** کے معنی ہیں اپنے نفس کے حظوظ سے غایب ہو جانا اور ان سے توجہ کو منقطع کرنا چنانچہ ان کی یاد تک دل پر نہ گذرے ورنہ حظوظ نفس باقی رہیں گے اور یہ قطع تعلق سالک کو شہود حق سے ہی حاصل ہو جاتا ہے اور وہ شغل حق میں اس حد تک مشغول ہو جاتا ہے کہ اُسے لذات و حظوظ نفس کی کوئی خبر نہیں ہوتی۔ ایسی حالت میں جب اس

کے باطن پر ایک حقیقت غالب آ کر چھا جاتی ہے تو اس کا ظاہر بھی متاثر ہوتا ہے چنانچہ اگر محبوب کا خیال کرے تو اس خیال کی لذت اس کے ہفت اندام پر غالب رہے گی گویا سراپا دل بن جاتا ہے۔ اور اگر محبوب سے کوئی بات سنے تو اس سماع کی لذت اس کے ہفت اندام میں اتر جاتی ہے اور اس صورت میں گویا سراپا کان بن جاتا ہے اور **وبی یسمع و بی یبصر** اسی حالت کی طرف اشارہ ہے۔ نیز **غیبت** کو فانی اور ناپایدار دنیا کو نہ دیکھنے سے تعبیر کیا گیا ہے **شہود باقی** اور **عالم حق** کے سبب جو کہ پایدار ہیں اور **غیبت** کے مقابلے میں حضور و شہود کو استعمال میں لاتے ہیں۔

۵۲۷؎ **ترجمہ** : ''ہم نے نہ کسی کو جلالیات کی طرف آنے کا حکم دیا ہے نہ کسی کو جمالیات کی طرف آنے سے روکا۔''

۵۲۸؎ **ترجمہ** : ''قیامت کے دن تک اس عنایت میں اضافہ ہو اور مجھے ارباب خلوص میں شامل رکھے **محمد**ؐ کے صدقے اور اُنؐ کے تمام آل و اولاد کے صدقے!''

۵۲۹؎ **شیخ ابو الجناب** قدس اللہ سرہ: **حضرت نجم الدین الکبریٰ**ؒ کا لقب تھا۔ آپ کے لئے دیکھئے حاشیہ ۴۴۶؎

۵۳۰؎ **عرش**: ربّ العالمین کا تخت جس کی تعریف نہیں کی جا سکتی اور جس کی حد و کیفیت کا بیان شرع میں جایز نہیں۔ کہتے ہیں یاقوت سرخ ہے جو اللہ تعالیٰ کے نور سے چمکتا ہے۔ وہ آسمان کے اوپر ہے۔ عالم کو

احاطہ کرنے والا جسم جسے فلک الافلاک کہتے ہیں اور شرع کی اصطلاح میں فلک الافلاک کو عـــــرش کہتے ہیں اور حکماء کی اصطلاح میں **فلک الافلاک** کہلاتا ہے۔ وہ جسم جو تمام اجسام پر محیط ہے اور جس کی بلندی کے سبب اس نام سے پکارا جاتا ہے یا بادشاہ کے تخت کے ساتھ تشبیہہ کی وجہ سے اس پر حکم صادر کرنے کے وقت جانشین ہونے پر۔ اور اللہ تعالیٰ کے قضاو قدر کے احکام وہاں سے نازل ہوئے ہیں اور وہاں پر نہ صورت ہے اور نہ ہی جسم۔ عــرش کو نو پایوں کا منبر بھی کہا گیا ہے۔ بام بدیع۔ بام رفیع۔ بام رُواق۔ بحر وسیع۔ چرخ فلک۔ چرخ اطلس۔ چرخ برین۔ فلک اعظم۔ فلک اطلس۔ آسمان نہم۔ قرآن کریم میں عرش کا ذکر **ویحمل عرش ربک فوقھم ثمانیۃ** اور اس روز آٹھ فرشتے تیرے ربّ کا عرش اپنے اوپر اٹھائے ہونگے (سورۂ الحاقۃ' آیت ۱۷) ☆ **وھو الذی خلق السمٰوات والارض فی ستۃ ایام وکان عرشہ علی الماء** اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا جب کہ اس سے پہلے اس کا عرش پانی پر تھا (سورۂ ھود' آیت ۷ ☆ **الذین یحملون العرش ومن حولہ یسبحون بحمد ربھم** عرش الٰہی کے حامل فرشتے اور وہ جو عرش کے گردو پیش حاضر رہتے ہیں سب اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کررہے ہیں (سورۂ المؤمن' آیت ۷) ☆ **ان ربکم اللہ الذی خلق السمٰوات والارض فی ستۃ ایام ثم استوٰی علی العرش**

درحقیقت تمہارا ربّ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر اپنے تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہوا (سورۂ الاعراف' آیت ۵۴' ترجمہ از سیّد ابوالاعلیٰ مودودی) ☆ عارفوں کی اصطلاح میں **عرش** اسماء مقیّد الٰہی کے استقرار کا مقام ہے اور **آسمان** کو **عرش** کہتے ہیں اور **فلک الافلاک** کو بھی عرش کہتے ہیں۔ اور **نفس کلّی** (دیکھئے حاشیہ ۴۴۳) کو جو تفصیل کے ساتھ اشیاء پر مُحیط ہے عرش کریم' لوح قدر' لوح محفوظ' کتاب مبین' ورقاء (یعنی لوح' قلب عالم) زمرّد' اور یاقوت حمراء کہتے ہیں۔ **عرش** کو عام معنی میں شاہی تخت سلطنت' اورنگ اور سریر کہتے ہیں چنانچہ اس معنی میں قرآن کریم میں بھی آیات کریمہ نازل ہوئی ہیں مثلاً:

انی وجدت امراۃ تملکھم و اوتیت من کل شیئی و لھا عرش عظیم میں نے وہاں ایک عورت دیکھی جو اس قوم کی حکمران ہے اس کو ہر طرح کا سروسامان بخشا گیا ہے اور اس کا تخت بڑا عظیم الشان ہے (سورۂ النّمل' آیت ۲۳) ☆ **فلما جاءت قیل اھکذاعرشک قالت کانہ ھو** ملکہ جب حاضر ہوئی تو اُسے کہا گیا کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ اس نے کہا یہ تو گویا وہی ہے (سورۂ النّمل ' آیت ۴۲) ☆ **قال یا ایھا الملؤ ایکم یاتینی بعرشھا قبل ان یاتونی مسلمین** (سلیمانؑ نے) کہا اے اہل دربار! تم میں سے کون اس کا تخت میرے پاس لاتا ہے قبل اس کے کہ وہ لوگ مطیع ہوکر میرے سامنے حاضر ہوں

(**سورۃ النّمل**' آیت ۳۸' ترجمہ از سیّد ابوالاعلیٰ مودودی)۔

۵۳۱ **کُرسی**: سریر۔ تخت۔ صندلی۔ تصوّف کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کے امرونہی کا مقام۔ اللہ تعالیٰ کی تدبیر اور ملک و قدرت قرآن کریم میں ہے **وسع کرسیه السمٰوات والارض** یعنی اُس کا علم اور اُس کا ملک وسیع ہے۔ اللہ کا علم جو سارے عالم پر محیط ہے۔

۵۳۲ **کربلا**: عراق (عرب) کے ملک کا ایک شہر جو **دریائے فرات** کے کنارے پر واقع ہے۔ سال ۶۱ھ تک یہ شہر ایک بیابان تھا۔ اس کے بعد سے **حُسین ابن علی** رضی اللہ عنہ کی شہادت کے نتیجے میں یہ جگہ **آل علیؓ** کے شیعوں کی توجہ کا مرکز بن گئی اور آہستہ آہستہ آباد شہر بن گیا اور آج شیعوں کی زیارت کرنے کا مقام ہے۔ اس کی آبادی ایک لاکھ کے قریب ہوگی اور محرم اور صفر کے مہینوں اور جاڑے کے ایام میں زیارت کرنے والوں کے ہجوم سے یہ آبادی کوئی ڈیڑھ لاکھ تک بلکہ شاید اس سے بھی زیادہ تعداد تک پہنچ جاتی ہوگی۔

۵۳۲ **شیخ ولی تراش**: **حضرت نجم الدین الکبریٰ** قدس اللہ سرہ۔ دیکھئے حاشیہ ۴۴۶۔

۵۳۳ **شیخ جُنید** قدس اللہ سرہ: دیکھئے حاشیہ ۴۹ اور ۱۸۶۔

۵۳۴ **ترجمہ**: ''سارا عالم اُس کے نغمے کی صدا ہے کس نے اتنی لمبی صدا سنی؟''

۵۳۵ **شیخ نجم الدین الکبریٰ**: دیکھئے حاشیہ ۴۴۶

۵۳۶ **ینبوع الانوار** : یعنی روشنیوں کے بڑے چشمے یا بڑے دریا۔

۵۳۷ **کتاب العزایم**: یعنی دعاؤں کی کتاب (عزایم = بیماریوں پر پڑھی جانے والی دُعائیں کہ شفایاب ہوں)۔

۵۳۸ **ترجمہ** : ''اُس کے ہاں جو چیز اوپر چڑھتی ہے وہ صرف کلام طیّب (پاکیزہ قول) ہے اور عمل صالح اس کو اوپر چڑھاتا ہے''

۵۳۹ **ایقان**: یقین سے جان لینا۔ بے گمان اور بے شک و ریب جان لینا۔ بے گمانی۔

۵۴۰ **عرفان**: حق تعالیٰ کو پہچاننا یعنی اس کی معرفت۔ علوم الٰہی میں سے ایک علم جس کا موضوع حق اور اس کے اسماء و صفات کی شناخت ہے۔ یعنی یہ ایک ایسی راہ و روش ہے جسے اہل اللہ نے اللہ تعالیٰ کی معرفت پانے کے لئے منتخب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شناخت دو طریقوں سے میسّر ہے ایک **استدلال** کے طریقے سے جو علماء کا طریقہ ہے دوسرا طریقہ ہے **تصفیۂ باطن** اور یہ خاص انبیاء اور اولیاء کا طریقہ ہے اور عارفوں کا۔ اور یہ کشفی و شہودی معرفت مجذوب مطلق کے بغیر کسی کو میسر نہیں مگر قالبی، نفسی، رُوحی، قلبی، سرّی و خفی اطاعت و عبادت کے ذریعے سے' اور ایجاد عالم سے مراد ہے معرفت شہودی۔ عارفوں کا عقیدہ ہے کہ حق و حقیقت تک پہنچنے کے

لئے مرحلوں کو طے کرنا پڑتا ہے تا کہ اپنی استعداد کے مطابق نفس حق و حقیقت سے آگاہ ہو جائے۔ حکماء کے ساتھ عارفوں کا فرق یہ ہے کہ وہ صرف عقلی استدلال کے گرد نہیں گھومتے بلکہ ان کے کام کی بنیاد شہود و کشف پر ہوتی ہے۔ عام مفہوم میں **عــرفــان** یعنی کسی چیز کے رموز و دقایق پر واقفیت پانا ہے' سطحی علم کے مقابلے میں۔ خاص مفہوم میں کشف و شہود کے طریقے سے اشیاء کی حقیقتوں کو پانا ہے اور اس لئے **تصوّف' عرفان** کے جلوؤں میں سے ایک جلوہ ہے۔ **تصوّف** (حاشیہ ۳۳۴ بھی دیکھئے) عملی سیر و سلوک کا ایک راستہ اور طریق ہے' جو **عرفان** سے نکلا ہے لیکن **عرفان** ایک کلی تر عام مفہوم ہے جس میں سارے راستے اور تصوّف شامل ہے۔ گویا **تصوّف و عرفان** میں منطقیوں کے بقول عام و خاص کا فرق ہے اس معنی میں کہ ممکن ہے کوئی شخص عارف ہو لیکن صوفی نہ ہو چنانچہ ممکن ہے بظاہر **تصوّف** میں داخل ہو لیکن **عرفان** سے کوئی نصیب نہ پایا ہو۔ اور دیکھنے میں آیا ہے کہ لفظ **عارف** کو گاہے درویش اور صوفی کے لفظ سے زیادہ فاضل اور زیادہ اعلیٰ کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ بعض لوگ **عرفان** کو تصوّف کا علمی اور ذہنی پہلو جانتے ہیں اور **تصوّف** کو عرفان کا عملی پہلو۔ خاص معنی میں **عرفان** کو تصوّف ہی کہتے ہیں۔ **عرفان** کے لغوی معنی ہیں نادانی کے بعد جاننا اور پہچاننا۔ شناخت۔ شناسائی۔ معرفت۔ آگاہی۔ درایت (دریافت)

۵۴۱ ذکر جنانی : یعنی ذکر قلب (جنان=جنّت کی جمع۔ قلب)۔

۵۴۲ حال: زندگی کی وضع و کیفیت۔ واقعات کی کیفیت۔ جریان امور۔ شرح حال۔ وجد۔ حال یا احوال دل کے امور ہیں جو صفائی اذکار سے سالک کے دل پر اترتے ہیں۔ یعنی حال یا احوال دل سے مربوط ہیں نہ کہ اعضاء بدن سے اور یہ وہ حقیقت ہے جو صفائی اذکار کے حصول کے بعد عالم غیب سے دل میں پیدا ہو جاتی ہے پس احوال یا حال ایک ہی موہبت الٰہی ہے۔ بعض مشائخ نے حال کو بقا اور ھمیشگی سے تعبیر کیا ہے کیونکہ اگر موصوف بقا کی صفت نہ رکھتا ہو تو یہ حال نہیں لوائح ہے اور ابھی اس کا حامل حال تک نہیں پہنچا ہے۔ محبّت، شوق اور قبض و بسط سب احوال ہیں۔ اگر دوام نہ ہو تو نہ مُحب ہی مُحب ہو سکتا ہے اور نہ ہی مشتاق مشتاق ہو سکتا ہے۔ اور جب تک حال سالک کی صفت نہ بن جائے یہ نام اس پر نہیں لگایا جا سکتا ہے۔ حال کے بارے میں یہ بھی آیا ہے کہ سالک کے قلب پر غیب سے جو کیفیت نازل ہو جس میں وہ بے اختیار ہوگا وہی حال ہے اور جس مرتبۂ سلوک میں اس نے پختگی اور استقامت حاصل کی ہوا سے مقام کہتے ہیں اور سلوک کے مقامات وہی باطنی اعمال ہیں جن کی تحصیل کا شریعت نے حکم دیا ہے اور سالک ہمیشہ ان کو طے کرنے میں منہمک رہتا ہے۔ مقام سالک کے تحت ہے لیکن سالک حال کے تحت

ہوتا ہے۔ **حال** کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ کیفیت محض موہبت الٰہی سے سالک کے پاکیزہ دل پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وارد ہوتی ہے جس میں خود سالک کا اپنا کوئی ارادہ نہیں اور پھر صفات نفس کے ظاہر ہوجانے پر یہ کیفیت زایل ہوجاتی ہے۔ حاشیہ ۳۵۰ اور ۳۶۸ بھی دیکھیں۔

۵۴۳ **مقام**: ایک منزل ومرتبہ ہے جس پر سالک خاص آداب کے ذریعہ سے پہنچتا ہے اور سختی ومشقت کی راہ سے کامیابی پاتا ہے۔ **مقام** مراتب سلوک میں سے ایک مرتبہ ہے جو سالک کے قدموں کے نیچے آتا ہے اور اس کی استقامت کرنے کی جگہ بنتا ہے اور اس میں کوئی زوال نہیں آتا۔ کوئی جب کسی **مقام** پر ہو اور اس مقام کے اعمال کی بجا آوری کرتا ہو تو جب تک اعمال کی تکمیل نہ کرے اس مقام سے دوسرے مقام پر ترقی نہیں پاتا۔ حاشیہ ۳۶۷ بھی ملاحظہ ہو۔

۵۴۴ **وقت**: وقت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ **وقت** وہ چیز ہے جو آدمی پر وارد ہوتا ہے اس پر تصرّف کرتا ہے اور اس کو ترس اور خوشی وغم میں اپنے حکم سے گھماتا ہے اور اس لئے کہا گیا ہے کہ **الوقت سیف قاطع** (وقت کاٹنے والی ایک تلوار ہے) کیونکہ وقت کے حکم سے ہی امور کا کٹ جانا عمل میں آتا ہے جب ہی کہتے ہیں کہ فلاں آدمی وقت کے حکم پر چلتا ہے۔ وقت کے بارے میں یہ بھی آیا ہے کہ **وقت** ایک **حال** ہے جو

آدمی پر گذرتا ہے اور اس حال میں اسے آرام ملتا ہے۔ ایک وقت آتا ہے جب عارف کے لئے سکون واجب ہوتا ہے۔ ایک وقت آتا ہے جب شُکر واجب ہوتا ہے اور کسی وقت شکایت اور اسی لئے یہ بھی کہتے ہیں کہ عارف اپنے وقت کا **ابن الوقت** ہوتا ہے یعنی جس طرح بیٹا اپنے ماں باپ کے تابع ہوتا ہے عارف بھی ظاہر میں اور باطن میں وقت کا تابع ہو جاتا ہے اور وقت اس پر غالب آجاتا ہے۔ چنانچہ صوفی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ صوفی کی دو قسمیں ہیں **ابن الوقت**' اور وہ وہ ہے جو وقت کا تابع ہو اور وقت اس پر غالب ہو۔ دوسرا **ابو الوقت** اور وہ وہ ہے جو وقت پر غالب آچکا ہے۔ حاشیہ ۳۶۶ بھی دیکھ لیجئے۔

۵۴۵ **جهل مرکب**: یعنی کسی چیز کی ماہیت (اصلیت۔ حقیقت) پر اعتقاد رکھنا جو اعتقاد اس حقیقت کے خلاف ہو۔ **جهل مرکب** اس کو اسی لئے کہتے ہیں کہ اس جہالت کے حامل کا اعتقاد اُس چیز کی اصلیت کے بالکل برخلاف ہوتا ہے جس پر اس کا اعتقاد ہوتا ہے گویا اس چیز کی حقیقت کے بارے میں لاعلم ہو کر بھی یقین کر لیتا ہے کہ اس کا اعتقاد صحیح ہے اور درست یعنی لاعلمی کے اوپر ایک اور جہالت کا حامل ہوتا ہے۔ اور یہ دونوں جہالتیں ترکیب پا کر **جهل مرکب** کہلاتی ہیں۔ اس بارے میں مشہور قطعہ ہے ؎ آنکس کہ بداند و بداند کہ بداند ☆ اسب طرب خویش بہ افلاک رساند ☆ آنکس کہ نداند و بداند کہ نداند ☆ آنہم خرک

لنگ بہ منزل برساند ☆ آنکس کہ نداند و نداند کہ نداند ☆ در جہل مرکب ابدالدّہر بماند ☆ [جو شخص جانتا ہے اور اُسے معلوم ہے کہ جانتا ہے ☆ وہ اپنی خوشی کے گھوڑے کو آسمانوں میں دوڑا سکتا ہے ☆ وہ شخص جو نہیں جانتا اور اُسے معلوم ہے کہ نہیں جانتا ☆ وہ بھی بہرحال اپنے لنگڑے گدھے کو منزل پر پہنچا سکے گا ☆ لیکن وہ شخص جو کچھ بھی نہیں جانتا اور اُسے نہیں معلوم کہ وہ کچھ بھی نہیں جانتا ☆ ایسا آدمی زمانے میں ہمیشہ جہل مرکب میں گرفتار رہے گا ☆]

۵۴۶ **ترجمہ**: ''اوّل رفیق، پھر طریق (راستہ)

۵۴۷ **ترجمہ**: ''زندہ دل لوگوں کے منکر کیوں ہو رہے ہو۔ اُن میں جو کچھ ہے وہ کسی اور میں نہیں ہے۔''

۵۴۸ **ترجمہ**: ''کائنات کی کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔''

۵۴۹ **هیاکل**: هیکل کی جمع ہے اور هیکل کے معنی ہیں بُت خانہ۔ نصاران کا عبادت گھر جس میں تصویریں اور تمثیلیں ہوتی ہیں۔ (پہلوی زبان میں بُت خانہ) نصاران قوم کا عبادت خانہ جس میں **حضرت مریم** علیہا السّلام کا پیکر ہو۔ نصاران کا گرجا۔ بتکدہ۔ دارالاصنام۔ بیت الصّنم۔ بتوں کی پرستش کرنے کی جگہ۔ تصویروں کا گھر۔ بیت النّار۔ آتشکدہ۔ معبد۔ بتخانہ۔ **مولانا جلال الدّین دوّانی** نے لکھا

ہے کہ **ھیکل** کے معنی ہیں پیکر اور صورت' اور حکماء چند گھر (یا کمرے) بناتے تھے اور اس گھر میں خاص طالعوں (برجوں) میں طلسمات کو نقش کرتے تھے جنہیں **کواکب سبعہ** (سورج۔ چاند۔ زہرہ۔ عطارد۔ مریخ۔ مشتری۔ زحل) کہتے ہیں اور ان گھروں کی وہ تعظیم کرتے تھے اور ان کی عبادت کرتے ہیں

۵۵۰ **کُن**: صیغۂ امر ہے یعنی ''ہوجا'' اور کان یکون کوناً سے مشتق ہے اور اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کے اس امر کی طرف جو اس نے روز ازل میں موجودات کے پیدا ہونے کے بارے میں دیا اور فرمایا کُن یعنی ہو جا اور **فیکن** یعنی ہو گیا۔ عالم وجود سے بھی کنایہ ہے۔ دنیا' وجود' دہر سے بھی۔ [کاف و نون = کُن سے کنایہ ہے اور کُن جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا امر ہے جس کے معنی ہیں ہو جا یعنی موجود ہو جا **کان یکون** سے۔ اوّل اللہ تعالیٰ نے کُن فرمایا اور فرماتے ہی **فیکن** ہوا۔ **انما امره اذا اراد شیئا ان یقول له کن فیکون** وہ تو جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا کام بس یہ ہے کہ اسے حکم دے ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے **(سورۂ یٰس ' آیت ۸۲)**]

۵۵۱ **مُکوّن**: وجود میں لانے والا۔ موجد۔ ہستی میں لانے والا۔

۵۵۲ **مُوجِد** : ایجاد کرنے والا۔ پیدا کرنے والا۔ وجود میں لانے والا۔

۵۵۳ **مُحیی**: زندہ کرنے والا۔ حیات میں لانے والا۔ احیا

کرنے والا۔

۵۵۴؎ **مُمیت:** موت دینے والا۔ مارنے والا۔

۵۵۵؎ **راحم:** رحم کرنے والا۔ بخشنے والا۔ مہربانی کرنے والا۔

۵۵٦؎ **مُعاقب :** عقوبت کرنے والا: عذاب کرنے والا۔ بدعملی کی سزا دینے والا۔ جزا دینے والا۔

۵۵۷؎ **سیر:** گردش۔ سیر۔ سفر۔ سیاحت۔ صوفیوں کے نزدیک دو معنی پر اس کا اطلاق ہوتا ہے ایک **سیر الی اللہ** اور دوسرا **سیر فی اللہ**۔ **سیر الی اللہ** کی انتہا ہے اور وہ یہ ہے کہ سالک اتنا سفر (سیر) کرتا ہے کہ خدا کو پہچان لیتا ہے اور جب خود کو پہچان لے تو سفر (سیر) ختم ہو جاتا ہے اور **سیر فی اللہ** کی ابتدا حاصل ہو جاتی ہے۔ **سیر فی اللہ** کے انتہا کی انتہا نہیں اور سیر کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے تنگنامی دنیا سے باہر نکل جانا۔ اور سیر کی راہ میں جو پہلی منزل طے کرنا پڑتی ہے وہ ہے توبہ کی منزل جسے **باب الابواب** کہتے ہیں۔ پہلی سیر میں پردے ہٹ جاتے ہیں اور دوسری سیر میں پردے جل جاتے ہیں۔ غرض **سیر** یعنی طریقت میں سلوک (سلوک کے لئے دیکھئے ۳۴۴؎)۔

۵۵۸؎ **حُدوث:** نیا ہونا۔ ہونا کوئی واقع جو نہیں ہوا۔ نئی آمد۔ کسی چیز کا نیا پیدا ہونا۔ تازگی (قدمت کے مقابلے میں) واقع ہونا۔ وقوع۔ اتفاق ہونا۔ پیش آنا۔ عدم کے بعد وجود۔ نو پیدائی۔

۵۵۹ قدمت: پُرانا پن۔ کہنگی۔ دیرینہ پن۔ کسی ذات کے وجود میں آنے میں غیر سے بے نیازی اور یہ فقط ذات حق تعالیٰ کی صفت ہے۔

۵۶۰ ترجمہ: اے کہ تیرا حدوث وقدم سب وہی ہے' تیری خوشی اور غم سب وہی ہے ☆ تیرے پاس آنکھیں نہیں کہ خود کو دیکھ سکو' ورنہ تیرے سر سے پاؤں تک بس وہی ہی وہی ہے۔

۵۶۱ ترجمہ: کشش میں پڑ جاؤ گے تو چلنا تیرے ہاتھ سے چھوٹ جائے گا۔ اگر ایک قطرہ ہوگا تو وہ تیرے لئے قلزم بن جائے گا۔

۵۶۲ ترجمہ: جب تیرا دل صفات سے پاک ہو جائے گا تو بارگاہ سے نُورِ ذات چمکنے لگ جائے گا۔

۵۶۳ ترجمہ: ''ہمارے دوستوں کے دل ہمارے ملک کی سرائیں ہیں۔''

۵۶۴ ترجمہ: ''نہیں سماتا زمین اور آسمان میں لیکن سماتا ہے میرے بندے کے دل میں۔''

۵۶۵ ترجمہ: ''مومن کا دل اللہ کا عرش ہے۔''

۵۶۶ ترجمہ: اُس کی عظمت کی چوٹی کے ماوراء ایسے پرندے ہیں جو فرشتوں کا شکار کرتے ہیں' پیغمبروں کو صید کرتے ہیں اور حضرت سبحان کو گرفت میں لاتے ہیں۔ یہ شعر یوں بھی آیا ہے ؎ بزیر

کنگرۂ کبریاش مردانند ☆ فرشتہ صید، پیمبر شکار و یزدان گیر (شعر مولانا رومؒ کا ہے۔

۵۶۷ ھمّت : آرزو۔خواہش۔شجاعت۔دلیری۔زور۔ قوّت۔ طاقت۔ عزم۔ ارادہ۔ وسعت نظری۔ بلند نظری۔ بلند طبعی۔حوصلہ۔قصد۔فکر۔حُزن۔مراد۔مجاز اُدعا۔ تصوّف کی اصطلاح میں تمام روحانی قوّتوں کے ساتھ دل کی توجہ اللہ کی طرف اپنے اندر حصول کمال کے لئے یا کسی دوسرے کے لئے یوں کہ کسی اور مقصد کی طرف متوّجہ نہ ہو۔پیر کی توجّہ۔

۵۶۸ ترجمہ: تمام عالموں کا محور ھمّت ہے۔جانوں کے پرندوں کے پرو بال ھمّت ہے ☆ صاحب ھمّت بن تا کہ تجھے راحت میسّر ہو۔ہر لمحہ سینکڑوں بادشاہوں کی مملکت مل جائے ☆ جسے ھمّت کا ایک ذرّہ مل گیا۔اس کے آگے آفتاب ذرّے کی مانند پست ہے ☆ جس کسی میں عالی ھمّتی آگئی وہ جس چیز کی بھی خواہش کرے گا اُسے مل جائے گی ☆

۵۶۹ تفرقہ: پراکندگی۔فاصلہ۔متفرق کرنا۔جدائی۔فرق۔ سالکوں کی اصطلاح میں تفرقہ عبارت ہے اس سے کہ متعدد اُمور کے ساتھ دل کا علق دل کی پراکندگی کا باعث بن جائے۔

۵۷۰ عرش: دیکھئے حاشیہ ۵۳۰

۵۷۱ جمعیت: یعنی جمعیّت خاطر۔دل جمعی۔اطمینان قلب۔

اکٹھا ہونا۔ بہت لوگ جوایک جگہ جمع ہوں۔ انجمن۔ **تصوّف** کی اصطلاح میں جمعیّت خاطر کمال بصیرت اور نور محبّت سے پیدا ہوتی ہے اور توحید و تسلیم پر انجام پاتی ہے۔ **جمعیّت** ظاہر کی بھی ہے اور باطن کی بھی۔ ظاہر کی جمعیّت عبودیّت کی پابندی ہے جس کا نتیجہ ہے قناعت اور باطن کی جمعیّت ربوبیّت کی رُؤیت میں ہے جس کا نتیجہ استغنا اور فراغت ہے۔ اور جمعیّت سے مراد ہے قطع تعلقات، رفع حجاب، اور اغیار اور اسباب کو دل میں نہ آنے دینا۔ جب تک دیدہ و دل حق کے بغیر نظر اور التفات کریں گے **جمعیّت** حاصل نہ ہوگی اور جب خاطر میں **تفرقہ** (دیکھئے حاشیہ ۵۶۹) وگا یعنی خاطر پراکندہ و منتشر رہے گا اللہ تعالیٰ سالک کو ہلاکتوں میں ڈالے گا اور جب دل سے مختلف طرح کے اندیشے و آلام منقطع ہونگے اور بس ایک ہی خیال پر لوٹ آئے گا تب حضرت بادشاہ جل جلالہ اس بندۂ سالک کے تمام مشکلات کے لئے کافی ہوگا۔ اور سچے سالک کی نشانی **جمعیّت** ہے جو آنکھوں میں ہی جمع رہے گی جب تک نہ حق کو دیکھے، اور دل میں جمع رہے گی جب تک نہ حق کو جانے او نیّت میں جمع رہے گی جب تک نہ حق کی پرستش کرے۔ **تفرقہ** غفلت ہے اور غفلت ہرگز **طریقت** کے ساتھ جمع نہیں ہوتی۔ اور سالک کے جمعیّت کی نشانی نفس اور غصّہ کی ناموجودگی اور اعتراض و انکار کی، جو مذموم اخلاق ہیں، فنائیت ہے اور جو **تفرقۂ خاطر** کے نتائج ہیں اور تفرقۂ خاطر حرص و ہوا کی ظلمت سے ہے اور ان مذمومات

کی فنائیت جمعیت کی مدد سے ہوتی ہے۔ سالک کی جمعیت نور عقل سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے آدمی کو دل دیا ہے اور جو جادۂ دل سے انحراف کرے گا بکھر جائے گا' ذلّت فقر میں گر جائے گا اور جو دل کے خزانے تک پہنچے گا وہ مجتمع ہوگا یعنی جمعیّت خاطر پائے گا اور استغنا کی عزّت حاصل کرے گا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مؤمنوں کا شرف اور ان کی عزّت لوگوں سے بے نیاز ہو جانے میں ہے (استغنا) اور استغنا جمعیّت میں ہے اور جمعیّت زمان ومکان سے مربوط نہیں بلکہ سالک کو خود میں جمع ہونا چاہئے تا کہ اس کی جمعیّت زمانے میں حکم کو نافذ کرے کیونکہ ایک منتشر آدمی ہر چیز سے متغیر ہوتا ہے لیکن جب جمع ہوا تو دونوں دنیا اس میں کوئی تبدیلی وتغیّر نہیں لا سکتے۔ پس جمعیّت اغیار سے قطع تعلق ہے اور جمعیت کی انتہا ہے اسرار میں سکون وثبات۔ اور جب تک احوال میں سے کسی حالت یا حال میں سالک مضطرب ہے وہ جمع نہیں ہے اور جب جمع ہوا تو وہ ساکن اور مطمئن ہے اور: "ھو الذی انزل السکینۃ فی قلوب المؤمنین" [وہی ہے جس نے مومنین کے دلوں میں سکینت نازل فرمائی۔ سورۂ فتح' آیت ۴] پیدا ہو جاتا ہے۔

۵۷۲ نصب: لفظ کے آخر میں زبر یا دو زبریں لانا یا زیر (معرّب کلمہ میں البتہ)

۵۷۳ جرّ: زیر۔ کسرہ کبھی معرّب لفظ کے نیچے ایک زیر اور کبھی

دو زیر کے ساتھ۔ جرّ کے آخر میں جو لفظ بنتا ہے اسے **مجرور** کہتے ہیں۔

۵۷۴؎ **رفع:** لفظ کے آخر میں ضمہ (پیش) لانا۔ کسی لفظ کو پیش کی حرکت دینا۔ لفظ کو ایک یا دو پیش کی حرکت دینا۔ ایسے لفظ کو **مرفوع** کہتے ہیں۔

۵۷۵؎ **ترجمہ:** ''کہو رُوح میرے ربّ کے حکم سے آتی ہے۔''
[**سورۂ بنی اسرائیل** 'آیت ۸۵۔ ترجمہ **سیّد ابو الاعلیٰ مودودی**]

۵۷۶؎ **شیخ جنید قدس سرہ:** دیکھئے حاشیہ ۴۹؎ اور ۱۸۶؎

۵۷۷؎ **ترجمہ:** ''مت کہو وہ مخلوق ہے اور قدیم نہیں ہے۔''

۵۷۸؎ **ترجمہ:** ''خود اپنے وجود سے فانی ایک جماعت حروف سے معانی کی طرف گئے ☆ پردوں کی تاریکی سے گذر کر نورِ صفات میں محو ہو گئے ☆ سب کا اوّل وہی واجب الذّات ہے جو تصوّر و خیال سے باہر ہے ☆ وہاں وحدتِ مطلق ہے۔ حق تو یہ ہے تحقیق حقیقت ہے ☆ چون و چرا سے لاتعلق۔ تصوّر خلایق سے بالاتر ☆ خبردار! اے راہ میں برہنہ بے سرو پا! یہی ہے حرف **اللہ** کا بیان۔''

۵۷۹؎ **ھبہ:** عطیہ۔ بخشش۔ انعام۔ کوئی چیز عطا کرنا۔ بخشا بلا عوض۔ عطیہ اور ہدیہ جو غرض یا عوض سے خالی ہو۔

۵۸۰؎ **ترجمہ:**

۵۸۱؎ آیات: آیہ کی جمع۔نشانات۔علامات۔معجزات۔ قرآن کریم کا ہر فقرہ اور جملے جن سے سورت ترکیب پائی ہے۔

۵۸۲؎ ~~بینات~~: روشن نشانیاں۔روشن حجتیں۔گواہی صادق

۵۸۳؎ حضرت سیادت : مراد ہیں حضرت غوث صمدانی علی ثانی میر سیّد علی ھمدانی امیر کبیر شاہ ھمدان رحمۃ اللہ علیہ واسعۃ

۵۸۴؎ ترجمہ: "بندوں کے دل رحمٰن کی دو انگلیوں میں ہوتے ہیں جیسے چاہے گھما دیتا ہے۔"

۵۸۵؎ ترجمہ: "بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا"

۵۸۶؎ ترجمہ: کہاں ہے وہ ایک شخص جو جستجو کے کوچے میں گیند کی طرح بھٹک رہا ہو کہ میں اس نیلے میدان کے اسرار اُس کو بتلاتا (میدان اخضر سے مراد ہے نیلا آسمان) ☆ کہاں ہے وہ پاک دل اور قلب صادق رکھنے والا شخص کہ ہر ہر بات میں پنہان سینکڑوں نکات اُس کو بتلاتا ☆ کہاں ہے وہ شخص جو اپنی کم مایہ عقل سے اوپر اُٹھتا اور میں اُسے عرش سے بھی برر بلند باتیں بتلاتا ☆ کہاں ہے وہ ڈبکی مار بے اندیشہ عالم کہ اس ہیروں سے بھرے سمندر کے عجائبات اس کو بتلاتا ☆

۵۸۷؎ ترجمہ : "ہمیں بھی نصیب کر یا اللہ! اور اس مقام کا کمال عطا فرما حضرت محمدؐ کے اور ان کی آل کرام کے صدقے!"

۵۸۸؎ اتصالی: یعنی دو چیزوں کو متصل کرنے والی یا ملانے والی۔ دو چیزوں کو آپس میں وصل کرنے والی۔

۵۸۹؎ ترجمہ: کہو! وہ اللہ ہے یکتا۔ اللہ سب سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد۔ اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے (سورۂ اخلاص ترجمہ سیّد ابو الاعلی مودودی)۔

۵۹۰؎ ختلان: موجودہ تاجکستان میں ایک علاقہ تھا جو خود ماوراء النھر میں شامل تھا لیکن اب یہ نام متروک ہے۔ یہاں کے لوگ خوبصورت ہیں اور یہاں کے گھوڑے بڑے مشہور تھے۔ ختلان میں کولاب کا وہ مشہور گاؤں ہے جو کشمیر میں بانی دین اسلام یعنی حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ھمدانی رحمۃ اللہ علیہ واسعۃ کی آرام گاہ کو اپنے سینے پر رکھے ہوئے ہے۔

۵۹۱؎ قریۂ علی شاہ: تاجکستان کے گاؤں کولاب (مدفن حضرت میر سیّد علی ھمدانیؒ) کا اصلی نام قریۂ علی شاہ تھا البتہ یہ معلوم نہیں کہ کولاب کا نام اسے کب اور کیوں پڑا۔ کولاب (قریۂ علی شاہ) کی تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب ''شاہ ھمدانؒ حیات اور کارنامے'' ص ۷۷۰ تا ۷۷۴۔

۵۹۲؎ برادر حق گویؒ: ملاحظہ کیجئے میری تصنیف

"شاہ ھمدان حیات اور کارنامے" ص ۱۶ے۔۱۷ے۔

۵۹۳ے لخی حاجی: دیکھئے میری تصنیف "شاہ ھمدانؒ حیات اور کارنامے" ص ۲۰۲ے۔۲۰۳ے

۵۹۴ے ترجمہ: راہ حق کا سالک ایک سیاہ راز ہوتا ہے لیکن اُس کے دل میں ایمان کا نور پھولوں کی جھاڑی میں ایک گلاب کی طرح ہے۔

۵۹۵ے ترجمہ: "اللہ جو کچھ چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے ثابت (قایم) رکھتا ہے۔" (سورۃ الرعد' آیت ۳۹)

۵۹۶ے ترجمہ: "یعنی اللہ تعالیٰ عارفوں کے دلوں سے اسباب کو مٹا دیتا ہے اور اپنی قدرت قایم کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ غافلوں کے دلوں سے قدرت کو مٹا ڈالتا ہے اور اسباب کو قایم کر دیتا ہے۔"

۵۹۷ے مرقع: گدڑی۔ رقعہ پر رقعہ سیا گیا۔ پیوند لگایا گیا۔ ٹکڑے ہو کر پھر سے سیا گیا کپڑا۔ صوفیوں کا خرقہ جو مختلف اور کبھی رنگ بہ رنگ قطعات کو باہم جوڑنے سے بناتے ہیں۔ [کتاب کی صورت میں تصویروں کا مجموعہ۔ خوبصورت خطوط میں لکھے گئے قطعات۔ اس کاغذ یا چیز کو کہتے ہیں جس پر خط رقاع سے کچھ لکھا گیا ہو]۔

۵۹۸ے ترجمہ: اس مجلس سے ایک شمع سینکڑوں شمعوں سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ اگر تم مردہ بھی ہو گئے' ہم سے زندہ ہو جاؤ گے ☆ زندہ کے پاس آ لمحہ بھر کے لئے کہ زندہ دلوں کو دیکھ لو گے۔ اطلس کو چھوڑ دو گے

اور ہم سے زندہ ہو جاؤ گے☆ دانہ جب پھینک دیا گیا تو اُگا اور درخت بن گیا۔ اس رمز کو جب پاؤ گے تو ہمارے ساتھ عاجز و منکسر ہو جاؤ گے☆

۵۹۹ **قبچاق:** **ترکستان** کے علاقے میں ایک دشت اور صحرا۔ یہاں کے ایک ترکی طایفہ کو **قبچاق** کہتے ہیں۔ **توران** اور **ترکستان** کے بیچ میں واقع ایک دشت کا نام بھی **قبچاق** ہے جہاں کے ترک بڑے بے رحم اور مردم کش ہوتے ہیں۔ مجاز اُرند اور چالاک کو **قبچاق** کہتے ہیں۔ لیکن یہاں پر قبچاق صحیح نہیں ہے جو ایک چھاپی سہو ہے۔ صحیح ہے **ق بچغائی** جو **ختلان** کے علاقے میں ہی ایک گاؤں کا نام تھا۔ دیکھئے میری تصنیف **"شاہ ہمدانؒ حیات اور کارنامے"** ص ۶۷

۶۰۰ **بدخشان:** **افغانستان** کے مشرق میں اور مشرقی ترکستان کے متصل ایک شہر کا نام جس کا مرکز **فیض آباد** ہے۔ **بدخشان** کی شہرت عالم اسلام میں یہاں کے لعلوں کی وجہ سے تھی چنانچہ **لعل بدخشان** بہت مشہور ہیں۔

۶۰۱ **خطا:** **ت** کے ساتھ بھی لکھتے ہیں (**ختا**) شمالی چین کو کہتے تھے جو ترکوں کا مسکن رہا ہے۔

۶۰۲ **اربعین:** دیکھئے حاشیہ ۶۲

۶۰۳ **ترجمہ:** "ساری بدعتیں گمراہیاں ہیں"

۶۰۴ **ترجمہ:** "ساری بدعتیں گمراہیاں ہیں اور میری سنت پر

عمل کرنے کے بغیر سارے اعمال گمراہیوں کی طرف لے جاتے ہیں۔"

۲۰۵؎ **مصابیح**: مراد ہے **مشکوٰۃ المصابیح** احادیث پاک کی مشہور کتاب۔ یہ کتاب علامہ **ولی الدین ابو عبد اللہ محمد ابن عبد اللہ الخطیب العُمری التبریزی** رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے۔ آپ اپنے وقت کے جلیل القدر عالم اور بلند پایہ محدّث تھے۔ **مشکوٰۃ المصابیح** کو حدیث کی بنیادی کتاب مانا جاتا ہے۔ اس کی تکمیل ماہ رمضان میں سال ۷۳۷ھ کو ہوئی۔

۲۰۶؎ ترجمہ: **رسول اللہ** ﷺ جب اپنی نماز سے فارغ ہو جاتے تو اونچی آواز میں پڑھتے **لاالٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ**....... آخری عبارت تک۔

۲۰۷؎ **خواجہ ابو الرّضا رتن**: آپ کا نام **خواجہ ابو الرّضا رتن ابن کربال البترندی** بتلایا جاتا ہے۔ **مولانا جامی**ؒ نے **نفحات** میں (ص ۴۳۶۔۴۳۷) **ابو رضا رتن** اور **ابا الرضا رتن بن النّصر** لکھا ہے اور حضرت **شیخ علی لالا**ؒ کے حالات زندگی کے ضمن میں لکھا ہے کہ **شیخ علی لالا**ؒ نے **ہندوستان** کا سفر بھی کیا اور وہاں **ابو الرّضا رتن** رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور اُن سے رسول اللہ ﷺ کی امانت لے لی جس کی **رکن الدین علاء الدّولہ** (مراد ہے حضرت علاء الدّولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ وفات ۷۳۶ھ) نے وضاحت

فرمائی اور کہا ہے کہ ابا الرّضا رتن بن النصر صاحب (صحابہ) رسول الله ﷺ نے شیخ رضی الدین علی لالاؒ کو رسول اللہ ﷺ کے کنگھوں میں سے ایک کنگھا عطا کیا۔ اور شیخ رکن الدین علاء الدولہ نے اس شانۂ مقدس کو خرقہ میں لپیٹ لیا اور اس خرقہ کو ایک کاغذ میں رکھا اور اس کاغذ کے اوپر لکھا: ''یہ رسول اللہ ﷺ کے شانۂ ہای مبارک میں سے ایک شانۂ مقدس ہے جو بھیجا ہے مجھ ضعیف کو صاحب رسول اللہ اور یہ خرقہ مجھ ضعیف کو بھیجا ہے ابی الرّضا رتن نے۔'' اس عبارت سے واضح ہو جاتا ہے کہ ابو الرّضا رتنؓ نے (جو ہندوستان کے تھے) حضرت رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضری کی شرف پالی پالی تھی اور اسی لئے اُن کو صحابہؓ سے مخاطب کیا گیا ہے۔ مولانا جامیؒ نے مزید لکھا ہے کہ رکن الدین علاء الدولہؒ نے اپنے خط مبارک سے یہ بھی لکھا ہے کہ: ''کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یہ امانت شیخ رضی الدین علی لالاؒ کے لئے تھی۔'' کہا جاتا ہے کہ شیخ ابو الرّضا رتنؓ جو ہندوستان میں بابا رتن کے نام سے مشہور ہیں پنجاب میں واقع بٹھنڈا شہر کے رہنے والے تھے۔ ہندوستان سے حضرت رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں جا کر صحابۂ رسول کا شرف پانے کی حقیقت کے پیش نظر آپ نے خاصی لمبی عمر پائی جس کا اندازہ بعض علماء نے چھ سو سال سے سات سو سال تک کی عمر کا کیا ہے واللہ اعلم! میرا خیال ہے کہ

بابا رتن بٹھنڈہ میں ایک ہندو جوگی تھے اور آپ کے باپ کا نام گوپال تھا جو بگڑی صورت میں خلاصۃ المناقب میں کربال ہو گیا ہے اور التبرندی گویا البتندی ہے۔ اور بابا رتن نے غیبی سعادت پا کر پنجاب سے مکہ مکرمہ تک کا سفر کر کے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر دین اسلام قبول کیا۔ واللہ اعلم! ابو الرّضا رتن نے احادیث کی روایت کی ہے جو احادیث رتنیہ کہلاتے ہیں۔

۲۰۸؎ شیخ علی لالاؒ: آپ کا نام شیخ رضی الدین علی لالا الغزنوی تھا۔ مولانا جامیؒ نے نفحات الانس (ص ۴۳۵) میں آپ کو علی ابن سعید بن عبد الجلیل اللالاء الغزنوی کے نام سے بھی یاد کیا ہے۔ آپ کے والد سعید بن عبد الجلیل غزنی کے مشہور صوفی اور عارف باللہ حکیم سنائیؒ (وفات ۵۲۵ھ اور ۵۴۵ھ کے درمیان سالوں میں) کے چچیرے بھائی تھے۔ شیخ علی لالاءؒ حج کرنے کے ارادے سے خراسان پہنچے تو وہاں شیخ ابو یعقوب ہمدانیؒ سے ملاقات کی۔ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ جب حدیث کی طلب میں ھمدان جا رہے تھے تو اس گاؤں میں آ کر اترے جہاں سے شیخ علی لالاءؒ ایک فرسنگ دور رہتے تھے۔ اتفاقاً اسی رات شیخ علی لالاء نے واقعہ میں دیکھا کہ ایک سیڑھی رکھ دی گئی ہے جو آسمان تک تھی اور ایک شخص سیڑھی پر کھڑا ہے جس کے پاس لوگ ایک ایک کر کے

آتے تھےاور وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر آسمان میں لے جاتا تھا۔ **شیخ علی لالاؒ** بھی گئے اور آپ کو سیڑھی پر سے اوپر لے جایا گیا اور آپ کا ہاتھ اس شخص کے ہاتھ میں دیا گیا اور آپ کو آسمان میں لے گئے۔ جب یہ واقعہ آپ نے والد کو سنایا تو والد نے پوچھا: ''کیا تم اس شخص کو پہچانتے ہو؟'' کہا: ''پہچانتا ہوں اور اس کا نام بھی جانتا ہوں۔'' والد نے کہا: ''اُسے ڈھونڈ لو کہ تیری کُنجی اُسی کے ہاتھ میں ہے۔'' پس **شیخ علی لالاؒ** نے اس شخص کی تلاش میں سفر اختیار کیا اور دنیا کے گرد گھوم کر کئی سال گزارے لیکن اس شخص کا نام و نشان کہیں نہ ملا یہاں تک کہ **شیخ نجم الدین (کُبریٰؒ)** **خوارزم** میں آ گئے اور اس طریقت کو پھیلایا۔ تب **شیخ علی لالاؒ** **حضرت شیخ احمد یسویؒ** کی خانقاہ واقع ترکستان میں تھے۔ ایک روز ایک آدمی **خوارزم** سے آیا ہوا تھا۔ **شیخ علی لالاؒ** خلوت میں تھے۔ آپ نے سنا کہ **حضرت شیخ احمد یسویؒ** نے اس آدمی سے پوچھا: ''کیا **خوارزم** میں کوئی درویش ہے؟ اور لوگ کس چیز میں مشغول ہیں؟'' اس آدمی نے جواب دیا: ''آج کل وہاں ایک جوان آیا ہوا ہے اور وہ لوگوں کی رُشد و ہدایت کر رہا ہے اور کافی لوگ اس کے گرد جمع ہو چکے ہیں۔'' پوچھا: ''کیا نام ہے اُس کا؟'' کہا: ''**نجم الدین کُبریٰ**۔'' **شیخ علی لالاؒ** نے جب یہ نام سنا تو خلوت سے فوراً باہر نکل آئے اور سفر کے لئے کمر باندھ لی۔ **حضرت شیخ احمد یسویؒ** نے فرمایا: ''کیا بات ہوئی؟'' کہا

''میں سفر پر جارہا ہوں'' فرمایا: ''ٹھہر جاؤ جب تک جاڑا گذر جائے'' کہا: ''نہیں ٹھہر سکتا۔'' **حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ** کی خدمت میں آگئے اور سلوک میں مشغول ہوئے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد **شیخ مجد الدین** آگئے اور مرید ہوگئے۔ جب **نجم الدین** ۳۵ سال کی عمر کے قریب تھے جب سلوک میں مشغول ہوئے اور **شیخ مجد الدین**، **شیخ علی لالاؒ** سے تین چار سال زیادہ تھے۔ **شیخ علی لالاؒ** بہت سے مشائخ کی خدمت میں پہنچے تھے اور جوانی کے اوائل میں مشغول ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ ۱۲۴ کامل مشائخ سے خرقہ پایا تھا اور وفات کے بعد ان خرقوں میں سے ۱۱۳ خرقے باقی رہ گئے تھے۔ **ہندوستان** کا سفر بھی کیا اور **بابارتن ابو الرّضا** رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ اس کا ذکر اوپر حاشیہ ۶۰۵ میں گزر چکا ہے۔ **مولانا جامیؒ** نے **حضرت شیخ علی لالاؒ** کی یہ رُباعی **نفحات** میں (ص ۴۳۷) درج کی ہے جو **مولانا جامیؒ** نے خود **شیخ علی لالاؒ** کے ہاتھ سے لکھی ہوئی دیکھی ہے

ھم جان بہ ہزار دل گرفتار تو است ھم دل بہ ہزار جان خریدار تو است

اندر طلب نہ خواب درروی نہ قرار ہر کس کہ در آرزوی دیدار تو است

[جان بھی ہزاروں دلوں کے ساتھ تیری گرفتار ہے اور دل بھی ہزاروں جانوں کے ساتھ تیرا خریدار۔ تیری طلب میں اس شخص میں نہ نیند ہے نہ قرار جو تیرے دیدار کا آرزومند ہے] حاشیہ ۳۹۹ بھی دیکھ لیں۔

۷۰۹ **اندخود:** افغانستان کے شمال میں ایک چھوٹا سا شہر جو **شبورقان** کے نزدیک بیابان کے کنارے پر **بلخ** اور **مرو** کے درمیان واقع ہے۔

۷۱۰ **تفسیر کشّاف:** قرآن مجید کی تفسیر میں عربی میں لکھی ہوئی ایک کتاب جس کا نام ہے **الکشّاف عن حقیقۃ التنزیل** اور **ابو القاسم محمود بن زمخشری** کی تصنیف ہے۔ **زمخشری** نے اس تفسیر میں صرفی نحوی خصوصیات اور معانی و بیانی نیز قرأت و شان نزول آیات کی خصوصیات اور **معتزلہ** فرقے کے اعتقادی مسایل کی طرف توجہ کی ہے۔ بہت واضح اور روشن نیز مفصّل ہونے کی وجہ سے یہ تفسیر عالم اسلام میں بہت مشہور ہے۔

۷۱۱ **ترجمہ:** "اے نبیؐ! ہم نے تم کو کھلی فتح عطا کردی"

(سورۃ الفتح' آیت ۱)

۷۱۲ **اوراد:** مراد ہے **حضرت میر سیّد علی ہمدانی**ؒ کی مشہور عربی تالیف **اوراد فتحیۃ**۔ **اوراد فتحیہ** کی تفصیل کے لئے دیکھئے میری تصنیف "**شاہ ہمدان**ؒ **حیات اور کارنامے**" ص ۴۸۲-۴۸۶

۷۱۳ **صحیح مسلم:** **صحاح ستۃ** (چھ صحیح کتب احادیث) میں سے ایک کتاب کا نام جس کے مؤلف ہیں **ابو الحسین مسلم**ؒ **بن حجاج نیشاپوری** جن کی سال ۲۶۱ھ میں وفات ہوئی۔

۶۱۴؎ **محی الدین النّووی: ابو زکریا محی الدین یحییٰ ابن شرف النّواوی یا النّووی۔** آپ کا لقب **شیخ الاسلام** تھا اور آپ شام کے ایک گاؤں کے رہنے والے وقت کے عظیم المرتبت دینی علماء میں سے تھے۔

۶۱۵؎ **ترجمہ:**

۶۱۶؎ **ترجمہ:** ''جس کسی سے گناہ صادر ہوتا ہے اس سے ایک نور الگ ہو جاتا ہے جو اس کے پاس کبھی لوٹ کر نہیں آتا۔''

۶۱۷؎ **ترجمہ:** ''کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ کس پر دوزخ کی آگ حرام کر دی گئی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: خدا اور اس کے رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ پس رسول خداؐ نے فرمایا کہ ان آدمیوں پر جنہوں نے اعتدال کے قریب سہولت و آسانی سے کام لیا۔''

۶۱۸؎ **ترجمہ:** ''مؤمن وہ ہے جو کینہ و حسد سے کام نہیں لیتا اور بدی کا بدلہ نیکی سے دیتا ہے۔''

۶۱۹؎ **ترجمہ:** ''تازہ ہوا کی ایک لپٹ آئی' آپ کو دیکھ لیا اور چلی گئی۔ جسے چاہا اُسے جان عطا کی اور چلی گئی۔''

۶۲۰؎ **حرز یمانی:** اُن دعاؤں کا نام ہے جن کی رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام یعنی خلفای راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو سفر پر جاتے وقت تعلیم و تلقین کی۔ اس دعا کو **دعای سیفی** بھی کہتے ہیں شاید اس لئے کہ مؤمن کی ایک تلوار کی طرح حفاظت کرتی ہے (حاشیہ ۱۶۵ بھی دیکھ لیں)۔

۶۲۱ **دو صبحیں:** یعنی **صُبح کاذب** (صبح سے پہلے کی وہ روشنی جس کے بعد پھر اندھیرا ہو جاتا ہے) اور **صُبح صادق** (پو پھٹے اور نور کا تڑکا) روشن ہونے والی صبح۔

۶۲۲ **شیخ محمّد عرب:** تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو میری تصنیف "**شاہ ہمدانؒ حیات اور کارنامے**" ص ۱۷

۶۲۳ **اندراب:** اندراب کے بارے میں جو اطلاعات موجود ہیں اُن کا خلاصہ یہ ہے کہ **حدود العالم** (چھاپ دانشگاہ تہران ص ۱۰۰) کے مطابق پہاڑوں کے درمیان ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ غلّہ کی خاصی کاشت ہوتی ہے۔ اس میں دو ندیاں بہتی ہیں اور چاندی کے درم بھی یہاں ڈھالے جاتے ہیں۔ یہاں کے بادشاہ کو **شھولیر** (**شھریار**) کہتے ہیں۔ صاحب **معجم البلدان** کا کہنا ہے کہ **اندراب**، **غزنین** اور **بلخ** کے درمیان ایک شہر ہے جہاں سے قافلے گزر کر **کابل** میں داخل ہوتے ہیں۔ اسے **اندرابہ** بھی کہتے ہیں اور علماء کی ایک بڑی جماعت یہاں سے اٹھی ہے۔ **انجمن آرا** اور **آنند راج** کے بقول **بدخشان** کے ملک میں ایک

شہر ہے ھندوستان اور غزنین کے درمیان جو ھندوکش پہاڑ کے قریب واقع ہے۔ ریاض السیاحہ میں آیا ہے کہ اندراب کابل کے شمال میں چھ منزلوں کی دوری پر پہاڑ میں واقع ہے۔ بہت ہی خوشگوار آب و ہوا کا البتہ سردی مائل شہر ہے۔ اندرابی نمک اور شیشے میں صفائی کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں چنانچہ نمایش کے لئے اس شیشہ مانند صاف نمک سے برتن بھی بنائے جاتے ہیں۔ نیشاپور (ایران) کے سر ولایت ضلع میں اندراب ایک گاؤں کا نام ہے۔ سراب نامی مرکزی شہر کے ایک گاؤں کا بھی نام اندراب ہے (ایران میں) اور ایران کے ہی اردبیل علاقے میں اندراب ایک گاؤں کا نام ہے۔ آذربایجان میں ایک دریا کا نام اندراب ہے مرو سے دو فرسنگ دور ایک گاؤں کا نام اندرابہ ہے جہاں سلطان سنجر سلجوقیؒ نے شاہی محلّات بنوائے تھے۔

۶۲۴ خواجہ عبد اللہ: ملاحظہ کیجئے میری تصنیف "شاہ ھمدان حیات اور کارنامے" ص ۷۰۶۔۷۰۷

۶۲۵ قوام الدین: مولانا قوام الدین بدخشیؒ کے لئے دیکھئے میری کتاب "شاہ ھمدانؒ حیات اور کارنامے" ص ۷۰۷ تا ۷۱۰

۶۲۶ مولانا محمد سرائے السینی: دیکھئے میری کتاب "شاہ ھمدان حیات اور کارنامے" ص ۷۰۳ تا ۷۰۶

۶۲۷ **صفاوت نفس**: صفای خاطر۔دل کی صفائی۔خلوص دل۔(صفاوت=صفا۔صفوت۔خلوص۔بزرگواری۔خالص۔پاکی)

۶۲۸ **ترجمہ**: میری امت کے بہترین امتی وہ لوگ ہیں کہ جب غصّہ کرتے ہیں تو فوراً ہی غصّے سے اتر آتے ہیں۔

۶۲۹ **ذخیرہ**: مراد ہے **حضرت میر سیّد علی همدانی**ؒ کی مشہور تالیف **ذخیرۃ الملوک**۔اس کتاب کا میں نے دو جلدوں میں اردو ترجمہ کیا ہے اور دوسری جلد توضیحات حواشی اور تعلیقات پر مشتمل ہے۔ اور اسے علی محمدؐ بک سیلر بڈشاہ چوک سرینگر نے چھاپ دیا ہے۔ **ذخیرۃ الملوک** کی تفصیل جاننے کے لئے اس کتاب کا **سخن مترجم** کا عنوان دیکھ لیں۔

۶۳۰ **ترجمہ**: رسول اللہ ﷺ کو بھی غصّہ آتا تھا یہاں تک کہ آپؐ کے چشم ورخسار مبارکؐ سرخ ہو جاتے تھے تب فرماتے تھے ''کہ اے خداوند! میں بشر ہوں اور بشر ہی کی طرح میں غصّہ کرتا ہوں پس کسی مسلمان کو اگر بُرا کہوں یا اُسے لعنت کروں یا اُسے ماروں تو اُس پر یہ ساری چیزیں بہتر بنادے''۔

۶۳۱ **جعفر صادق علیه السّلام**: **حضرت جعفر بن محمدؒ بن علی بن حسین بن علی**ؓ بارہ شیعہ اماموں سے ایک امام ہیں۔صدق گفتار کی وجہ سے **صادق** کہلائے۔علم وفضل میں برتر تھے۔شیعہ

فرقہ کے لوگ صرف اسی ایک امام سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سال ۷۹ھ یا ۸۳ھ میں پیدا ہوئے اور سال ۱۴۸ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

۶۳۲ ترجمہ: ''بیشک آپ میں ساری فضیلتیں ہیں مگر یہ کہ آپ متکبّر ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں متکبّر نہیں ہوں البتہ کبریای حق نے مجھ میں تکبّر کی جگہ لے لی ہے''

۶۳۳ ترجمہ: اللہ کو اختیار ہے جو چاہے کرے

سورۂ ابراہیم' آیت ۲۷۔

۶۳۴ ترجمہ: بیشک اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے

سورۂ المائدہ' آیت ۱

۶۳۵ حضرت علی کرّم اللہ وجھہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن ابو طالب (ابی طالب) ابن عبد مناف ابن عبد المطلب ابن ہاشم۔ آپ کی کنیّت ابو الحسن تھی اور اسد اللہ' حیدر کرّار آپ کے القاب تھے۔ آپ مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ تھے۔ علاوہ ازیں آپ رسول اللہ ﷺ کے داماد بھی تھے۔ جب آپ خلیفہ ہوئے تو آپ نے کوفہ کو دارالخلافہ بنایا۔ ۱۹ ماہ رمضان ۴۰ھ کو ابن ملجم نامی ایک شخص نے آپ پر حملہ کر کے زخمی کیا اور دو روز بعد ۲۱ رمضان کو آپ کی وفات ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ آپ کا

مدفن نجف میں ہے۔آپ نے اپنے پیشرو تین خلفای راشدینؓ کی طرح بڑی سادہ اور درویشانہ زندگی گزاری۔

۶۳۶؎ ترجمہ: ''کیا خوب ہے ایک امیر آدمی کی عاجزی و انکساری کا اظہار کرنا غریب لوگوں کی مجلس میں اللہ تعالیٰ سے ثواب پانے کی امید سے' اور کیا ہی اچھا ہے اس سے غریبوں کا امیروں کے پاس بزرگواری دکھانا ان کے اللہ تعالیٰ کے کرم پر اعتماد رکھنے کے لئے''

۶۳۷؎ ترجمہ: جس نے اپنے دل کی آنکھوں کے لئے مرشد کا سُرمہ پایا اس کی جان کی آنکھیں حق کی قبولیت کی خاطر صاف ہو جائیں گی

۶۳۸؎ رُوستا: بدخشان میں ایک گاؤں کا نام

۶۳۹؎ شاہ شیخ محمدؒ: تفصیل کے لئے دیکھئے میری تصنیف ''شاہ ھمدانؒ حیات اور کارنامے'' ص ۱۷۷۔۱۷۸

۶۴۰؎ بھرام شاہ: دیکھئے میری کتاب ''شاہ ھمدانؒ حیات اور کارنامے'' ص ۱۷۰تا۱۷۲۔ان صفحات میں میں نے کشمی کی جگہ کشمیر لکھا ہے جو صریح طور پر ایک چھاپی اشتباہ ہے۔

۶۴۱؎ شیخ مُحی الدین شمس الدین: غالباً شیخ محی الدین ابن العربی سے مراد ہے۔غالباً اس لئے کہ محی الدین ابن العربی کے نام کے ساتھ شمس الدین کا نام میری نظر سے نہیں گزرا ہے۔بیشک حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ھمدانیؒ

کے خلفاء میں سے اس نام یعنی شمس الدین نام کے ایک برگزیدہ خلیفہ تھے لیکن وہ شمس الدین ختلانی کہلاتے تھے۔ (دیکھئے میری کتاب "شاہ ہمدانؒ حیات اور کارنامے" ص ۲۰۷ تا ۲۲۴) اور محی الدین کا لقب یا نام اُن کا نام نہ تھا۔ اسی لئے گمان غالب ہے کہ آپ سے ابن العربی مراد ہونگے جب کہ نور الدین جعفر بدخشیؒ نے ابن العربی کے مشہور و معروف نام کے حصّے کو نظر انداز کیا ہے۔ اس لئے میں پورے یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا ہوں کہ محی الدین شمس الدین سے نور الدین جعفرؒ کی مراد شیخ محی الدین ابن العربی ہی ہو مگر یہ کہ در پردہ نور الدین جعفر بدخشیؒ کی طرف سے ایک خطاب ہو یعنی محی الدین جو دین کے آفتاب ہیں۔ بہر حال ابن العربی کے مختصر حالات یہ ہیں کہ آپ اندلس (سپین) کے تھے اور آپ کا پورا نام تھا محی الدین ابوبکر محمد بن علی حاتمی طائی اندلسی۔ آپ سال ۵٦۰ھ میں مرسیہ (سپین) میں پیدا ہوئے اور سال ٦۳۸ھ میں اشبیلیہ (دمشق) میں وفات پائی۔ آٹھ سال کی عمر میں (۵٦۸ھ) میں اشبیلہ گئے اور تیس سال وہاں رہے۔ حدیث و علوم فقہ اشبیلہ اور سبتہ میں سیکھے۔ اس کے بعد ٹیونس چلے گئے اور پھر مشرق کے ممالک میں۔ دو بار مکہ کی زیارت کی اور دو بار بغداد اور ایشیای صغیر بھی گئے۔ ہر جگہ آپ کا احترام کیا گیا۔ بالآخر دمشق

میں مقیم ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ آپ کے اہم آثار میں سے **فتوحات المکیہ' فصوص الحکم' تاج الرسائل** اور **کتاب العظمۃ** مشہور ہیں۔ حاشیہ ۶۱۷ بھی دیکھ لیں۔

۶۴۲؁ **روم:** مقصد ہے موجودہ ترکی کا ملک۔

۶۴۳؁ **شیخ محمود قدس سرہ:** یعنی **حضرت شیخ محمود مزدقانی**ؒ جو جناب حضرت امیر کبیر **میر سیّد علی ہمدانی**ؒ کے مرشد طریقت تھے۔ اس بارے میں دیکھئے میری کتاب "**شاہ ہمدانؒ حیات اور کارنامے**" ص ۲۴ تا ۳۰

۶۴۴؁ **امیر شہاب الدین:** مراد ہے حضرت امیر کبیر **میر سیّد علی ہمدانی**ؒ کے والد بزرگوار **امیر شہاب الدین محمّد**۔ ان کے بارے میں دیکھئے میری کتاب "**شاہ ہمدانؒ حیات اور کارنامے**" ص ۱۸ تا ۲۱

۶۴۵؁ **شانہ باف:** بہت موٹا اور کم دھاگے کا کپڑا جسے بازاری قبا میں آستر کے لئے استعمال میں لاتے تھے۔

۶۴۶؁ **فصوص:** **فصوص** جمع ہے **فص**ّ کی یعنی نگینے۔ غالباً **فصوص الحکم** سے مراد ہے جو **ابن العربی**ؒ (دیکھئے حاشیہ ۶۲۹) کی تصنیف ہے اور **حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی**ؒ نے اس کے عرفانی مطالب کا **حلّ الفصوص** کے نام سے خلاصہ تحریر فرمایا

ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو میری تصنیف ”**شاہ ہمدانؒ حیات اور کارنامے**“ ص۵۵۲تا۵۵۹۔ حاشیہ ۱۴۱ بھی دیکھئے۔

۶۴۷ **ترجمہ:**

۶۴۸ **ترجمہ:** کتا اس آدمی سے بہتر ہے جو تیرے کوچے کے کتے کے آگے دل کو روشن جانے اور جان کے لئے خطرہ ☆ گمراہ وہ ہے جو اپنی ساری عمر میں تیرے بغیر کسی دوسرے کو دیکھے' تیرے بغیر کسی دوسرے کو جانے۔

---

۶۴۹ **اصطفا:** بزرگواری۔ انتخاب۔

۶۵۰ **سورۂ طاھا:** قرآن مجید کی بیسویں سُورت جو ۱۳۵ آیات پر مشتمل ہے۔

۶۵۱ **ترجمہ:** بوڑھا کر دیا مجھے سورۂ ھُود نے [سورۂ ھُود قرآن مجید کی گیارھویں سورت ہے اور ۱۲۳ آیات پر مشتمل ہے]۔

۶۵۲ **ترجمہ:** ”پس اے نبیؐ! ثابت قدم رہو جیسے کہ تمہیں حکم دیا گیا“ **سورۂ ھود**' آیت ۱۱۲۔

۶۵۳ **حاجی اسحٰق:** مراد ہے **حاجی اسحٰق ختلانیؒ** جو **حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانیؒ** کے خاص الخاص مرید

اور خلیفہ تھے۔ اس کے علاوہ آپ اُن کے داماد بھی تھے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو میری کتاب "شاہ ہمدانؒ حیات اور کارنامے" ص ۱۳۷ تا ۱۳۵۔

۶۵۴۔ نعمت اللہ: آپ سیّد شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ ۲۲ رجب سال ۷۳۰ھ میں پیدا ہوئے اور سال ۸۲۷ھ سے ۸۳۴ھ کے درمیانی سالوں میں سے کسی ایک سال میں وفات پائی۔ تیموری دور کے شاعروں اولیاء اور بزرگوار مشائخ صوفیاء میں سے تھے۔ آپ کا نام نور الدین نعمت اللہ تھا اور والد کا نام میر عبد اللہ تھا۔ کرمان کے کوہ بنان نامی قصبے میں پیدا ہوئے۔ شیخ رُکن الدین شیرازی سے ابتدائی علوم پڑھے۔ بلاغت کا علم شیخ شمس الدین مکّی حکمت سیّد جلال الدین خوارزمی اور اصول فقہ عضد الدین ایجی سے سیکھے۔ مکہ اور مدینہ کے بھی کئی سفر کئے۔ ایک عرصے تک ریاضتوں اور تصفیۂ باطن میں مشغول رہے اور آخر زمانے کے ایک مشہور ادیب اور صوفی مؤرّخ و عارف شیخ عبد اللہ یافعیؒ کے ہاتھوں مکہ میں خرقہ پہن لیا اور باقی عمر سمرقند' ہرات اور یزد میں گزاری اور بالآخر کرمان کے ماہان قصبے میں اقامت کی اور ارشاد کی تربیت میں مشغول رہے۔ اطراف کے بزرگ حضرات آپ کی خدمت میں ہدایا بھیجا کرتے تھے۔ شاہرخ میرزا شہزادۂ تیموری

فرزند امیر تیمور نے شاہ نعمت اللہؒ کے سفر ھرات میں آپ کی بڑی تعظیم کی۔ شاہ نعمت اللہؒ کی شہرت آپ کی شعر وشاعری سے نہیں بلکہ آپ کے تصوّف کی وجہ سے ہے۔ آپ کے اکثر اشعار وحدۃ الوجود سے متعلق ہیں۔ آپ کے اشعار (غزلیات ومثنویات ورُباعیات) کی تعداد چودہ ہزار ہے۔ دیوان اشعار کے علاوہ آپ نے تصوّف وعرفان پر رسالے بھی لکھے لیکن آپ کا دیوان آپ کا بہترین اثر ہے۔ کرمان کے ماھان قصبے میں آپ کا مزار شریف ہے جس کی زیارت کی سعادت میں نے پائی ہے۔ اس مزار کے بغل میں ایک خانقاہ میں جو خانقاہ نعمت اللہ کہلاتی ہے نعمت اللٰھی درویش رہتے ہیں۔ شاہ نعمت اللہ ولی خود اہل سنّت والجماعت میں سے اور خواجہ شیرازیؒ (وفات ۷۹۲ھ) حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ھمدانیؒ (وفات ۷۸۶ھ) اور خواجہ بزرگ خواجہ بھاء الدّین محمّد نقشبندؒ (وفات ۷۹۱ھ) کے ہمزمان تھے۔

۶۵۵ خواجہ عبد اللہ: تفصیل کے لئے دیکھئے میری تصنیف "شاہ ھمدانؒ حیات اور کارنامے" ص ۷۰۶۔۷۰۷۔

۶۵۶ جوگی : ہندی لفظ ہے جس کے لئے جدید فارسی میں مرتاضان ہندا استعمال کرتے ہیں۔ جوگی اس شخص کو کہتے ہیں جس نے دنیا کو ترک کر کے فقیری اختیار کی ہو اور زندگی میں ریاضت وعبادت گزار

رہا ہو۔ مذہبی مشقیں (یعنی جوگ) کرنے والا ہندو فقیر۔ جادوگر۔ پجاری۔شعبدہ باز۔مُجاور۔

۲۵۷ غیور: کنایہ ہے سالکان اور اہل سلوک کی طرف۔لغوی معنی ہیں سخت غیرتمند اور رشک کرنے والا۔ جو اپنی آبرو اور ناموس کا دفاع کرے۔صاحب غیرت۔

۲۵۸ صریح اشارہ ہے **جناب حضرت امیر کبیر غوث صمدانی میر سیّد علی همدانی شاہ همدانؒ** کی طرف۔

۲۵۹ **کاکای شیرازی:** دیکھئے میری کتاب "**شاہ همدانؒ حیات اور کارنامے**" ص۲۱۸۔۲۱۹

۲۶۰ **ترجمه:** "اے نگارِ خُتن! میں تمہارے ساتھ ایسا ہوں کہ فیصلہ نہیں کر پاتا تو میں ہے یا میں تو ہوں۔"

۲۶۱ **جناب خواجه:** مراد ہے **خواجه عبدالله** (دیکھئے حاشیہ۲۴۳)

۲۶۲ **شیخ سعدیؒ مشرّف الدین مصلحؒ ابن عبد الله شیرازی** ساتویں صدی ہجری کے عظیم شاعر اور ادیب تھے جو شیراز کے رہنے والے تھے۔آپ کا سال وفات ۶۹۱ھ ہے اگر چہ بعض ایرانی علماء نے لکھا ہے کہ آپ نے سال ۶۹۱ھ اور ۶۹۵ھ کے درمیانی سالوں میں وفات پائی۔

شیخ سعدیؒ کے اجداد دینی عالم تھے اور آپ کے والد آپ کی جوانی کے زمانے میں فوت ہوئے۔ سعدیؒ نے شیراز میں تعلیم پائی اور اس کے بعد بغداد گئے اور نظامیہ یونیورسٹی میں تعلیم جاری رکھی۔ آپ ایک بے چین طبع والے آدمی تھے اور سیر آفاق کی طرف سخت رغبت تھی اس لئے لمبے سفر پر نکل گئے اور بغداد، شام، حجاز اور شمالی افریقہ تک سیاحت کی اور لوگوں کے مختلف طبقوں کے ساتھ ملاقاتیں کیں اور مختلف تجربوں کو سمیٹ کر آپ شیراز لوٹ آئے۔ تب شیراز پر (فارس کے علاقے پر) اتابک ابو بکر ابن سعد زنگی کی حکمرانی تھی اور لوگ آسایش وامن میں رہ رہے تھے۔ سعدیؒ نے فراغت پا کر اپنی شاہکار تصانیف وتالیفات کی تخلیق کی طرف توجہ کی۔ آپ کے وقت کے وزیر اعظم خواجہ شمس الدین محمّد صاحب دیوان اور اُس کے بھائی عطا ملک کے ساتھ روابط تھے اور ان کے مدّاح تھے اور اپنے زمانے کے شعراء (جیسے مجد الدین اور ہُمام تبریزی) کے ساتھ بھی آپ کے تعلقات تھے۔ آپ نے سال ۶۵۵ھ میں سعدی نامہ (یا بوستان) نظم کیا اور اگلے سال ۶۵۶ھ میں گلستان لکھی۔ ان کے علاوہ آپ نے قصائد، غزلیات، قطعات، ترجیع بند، رُباعیات، مقالات اور عربی قصیدے لکھے جو سب آپ کی کلیات میں جمع ہیں۔ شاعری میں آپ کی بہترین مہارت عاشقانہ غزل لکھنے میں ہے جس میں آپ بے نظیر ہیں۔ آپ کا

نثری شاہکار گلستان نامی کتاب ہے جس میں مقامہ نویسی کے فن کو کمال بخشا ہے (مقامہ نویسی = ادبی مقالات جو فنی نثر میں صنائع بدائع کے ہمراہ اور امثال و اشعار کے ساتھ لکھے جائیں)۔ سعدیؒ کی شاعری اور اس کا نثری اسلوب اُس زمانے سے آج تک فارسی زبان کے عظیم المرتبت ادیبوں اور شاعروں کے لئے موجب تتبع و تقلید ہے۔ سعدیؒ نے شیراز میں وفات پائی اور آپ کی آرامگاہ شیراز میں ہی ہے جس کی میں نے چند بار زیارت کرنے کی سعادت پائی ہے۔

۶۶۳ حضرت مولانا جلال الدین رُومیؒ: ایران میں آپ مولوی کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔ آپ سلطان العلماء محمّد ابن حسین خطیبی معروف بہ بہاء الدین کے فرزند تھے جن کی وفات اتوار کے روز ۶ ربیع الاوّل سال ۶۲۸ھ میں قونیہ (موجودہ ترکی) میں ہوئی۔ بہاء الدینؒ اپنے زمانے کے بزرگ صوفیوں اور عالموں میں سے تھے۔ آپ بادشاہ وقت سلطان محمّد خوارزم شاہ سے رنجش خاطر کے سبب اپنے وطن بلخ (موجودہ افغانستان) سے چلے گئے جب کہ جلال الدین ابھی بچے تھے۔ ایک مدّت تک سیر و سیاحت کرنے کے بعد بالآخر آپ قونیہ میں اقامت پذیر ہو گئے۔ ابتدائی تعلیم جلال الدین نے اپنے والد سے پائی اور اُن کی وفات کے بعد آپ برہان الدین محقق ترمذی کے حلقۂ ارشاد میں آ گئے۔

بُرھان الدّین محقق نے مولانا کو علوم و معلومات کی تکمیل کے لئے کچھ عرصہ کے لئے حلب اور دمشق میں بھیجد یا جو اس زمانے کے بزرگترین علمی اور ادبی مراکز تھے۔ فراغت پانے کے بعد **مولانا قونیہ** میں لوٹ آئے اور تدریس و تعلیم اور وعظ و تذکیر میں مشغول رہے۔ سال ۶۴۲ھ میں آپ نے **شمس الدّین محمّد ابن علی ابن ملک داد معروف به شمس تبریزیؒ** سے ملاقات کی۔ اس ملاقات نے **مولانا** کے دل میں ایسا روحانی انقلاب پیدا کیا جو تدریس و فتوی کے مسند کو ترک کرنے کا موجب بنا جس سے **قونیہ** کے لوگوں میں ناراضگی پیدا ہوئی اور مریدوں نے بھی اعتراض کیا۔ مُریدوں کے دباؤ کے تحت **شمس تبریزیؒ قونیه** چھوڑ کر دمشق چلے گئے۔ **شمس تبریزیؒ** کی دوری اور فراق نے **مولانا** کو بے چین و مضطرب کر دیا اور ایک جماعت کے ہمراہ اپنے فرزند **سلطان ولد شمس تبریزیؒ** کی تلاش میں روانہ کر دیا۔ **شمس تبریزیؒ** واپس چلے آئے اور **مولانا** کے ساتھ رہے اور سال ۶۴۵ھ میں اچانک غائب ہو گئے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ **شمس تبریزیؒ** کو **قونیه** کے لوگوں کی ایک جماعت نے قتل کر دیا بے بنیاد اور بے حقیقت قصہ ہے۔ **شمس تبریزیؒ** کی کمی سے **مولانا** نے تدریس و فتوی کا مسند چھوڑ دیا اور تصفیۂ باطن اور تہذیب نفس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اس دور میں **صلاح الدّین زرکوب** اور **حسام الدّین چلبی** کے ساتھ روابط نے

آپ کو ان امور میں مشغول رکھا اور اسی **حسام الدین چلبی** کے شوق دلانے پر مولانا **مثنوی** لکھنے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ نظم و نثر میں مولانا کے آثار یہ ہیں ۱۔ **مثنوی** جو چھ جلدوں میں ہے اور بحر رمل میں کہے گئے چھبیس ہزار ابیات پر مشتمل ہے۔ **مثنوی** مسلسل منظوم حکایتوں پر مشتمل ہے جن سے دینی اور عرفانی نتائج اخذ کئے گئے ہیں اور معنوی حقایق کو سادہ زبان میں بیان کیا گیا ہے۔ ۲۔ **دیوان غزلیات معروف بہ دیوان کبیر یا کلیات شمس** جو پچاس ہزار ابیات پر مشتمل ہے۔ ۳ **رُباعیات** ۴۔ **مکتوبات مولانا** ۵۔ **فیہ مافیہ** ۶۔ **مجالس سبعہ**۔ **مولانا روم**ؒ سال ۶۷۲ھ میں رحمت حق سے پیوست ہوئے اور موجودہ **ترکی** (جو اسلامی تواریخ میں روم بھی کہلاتا تھا) کے شہر **قونیہ** میں مدفون ہوئے جہاں آپ کا روضۂ شریف مسلمانان عالم کی زیارتگاہ ہے۔

۲۶۴ **ترجمہ** : ''اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے'' سورۂ البقرہ' آیت ۲۸۴۔

۲۶۵ **ترجمہ: بُدلاء: ابدال** کی جمع (حاشیہ ۲۴۶ بھی دیکھئے) صُلحاء کی اور خاصان خدا کی ایک معلوم تعداد جن سے کہا جاتا ہے کہ زمین کبھی خالی نہیں رہتی اور دنیا ان ہی سے برپا ہے۔ جب ان میں سے ایک کی موت واقع ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ پر دوسرے کو لاتا ہے تا کہ ان کی تعداد جو ایک قول کے مطابق سات اور ایک قول کے مطابق ستر ہے

ہمیشہ مکمل رہے۔ اللہ تعالیٰ نے کواکب کے منازل میں حرکتوں کے جوراز رکھے ہیں اُن کو یہ جماعت جانتی ہے اور اسماء میں سے یہ اسماء صفات کے حامل ہیں۔ ان کے علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ ان کی نرینہ اولاد نہیں ہوتی۔ جو کہتے ہیں کہ ابدالوں کی تعداد ستر ہے ان کا اعتقاد ہے کہ ان میں سے چالیس افراد شام کے ملک میں رہتے ہیں اور باقی تیس ابـــدال دنیا کی دوسری جگہوں میں ہیں۔ اور وہ جو ابدالوں کی تعداد سات بتلاتے ہیں اُن کا کہنا ہے کہ ان میں دو قُطب اور ایک فرد بھی شامل ہیں۔ (قُطب کے لئے دیکھئے حاشیہ ۱۸۳ اور فرد کے لئے دیکھئے حاشیہ ۱۹۷) اور سات اقلیموں میں سے ہر اقلیم ان ہی سات میں سے ایک فـــرد سے قایم ہے۔ دیکھئے حاشیہ ۲۲۹۔

۲۶۶ کمّل: یعنی کامل حضرات۔ بزرگوار حضرات۔

۲۶۷ تجلّی صفات: دیکھئے حاشیہ ۲۵۶۔

۲۶۸ تجلّی ذات: ملاحظہ ہو حاشیہ ۲۵۶۔

۲۶۹ استغراق: دیکھئے حاشیہ ۵۱۹۔

۲۷۰ ترجمہ: ''میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک مخصوص وقت ہوتا ہے کہ اس وقت میں کوئی بھی مقرّب فرشتہ اور نہ کوئی نبی مُرسل وہاں ہوتا ہے۔

۲۷۱ ترجمہ: ''ایمان ثابت ہے اور یقین میں خطرے ہیں۔''

۶۷۲ ترجمہ: ''ایمان کلی یقین ہے۔''

۶۷۳ مکاشفہ: دیکھئے حاشیہ ۶ ۴۰۔

۶۷۴ مشاہدہ: دیکھئے حاشیہ ۷ ۴۰۔

۶۷۵ ترجمہ: جب تم ظاہر ہو جاتے ہو میں اہل دین میں سے ہوں۔ جب تم چھپ جاتے ہو میں اہل کفر میں سے ہوں۔

۶۷۶ ترجمہ: اپنے پہلو سے مجھے ہر لحہ محبوب کی خوشبو آتی ہے۔ اسی لئے میں ہر دم خود کو اپنی آغوش میں لیتا ہوں ☆ چونکہ میری آغوش کا درمیان ناپدید ہے' اس لئے ہر لحظہ خون دل کے درمیان ہمیشہ اس کا غم لپیٹ کے رہتا ہے ☆ چونکہ اس کے درمیان (کمر) کا کوئی کنارہ نہیں' حیرت میں پڑا ہوں کہ اس قدر نازک میانی ہمیشہ بے کنار ہے ☆ نہ اس کے میان (کمر) کا کوئی کنارہ ہے نہ ہی میرے کنارے کا کوئی میان۔ اور اس کے آتش عشق کا کوئی کنارہ بھی نہیں ملتا ☆

۶۷۷ ترجمہ:

۶۷۸ ترجمہ:

۶۷۹: اطلاق: آزادی۔ رہائی۔ قید و بند سے خلاصی۔

۶۸۰ ترجمہ: بات کی نوبت جو عیسیٰ تک پہنچی' عیب جوئی چھوڑ دو اور حقیقت گوئی سے کام لو (حقیقت تک پہنچو)

۶۸۱ **خلاصۂ اوتاد الکبریٰ** : یعنی عظیم المرتبہ اوتاد حضرات کا نچوڑ یا انتخاب (لقب ہے)

۶۸۲ **ابناء الامراء:** یعنی امیر زادہ۔

۶۸۳ **ترجمہ:**

۶۸۴ **ترجمہ** : اللہ ان فوائد کو اتار دے مطالعہ کرنے والوں اور سننے والوں کے دلوں میں **محمدؐ** اور اُن کے سبھی آلؑ کے صدقے!

۶۸۵ **ترجمہ**: حمد و ثنا اللہ کی جو حجابوں کو ہٹانے والا اور راستی کا الہام ڈالنے والا ہے اور درود **صاحب مقام او ادنیٰ محمدؐ** پر اُن کے آل و اصحابؓ پر جو حامل صفا ہیں۔ اور توفیق نہیں ہے کسی کے پاس سوائے صاحب وفا حضرت اللہ کے! اے حبیب! اے لبیب!

۶۸۶ **شہود**: سالکوں کی اصطلاح میں رُویت حق ہے کہ سالک کثرتوں کی منزلوں اور ظاہری موہومات سے گذر کر عیان توحید کے مقام پر پہنچکر تمام موجودات کی صورتوں میں اللہ کا مشاہدہ کرتا ہے اور غیریت سے خالی ہوکر جو بھی دیکھتا ہے حق کو دیکھتا ہے (حاشیہ ۲۷۴ ملاحظہ کریں)

۶۸۷ **تمکین**: دیکھئے حاشیہ ۱۴۱ -

۶۸۸ **مقام محمود**: دیکھئے حاشیہ ۲۷۵ -

۶۸۹ **ایمان**: صوفیاء کی اصطلاح میں ایمان اسماء جلالیہ کے

مختصات میں سے ہے اور مرتبۂ بقا کی عبادت سے ہے۔

۶۹۰؎ **احسان** : شریعت میں **احسان** کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت کی جائے جیسے کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے دیکھ نہیں رہا ہے تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ نیز **احسان** کے معنی ہیں نور بصیرت سے عبودیت کی تحقیق کی راہ سے حضرت ربوبیّت کا مشاہدہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ کو یقین کی راہ سے دیکھا جاسکتا ہے لیکن حقیقت میں دیکھا نہیں جاسکتا اور اسی لئے رسول اللہؐ نے فرمایا: ''**کانک تراہ** (گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے)'' کیونکہ بندہ اللہ کو صفات کے پردوں کے پیچھے سے دیکھتا ہے لیکن درحقیقت اللہ کو نہیں دیکھتا ہے کیونکہ اللہ خود اپنی وصف کا داعی ہے۔

۶۹۱؎ **عین الیقین**: تین یقینوں (**علم الیقین۔ عین الیقین۔ حق الیقین**) میں سے ایک مرتبہ۔ کسی چیز کی ماہیت اور کیفیّت کو یقین کے ساتھ پانا اسے آنکھ سے دیکھنے کے بعد۔ **یقین** کے تین مرتبے ہیں۔ ایک **علم الیقین** کسی امر یا چیز کو جاننا اس کی کیفیّت و ماہیّت کو کمال یقین کے ساتھ جس میں مطلق کوئی شک نہ ہو۔ دوسرا **عین الیقین** اور وہ ہے اپنی آنکھوں سے کسی چیز کو دیکھنا مثلاً آگ کو دور سے دیکھنا اور یہ پہلے سے زیادہ قوی ہے۔ تیسرا ہے **حق الیقین** اور وہ ہے اس چیز میں داخل ہوجانا یا خود اس چیز میں محو ہوجانا یا خود وہ چیز بن جانا۔ مثلاً داخل ہوجانا آگ میں جو دور سے دکھائی دیتی ہے اور اس میں جل جانا

اور یہ یقین دوسرے یقین سے بھی قوی تر ہے۔ بعضوں نے یہ مثال دی ہے کہ ایک شخص جانتا ہے کہ زہر کھانے سے موت واقع ہو جاتی ہے اسے **علم الیقین** کہتے ہیں اور اگر اس نے دیکھا کہ کسی نے اس کے سامنے زہر کھالیا اور مر گیا اسے **عین الیقین** کہتے ہیں۔ اور اگر خود کھالیا اور نزع کی حالت میں چلا گیا اسے **حق الیقین** کہتے ہیں۔

۶۹۲ **ترجمہ**: یقین مرید صادق کا پہلا قدم ہے اور فقیہہ زاہد کا آخری قدم۔

۶۹۳ **ترجمہ**: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے حق میں خیر کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی بصیرت کو کھول دیتا ہے۔

۶۹۴ **حدیث مرفوع**: اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی خبر رسول اللہ ﷺ کے قول سے کسی صحابہؓ نے دی ہو۔ وہ حدیث جس کے اسناد کا سلسلہ رسول اللہ ﷺ تک چلا گیا ہو۔

۶۹۵ **ترجمہ** : ساری آیتوں کا ظاہر ہے اور باطن ہے اور سارے حروف کی ایک حدّ اور ایک مطلع ہوتا ہے۔

۶۹۶ **معیت**: رفاقت۔ ہمراہی۔ مع ہونا۔ اور مع دو چیزوں کو کہتے ہیں جن میں تقدّم و تأخر ہو۔

۶۹۷ **ترجمہ**: ''وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو''

سورۃ الحدید' آیت ۴۔

۶۹۸ ترجمہ:

۶۹۹ **سیدنا و سندنا:** یعنی حضرت امیر کبیر میر سیّد علی همدانیؒ

۷۰۰ **مقلّب القلوب:** دلوں کی دگرگون کرنے والا۔ دلوں کی حالت کو بدل ڈالنے والا۔

۷۰۱ **منقلب:** دگرگون ہونا۔ کسی کا حال بدل جانا۔

۷۰۲ **ترجمہ:** "ہر آن وہ نئی شان میں ہے۔" **سورۃ الرّحمٰن** ، آیت ۲۹ (ترجمہ **سیّد ابو الاعلیٰ مودودیؒ**) "وہ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں رہتا ہے۔" (ترجمہ مولانا اشرف علی تھانویؒ)

۷۰۳ **ترجمہ:** "اور وہی بڑا باریک بین باخبر ہے"

سورۃ الانعام ۔ آیت ۱۰۴ (ترجمہ **مولانا اشرف علی تھانویؒ**) "وہ نہایت باریک بین اور باخبر ہے۔" (**سیّد ابو الاعلیٰ مودودیؒ**) [**ترجمہ قرآن مجید** مع مختصر حواشی **مولانا سیّد ابو الاعلیٰ مودودیؒ**، مرکزی مکتبۂ اسلامی دہلی میں یہ آیت کریمہ ۱۰۳ ہے]۔

۷۰۴ **مشهـــــود:** موجود۔ معاینہ کیا گیا۔ دیکھا گیا۔ حاضر کیا گیا۔

۷۰۵ **شئون:** شان کی جمع۔

۷۰۶ **سائر:** چلنے والا۔ رواں۔ سیر کرنے والا۔ یہاں پر سالک

سے مراد ہے۔

۷۰۷ عارف مُنعم: وہ عارف جس پر اللہ کی طرف سے انعام کیا گیا ہو کہ خود عارف ہونا ہی اللہ کی طرف سے اس پر بہت بڑا احسان اور انعام ہے۔

۷۰۸ امتثال: فرمان کو بجالانا۔ فرمانبرداری۔ فرمانبرداری کرنا۔ کسی کے طریقہ کی پیروی کرنا اور اس سے تجاوز نہ کرنا۔ [مثال لانا اور داستان بتادینا یا کہنا۔ شعر یا کلام کی مثال دینا۔ تصور کرنا۔ قاتل سے قصاص لینا]

۷۰۹ ترجمہ: بس عارف کا رنگ ہی ایک معروف رنگ ہے۔ اس معروف رنگ میں کوئی پس و پیش نہیں۔ [پس و پیش سے مراد ہے غور و فکر کرنا۔ تأمّل و فکر کرنا۔ تردّد]۔

۷۱۰ ذُووُجوہ: کئی طریقوں کا حامل۔ بیشتر راہ و روش والا۔ مختلف انواع و اقسام کا۔

۷۱۱ ترجمہ: دیکھئے حاشیہ ٦٦٨

۷۱۲ ترجمہ:

۷۱۳ مولانا قوام الدّین: دیکھئے میری تصنیف "شاہ ھمدانؒ"

حیات اور کارنامے " ص ۷۰۷تا۷۱۰۔

۷۱۴؎ **ترجمہ:** (دُعائیہ جملہ ہے) **اللہ تعالیٰ آپ کو آفت سے** محفوظ رکھے۔ یہ دُعا کسی اولیاء اور عالم کا نام لینے یا لکھنے پر لاتے ہیں۔

۷۱۵؎ **تعیّن:** ہستی و وجود۔ آنکھ سے کسی چیز کو دیکھ کر یقین ہو جانا۔ بزرگی وثروت پانا۔ بزرگواری۔

۷۱۶؎ **ترجمہ:**

۷۱۷؎ **ترجمہ:** **اللہ** نے خود اس بات کی شہادت دی ہے کہ اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے اور فرشتے اور سب اہل علم بھی راستی اور انصاف کے ساتھ اس پر گواہ ہیں کہ اس حکیم زبردست کے سوا فی الواقع کوئی خدا نہیں ہے **سورۂ آل عمران**' آیت ۱۸۔

۷۱۸؎ **ترجمہ:** اور سب سے اللہ تعالیٰ نے اچھے گھر کا وعدہ کر رکھا ہے۔ **سورۂ النّساء**' آیت ترجمہ از **مولانا اشرف علی تھانوی)**

''اگر چہ ہر ایک کے لئے اللہ نے بھلائی ہی کا وعدہ فرمایا ہے۔''

(ترجمہ از **سیّد ابو الاعلیٰ مودودی)**

۷۱۹؎ **لاھوت:** جہان معنی۔ عالم امر۔ عالم غیب۔ **تصوّف** کی اصطلاح میں عالم ذات الٰہی جس میں سالک کو فنا فی اللہ کا مقام حاصل ہو جاتا ہے (مرتبۂ صفات کو **جبروت** اور مرتبۂ اسماء کو **ملکوت** کہتے ہیں) گویا **لاھوت** سالکوں کے مقامات میں سے ایک مقام کا نام ہے۔ **لاھوت**

کی تعبیر ذات سے بھی کی گئی ہے۔ بعضوں کا کہنا ہے کہ لاہوت دراصل **لا ھُو الّا ھُو** ہے۔

۷۲۰؎ ترجمہ: درویش نہ یہ ہے نہ وہ ہے اور نہ ہی وہ۔ اس کے نقش ونگار والے کپڑے کا کوئی پُشت و رُو نہیں ہوتا ☆ ظلمت و نُور میں ایک خط کھچا ہے جس انہ کوئی سر و پا ہے اور نہ کوئی رنگ و بو ☆

۷۲۱؎ **مطلع سُبحات**: انوارِ الٰہی کا محل طلوع۔ جلال وعظمت خداوندی کے طلوع ہونے یا ظاہر ہونے کا مقام۔ یعنی حضرت امیر کبیر غوث صمدانی میر **سیّد علی ھمدانی** رحمۃ اللہ علیہ۔

۷۲۲؎ **رسالۂ واردات**: دیکھئے میری تصنیف "**شاہ ھمدانؒ حیات اور کارنامے**" ص ۴۹۴ تا ۴۹۸۔

۷۲۳؎ **خرقانی**: **ابو الحسن علی جعفر یا علی ابن احمد خرقانی** مشائخ طریقت کے اکابرین میں سے بزرگترین تھے۔ آپ **بسطام** کے **خرقان** گاؤں میں سال ۳۴۸ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد اس علاقے میں ایک دہقان تھے۔ آپ نے اوّل دینی علوم پڑھے اور ان میں سبقت پائی اس کے بعد تصوّف کی طرف متوجہ ہوئے اور ریاضات ومجاہدات سے اس مقام پر پہنچے جس پر کہ پہنچے۔ آپ کی وفات دس محرم کو منگلوار کی رات میں سال ۴۲۵ھ کو ہوئی۔ کہتے ہیں کہ **سلطان محمود غزنویؒ حضرت شیخ خرقانیؒ** سے ملاقات کرنے کے لئے غزنی

سے **خرقان** گئے اور قاصد بھیجا کہ **شیخ**ؒ سے جا کر کہو کہ **سلطان** آپ کی خاطر **غزنی** سے یہاں تک آیا ہے آپ بھی اپنی خانقاہ سے نکل کر اس کے خیمے میں تشریف لے آئیں۔ اور قاصد سے کہا کہ اگر وہ نہ مانے تو اُن کے سامنے یہ آیت پڑھ لینا: " **واطیعوا اللہ و اطیعوالرسول و اولی الامر منکم** [اور اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور جو تم میں صاحب امر ہوں]۔ قاصد نے پیغام پہنچا دیا۔ **شیخ**ؒ نے فرمایا: "**محمود** سے کہو کہ میں **اطیعوا اللہ** میں اس قدر غرق ہو چکا ہوں کہ **اطیعوالرسول** سے شرمندہ ہوں۔ **اولی الامر منکم** کی تو بات ہی نہیں۔" قاصد لوٹ آیا اور **محمود** کو جواب سنایا۔ جواب سن کر **محمود** نے کہا: " اُٹھئے کہ وہ آدمی نہیں ہے جس کے بارے میں ہم گمان میں تھے۔" **شیخ فرید الدین عطّار**ؒ نے **تذکرۃ الاولیاء** میں آپ کا خاصا طویل ذکر کیا ہے۔ دیکھئے اسی کتاب کی دوسری جلد ص ۱۲۹ تا ۲۱۳۔

۷۲۴ **ہمدانی**: مراد ہے **حضرت میر سیّد علی ہمدانی**ؒ۔

۷۲۵ **ترجمہ**:

۷۲۶ **ترجمہ** : میں پیغمبر تھا حالانکہ آدم ابھی آب و گل میں تھا۔

۷۲۷ **ترجمہ**: پس اپنے نفس کی پاکی کے دعویٰ نہ کرو۔

سورۃ النجم' آیت ۳۲۔

۷۲۸ ترجمہ: ''مدح گویوں کے چہروں پر مٹی پھینک دو۔''

۷۲۹ ترجمہ: اور اپنے ربّ کی نعمت کا اظہار کرو

سورۂ الضّحیٰ' آیت ۱۱۔

۷۳۰ ترجمہ: بیشک جب اللہ تعالیٰ بندہ پر انعام کرتا ہے تو پسند کرتا ہے کہ اپنی نعمتوں کو اس پر آشکار کرے۔

۷۳۱ ترجمہ: میں نے اپنے دل سے کہا: ''اے باتونی! کب تک کہتے رہو گے خاموش رہ اور اسرار ڈھونڈتے جا'' ☆ کہا: ''میں آگ میں ڈوبا ہوا ہوں میری عیب جوئی نہ کر۔ جلتا رہتا ہوں اگر چہ کوئی بات نہیں کر رہا۔''

۷۳۲ اخی: مراد ہے تقی الدین اخی علی دوستی۔ دیکھئے حاشیہ ۶۸ اور ۸۷۔

۷۳۳ حضرت شیخ: مراد ہے شیخ شرف الدین محمود مزدقانی ''جو حضرت میر سیّد علی همدانی'' کے مُرشد طریقت تھے۔ دیکھئے حاشیہ ۳۵۔

۷۳۴ حضرت خواجه خضر علیه السّلام: دیکھئے حاشیہ ۶۷۔ حضرت خواجه خضر علیه السّلام کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ کا اصلی نام تا کیا تھا۔ آپ کو اُرمیا اور خضارن بھی کہتے ہیں۔ آپ کی نبوّت میں اختلاف ہے۔ بعضوں کے نزدیک آپ نبی ہیں اور

بعضوں کے نزدیک ولی ۔ کہتے ہیں کہ خواجہ خضر علیہ السّلام پیغمبر تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو تعلیم دینے کی غرض سے بھیجا تھا اور موسیٰ علیہ السّلام نے آپ کی فعالیتوں پر اعتراض کیا اور حضرت خضرؑ نے اپنے افعال کی حکمت ان کو بتادی اوران کے پاس سے چلے گئے ۔ حضرت خضرؑ قیامت تک زندہ ہیں ۔ وہ خشکی میں سفر کرنے والوں کی مدد کرتے ہیں جیسے کہ حضرت الیاس علیہ السّلام سمندر کا سفر کرنے والوں کی مدد کرتے ہیں ۔ معروف ہے کہ حضرت خضرؑ نے آب حیات پی لیا ہے اور وہ ہمیشہ کے لیے زندہ ہیں ۔ یہ بھی ایک داستان موجود ہے کہ اسکندر ذوالقرنین نے یہ آب حیات پینے کا ارادہ کیا لیکن پینے میں کامیاب نہیں ہوا لیکن حضرت خضرؑ نے آب حیات کو پالیا ۔ البتہ فردوسی نے شاھنامہ میں لکھا ہے کہ اسکندر آب حیوان کو ڈھونڈنے نکلا اور ظلمات (تاریکیوں) میں گم ہو گیا اور حضرت خضرؑ جو اس سفر میں اُس کے مشیر تھے آب حیات کو پانے میں کامیاب ہو گئے اور آب حیات کو پی لیا' نہایا اور ہمیشہ کی زندگی پائی ۔ صوفیوں کی نظر میں خضر کنایہ ہے بسط (دیکھئے حاشیہ ۳۷۰) سے اور الیاس کنایہ ہے قبض (دیکھئے حاشیہ ۳۷) سے ۔ حضرت خضرؑ کا نام خضر اور خضر کی صورت میں بھی نظر سے گزرا ہے ۔ حاشیہ ۶ بھی دیکھیں ۔

۷۳۵ **کُرۂ اثیر**: کُرہ گیند کو کہتے ہیں۔ ہر گول جسم کو بھی کہتے ہیں۔ جغرافیہ دان آٹھ آسمانوں، کواکب کی صورتوں، زمین کی ہیئت اور اس کے مختلف حصوں کو کُرہ میں شامل سمجھتے ہیں۔ مجازاً افلاک اور زمین اور دنیا کو کُرہ کہتے ہیں۔ اثیر (ETHER) کُرہ آتش کو کہتے ہیں جو کُرہ ہوا کے اوپر ہے۔ ایک رقیق اور پتلی اور بے وزن سیال شے جو قدماء کے عقیدہ کے بموجب کُرۂ زمین کے اوپر ہوا کی فضا پر حاوی ہے۔ کُرۂ اثیر یعنی کُرۂ آتش۔ فلک نار۔ [بعض قدیم فلسفیوں کے عقیدہ کے مطابق رُوح عالم۔ ایک بے وزن اور قبض و بسط کے قابل سیال شے جس نے فضا کو بھر دیا ہے اور تمام اجسام میں نافذ ہے]۔

۷۳۶ **لطایف**: یہاں پر مراد ہے باریک اور غیر مرئی اجسام۔

۷۳۷ **عہد سلیمان**: یعنی پیغمبر **حضرت سلیمان** علیہ السّلام کی قسم۔ چونکہ **حضرت سلیمان** علیہ السّلام تمام ذی نفوس جن میں کیڑے مکوڑے اور چیونٹیاں تک شامل تھیں، کے حکمران تھے اس لئے مُوذی جانوروں کو اُن کی قسم دلا کر انہیں اذیّت پہنچانے سے باز رکھنے کی طرف اشارہ ہے۔ **حضرت سلیمان علیہ السلام ابن داؤد** یہودی قوم کے بادشاہ تھے اور اسلام میں بنی اسرائیل قوم کے انبیاء میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ سال ۹۷۳ قبل مسیح میں تخت نشین ہوئے اور ۹۳۵ قبل مسیح میں وفات پائی۔ **بیت القدس** کی تعمیر کے اقدامات کئے۔ آپ کی عقل و

ذہانت مشہور اور زبان زدعوام ہے۔ **تورات** میں **سلیمان** علیہ السّلام کی حکمت آمیز باتوں کا ذکر آیا ہے۔ آپ جنّ وانس اور حشرات وطیور کے بھی حکمران تھے اور ہوا بھی آپ کے تابع فرمان تھی۔ اور جہاں چاہتے ہوا آپ کے تخت کو لے جاتی تھی۔ صاحب حشمت بادشاہ تھے۔

۷۳۸ **شیخ محی الدین ابن العربی:** دیکھئے حاشیہ ۱۷۶ اور ۶۲۹

۷۳۹ **ترجمہ:** جب رمضان کا مہینہ آجاتا ہے تو شیطانوں کو لوہے کی زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔

۷۴۰ **شیاطین:** جمع شیطان۔ حاشیہ ۶۱۴ دیکھیں۔

۷۴۱ **غول:** بھدے دیوؤں کی ایک قسم جو لوگوں کو صحراؤں میں مار ڈالتے ہیں۔ ایک ایسا دیو جو ہر صورت اختیار کر کے آدمیوں کو ہلاک کرتا ہے۔ اسے ایک بلند قد اور ہیبت ناک شکل وصورت کا دیو تصور کرتے ہیں۔ [**غُولانِ روزگار**=بدسیرت اور بدکردار لوگ۔ دُنیا کے طالب لوگ ☆]۔

۷۴۲ **خرّم: بدخشان (افغانستان)** کے نواحی میں ایک گاؤں کا نام۔ [**اصفہان** کے علاقے میں **کوہپایہ** کے نواحی میں بھی ایک گاؤں کا نام ہے نیز **بابل** کے نواحی میں بھی **بندپی** علاقے میں ایک گاؤں کا نام۔ **کدکن** (ایران) کے پاس بھی اسی نام سے ایک گاؤں آباد ہے۔ لیکن یہاں پر **بدخشان (موجودہ افغانستان)** کے نواحی میں آباد

خرم گاؤں سے ہی مراد ہے]۔

۷۴۳ **بغلان: بلخ (موجودہ افغانستان)** سے چھ منزل دور گاؤں کا نام جو **طغارستان** کے علاقے میں واقع ہے۔

۷۴۴ **ترجمہ:** اللہ کی پناہ جنّ وانس شیاطین کے شرّ سے۔

۷۴۵ **ترجمہ:**

۷۴۶ **ترجمہ:** اللہ کی پناہ جنّ وانس کے تسلّط سے اور تمام لوگوں کے غلبہ وتسلّط سے۔

۷۴۷ **ترجمہ:** جس نے تجویز کیا پھر راہ بتلائی۔ **سورۂ اعلیٰ** آیت ۳ (ترجمہ **مولانا اشرف علی تھانوی**ؒ) جس نے تقدیر بنائی پھر راہ دکھائی (ترجمہ **سیّد ابو الاعلیٰ مودودی**ؒ)

۷۴۸ **فرسنگ:** تین میل کا فاصلہ برابر بہ بارہ ہزار گز۔ فرسنگ کو فرسخ بھی کہتے ہیں۔

۷۴۹ **فتراک:** شکار بند۔ وہ تسمہ جو زین کے ساتھ شکار کو لٹکانے کے لئے لگا ہوتا ہے۔

۷۵۰ **ردّ:** نہ ماننا۔ انکار کرنا۔ قبول نہ کرنا۔ دلائل و براہین کے باوجود کسی کے کلام کو نہ ماننے کی عادت۔

۷۵۱ جناب شیخ: یعنی **حضرت میر سیّد علی ہمدانی**ؒ کے مُرشد طریقت **شرف الدّین محمود مزدقانی**ؒ۔

۷۵۲ء ترجمہ: خبردار! ناامید نہ ہوجانا کہ دوست نے تجھے ردّ کردیا۔ آج اگر تجھے ردّ کردیا' کیا کل کو نہیں بلائے گا ☆ اگر تجھ پر دروازہ بند کردیا' تو مت جاؤ وہاں سے' وہیں پر ٹھہر جا۔ کہ صبر سے کام لینے کے بعد وہ تجھے صدر میں بٹھالے گا ☆ دوست اگر اس کی طرف جانے والی تمام راہوں اور گزرگاہوں کو بند بھی کرے جب بھی وہ تیرے لئے ایک ایسی راہ کھول دے گا جس کی کسی کو کوئی خبر نہیں ☆

۷۵۳ء **مروان: مروان ابن ابی العاص ابن امیۂ ابن عبد شمس ابن عبد مناف ' حضرت امیر المؤمنین عثمان ذو النورین** رضی اللہ عنہ کے حقیقی چچا تھے۔ سال ۲ھ میں پیدا ہوئے اور سال ۶۵ھ میں وفات پائی۔ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوا لیکن اس کے دل میں اسلام راسخ نہ تھا۔ اندرونی طور مسلمانوں کا دشمن رہا اور اُن کے راز فاش کیا کرتا تھا اس لئے **رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو **طایف** میں جلاوطن کردیا۔ **حضرت عثمان ذو النورین** رضی اللہ عنہ نے عہد نبوی ؐ کے آخر میں **رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی واپسی کی اجازت حاصل کرلی تھی۔

۷۵۴ء **ثعلبہ: ثعلبہ ابن ودیعہ** ایک انصاری صحابی تھے۔ **غزوۂ تبوک** کے مخالفین میں سے تھے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے اور دیگر ایسے صحابہ کے ہدایا ردّ کردئے جنہوں نے **تبوک** کی

مخالفت کی۔ بعد میں ثعلبہ ابن ودیعہ نے توبہ کی جو قبول ہوئی اور آپ کے اور آپ کے دوستوں ابو لبانہ' اوس ابن خذام' کعب ابن مالک' مرارہ' اور ھلال ابن امیہ کے بارے میں آیت: "و آخرون اعترفوا بذنوبھم خلطوا عملا صالحا و آخر سیئا..........الخ"

[" کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اپنے قصوروں کا اعتراف کرلیا ہے۔ ان کا عمل مخلوط ہے کچھ نیک ہے اور کچھ بد۔ بعید نہیں کہ اللہ ان پر پھر مہربان ہو جائے کیونکہ وہ در گزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے

سورۃ التوبہ' آیت ۱۲۰ (ترجمہ سیّد ابو الاعلیٰ مودودی")

۷۵۵ ترجمہ: اللہ کی پناہ ایسا ہونے سے!

۷۵۶ ترجمہ: جس کسی کی قسمت کی چادر سیاہ بُنی گئی ہو اس کے رنگ کو بدلنا ناممکنات میں سے ہے۔

۷۵۷ آدم صفی اللہ: حضرت آدمؑ اللہ کا دوست خالص یا دوست صافی یا چُنا ہوا دوست یا دوست یگانہ۔ صفی اللہ حضرت آدمؑ کا لقب ہے۔ آدمؑ = اوّلین بشر۔ تمام آدمیوں کا باپ۔ حضرت حوّا علیہا السّلام کا جُفت۔ صفی اللہ کے علاوہ ابوالبشر' بوالبشر' خلیفۃ اللہ' ابو الورٰی' ابو محمد اور معلّم الاسماء بھی حضرت آدم کے القاب ہیں۔[اُدم کے اور کئی لغوی معنی ہیں: گندم گون۔ سیہ رنگ والا۔ سیاہ گونہ۔ اُونٹ جس کے بال سفید اور آنکھیں سیاہ ہوں۔ سفید ہرن جس پر خاکی رنگ کی لکیریں

ہوں۔ خادم۔ نوکر۔ خدمتگار۔ نمایندہ۔ گماشتہ۔ مامور۔ کوئی کام کرنے کا ذمہ دار آدمی۔ نفر۔ فرد۔ اچھی طرح سے تربیت کیا گیا۔ مؤدّب۔ باادب۔ اعتبار وقدر وشان والا]۔

۷۵۸ **قدمگاہ:** سرانديپ میں جہاں پر **حضرت آدم** علیہ السّلام کا پہلا قدم روئے زمین پر پڑا۔ یہ جزیرے میں ایک پہاڑ ہے اور **حضرت آدم** علیہ السّلام کے قدم بابرکت سے وہاں پر یاقوت کی کان پیدا ہوئی۔

۷۵۹ **سراندیپ:** (سنسکرت میں **سمرال دویپ**) **سیلون** (CYLONE)۔ ایک مشہور پہاڑ ہے جس پر **حضرت آدم صفی اللہ** علیہ السّلام اُترے اور وہاں پر ٹھہرے چنانچہ وہاں پر آپ کا نقش قدم ہے۔ بعضوں کا کہنا ہے کہ سمندر کے کنارے پر واقع ایک بڑا شہر ہے اور یہ پہاڑ اسی شہر سے منسوب ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ **ابو البشر آدمؑ** کی قبر وہاں پر ہے۔ **سراندیپ ہندوستان** کے جنوب میں ایک جزیرہ ہے جسے **سیلون** کہتے ہیں اور یہ ایک الگ ملک ہے۔ **سراندیپ** کا نام **سراندیل** بھی میری نظروں سے گزرا ہے۔ ہندی میں اسے **سنگل دیپ** کہتے تھے۔ اس میں یاقوت اور الماس پائے جاتے ہیں۔ **سیلون** کی صدر آج کل وہاں کی ایک بیوہ عورت ہے جس کا نام ہے **چندریکا کمارا تُنگا**۔ ملک میں جمہوری نظام ہے۔ **سیلون** کو **لنکا** بھی کہتے ہیں۔

۷۶۰ ترجمہ: جس زمین پر تیرے پاؤں کے نقش موجود ہونگے سالہا سال تک وہ زمین مدجو خلایق رہے گی۔

۷۶۱ **عرفات**: **مکہ** سے بارہ میل دور حاجیوں کے توقف کرنے کی جگہ ذی الحجہ ماہ کی نو تاریخ کو۔عرفہ کے روز جو حج کا دن ہے حاجیوں کے رُکنے کی جگہ۔اور یہ ایک وسیع صحرا ' جسے آج کل درخت زار بنایا جارہا ہے' اور **مکہ** سے نو کروہ (کروہ = کوس جو چار ہزار گز کا خیال کیا جاتا ہے) دور ہے۔حاجی حضرات یہاں پر ٹھہرتے ہیں۔لبیک اور دُعائیں پڑھتے ہیں اور ظہر اور عصر کی نماز پڑھتے ہیں اور **مکہ** لوٹ جاتے ہیں۔ **عرفات** کا نام کہا جاتا ہے اس لئے ہے کہ یہاں پر **حضرت آدمؑ** اور **حضرت حوّاؑ** ایک دوسرے سے آشنا ہوئے اور باہمی تعارف ہوا۔ یا اس لئے کہ **حضرت جبرئیل علیہ السّلام** نے جب **حضرت آدمؑ** کو مناسک (ارکان حج۔طریق حج) سکھائے تو آدمؑ سے کہا:" اَعرفت؟" (جان گئے؟) آدمؑ نے جواب دیا:" عرفت" (ہاں جان گیا)۔یا اس جگہ کے مقدّس و معظّم ہونے کے سبب **عرفات** کہلایا۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ **عرفات** کو عرفات اس لئے کہا جاتا ہے کہ لوگ یہاں آکر اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں۔بعضوں کا کہنا ہے کہ عرفات کو عرفات اس لئے کہتے ہیں کہ **عرفات** تک پہنچنے میں شدید رنج و مشقت پر صبر و تحمل چاہیئے کیونکہ **عرف** کے ایک معنی صبر و شکیبائی اور تحمل بھی ہیں۔

۷۶۲ **جبرئیلؑ : حضرت جبرئیل علیہ السّلام** جو فرشتۂ وحی تھے۔ آپ کو امین وحی٬ رُوح الامین٬ رُوح القدس٬ ناموس اکبر٬ جبرول٬ جبرائل بھی کہتے ہیں۔ پیغمبر آخر الزّمان حضرت خاتم النّبیین محمد رسول اللہ ﷺ پر یہی فرشتۂ مقرب الٰہی یعنی جبرئیل علیہ السّلام ۲۳ سال کے عرصے تک وحی الٰہی لاتے رہے۔ یہ نام مختلف صورتوں میں بھی آیا ہے: جبرائل٬ جبرائیل٬ جبرئل٬ جبرال٬ جبریل٬ جبرین وغیرہ۔

۷۶۳ **ترجمہ :** جو کچھ چاہے کر ڈالنے والا ہے (سورۂ البروج٬ آیت ۱۶)۔

۷۶۴ **قابیل: حضرت آدم علیہ السّلام اور حضرت حوّا** علیہا السّلام کا بیٹا اور **ھابیل** کا بھائی تھا۔ دینی داستانوں میں آیا ہے کہ **حضرت حوّا علیہا السّلام** جب بھی حمل سے رہتی تھیں اللہ تعالیٰ آپ کو ایک بیٹا اور ایک بیٹی عطا فرماتا تھا اور **حضرت آدمؑ** فرمان الٰہی سے ایک شکم کے بیٹے کو دوسرے شکم کی بیٹی کے ساتھ عقد کرتے تھے۔ جب **قابیل** اپنی جڑواں **اقلیما** کے ساتھ پیدا ہوا اور اس کے بعد **ھابیل لبودا** کے ساتھ پیدا ہوا اور سب بالغ ہو گئے تو **آدم علیہ السّلام** نے **اقلیما** کو **ھابیل** کے لئے نامزد کیا اور لبودا کو **قابیل** کے ساتھ منسوب کر دیا۔ **قابیل** نے اس حکم سے مُنہ موڑ لیا اور کہا کہ اپنی ہمزاد بہن **اقلیما**٬ جو حُسن و جمال میں یکتا اور بے مثال ہے٬ کی جدائی کو برداشت نہیں کر سکتا۔ آخر آدمؑ نے

ھابیل اور قابیل سے کہا کہ قربانی کرواور جس کی قربانی قبول ہوگی اقلیما اُسی کی ہوگی۔ قابیل کی قربانی قبول نہیں ہوئی جس سے اس قہر وغضب میں اور اضافہ ہوا اور اس نے ھابیل کو قتل کرنے کی دھمکی دی۔ ھابیل نے کہا: ''اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کی قربانی کو قبول کرتا ہے اور اگر تو مجھے قتل کرے گا تو میں اپنے ہاتھوں کو روک لوں گا کیونکہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔'' اور قابیل ھابیل کے تعاقب میں رہا یہاں تک کہ اُس کو ایک پہاڑی پر سویا ہوا پایا۔ ایک پتھر اُٹھالیا اور اس پر مار کر ایک ہی ضرب سے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد اُس کی لاش کو اٹھا کر حیران و سرگردان ادھر اُدھر لے جا رہا تھا کہ نہیں جانتا تھا اس کا کیا کیا جائے۔ اچانک اس کے سامنے دو کوّے نمودار ہوئے جو آپس میں لڑ رہے تھے۔ ان میں سے ایک کوّے نے دوسرے کو مار ڈالا اور اپنی چونچ سے زمین کو کھود کر مُردہ کوّے کو مٹی میں چھپایا۔ قابیل نے کوّے کی تقلید میں بھائی کو دفن کر دیا۔

۷۶۵؎ ھابیل: حضرت آدم علیہ السلام کا بیٹا جو اپنے بھائی کے ہاتھوں قتل ہوا۔ دیکھئے حاشیہ ۷۵۲؎

۷۶۶؎ قضا و قدر: تقدیر اور قسمت۔ قضا اور قدر میں یہ فرق ہے کہ قضا وہ حکم ہے جو روز ازل سے مجمل طور پر تمام مخلوقات کے لئے ہو چکا ہے اور قدر وہ حکم ہے جو آہستہ آہستہ یا تھوڑا تھوڑا اس حکم ازلی یعنی

قضا کے مطابق علیحدہ اور تفصیل کے ساتھ مخلوقات کے متعلق ہوتا رہتا ہے۔یعنی **قضا** آمر (حکم کرنے والا) اور **قدر** مأمور ہے (حکم کیا گیا) ۔بعض حکماء اس کے خلاف قدر کو آمر اور قضا کو مأمور خیال کرتے ہیں۔

۷۶۷؎ **علی شاہ گاؤں**: یعنی کولاب جو **حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی**ؒ کا مقام تھا اور مدفن بھی ہے۔اس گاؤں کو **حضرت امیر**ؒ نے اپنی ملکیت بنانے کی نیّت سے خرید لیا تھا۔دیکھئے میری کتاب "**شاہ ہمدان**ؒ **حیات اور کارنامے**" ص۷۶۲۔

۷۶۸؎ **یزد**: ایران کا یہ صوبہ **خضر آباد' بابک' مہریز' اشک زر' تفت' بافق' ابرقو** اور **اردکان** سے تشکیل پایا ہے۔یہاں کی آبادی قریب ساڑھے تین لاکھ سے اوپر ہوگی۔اس کا مرکزی شہر **یزد** کہلاتا ہے جس کی آبادی لاکھ سوا لاکھ ہوگی اور **اصفہان' کاشان' کرمان** اور **زاھدان** جانے والی راہ پر واقع ہے۔**یزد ایران** کا ایک تاریخی شہر ہے جو **اصفہان** کے جنوب مشرق میں تین سو دس کلومیٹر کی دوری پر **ایران** کے مرکز میں ہے۔سطح سمندر سے اس کی اونچائی ۱۲۲۲ میٹر ہے۔**طھران** سے ۶۷۲ کلومیٹر دُور ہے۔ہموار میدان میں واقع ہے لیکن **بحر شورہ زار** سے قربت رکھنے کی وجہ سے یہاں کی ہوا گرم ہے اور گرم ہوائیں گرد و غبار کے ساتھ چلتی رہتی ہین۔دالیں۔غلّہ۔پستہ۔بادام۔خشک پھل۔اخروٹ۔مجیٹھ۔خربوزے اور ہندوانوں کے علاوہ روئی بھی یہاں کی پیداوار ہے۔

یز د سے قالین، یز دی پارچے، خشک پھل، مہندی اور رنگ صادر ہوتے ہیں۔ ہاتھ سے بنائی ہوئی اشیاء میں قالین بافی، ریشم سازی، پارچہ بافی، سوتی اور اونی جوتے، عبا بافی اور شالبافی شامل ہے۔ یہاں کئی کارخانے ہیں۔ ہسپتال ہیں اور حکومتی اور قومی ادارے کام کر رہے ہیں۔ مسجد شاہ، مسجد میر چماق، مسجد جمعہ، بازار، چہار سُوق، مدرسہ شاہ ابوالقاسم، اور بُقعۂ بارہ امام یہاں کی تاریخی جگہیں ہیں۔

۷۶۹ ترجمہ: ''یہ تو آپ کی ڈالی ہوئی ایک آزمائش تھی''

(سورۂ الاعراف، آیت ۱۵۵)

۷۷۰ ترجمہ:

۷۷۱ ترجمہ: جو دل اُس کے غم عشق سے سرمُو کے برابر بھی باخبر ہوگا اس پر بلائی دوست کے عزّ و شرف کا بہت بڑا اثر ہوگا ☆ جو اس کے غمزۂ چشم سے اس کی زلفوں کی طرح پریشان ہوا وہ نام و ننگ اور کفر و دین سے کلّی طور پر بے خبر ہو گیا ☆ جس گدا کا سلطان بے ہمتا سے سودا ہوا اس کا دل ہمیشہ مجروح، اس کی زندگی ہمیشہ تلخ اور اس کی آنکھیں ہمیشہ نم رہیں گی ☆ علی! گوہر وہی پائے گا جو سر کو قدم بنائے گا۔ جب تم اپنے سر کی قدر کرنے لگ جاؤ گے تو پھر گوہر کب تیرے ہاتھ آئے گا ☆

۷۷۲ **حبُّ الملوک:** دوائی کا نام جسے فارسی میں **ماھودانہ**

کہتے ہیں اور چھوٹے گیلاس کے دانے کے برابر ہوتی ہے۔

۷۷۳ **ماوراء النّہر** : دریائے سیحون و جیحون کے درمیان میں **دریائے جیحون** کے شمال میں بخارا، سمرقند، خجند، اور اشروسنہ نیز **ترمذ** نامی شہروں پر مشتمل ایک مُلک تھا۔ یہ ملک اسلام کے بڑے بزرگوار دانشمند علماء واولیاء کا مولد و مدفن ہے اور پانچ صدیوں تک اسلامی تمدّن کا گہوارہ تھا۔ آج **ازبکستان** کا حصّہ ہے۔

۷۷۴ **ترجمہ:** [زیرِنظر **خلاصۃ المناقب** میں **حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی**ؒ کی غزلیں جس صورت میں چھپی ہیں، میں نے اسی صورت میں ان کا اردو ترجمہ کیا ہے]۔ خوشا وہ سر جس نے ہمارے سر کا ذوق دیکھا ہے۔ چشم دل سے اُس مقام کے اسرار کے چہرہ کا معاینہ کیا ہے ☆ اپنے دل کے دریچے سے راز ازل سنے ہوں۔ اور اس دریچۂ یقین سے معاملات کے رازوں کو دیکھا ہو ☆ وفا کے آستانے پر دشمن و دوست سے ہر لمحہ ہزاروں ناکامیوں اور جور و جفا اور مشقّتوں کا سامنا کیا ہو ☆ تیغ جفا کے نیچے ہر وفا پر روئے یار سے دوسو (کثیر) خلعت صفا پائے ہوں ☆ فراق کی راتوں کی آگ میں ہر صبح دم کو بادِ صبا کی روانی سے ہزار ہا صفای رُوح پائے ہوں ☆ امکان کی ظلمت اور صُوری کثرت میں راہ فنا کے وسیلے سے صبح وصال کی نسیم کو دیکھا ہو ☆ جب مجازی رسوم سے کلّی طور پر فنا ہو گیا ہو تو زہر فنا میں شربت بقا کو پایا ہو ☆ جام عشق سے

مست اور شیشے کو توڑ کر عین جنگ و جدل کے درمیان محبوب خوش دیدار کو دیکھا ☆ اپنی ننگ سے یکسو ہو کر حریم ذات میں اس ماہ کا جمال بے چون و چرا دیکھا ہو ☆ **علائی** ! جب تم نے شراب پی نہیں تو کس چیز سے مست ہو گئے؟ ہر کوئی آنکھیں دیکھ کر مست ہو جاتا ہے اور تو نے دیکھی ہی نہیں۔

۷۷۵ **ترجمہ**: وہ اللہ ہی ہے جو موت کے وقت رُوحیں قبض کرتا ہے اور جو ابھی نہیں مرا ہے اس کی رُوح نیند میں قبض کر لیتا ہے پھر جس پر وہ موت کا فیصلہ نافذ کرتا ہے اسے روک لیتا ہے اور دوسروں کی رُوحیں ایک وقت مقرر کے لئے واپس بھیج دیتا ہے

(سورۃ الزمر ' آیت ۴۲ (ترجمہ **سیّد ابو الاعلیٰ مودودیؒ)**

۷۷۶ **ترجمہ**: جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں اُنہیں مُردہ نہ سمجھو وہ تو حقیقت میں زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں۔ جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے اس پر خوش و خرم ہیں اور مطمئن ہیں کہ جو اہل ایمان ان کے پیچھے دنیا میں رہ گئے ہیں اور ابھی وہاں نہیں پہنچے ہیں ان کے لئے بھی کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔ وہ اللہ کے انعام اور اس کے فضل پر شادان و فرحان ہیں اور ان کو معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ مومنوں کے اجر کو ضایع نہیں کرتا **سورۃ آلِ عمران** ' آیت ۱۶۹ تا ۱۷۱ **(ترجمہ از مولانا سیّد ابو الاعلیٰ مودودیؒ)**

۷۷۷ **ترجمہ** : ''خبردار! بیشک اولیاء اللہ مرتے نہیں جاتے بلکہ نقل

کرتے ہیں ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف۔"

۷۷۸ ترجمہ: آفتاب اگر غروب میں اُتر گیا تو وہ فنا نہیں ہوا۔ کہ وہ روشنیوں کا بادشاہ ایک دوسرے بُرج سے نکل آیا۔

۷۷۹ روستا بازار: بدخشان میں ایک گاؤں کا نام جو بدخشان کے مشرق میں واقع ہے۔

۷۸۰ شمس الدین ماخانی: میرا قیاس ہے کہ حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ھمدانی کے ساتھ بہت قُربت رکھنے کے پس منظر میں یہ شمس الدین ختلانیؒ ہونگے (واللہ اعلم) دیکھئے میری تصنیف "شاہ ھمدانؒ حیات اور کارنامے "ص ۷۲۰ تا ۷۲۴۔

۷۸۱ ترجمہ: اللہ تعالیٰ آپ پر ذوق وجدان کے دروازے کھول دے!

۷۸۲ قوام الدین: یعنی مولانا قوام الدین بدخشیؒ۔ تفصیل کے لئے دیکھئے میری تصنیف "شاہ ھمدانؒ حیات اور کارنامے "ص ۷۰۷ تا ۷۱۰ (میں نے کولاب میں مولانا قوام الدین بدخشیؒ کی قبر شریف کی زیارت کی ہے)۔

۷۸۳ ترجمہ: نصیب کرے اللہ تعالیٰ اُنہیں دین کے اسرار سے بہرہ مندی!

۷۸۴؎ ترجمہ: اس فرش خاکی رنگ کے رہنے والوں نے افق پر روشن چاند کو نیلگوں سمندر میں ایک بیقرار و مضطرب مچھلی کی مانند پایا ہے☆ شدید غم والم سے اس کے چہرے کو زرد گوں دیکھا اور ناچار آج کی رات اسے چھوٹا بھی پایا ہے۔

۷۸۵؎ ترجمہ: قبر کے صندوقچے میں شاہی ہیرا چھپ گیا۔ اللہ کا نور ہماری آنکھوں سے پردہ کے پیچھے چلا گیا☆ شکر ہے کہ تقدیر کے دفتر میں سُرخ رُو ہو کے گیا وہ جس کی معرفت پر اس کا ذکر خیر گواہ تھا☆ یہ آنسو جو میری آنکھوں کے خرمن سے مٹتے نہیں سودا نے بھی گھسے ہوئے چہرے سے ایک جو کے دانے کے برابر نہیں دے گا (دھد کی جگہ غالبًا نہ دھد ہونا چاہیئے۔ لیکن جب بھی شعر کے معنی صحیح نہ چھپنے کی وجہ سے نامفہوم ہیں) ☆ اور اخیار (نیک لوگوں) کی یہ جماعت جو آفتاب کے غروب ہو جانے پر مشرق و مغرب سے آہیں بھرتی ہے (پہلے مصرعہ میں وزن میں سُقم ہے غُربت کے بعد یہ کمی واضح ہو جاتی ہے) ☆ یعنی کہ اس چہرۂ انگشت نما کو جیسے کہ چاہیئے ہم دنیا میں نہ دیکھ سکے☆ جس روز خاک قبر سے چہرہ دکھائے گا تو کنوئیں کا یوسف خود اپنے چہرے کی رونق و آب و تاب کو دکھلائے گا☆

۷۸۶؎ خفقان: دل کی دھڑکن میں اضافہ ہونے کا مرض جس سے لرزہ پیدا ہوتا ہے۔ دل کی تپش۔ اختلاجی حرکت جو دل پر طاری ہو جاتی

ہے کسی چیز سے اور اس سے دل کو تکلیف پہنچتی ہے اور بدن میں لرزہ پیدا ہوتا ہے۔

۷۸۷ ترجمہ: اے کہ تیرے فراق کی جلن نے دلوں کو کباب کردیا۔ تیرے سیلاب عشق نے جانوں کو ویران کرڈالا۔

۷۸۸ **کتاب واردات**: تفصیل کے لئے دیکھئے میری تصنیف "**شاہ ہمدانؒ حیات اور کارنامے**" ص ۴۹۴ تا ۴۹۸۔

۷۸۹ **ترجمہ**: کسی زمانے میں میرا بھی محبوب تھا، جس کی مجھے یاد آتی ہے۔ ہر لحہ اس کو یاد کرنے سے میں نالہ وفریاد کرتا رہتا ہوں۔

۷۹۰ **ترجمہ**: باقی رہنے والا بس وہی اللہ ہے۔

۷۹۱ **ترجمہ**: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کی ذات کے۔ فرمان روائی اسی کی ہے اور اسی کی طرف تم سب پلٹائے جانے والے ہو۔ **سورۃ العنکبوت**، آیت ۸۸۔

۷۹۲ **ملک خضر شاہ**: کنر سواد (یا کنار یا کونار سواد) یعنی کنر کا قصبہ **ملک خضر شاہ** کی قلمرو میں تھا اور یہ جگہ موجودہ **ہزارہ (پاکستان)** میں **پکھلی** کے علاقے میں شامل تھی۔ اور **پکھلی** خود پادشاہان کشمیر کے ماتحت علاقہ تھا۔ دیکھئے میری تصنیف "**شاہ ہمدانؒ حیات اور کارنامے**" ص ۷۵۰ تا ۷۶۶۔

۷۹۳ **ترجمہ**: بیشک روز فراق نے میرے دل کو جلا ڈالا۔

اللہ تعالیٰ روز فراق کے دل کو جلا ڈالے! اگر فراق کی طرف جانے کی کوئی راہ مل جائے تو میں فراق کا مزہ چکھاتا۔

۷۹۴ ترجمہ : وہی شخص مجھ مسکین بدحال کا حال جانتا ہے جس کے سر پر خود اسی نمدے کی بنی ہوئی کلاہ رکھی ہو۔ (مطلب یہ کہ جو خود اسی طرح کی سختی و بدحالی میں مبتلا ہو۔ کلاہ نمدی ایرانی محاورہ ہے۔ ایران میں بیچارہ و مسکین و بدحال اور پست طبقے کے لوگوں کو کلاہ نمدی ھا کہتے ہیں

۷۹۵ قوام الجرمی : یعنی گناہ کار قوام الدین بدخشیؒ۔ آپ کے بارے میں دیکھئے میری تصنیف ''شاہ ہمدانؒ حیات اور کارنامے'' ص ۷۰۷ تا ۷۱۰۔ گویا یہ خط مولانا قوام الدین بدخشیؒ نے کُرسُواد (پکھلی) سے سیّد زادہ شمس الدین کے ہاتھ نُور الدین بدخشیؒ کے نام لکھا تھا جو مؤخر الذکر کو جمعہ ۱۵ ذی الحجہ ۷۸۶ھ کو ملا (حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ھمدانیؒ کی وفات ۶ ذی الحجہ ۷۸۶ھ کو ہوئی تھی)۔

۷۹۶ مولانا محمّد سرائے السینی: دیکھئے میری کتاب ''شاہ ھمدانؒ حیات اور کارنامے'' ص ۷۰۳ تا ۷۰۶۔

۷۹۷ ترجمہ : جب حضرت احمدؐ خاتم دین کی ہجرت کے زمانے سے سات سو چھیاسی سال گزر گئے تو دونوں جہان کے امیر،

حضرت یاسین کی اولاد اس فانی دنیا سے باقی رہنے والی دنیا کی طرف چلے گئے۔

۷۹۸ء **شیخ روز بہان بقلی**: شیخ روز بہان بقلی شیرازی قدس اللہ سرہ کی کنیت ابو محمد تھی اور آپ شیخ شطّاح کے نام سے مشہور تھے۔ ساتویں صدی ہجری کے بزرگ عارفوں اور دانشمندوں میں سے ہیں۔ عراق ' شام اور حجاز گئے اور صحیح بخاری کا وعظ سننے میں آپ حافظ سلفی ؒ کی مجلسوں میں اسکندریہ میں شیخ ابو النجیب سہروردی ؒ کے ہمراہ شریک تھے۔ آپ نے شیخ سراج الدین محمود ابن خلیفہ سے خرقہ پہنا۔ کئی کتابیں تصنیف کیں جن میں لطایف البیان فی تفسیر القرآن ' عرائس البیان فی حقایق القرآن
(تفسیر) ' مکنون الحدیث و حقایق الاخبار (شرح احادیث) ' الموشح فی المذاهب الاربعه ' ترجیح قول الشافعی بالدّلیل (فقه) العقاید (اصول) اور مشرب الارواح (تصوّف)۔ آپ شعر بھی کہتے تھے۔ سال ۶۰۶ھ میں وفات پائی۔ مولانا جامی ؒ نے نفحات الانس میں آپ کی کنیت ابو محمد ابی نصر البقلی النسوی ثمّ شیرازی لکھی ہے اور کہا ہے کہ آپ سلطان العرفاء تھے برهان العلماء تھے اور قدوۂ عشاق! اور خرقہ شیخ سراج الدین محمود

ابن خلیفه ابن عبد السّلام ابن احمد ابن سالبه سے پہنا۔ آپ کا وہ کلام جو وجد کی حالت میں آپ سے صادر ہوا ہے وہ ہر کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ **مولانا جامی**ؒ نے لکھا ہے کہ آپ نے اپنی ایک تصنیف **کتاب الانوار فی کشف الاسرار** میں لکھا ہے کہ قوال کو خوبصورت ہونا چاہئیے کیونکہ سماع کی مجلس میں عارف لوگ دلوں کو راحت پہنچانے کے لئے تین چیزوں کے محتاج ہیں: عمدہ خوشبو، حسین چہرہ اور ملیح آواز۔ بعضوں نے کہا ہے کہ ان اقوال سے پرہیز کرنا بہتر ہے کیونکہ ایسا کرنا صرف اُس عارف کے لئے مسلّم ہے جس کے دل کی طہارت نے کمال کا درجہ پایا ہو اور جس کی آنکھیں غیرِ حق کو دیکھنے سے بند ہو چکی ہوں۔ کہتے ہیں کہ **شیراز** میں **جامع عتیق** میں آپ نے پچاس سال تک وعظ و تذکیر کیا۔ جب آپ پہلے **شیراز** میں داخل ہوئے اور مجلس میں وعظ پڑھنے کے لئے جا رہے تھے تو آپ نے سنا کہ ایک عورت اپنی بیٹی کو نصیحت کر رہی تھی کہ: "بیٹی! اپنے حُسن کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کرنا کہ اس طرح سے حُسن خوار و ذلیل ہو جاتا ہے۔" **حضرت شیخ** نے کہا: "اے عورت! حُسن کو پسند نہیں کہ تنہا اور منفرد رہے۔ وہ بس یہی چاہتا ہے کہ عشق کے ساتھ رہے۔ حُسن اور عشق نے ازل میں عہد کیا ہے کہ ہم ہرگز ایک دوسرے سے الگ نہیں رہیں گے۔" یہ سن کر آپ کے ساتھیوں پر ایسا وجد و حال طاری ہوا کہ بعض اس دنیا سے چلے گئے۔ **شیخ محی الدین ابن العربی**ؒ نے

لکھا ہے کہ **شیخ روز بھان** مکہ میں مجاور رہے تھے۔آپ پندرہ محرم الحرام ۶۰۶ھ میں فوت ہوئے۔مزید مطالعہ کے لئے دیکھئے **نفحات الانس**

۷۹۹ **عیسٰی علیہ السّلام: عیسٰی ابن مریم**۔ **عیسٰی پیغمبرؑ** جن کا لقب **رُوح اللہ** ہے بڑے پیغمبروں میں سے ہیں۔ **عیسٰی** عبرانی یا سریانی لفظ ہے۔آپ کا نام **مسیح** ہے۔ کہتے ہیں کہ **یسوع** کا مقلوب ہے اور مسلمان آپ کو **عیسٰی** کہتے ہیں اور قرآن پاک میں بھی آپ کو اللہ تعالیٰ اسی نام سے یاد کرتا ہے ۔ مسیحی لوگ آپ کو **کرایست** (Christ) کہتے ہیں اور آپ کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں (نعوذ باللہ)۔ مسلمان آپ کو اولوالعزم (صاحبان عزم و ثبات) پیغمبروں میں سے تسلیم کرتے ہیں۔ **عیسٰی**' **حضرت مریم**ؑ سے ایک اصطبل میں پیدا ہوئے اور چونکہ روم کے بادشاہ Herode کی طرف سے خوف جان تھا اس لئے آپ کا خاندان آپ کو **مصر** میں لے گئے۔وہاں سے لوٹ کر آپ نے **ناصریہ** میں قیام کیا (اس مناسبت سے آپ **ناصری** کے لقب سے بھی یاد لکئے جاتے ہیں)۔اس عرصے میں آپ **یوسف نجار** کے کارخانے میں کام کرتے تھے۔**جلیل** نامی جگہ میں آپ نے تیس سال کی عمر میں دین ربانی کی تبلیغ شروع کی اور اس کے بعد **یوروشلم** میں تبلیغ میں مشغول رہے۔**یوروشلم** میں آپ فریسیوں کی عداوت وحسد کا نشانہ بن گئے اور یہودا نامی آپ کے اپنے ایک حواری نے چاندی کے تیس سکوں

کے عوض آپ سے خیانت کی اور گرفتار کروا کے آپ پر گویا مقدمہ چلا اور آپ کو صلیب پر چڑھا دیا گیا۔ مسیحیوں کا کہنا ہے کہ بعض دین دار عورتوں (Saintly Women) نے آپ کو دفن کیا اور تین روز کے بعد آپ دوبارہ زندہ ہو گئے اور پھر چالیس دن گذر جانے کے بعد آسمان پر چڑھے۔ آپ کے حواری مسیحیت کی تبلیغ کے لئے دنیا کے اطراف میں منتشر ہو گئے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "**وما قتلوہ وما صلبوہ و لکن شبہ لھم**" (حالانکہ فی الواقع انہوں نے نہ اس کو قتل کیا نہ صلیب پر چڑھایا بلکہ معاملہ ان کے لئے مشتبہ کر دیا گیا **سورۃ النسآء**' آیت ۱۵۷)۔ **حضرت عیسیٰ** علیہ السّلام کی عمر ۳۳ سال لکھی گئی ہے اور آپ کو مصلوب کئے جانے کا سال ۴۹ء رُومی تھا جو ہجرت سے پہلے ۶۲۲ عیسوی تھا۔ اور یہ **بیت اللحم** میں ہوا۔ اسلامی روایات کے مطابق قرآن مجید میں آیا ہے کہ جب **حضرت مریم** علیہا السّلام اپنے افراد خانہ سے دور ہوئیں تو رُوح القدس بشری صورت میں آپ پر ظاہر ہوئے۔ **فاتخذت من دونھم حجابا' فارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشرا سویا** (پس پردہ ڈال کر ان سے چھپ بیٹھی تھی۔ اس حالت میں ہم نے اس کے پاس اپنی روح کو (یعنی فرشتے کو) بھیجا اور وہ اس کے سامنے ایک پورے انسان کی شکل میں نمودار ہو گیا **سورۃ مریم**' آیت ۱۷)۔ رُوح نے **مریم** سے کہا: "میں اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں اور تجھے ایک بیٹا

بخشوں گا۔" مریم نے کہا: "یہ کیسے ممکن ہے جب کہ کسی بشر نے مجھے چھوا تک نہیں اور میں بدکار نہیں۔" رُوح نے جواب دیا: "اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت دکھانے کے لئے ایسا حکم دیا ہے۔" تب رُوح نے مریمؑ میں پھونک ماری اور وہ حمل سے رہیں البتہ اس معاملے کو لوگوں سے چھپا کے رکھا جب تک بچے کو جنم دینے کا وقت آ پہنچا۔ جنم دینے کے درد سے لوگ سخت رنجیدہ تھے اور حضرت مریمؑ مر جانے کی تمنا کر رہی تھیں۔ درد کی شدّت سے آپ نے ایک سوکھے کھجور کے درخت کے نیچے پناہ لی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی کہ اس سوکھے درخت کو ہلاؤ کہ تیرے لئے تازہ کھجوریں گرائے۔ اور ایسا ہی ہوا۔ تب عیسیٰؑ متولّد ہوئے۔ مریمؑ کی قوم نے ایسے بچے کے پیدا ہو جانے پر جو ایک باکرہ لڑکی سے پیدا ہوا اظہار تعجب کیا اور کہا: "اے مریم! تیرے ماں باپ دونوں نیک لوگوں میں سے تھے۔ یہ کام تجھ سے کیسے ہوا؟ اس بچے کا باپ کون ہے؟" مریمؑ کے لئے اللہ کا حکم تھا کہ وہ کسی سے بات نہ کرے۔ تب اس نے بچے کے گہوارے کی طرف اشارہ کیا۔ بچے نے زبان کھولی اور کہا: "میں بندۂ خدا ہوں اور اس کی طرف سے بھیجا گیا رسول ہوں۔ ڈرو اللہ سے ان ناجائز توہینوں سے جو تم لوگ میری ماں کے ساتھ کر رہے ہو۔" حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے اور القاب ہیں کلمة الله (کیونکہ آپ کلمۂ کُن سے بغیر باپ کے وجود میں آ گئے۔) رُوح، مسیح، رُوح اللہ، مسیحا اور

ذو النّخلہ۔

۸۰۰؎ ادریس : آپ کو خنوخ اور اخنوخ (Enoch) بھی کہا گیا ہے۔ بنی اسرائیل سے پہلے پیغمبر تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک مشہور پیغمبر تھے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ بہت زیادہ درس پڑھانے سے اس نام سے مشہور ہوئے اور آپ کو مثلث النعمہ (یعنی تین انعامات والا) کہا جاتا ہے اور یہ تین انعامات تھے پادشاہی' حکمت اور نبوّت۔ اور آپ نے ہمیشہ کی زندگی پائی۔ آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے ادریسؑ وہ پیغمبر تھے جو زندگی میں بہشت میں چلے گئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ادریسؑ وہ معروف پیغمبر ہیں جو جسم کے ساتھ جنّت میں اور "ورفعناہ مکانا علیا" [اور است ہم نے بلند مقام پر اٹھایا تھا سورۂ مریم' آیت ۵۷] آپ کی شان میں ہے۔ آپ کے نسب کو یوں بیان کیا گیا ہے: ادریسؑ ابن مادر ابن مہلائیل ابن قینان ابن انوش ابن شیث ابن آدم۔ آپ کی والدہ کا نام قیـنـوس بتلایا جاتا ہے۔ قدماء نے آپ کو هـــرمـــس (Hermis) اور کبھی هرمس مثلث کہا ہے۔ ادریسؑ کے بارے میں حکماء میں آپ کے مولد ومنشا وغیرہ سے متعلق اختلافات ہیں۔ ایک جماعت کا کہنا ہے کہ ادریسؑ مـــصـــر میں پیدا ہوئے اور آپ کو هـــرمـــس الهـــرامسـه (Hermis) کہا گیا جو عربی میں هـرمـس ہوا اور آپ کی جائے پیدائش منف (Menphis) ہے۔ اور یہ نام یونانی میں ارمیس ہے جس کے

معنی عطارد ہیں۔ دوسروں نے کہا ہے کہ آپ کا نام یونانی میں طرمیس ہے اور عبرانی آپ کو خنوخ کہتے ہیں جس کا عربی ہے اخنوخ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن مجید میں ادریس کے نام سے یاد کیا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ آپ کا استاد غوثانیمون اور ایک قول کے مطابق اغثانیمون مصری ہے جسے مصریوں اور یونانیوں کا ایک نبی جانا گیا ہے اور ادریسؑ جسے اوریین (Orion) کہا گیا اور ہرمس (Hermis) بھی مصر سے نکلے اور دنیا کے اطراف میں گھومے اور مصر میں لوٹ آئے جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اوپر اٹھالیا اور یہ واقع آپ کی عمر کے اسی سال بعد ہوا۔

ایک اور فرقہ کہتا ہے کہ ادریس علیہ السلام بابل میں پیدا ہوئے اور وہیں پلے بڑھے۔ عمر کے آغاز میں شیث ابن آدم علیہ السلام کا علم سیکھا اور وہ آپ کے والد کے دادا کے دادا ہیں۔ اور جب ادریسؑ بڑے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوّت عطا کی۔ پس آپ نے بنی آدم کو حضرت آدم علیہ السلام اور شیث علیہ السلام کی شریعت کی مخالفت کرنے سے باز رہنے کی تلقین کی۔ تھوڑے ہی لوگوں نے آپ کی اطاعت کی اور اکثر لوگوں نے مخالفت۔ پس آپ نے سفر اختیار کرنے کا ارادہ کیا اور اپنے پیروؤں کو بھی سفر کا مشورہ دیا۔ وطن سے دُور جانے پر اُن کو ملال ہوا اور ادریسؑ سے کہا کہ بابل سے بہتر کونسی جگہ ہے جہاں ہم جائیں۔ (سُریانی زبان میں بابل کو نہر کہتے ہیں) گویا اس لفظ سے ان کی مراد

دجلہ و فرات سے تھی۔ ادریسؑ نے کہا جب ہم ہجرت کریں گے اللہ تعالیٰ ہمیں رزق پہنچاتا رہے گا۔ پس آپ نکل آئے اور آپ کے اصحاب بھی آپ کے ہمراہ نکل پڑے اور زمین کی سیر کرتے ہوئے ایک ایسے ملک میں پہنچے جسے بعد میں بابلیون کہا گیا اور نیل پر پہنچ گئے جو ایک وادی تھی جس میں کوئی آبادی نہ تھی۔ تب حضرت ادریس علیہ السلام نیل کے کنارے پر اتر آئے اور اللہ کی تسبیح کی اور اپنی جماعت سے مخاطب ہو کر کہا: ''بابلیون!'' اس لفظ کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے۔ بعضوں نے کہا ہے اس کے معنی ہیں مبارک نہر۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اس کے معنی ہیں نہر اکبر یعنی بڑا دریا کیونکہ یون کا حصہ بابلیون میں صیغۂ مبالغہ ہے۔ لیکن عربوں نے اس جگہ کو اقلیم مصر کے نام سے یاد کیا جو مصر ابن حام سے منسوب ہے کیونکہ مصر ابن حام طوفان نوح کے بعد یہیں پر اُترے۔ واللہ اعلم! ادریسؑ اور آپ کے لوگ مصر میں رہے اور لوگوں کو امر معروف اور نہی منکر اور خدائے عزّ وجل کی اطاعت کی طرف بلایا۔ ادریسؑ اپنے زمانے میں ۷۲ زبانوں میں بات کرتے تھے۔ اللہ نے یہ زبانیں آپ کو سکھائی تھیں کہ ہر قوم کو اُن کی زبان میں تعلیم دیں۔ ادریسؑ نے ان کو سیاست مدن (Civil Administration) سکھائی اور اُن کے لئے ضوابط مقرّر کیے۔ تب ہر فرقے نے اپنی سرزمین میں شہر آباد کیے اور آپ کے زمانے میں ۱۸۸ شہر بن گئے۔ نیز آپ نے لوگوں کو

علوم سکھائے اور ادریس علیہ السّلام پہلے شخص ہیں جنہوں نے **حکمت** اور **علم نجوم** کا اختراع کیا اور اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ نے آپ کو اسرار فلک' ان کی ترکیب' آسمان میں کواکب کے اجتماع کا نقطہ' سنوں کا عدد اور حساب آپ کو سکھائے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو ان علوم تک آدمی کی سوچ نہیں پہنچ پاتی۔ اور اسی طرح آپ نے ہر جگہ کے لوگوں کے لئے مناسب طریقے قایم کیے اور زمین کو چار حصّوں میں بانٹ دیا اور ہر حصّے پر ایک بادشاہ مقرّر کیا کہ وہ اپنے حصّے کو آباد کرے اور اُسے تاکید کی کہ وہ آپ کی شریعت کو جاری کرے۔ ان چار بادشاہوں کے نام یہ ہیں: ایلاوس۔ زوس۔ **اسقلبیوس** اور زوس۔ **اقون۔ حضرت ادریس** علیہ السّلام کے بعض ضوابط یہ تھے کہ آپ نے لوگوں کو اللہ کے دین' قبول وحدت الٰہی' حضرت خداوند خالق کی عبادت' اور دنیا میں عمل صالح کے نتیجے میں آخرت میں آگ سے نجات پانے کی تعلیم اور دعوت دی اور ان کو دنیا میں زہد اور عدل و انصاف پر عمل کرنے پر اُکسایا اور مقرّرہ طریقہ پر نماز پڑھنے اور ہر ماہ ایام معروف میں روزہ رکھنے کا حکم دیا اور دشمنان دین کے ساتھ جہاد کرنے' اور ضعیفوں کی مدد کے لئے مال پر زکوٰۃ دینے کا حکم دیا۔ کتے اور گدھے کا گوشت کھانے سے اجتناب کرنے اور ہر طرح کے نشہ آور مشروب سے باز رہنے کا حکم ہی نہیں دیا بلکہ ان کو حرام قرار دیا اور اس پر تاکید شدید کی۔ معروفہ اوقات میں آپ نے عیدیں اور قربانیاں مقرّر کیں۔ **حضرت ادریس** علیہ السّلام نے اپنی

قوم سے وعدہ کیا کہ میرے بعد اور نبی آئیں گے اور انہیں انبیاء کی صفات سے آگاہ کیا۔ جیب السیر تاریخ کے لکھنے والے مشہور مؤرّخ خوند میر (وفات ۹۴۱ھ) نے لکھا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السّلام کا اسم شریف خنوخ یا اخنوخ تھا اور ادریس آپ کا لقب تھا۔ اور بعض علماء کے بقول ادریس اخنوخ ہے اور بعضوں کا اعتقاد ہے کہ خنوخ سُریانی ہے اور ادریـــــس عربی جو کثرت کے ساتھ سبق پڑھانے کی وجہ سے ہے۔ روضۃ الصّفا کے مؤلّف میر خواند (وفات ۹۰۳ھ) نے لکھا ہے کہ حکماء کے کلام میں اُوریاہ سوّم کا مطلب ہے ادریس جو یونانیوں میں طرسمین اور ارمس سے مشہور ہیں اور اعراب آنجناب کو ھرمس اور مثلث بالنّعمہ کہتے ہیں۔ ھرمس (Hermis) سے مراد ہے عُطارد اور لفظ النّعمہ سے مطلب ہے نبوّت اور حکمت اور حکومت اور آپ کا مولد منیف (Menphis) ہے جو مصر کی ایک جگہ ہے اور حضرت ادریسؑ کی عمر حضرت آدمؑ کی وفات کے وقت ایک سو سال کی تھی بلکہ بعضوں نے لکھا ہے کہ تین سو ساٹھ سال کی تھی۔ اور ادریــسؑ اوائل حال میں غـازیـمون مصری' جو اُوریاء ثانی اور یونانی علماء میں سے تھے' کے پاس تعلیم پڑھی (غازیمون کے معنی ہیں خوش بخت)۔ آدم ابو البشرؑ کی وفات کے دوسو سال بعد آپ پیغمبری پر مبعوث ہوئے اور تیس صحیفے آپ پر نازل ہوئے اور یہ صحیفے آسمانی اسرار' تسخیر روحانیات' علوم عجیبہ'

فنون غربیہ، موجودات کے طبائع کی معرفت وغیرہ پر مشتمل تھے۔ ادریس علیہ السّلام نے ایک سو پانچ سال یا ایک سو بیس سال تک لوگوں کو دعوت دی۔ بادیۂ عصیان کے حیران و پریشان لوگوں کی ایک کثیر جماعت آنجناب کی ہدایت سے ظلمیوں سے نجات پا کر ایمان وایقان سے فیضیاب ہوئے اور بعض قساوت قلب کی بنا پر سرچشمۂ ایمان کی راہ نہ پا سکے اور بادیۂ کفر وگمراہی کے راستے پر ہی چلتے رہے اس پیغمبر بزرگوار کی دعوت حضرت پروردگار کی وحدانیت پر تھی اور آپ انصاف اور عدل پر کاربند رہنے کا حکم دیتے تھے نیز شریعت میں نماز ایام معلوم میں ہر ماہ روزہ رکھنے اور جہاد اور مال کی زکوٰۃ اور غسل جنابت، غسل حیض اور مُردوں کو نہ چھونے کا حکم دیتے تھے اور سوٴر، اونٹ، گدھے اور کتے کا گوشت اور دماغ کو نقصان پہنچانے والی سکرآور مشروبات پینے کو حرام قرار دیا۔ قلم سے کتابت کرنے کی صنعت اور کپڑے سینے کی حرفت آپ کی پاکیزہ طبع کے اختراعات ہیں۔ آنجناب پہلے شخص ہیں جو علم نجوم کو جانتے تھے۔ **تاریخ حکماء** میں آیا ہے کہ **حضرت ادریس**ؑ نے ۷۲ اقسام کی زبانوں میں لوگوں کو دعوت دی۔ ایک سو شہر تعمیر کئے۔ **اھرام مصر** کی تعمیر بھی آنجناب سے منسوب ہے۔ نیز اسی تاریخ میں آیا ہے کہ **حضرت ادریس**ؑ نے اپنی امّت کو آپ کے بعد آنے والے پیغمبروں کی تعداد سے مطلع کیا اور واقعہ طوفان کی بھی خبر دی۔ ایک روایت کے مطابق آسمان پر چلے جانے کے وقت آپ کی عمر ۸۶۵ سال تھی

اور بعضوں نے ۳۶۵ سال لکھی ہے۔ والعلم عنداللہ تعالیٰ! حضرت ادریس علیہ السّلام کے بلندیوں پر اٹھائے جانے کے بارے میں روضۃ الصّفا میں آیا ہے کہ حضرت ادریس علیٰ نبینا وعلیہ الصّلوٰۃ والسّلام طاعات و عبادات میں اس حد تک مبالغہ کرتے تھے کہ آپ کے اعمال نیک تمام بنی آدم کی عمل کے برابر تھے۔ عزرائیل اس بات سے آگاہ ہوگئے اور درگاہ احدیّت سے اجازت پانے کے بعد حضرت ادریسؑ کی خدمت میں آگئے اور جب رابطۂ مصاحبت قایم ہوگیا تو جناب نبوی نے ملک الموت سے گزارش کی کہ میری رُوح قبض کیجئے۔ عزرائیل نے قبول کیا۔ اس کے بعد عزرائیل سے دوزخ کے حالات سنانے کی التماس کی۔ عزرائیل نے یہ التماس بھی قبول کی۔ پھر اس کے بعد بہشت کا دیدار کرانے کی گذارش کی اور مالک اکبر کی اجازت سے ملک الموت نے آپ کو اپنے پر پر بٹھا کر جنّت میں لے گئے۔ جنّت میں حضرت ادریس علیہ السّلام حُور و قصور اور اشجار و انہار کے مناظر دیکھنے میں مشغول ہوگئے۔ عزرائیل نے کہا اب باہر نکل جانے کا وقت ہوگیا ہے لیکن ادریس نہ مانے اور ایک درخت کا منظر دیکھتے رہے۔ ہر چند عزرائیل نے لوٹ جانے پر اصرار کیا لیکن وہ نہ مانے۔ اسی قیل و قال میں خدائے ذوالجلال نے ایک فرشتہ کو فیصلہ کے لئے بھیج دیا۔ فرشتہ نے معاملے کی کیفیت پوچھی۔ عزرائیل نے کہا: ''میں نے اس شخص کی التماس پر اس کی روح قبض کر لی

اور پھر اس کے بدن میں لے آیا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دوزخ بھی اسے دکھا دیا اور جنّت میں بھی لے آیا کہ لحہ بھر کے لئے جنّت کا نظارہ کر کے نکل آئے''۔ تب **حضرت ادریس** علیہ السّلام نے فرمایا کہ ''**کل نفس ذائقة الموت** کے بموجب میں نے موت کی شربت چکھ لی اور **وان منکم الا واردھا** دوزخ سے گذرا اور **وماھم منھا بمخرجین** کے تقاضا کے مطابق جو جنّتیوں کے بارے میں ہے یہاں سے باہر نہیں نکلوں گا۔ تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی کہ ادریسؑ کو نہ چھیڑو کہ وہ حق بہ جانب ہے۔ بعض علماء **ورفعناہ مکانا علیا** کی آیہ کریمہ کو **ادریسؑ** کے اس درجۂ عالی پر پہنچنے کا کنایہ جانتے ہیں۔ **تاریخ گزیدہ** میں آیا ہے کہ **حضرت ادریسؑ** شرط کے مطابق باہر آ گئے اور پھر اس بہانے سے کہ اپنی نعلین جنّت میں بھول آئے ہیں جنّت میں پھر داخل ہو گئے اور وہاں سے نہیں نکلے۔

۱۸۰ **اکراد:** جمع ہے **کُرد** کی۔ آریائی طوایف واقوام میں سے ایک طایفہ اور قوم ہے جو **ایران** کے مغربی کوہستانوں '**عراق**' **ترکی** اور **شمالی شام** میں زندگی گزارتے ہیں اور ان کی تعداد آج کئی لاکھوں سے بھی تجاوز کر گئی ہے (غالباً پچاس ساٹھ لاکھ کے درمیان ہے)۔ کُردوں کے گروہ اور ان کی جماعتیں **خراسان** '**فارس**' **آذربایجان**' **گرجستان** اور **ارمنستان** میں بھی رہتی ہیں۔ ان کی نسل **قدیم ایران** کی

ایک نسل ہے جنہوں نے چند صدیاں قبل از مسیح زاگروس کے پہاڑوں میں اقامت اختیار کی۔ کُردوں کے بہت سے طایفے ہیں جن میں مکری' گوران' کلہر' سنجابی' قباری' زعفرانلو' بارزافلو اور شادلورا کے نام لئے جا سکتے ہیں۔ ان کی زبان باستانی ایران کی زبانوں میں سے ایک زبان کی شاخ ہے اور باوجود اس کے کہ ان کے لہجے مختلف ہیں سب کا ریشہ ایک ہی ہے۔

۸۰۲ **مشهوده:** موجود یعنی نظر آنے والی۔

۸۰۳ **ترجمه:**

۸۰۴ **کُنر** : دیکھئے حاشیہ ۴۰۷۔ گویا اب یہ جگہ پاکستان میں جلال آباد اور پشاور کے درمیان واقع ہے۔

۸۰۵ **جناب شیخ محمّد:** دیکھئے حاشیہ ۶۲۷۔

۸۰۶ **ترجمه:**

۸۰۷ **محمّدد سرائی:** یعنی **مولانا محمّد سرای السینیؒ** - دیکھئے حاشیہ ۸۴۷۔

۸۰۸ **حضرت شاه دین دار شیخ محمّد:** دیکھئے حاشیہ ۶۲۷

۸۰۹ **شیخ ابو سعید ابو الخیرؒ: فضل الله ابن ابی الخیر** خابران علاقے (**خراسان**) میں ایک بڑے **مهنه** یا **میهنه** نامی گاؤں کے عظیم مشائخ میں سے تھے۔ آپ **مهنه** میں غرۂ محرّم کو سال ۳۵۷ھ میں

متولّد ہوئے اور شعبان سال ۴۴۰ھ میں وفات پائی۔ آپ کے والد غزنی میں دواسازی کا کام کرتے تھے اور **حضرت شیخ فرید الدین عطّارؒ** نے **تذکرۃ الاولیاء** میں لکھا ہے کہ آپ کے والد **سلطان محمود غزنویؒ** کی ذات سے بہت محبت رکھتے تھے چنانچہ اس نے مکان بنایا تھا جس کی ساری دیواروں پر اس نے **محمود** کی اس کے فوجیوں اور ہاتھیوں کی صورتیں بنوائیں۔ **شیخ ابو سعید ابو الخیرؒ** بچے تھے کہ باپ سے کہا: بابا! میرے لئے بھی مکان بنالیجئے۔'' **ابو سعید** نے اس مکان کی دیواروں پر صرف اللہ! اللہ! لکھ دیا۔ باپ نے کہا: '' یہ کیوں لکھا؟'' کہا: '' تم نے اپنے سلطان کا نام لکھا اور میں نے اپنے سلطان کا۔'' یہ سن کر باپ پر ایک حال طاری ہوا اور جو کام کیا تھا اس پر نادم ہوا۔ اور وہ تمام نقوش مٹا دئے اور ابو سعید کی طرف توجہ کی۔ **خواجہ عطّارؒ** مزید لکھتے ہیں کہ **ابو سعید ابو الخیرؒ** بادشاہ وقت تھے تمام اکابر اور مشائخ کے۔ کسی سے بھی اتنی کرامتوں اور ریاضتوں کا ذکر نہیں ہوا ہے جتنی کہ آپ سے ہوا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ ابتدا میں تیس ہزار عربی ابیات پڑھے تھے اور علم تفسیر واحادیث وفقہ وعلم طریقت سے کافی بہرہیاب تھے۔ اپنے نفس کی عیب جوئی اور حرص وہوا کی مخالفت میں انتہا تک پہنچ چکے تھے اور فقر وفنا اور ذلّت وتحمّل میں عظیم شان والے تھے اور لُطف وسازگاری میں ایک آیت تھے بالخصوص فقر میں۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ جہاں بھی ابو سعید کی بات ہوگی

وہاں تمام دلوں پر خوش وقتی اور حال طاری ہوگا اس لئے کہ ابو سعید کے ہوتے ہوئے ابو سعید سے کچھ باقی نہیں رہ گیا ہے۔ اور ابو سعید نے کبھی میں اور ہم نہیں کیا بلکہ ہمیشہ وہ کہا۔ بیان ہوا ہے کہ شیخ ابو سعید نے کہا: ''جب میں قرآن مجید سیکھ رہا تھا تو والد مجھے جمعہ کی نماز پڑھانے اپنے ساتھ لے گئے۔ راستے میں شیخ ابو القاسم گرگانی' جو مشائخ کبار میں سے تھے' سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے میرے والد سے کہا کہ:'' ہم دنیا سے جا نہیں سکتے تھے کیونکہ ملک خالی دکھائی دے رہا تھا اور درویش لوگ ضایع ہوتے نظر آرہے تھے۔ اب جو اس فرزند کو دیکھا میں بے خوف ہوگیا کیونکہ اس بچے سے عالم کو نصیب ہوگا۔'' شیخ ابو سعید ابو الخیرؒ نے دینی اور ادبی علوم سے فراغت پاکر سرخس ' نیشا پور اور آمل میں ریاضت و سلوک میں سرگرم رہے یہاں تک کہ ایک عارف کامل بن گئے اور میہنہ میں اپنی خانقاہ اور کچھ عرصہ کے لئے نیشاپور میں سالکوں کے ارشاد اور وعظ و ہدایت میں مشغول ہوئے اور ۸۳ سال کی عمر میں میہنہ میں رحمت حق سے پیوست ہوئے۔ شیخ ابو سعید ابی الخیرؒ اُن قدیم ترین بزرگان و صوفیاء میں سے ہیں جنہوں نے خراسان میں اصول تصوّف کو شایع کیا اور قول و سماع کو خانقاہوں میں رواج دیا۔

۸۱۰ خابران : یاخاوران۔ موجودہ خراسان کے شمالی سرحد میں ایک شہر تھا۔ اس کی آبادیاں اور قصبے ان جگہوں پر مشتمل تھیں زونہ ' میہنہ

' نسا ' ابیورد ' اور درّہ گز۔

۸۱۱ ملک خضر شاہ: دیکھئے حاشیہ ۸۰۷

۸۱۲ ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان کے صدق وصفا میں اضافہ فرمائے!

۸۱۳ بیت المعمور: چوتھے آسمان پر یاقوت وزمرد کی ایک مسجد ہے جو کعبہ کے مقابل میں ہے یونکہ اگر وہاں سے کوئی چیز نیچے گر جائے تو وہ کعبہ کی چھت پر پڑ جاتی ہے۔طوفان سے پہلے کعبہ کی زمین پر تھی۔ معمور اس لئے نام پڑا کہ ہر وقت فرشتوں کی زیارت سے آباد ہے۔آباد گھر۔آباد مکان۔

۸۱۴ ترجمہ : اے کہ تیرے چہرے سے آنکھیں روشن ہوئیں ۔اور اے کہ تیری خوشبو سے روشنی گلشن زار ہوگئی!

۸۱۵ ترجمہ: آفرین اس وقت پر! آفرین اس وقت پر! آفرین اس وقت پر! جس کی سوائے اس وقت کے میں نے قدر نہ جانی۔

۸۱۶ ترجمہ: جگہ کی دوری ہماری نزدیکی میں خلل انداز نہیں کیونکہ اس کے اور میرے درمیان کون ومکان حائل نہیں ہیں۔

۸۱۷ ترجمہ : اگر آپ کا آب وگل (آپ کا بدن خاکی) مجھ سے دور ہے کوئی ڈر نہیں جب کہ آپ کی جان اور دل ہمارے عاشق و دیوانے ہیں۔

۸۱۸ ترجمہ: اے کریم! جسے تو نے بند عشق سے آزاد کر دیا اس

میں ہمیشہ تیرے وصل کی خوشبو قایم رہی۔

۸۱۹ ترجمہ:

۸۲۰ قرۃ العین: آنکھ کی ٹھنڈک۔ یہاں پر نور الدین بدخشی ؒ نے حضرت میر سیّد علی ہمدانی ؒ کی ذات مبارک کو قرۃ العین کہا ہے۔

۸۲۱ خلعت سرادق پناھی: یعنی بارگاہ احدیّت کی طرف سے بنی آدم کے حق میں ایک انعام!

۸۲۲ شیخ محمود مزدقانی: دیکھئے میری کتاب "شاہ ہمدانؒ حیات اور کارنامے" ص۲۴ تا ۳۰۔

۸۲۳ ترجمہ: جس کسی کی اپنے فیض سے نُورِ عزّت پرورش کرے وہ اپنے آشیانے کی زمین میں شاہباز قدس بن جائے گا۔

۸۲۴ زُبدۂ مکوّنات: مخلوقات میں برگزیدہ۔ موجودات میں ارجمند۔

۸۲۵ امیر سیّد محمّد: یعنی میر سیّد محمّد ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ فرزند ارجمند حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی رحمۃ اللہ

علیہ۔ **میر سید محمد همدانی** " کے لئے دیکھئے میری کتاب "**شاہ ہمدان حیات اور کارنامے**" ص ۸۰۷ تا ۸۸۷۔

۸۲۶؎ **ترجمہ**: اے کہ تو وہ بخت ہے کہ سورج پانے کے لئے تیرے چہرے کا دل و جان سے خریدار ہوا ہے ☆ کوئی بھی رات نہیں گزرتی جب تک نہ تیری رائے کو کبہ روز (آفتاب) کو دنیا کی طرف رہنمائی نہیں کرتی۔

۸۲۷؎ **ترجمہ: محمّد** کے نام سے موسوم ہو تم اور یہ نام اس بلند آسمان کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ ابھی تم عدم میں تھے کہ تیری قدر و منزلت نے دنیا کے تمام حصّوں کو زیر نگین کر لیا تھا۔

۸۲۸؎ **ترجمہ**: سعادت اس خداوند عادل کی بخشش سے ہے۔ کسی طاقتور زور و چنگ و بازو سے نہیں۔

۸۲۹؎ **بهرام شاہ کشمی**: دیکھئے میری کتاب "**شاہ ہمدانؒ حیات اور کارنامے**" ص ۱۰۷ تا ۱۲۷ (چھاپی اشتباہ سے کشمی کی جگہ کشمیری چھپا ہے جس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں)

۸۳۰؎ **ذُوالقرنین**: دو سینگوں والا۔ دو سینگوں والا ہونا بہت قدیم اساطیری تصوّرات میں سے ہے۔ کئی بادشاہان قدیم کو اس لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ **ابو الکلام آزاد** ہندوستانی عالم نے قراین سے ایران کے ھخامنشی سلسلے کے بنیاد گزار شہنشاہ کو ذُوالقرنین جانتا ہے۔ قرآن کریم میں

اللہ تعالیٰ نے چند آیات سورۂ کہف میں (آیت ۸۲ تا ۹۸) ذوالقرنین کا ذکر فرمایا ہے جو گویا اُن سوالات کے جواب میں نازل ہوئی ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے ذوالقرنین کے بارے میں کئے جاتے تھے۔

۸۳۱ **مولانا قوام الدّین**: یعنی **مولانا قوام الدّین بدخشی**۔ دیکھئے میری کتاب "**شاہ ہمدانؒ حیات او کارنامے**" ص ۷۰۷ تا ۷۱۰۔

۸۳۲ **ترجمہ**: اللہ تعالیٰ اسرار دین میں آپ کی اطلاعات کے ثبات میں کامیابی عطا کرے!

۸۳۳ **بہرام شاہ**: غالباً **بہرامشاہ کشمی** مراد ہوں گے۔ دیکھئے حاشیہ ۸۱۷۔

۸۳۴ **مرآۃ التائبین**: اس کی تفصیل کے لئے دیکھئے میری تصنیف "**شاہ ہمدانؒ حیات اور کارنامے**" ص ۴۸۶ تا ۴۹۰۔

۸۳۵ **مشہد شریف**: **ایران** کے نویں صوبہ **خراسان** کا مرکزی شہر ہے جو سطح سمندر سے ایک ہزار دس میٹر بلندی پر واقع ہے۔ **تہران** سے سات سو چودہ کلو میٹر دور ہے۔ سال ۱۹۶۵ء میں یہاں کی آبادی مردم شماری کے مطابق چار لاکھ دس ہزار تھی جو اب پانچ لاکھ سے بھی اوپر ہو گی۔ اور اس کے ملحقہ علاقوں کی آبادی سمیت قریب ساڑھے آٹھ نو لاکھ تک پہنچ چکی ہو گی۔ تیسری صدی ہجری کے آغاز تک **مشہد** کی کوئی اہمیت نہ تھی۔

یہ ایک گاؤں تھا جس کا نام **سنا باد** تھا اور **طوس** کے توابع میں سے تھا۔ سال ۲۰۲ھ میں **حضرت رضا** علیہ الرّحمۃ شہادت پا کر یہاں مدفون ہوئے جس کی وجہ سے اس جگہ کا نام **مشہد رضا** ہوا۔ تیموری اور صفوی بادشاہوں خاص کر **شاہ طہماسپ** کے زمانے میں آباد ہوا اور یہاں کی عمارتوں میں وسعت آ گئی۔ **مشہد** کی تاریخی تعمیرات میں **بارگاہ قُدس رضوی** ہے جو عالم اسلامی کی ایک مشہور جگہ ہے۔ اس مقدّس آستانہ کے علاوہ **مسجد گوہر شاد** بھی ہے (میں نے کئی بار **حضرت امام رضا** علیہ الرّحمۃ کے آستان مقدّس کی زیارت کرنے کی سعادت پائی ہے اور سارے شہر کو دیکھا ہے)۔ **مشہد** میں میوؤں کی بہتات ہے۔ یہاں کئی شفا خانے ہیں اور کئی کارخانے بھی۔ ایک یونیوسٹی بھی ہے۔ کارخانوں کی موجودگی سے **مشہد** ایک صنعتی شہر بن گیا ہے۔ **مشہد** کی آب و ہوا بدلتی رہتی ہے۔ بہرحال ایک قابل دید شہر ہے۔

۸۳۶ **دشت کولک**: گوکہ یہ خطّہ **مشہد شریف** میں ہے لیکن **بخارا** اور **بلخ** میں بھی اس نام یعنی **دشت کولک** کی دو جگہیں ہیں۔

۸۳۷ **ماوراء النّہر**: دیکھئے حاشیہ ۱۶۷

۸۳۸ **بدخشان**: دیکھئے حاشیہ ۶۰۰

۸۳۹ **طالقان**: **خراسان** میں **طخارستان** اور **ختلان** کے درمیان میں ایک جگہ ہے جو پہاڑ کے دامن میں واقع ہے اور زراعت و

کاشتکاری کے لحاظ سے مشہور۔

۸۴۰ خواجہ خضر: دیکھئے حاشیہ ۶ے اور ۲۲ے

۸۴۱ ترجمہ: یعنی آدمی کا اپنے دوست کے دین پر حشر ہوگا پس دیکھ لو کہ کون تم میں سے کس کو دوست رکھتا ہے۔

۸۴۲ ترجمہ: تو اس کے ساتھ ہے جس نے تجھے دوست رکھا اے اباذرا!

۸۴۳ ابا ذرؓ: یعنی حضرت ابو ذرّ الغفاری۔ بعضوں نے ابو الذر لکھا ہے لیکن صحیح ہے ابو ذرّ غفاریؓ۔ آپ کی نام ونسب میں بہت سے اختلافات ہیں اور مشہور تر ہے جندب بن جنادہ اور آپ کی والدہ کا نام رملہ بنت الوقیعہ تھا جو بنی غفار قبیلے سے تھیں۔ آپ صحابہ کبار اور قدیم مومنین میں سے تھے۔ رضی اللہ عنہ۔

۸۴۴ حاجی اخی: دیکھئے میری تصنیف "شاہ همدانؒ حیات اور کارنامے" ص ۲۰۲۔۲۰۳

۸۴۵ مولانا محمّد سرائی: دیکھئے حاشیہ ۸۰۷

۸۴۶ امیر سُرخؒ: حضرت میر سیّد علی همدانیؒ کے معتقدین میں سے اور غالباً کولاب کے رہنے والے تھے جہاں آپ کی خانقاہ تھی۔

۸۴۷ شمس الدّین: حضرت میر سیّد علی همدانیؒ کے

مقرّب معقدین ومریدین میں سے تھے۔

۸۴۸؎ **اسحٰق:** آپ بھی **حضرت میر سیّد علی ہمدانی**ؒ کے مقرّب مریدوں میں سے تھے۔

۸۴۹؎ **مولانا بدر الدّین وخشی** : مریدوں میں سے تھے اور **خانقاہ امیر کبیر** (کولاب) میں **نور الدّین بدخشی**ؒ سے درس لیتے تھے اور آپ کو تصوّف بھی پڑھاتے تھے۔

۸۵۰؎ **محمّد بن شجاع** : مریدوں میں سے تھے اور **حضرت امیر کبیر**ؒ کے ایماء پر آپ **نور الدّین بدخشی**ؒ سے **حلّ فصوص** پڑھتے تھے۔ **حلّ فصوص حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی**ؒ کی **فصوص الحکم** نامی مشہور کتاب کی شرح ہے۔

۸۵۱؎ **نُور الدّین:** یعنی **نور الدّین جعفر بدخشی**ؒ۔ آپ کے بارے میں میری تصنیف "**شاہ ہمدان حیات اور کارنامے**" ص ۳۵ تا ۴۷ بھی دیکھئے۔

۸۵۲؎ **حلّ فصوص** : یہ رسالہ **شیخ محی الدّین ابن العربی**ؒ کی شہرۂ آفاق کتاب **فصوص الحکم** کے عرفانی مطالب کا خلاصہ ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو میری کتاب "**شاہ ہمدان حیات اور کارنامے**" ص ۵۵۲ تا ۵۵۹۔

۸۵۳؎ **شرح قصیدہ** : اس شرح کا عنوان ہے شارب

الاذواق اور قصیدہ کا مصنف ہے مشہور مصری شاعر جن کا نام شیخ عمر ابن ابی الحسن ابن فارض (وفات ۶۳۲ھ) تھا۔ حضرت میر سیّد علی ہمدانیؒ نے اس قصیدۂ خمریة کی شرح لکھی ہے جو مشارب الاذواق کے نام سے مشہور ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے میری تصنیف "شاہ ہمدانؒ حیات اور کارنامے" ص ۴۷۵ تا ۴۸۱۔

۸۵۴ ترجمہ: اہل دل تیرے کوچے کو جنّت اعلیٰ جانتے ہیں۔ تیرے چہرے کے پرتو کو نور تجلّی جانتے ہیں ☆ مختلف علوم کے جو اہل فتوی گزرے ہیں وہ سب کے سب تیرے مکتب عشق میں الف با پڑھتے ہیں۔

۸۵۵ ترجمہ: اگر جرأت و دلیری ہے تجھ میں تو دل کا طواف کر۔ دل تو کعبۂ حقیقت ہے تُو اسے گل کیوں سمجھتے ہو ☆ صورت کعبہ کا طواف کرنے کا حکم اللہ نے تجھے اس لئے دیا کہ اس راہ سے تو کسی دل کو جیت لے ☆ ایک دل کے لئے دونوں جہاں پیدا کئے گئے۔ نکتۂ لولاک سنو قاری سے۔ ایک غیر آباد و خراب دل جو اللہ کا منظر گاہ ہے اگر کوئی شخص اس کی تعمیر کرے تو کیا کہنے اس شخص کی سعادتمندی کے!

۸۵۶ ترجمہ: اسلام کے سوا جو شخص کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہئیے اس کا وہ طریقہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ناکام و نامراد رہے گا سورۂ آل عمران، آیت ۸۵

۸۵۷ ترجمہ: تم سے کوئی باایمان نہیں ہوگا جب تک نہ میں

اُسے اُس کی اولاد اور اس کے ماں باپ اور تمام لوگوں سے عزیز تر ہو جاؤں

۸۵۸ **ترجمہ** : اور عمرؓ نے کہا: ''اے رسول خدا ﷺ! آپ مجھے عزیز تر ہیں اپنے باپ سے' اپنی اولاد سے اور تمام لوگوں سے سوائے اپنی ذات کے۔'' فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: ''نہیں! جب تک نہ میں تجھے تیری اپنی ذات سے بھی زیادہ عزیز ہو جاؤں۔'' عمرؓ نے کہا: ''اب تو آپ مجھے عزیز تر ہیں اپنی اولاد سے' اپنے ماں باپ سے تمام لوگوں سے اور خود اپنی ذات سے۔'' پس رسول اللہؐ نے فرمایا: ''ہاں! اب درست ہے اے عمرؓ!''

۸۵۹ **سلطان العارفین** : یعنی **طیفورؒ ابن عیسیٰ ابن سروشان بسطامی** جن کا لقب **سلطان العارفین** تھا۔ آپ کو **با یزید اکبر** بھی کہتے ہیں اس لئے کہ **طیفور ابن عیسیٰ ابن آدم ابن عیسیٰ ابن علی بسطامی** کے نام سے ایک اور صاحب گزرے ہیں۔ **حضرت با یزید یا ابا یزید یا ابو یزید بسطامی** رحمۃ اللہ علیہ **قُطب عالم** تھے' مرجع اوتاد تھے اور آپ کی ریاضات و کرامات اور آپ کے حالات و کمالات کی کوئی حد نہ تھی۔ اسرار و حقایق پر آپ کی نظر گہری تھی اور آپ ہمیشہ مقام قرب و ہیبت میں رہتے تھے اور انس و محبت میں مستغرق۔ تن آپ کی مجاہدہ اور دل آپ کا مشاہدہ میں رہتا تھا۔ **حضرت جنید بغدادی**ؒ (دیکھئے حاشیہ ۴۹ اور ۱۸۶) فرماتے ہیں کہ بایزید ہم میں ایسے

ہی ہیں جیسے کہ فرشتوں میں جبرئیل علیہ السّلام۔آپ کی وفات ۷۳سال کی عمر میں ۲۶۱ھ میں ہوئی اور آپ سال ۱۸۸ھ میں متولد ہوئے تھے۔

۸۶۰ ترجمہ: پناہ اللہ کی ایسا ہو جانے سے!

۸۶۱ ترجمہ: منکر اور مردود و ملعون ہے وہ شخص جو کتوں کی طرح مارے حسد کے دور سے بھونکتا رہتا ہے۔

۸۶۲ ترجمہ: جس نے ہمیں دوست بنالیا اللہ تعالیٰ اس کا دوست ہو! جس نے ہمیں بے قدر کیا وہ کامیاب رہے اپنی عمر میں ☆ جس کسی نے دشمنی کر کے ہماری راہ میں کانٹے بچھائے اس کے باغ مراد میں جو بھی پھول کھلے وہ بے خار ہو ☆ دونوں دنیاؤں میں ہمارا کسی سے کوئی رنج وملال نہیں۔ جو کوئی ہمیں دُکھ پہنچائے گا اُسے آرام وراحت نصیب ہو ☆

۸۶۳ ترجمہ: ہر چیز جو اس زمین پر ہے فنا ہو جانے والی ہے۔
سورۃ الرّحمٰن' آیت ۲۶

۸۶۴ سیمرغ: ایک مشہور پرندے کا نام۔ کہتے ہیں کہ ہر پرندے کے پروں کا رنگ اس کے پروں میں موجود ہے۔اس پرندے کو عنقا بھی کہتے ہیں (اور عنقا وہ پرندہ تھا جسے رستم کے باپ زال نے پال کر بڑا کیا تھا) ۔ کہا جاتا ہے کہ ایک افسانوی پرندہ ہے۔

دستور السالکین
ورد المریدین
مخدوم محمد خلیل قریشی

ورد المریدین
تاج العارفین
مکمل

مولانا جامی
حیات شاعری

حضرت خواجہ نقشبند
اور
طریقت نقشبندیہ
مع حواشی توضیحات و تعلیقات

SM